خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
بہار نمبر
PAKSOCIETY.COM
www.Paksociety.com

اس شمارے میں

بہار نمبر

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: اقراء خان...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: منصور اے خان

بہار نمبر

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

فیکس 021-35620773 ایک از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں امن میں ہوں اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو نافرمانی کی راہ ترک کردے۔'' (مشکوٰۃ)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مارچ ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

پچھلے ماہ آپ نے جس طرح سے اپنے مشوروں سے نوازا اور مہنگائی کے عفریت کا ذکر کیا وہ حقیقت ہے اس سے منہ تو نہیں موڑا جاسکتا' ہر آنے والا دن نت نئے مسائل سے دوچار کرتا جارہا ہے' ملکی معیشت امریکی ڈالر سے جڑی ہے جو کسی طرح قابو نہیں آرہا' دن بھر میں تین چار مرتبہ اس کے ریٹ بڑھتے گھٹتے رہتے ہیں۔ کہیں قرار نہیں' روز بہ روز بڑھتی مہنگائی میں جہاں ملکی سطح پر تیل' پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں ہونے والا اضافہ ہی کیا کم ہے کہ حکومت کی طرف سے طرح طرح کے ٹیکسوں نے تو جینا دوبھر کردیا ہے' اخبارات اور جرائد آپ کا آنچل جس کاغذ پر چھپتا ہے وہ نہ صرف ڈالر سے جڑا ہے بلکہ ملکی ٹیکسوں اور پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ بھی اس کی قیمت میں اضافے کا باعث ہے۔ ایسا محسوس ہورہا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب کاغذ مہنگا اور کپڑا سستا ملے گا' آنچل کے موجودہ صفحات پہلے ہی بہنوں کو کم محسوس ہوتے ہیں۔ واقعی یہ بات اپنی جگہ ہے کہ اس وقت بھی بہنوں کے خطوط صفحات کی کمی اور تشنگی کا شکوہ لیے ہوئے ہیں۔

اب بصد مجبوری آئندہ شمارے سے ادارے نے بہت سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اگر آپ کے اس ماہنامہ آنچل کی اشاعت کو برقرار رکھنا ہے تو کم از کم قیمت میں پانچ روپے کا اضافہ ناگزیر ہے' ان شاء اللہ اپریل کے شمارے سے آنچل کی قیمت پچاس روپے ہوگی۔ امید ہے کہ بہنوں کے لیے یہ اضافہ ناگوار نہ ہوگا۔ ہم آپ ایک فیملی کی طرح ہیں ہر معاملے میں آپ کے مشوروں اور رائے کو اہمیت دیتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ صفحات کی مزید کمی کے بجائے آپ کے مشوروں کی روشنی میں قیمت میں موجودہ مہنگائی کے مقابلے میں معمولی سا اضافہ آپ برداشت کریں گی۔

ایک اچھی خبر کہ آئندہ شمارہ سالگرہ نمبر ہوگا' اس کی قیمت اور صفحات کا تعین آپ کریں کہ کتنے صفحات اور کتنی قیمت ہونا چاہیے؟

بہنوں کے بے حد اصرار پر رائٹرز کے انٹرویوز کا سلسلہ ''بہنوں کی عدالت'' کے عنوان سے سال گرہ نمبر سے شروع کیا جائے گا اس سلسلے میں عفت سحر طاہر کے لیے اپنے سوالات جلد از جلد ارسال کریں۔

اس ماہ کے ستارے

☆ تیرے ہمراہ چلنا ہے — عفت سحر طاہر کے سحر انگیز قلم سے خوبصورت ناولٹ۔
☆ عزمِ جواں سالار — حمیرا نگاہ کا حب الوطنی پر مبنی سبق آموز ناول۔
☆ من کا موسم — عائشہ خان من کا موسم کے احوال پیش کررہی ہیں۔
☆ وہ گلاب کھلے — غزالہ جلیل راؤ کا ایثار و وفا میں ڈوبا افسانہ۔
☆ میرے نقش گر — عارفہ سعید پہلی بار شریکِ محفل ہیں ایک افسانہ کے ساتھ۔
☆ لمحۂ ہدایت — سباس گل کا بہترین پیرائے میں تحریر شدہ افسانہ

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو
قیصر آرا

ایک نشہ سا ہے جو چھائے ہے تیرے نام کے ساتھ
اک تسلی سی بھی آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
عنبر و عود لٹائے ہے تیری یاد جمیل
ایک خوشبو سی بھی آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
گویا کونین کی دولت کو سمیٹا اس نے
دل کی دنیا جو بسائے ہے تیرے نام کے ساتھ
ہے ترا ذکر حلاوت میں کچھ ایسا کہ زباں
اک نیا ذائقہ پائے ہے تیرے نام کے ساتھ
دل تڑپتا ہے سنے جب بھی تیرا نام کہیں
آنکھ بھی اشک بہائے ہے تیرے نام کے ساتھ
خوب کیا عشق الٰہی کا اثر ہوتا ہے
روح بھی وجد میں آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
حشر کیا ہوگا بھلا ان کا تری دید کے دن
جن کا دل جوش میں آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
خوب جی بھر کے جو کرتا ہے تیرا ذکر فقیر
دل کی ظلمت کو مٹائے ہے تیرے نام کے ساتھ

مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی

نعت

وہ آئے ہیں جہاں میں رحمۃ للعالمیں ہو کر
پناہِ بیکساں بن کر' شفیع المذنبیں ہو کر
خرد کیا کرسکے گی رفعتوں کا اُن کی اندازہ
فلک بھی رہ گیا اُن کے لیے فرشِ زمیں ہو کر
انہوں نے اس طرح سے گلشنِ ہستی سنوارا ہے
کہ دُنیا رہ گئی ہے رشکِ فردوسِ بریں ہو کر
ضمیرِ آدمیت میں انہی ﷺ کا نور شامل ہے
وہ سب نبیوں کے بعد آئے ہیں فخرِ اوّلیں ہو کر
قدم بوسی کی دولت مل گئی تھی چند ذرّوں کو
ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہو کر
یتیم و بے نوا سمجھا تھا جن کو اہلِ نخوت نے
جہاں پر چھا گئے وہ سرورِ دُنیا و دیں ہو کر
ہزاروں بار اس پر عشرتِ کونین صدقے ہو
غمِ عشقِ نبی ﷺ رہ جائے جس دل میں مکیں ہو کر
نگاہِ اوّلیں کیفی کی جب روضہ پہ ہو یا ربّ
تمنا ہے کہ رہ جائے نگاہِ واپسیں ہو کر

مولانا نازکی کیفی

درجواب آں

مدیرہ

نادیہ فاطمہ رضوی...... کراچی

عزیزی! خوش رہو۔ ربّ کریم آپ کی ساری آزمائشوں اور پریشانیوں کو دور کرکے آپ پر اپنی رحمت خاص نازل فرما کر آپ کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین۔ پیاری نادیہ! فرحت آپا کی بابت ہمارا اور آپ کا دکھ مشترکہ ہے مگر کیا کیا جائے کہ ربّ کی مشیت پر سوائے صبر کے چارہ نہیں ہے۔ لہٰذا صبر کا دامن تھامے رکھیں اور انہیں اپنی خاص الخاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔ آپ کی تحریر ان شاء اللہ جلد شامل اشاعت ہوگی۔ تین اقساط پر مبنی ناول بھی منتخب ہو چکا ہے اور باری کا منتظر ہے۔ بس تھوڑا سا انتظار اور کرلیجئے، ہمت اور حوصلے کے ساتھ...... ہماری ڈھیروں ڈھیر دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ دعاؤں کے لیے ربّ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین) اپنا بہت خیال رکھیں۔

شمیم ناز صدیقی...... کراچی

ڈیئر شمیم! سلامت رہو۔ آنچل آپ کا اپنا پرچا ہے۔ اس کے کسی سلسلے میں شرکت کے لیے آپ کو اجازت کی کیا ضرورت ہے، آپ جیسی مصنفات تو آنچل کے لیے اثاثہ ہیں۔ افسانہ مل گیا ہے، ابھی پڑھا نہیں گیا ہے۔ آپ کی تحریر اچھی تھی اس لیے پزیرائی بخشی گئی اس کے لیے ممنونیت کیسی؟! اچھی تحریروں کے نا صرف ہم دل سے قدر دان ہیں بلکہ قارئین سے بھی داد و تحسین کمیٹتی ہیں۔ قارئین کے خطوط سے آپ کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو ہی جائے گا۔ دعا ہے کہ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

عروسہ شہوار...... کالاگجراں جہلم

اچھی عروسہ! شادو آباد رہو۔ سب سے پہلے تو آپ کے فرائض منصبی کی بابت جان کر خوشی ہوئی ڈھیروں ڈھیر مبارک باد۔ آنچل کی تزئین و آرائش میں جہاں ہماری محنت و لگن شامل ہے وہاں آپ کی محبت و خلوص کا بھی بڑا ہاتھ ہے، آپ اپنی انتہا درجے کی مصروفیت کے باوجود آنچل سے غافل نہیں رہتیں تو یہ آپ کی محبت ہی ہے۔ افسانہ مل گیا ہے، ابھی پڑھا نہیں ہے اگر مناسب رہا تو ضرور شامل اشاعت ہوگا۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

طیبہ درخشاں انجم...... کراچی

پیاری طیبہ! خوش رہو۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ماشاء اللہ آپ طب و جراحت کے مقدس پیشے سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ عوام الناس کے لیے باعث شفا بنائے اور اس کارِ خیر کے لیے ربّ کریم آپ کو جزا عطا فرمائے آمین۔ تحریر موصول ہوگئی ہے۔ کہانی بہتر ہو تو درستگی اور نوک پلک سنوارنے کی ذمہ داری ہماری ہے مگر سرے سے ساری تحریر تبدیل کردینے سے اصل تحریر ختم ہوجاتی ہے اور یہ نامناسب فعل ہے۔ آپ حوصلہ نہ ہاریں مطالعہ وسیع رکھیے اور کوشش جاری رکھیے۔ ان شاء اللہ ایک روز ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ ربّ کریم آپ کا حامی و ناصر ہو آمین۔

فضہ ہاشمی...... پاک پتن شریف

ڈیئر فضہ! فرحت آپا محبت و خلوص کے جو پھول بانٹ گئی ہیں ان کی خوشبو سے ہی یہ ساری محفل مہک رہی ہے بے شک انسانوں کا نعم البدل ملنا ناممکن ہے البتہ ان کی کمی کو پورا کرنے کے لیے کوشش ضرور کی جاسکتی ہے، وہ ہم کررہے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ آنچل کے لیے موصول ہونے والی تمام تحاریر بغور پڑھی جاتی ہیں اور پڑھنے کے بعد ہی منتخب یا رد کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ردشدہ تحاریر کی فہرست درجواب آں کے آخر میں لازمی دی جاتی ہے لگتا ہے آپ آنچل بغور نہیں پڑھتی ہیں۔ آنچل میں شائع ہونے کی آپ کی خواہش ان شاء اللہ ضرور پوری ہوگی۔ بس حوصلہ نہ ہاریے۔ مطالعہ وسیع رکھیں۔ ہمت اور لگن سے کوشش جاری رکھیں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

بشریٰ نوید باجوہ...... اوکاڑہ

بہت ہی پیاری بشریٰ! خوش رہو۔ آنچل کا بہتر ہوتا معیار بے شک آپ ایسی قلمی معاونین کے طفیل ہے، اس کے لیے صرف ہم ہی تعریف کے مستحق نہیں ہیں۔ آنچل کی اضافی تبدیلیوں پر پسندیدگی کا بے حد شکریہ۔ آپ بالکل لکھ سکتی ہیں، اپنا مطالعہ اور مشاہدہ وسیع کرکے مزید بہتری لانے کی کوشش کریں۔ آپ کی دونوں تحاریر اک نئے انداز میں ان شاء اللہ جلد ہی آنچل کی زینت بنیں گی۔ امید ہے کہ تحریر کی کاٹ چھانٹ آپ کو بہت کچھ سیکھنے میں مدد دے گی اور آپ کے قلمی سفر میں معاون ثابت ہوگی۔ دعاؤں کے لیے اللہ رب العزت آپ کو جزا عطا فرمائے، آمین۔

ماہ وش گل...... واہ کینٹ

ڈیئر ماہ وش! جیتی رہیں اور ربّ کریم آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے، آمین۔ آپ کی بیماری کے بارے میں جان کر دلی رنج ہوا، تاہم اللہ مسبب الاسباب ہے، یہ سن کر اطمینان ہے کہ اب آپ کو افاقہ ہے۔ فرحت آپا کے لیے کیا کہیں کہ یہ ہم سب کا مشترکہ دکھ ہے۔ آپ یوں ہی انہیں اپنی خاص الخاص دعاؤں میں یاد رکھیے گا، افسانہ بہت اچھا ہے مگر طوالت کا شکار ہوگیا ہے کسی ہلکے پھلکے موضوع پر کوئی تحریر جلدی سے بھیجیں تو ہم کچھ سوچیں...... ہماری ساری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ پروردگار عالم آپ کو ہر مصیبت و پریشانی سے دور رکھے، آمین۔

کشمالہ سمیر خان...... پشاور

اچھی کشمالہ! ہمیشہ شادو آباد رہو۔ آنچل آپ کا اپنا رسالہ ہے۔ اب آ گئی ہیں تو راستہ نہ بھولیے گا۔ آنچل کی تبدیلیاں پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آنچل کے کسی بھی کالم میں شرکت کے لیے ابتدائی تاریخیں چنیں تو زیادہ بہتر ہے مگر باری کا انتظار بھی لازمی ہے تاخیر سے ملنے والے خطوط کی ہم رسید ضرور تھما دیتے ہیں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو، آمین۔

مہناز نجم شہزاد...... سندھ

پیاری مہناز! خوش رہو۔ آپ سب ہماری اپنی ہیں اور ہمیں دل سے عزیز ہیں اس لیے تمام خدشے، شکوک و شبہات دل و ذہن سے نکال دیں۔ آنچل آپ کا اپنا پرچا ہے۔ اس کے کسی سلسلے میں شامل ہونے کے لیے آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ جن سلسلوں میں آپ کی شرکت نہ ہوسکی ممکن ہے اس کے لیے نگارشات یا خطوط ہمیں موصول نہ ہوسکے ہوں۔ کوشش کیا کریں کہ اپنی نگارشات رجسٹرڈ ڈاک سے آفس کے پتے پر ارسال کرسکیں، خط کا جواب شامل اشاعت ہے اب خوش؟ شاعری متعلقہ شعبے تک پہنچادی گئی ہے۔ معیاری رہی تو ضرور شائع ہوگی۔

دیا آفرین...... شاہدرہ

اچھی دیا! جیتی رہو۔ آنچل سے قلمی رشتہ تو یہ خط لکھنے سے بھی جڑ ہی گیا ہے اور آپ سب بہنوں، بیٹیوں سے جو ہمارا قلبی رشتہ ہے وہ اور زیادہ گہرا اور اپنائیت بھرا ہے۔ جہاں تک بات مصنفات کی صف میں شامل ہونے کی ہے تو اس کے لیے آپ کو سستی کو خیرباد تو کہنا ہی پڑے گا کہ کسی بھی میدان میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہمت، حوصلہ، لگن اور محنت لازمی شرائط ہوا کرتی ہیں۔ لہٰذا فوراً امیدانِ عمل میں کود پڑیں۔ ربّ کریم آپ کا حامی و ناصر ہو۔ تحریر مل گئی ہے۔ ابھی پڑھی نہیں گئی ہے۔ آپ کی تعریف سمیرا شریف طور، عشنا کوثر سردار اور نازیہ کنول نازی تک ان سطور کے ذریعے پہنچائی جارہی ہے۔

س-م-ک...... فیصل آباد

پیاری بہن! آنچل ثانی آپ سب بہنوں کی متفقہ رائے کی صورت میں ہی منظر عام پر آئے گا، لہٰذا آپ تسلی رکھیں۔ تعارف باری آنے پر شائع ہوتا ہے مگر آپ اپنا نام تو پورا لکھتیں نا! بے شک صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے مگر یہ بھی تو سوچیں کہ کچھ بہنیں آپ سے پہلے باری کی منتظر ہیں۔ اپنی تحریر رجسٹرڈ ڈاک سے دفتر کے مکمل پتے پر بھیجیں۔ شائع ہونے والی تحریر پر معقول معاوضہ دیا جاتا ہے۔ شاعری معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوگی۔ امید ہے کہ آپ کو تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات مل گئے ہوں گے۔ رب کریم ہمیشہ آپ کو شادو آباد رکھے، آمین۔

نرجس رانی...... ساہیوال

اچھی بہن! سدا خوش رہو۔ یہ درست ہے کہ جانے والوں کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا، ہم بھی بس فرحت آپا کی کمی پوری کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کررہے ہیں، اس کوشش میں ہم کس حد تک کامیاب ہیں، یہ آپ قارئین ہی بتا سکتے ہیں۔ آپ جیسے باقاعدہ قارئین سے تو آنچل کا حسن ہے۔ خطوط کے جوابات کے لیے صفحات محدود ہوتے ہیں پھر جن خطوط میں جواب طلب بات نہ ہو وہ

شامل ہونے سے رہ جاتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خطوط ہماری نظر سے نہیں گزرتے۔ آنچل کے لیے موصول ہونے والی ہر تحریر، نگارشات وخطوط خواہ وہ قابلِ اشاعت ہو یا نہ ہو ہماری نظر سے ضرور گزرتی ہے صرف معیاری تحاریر شائع کرنا ہماری مجبوری ہے آپ سب بہنیں ہمارے دل میں رہتی ہیں اور ہمیں از حد عزیز ہیں آپ کی یا کسی بھی بہن کی دل شکنی کی بابت ہم سوچ بھی نہیں سکتے' اس لیے تسلی رکھیں۔ آپ ہمیں بہت اچھی طرح سے یاد ہیں اب پہلے کی طرح محفل میں حاضری دیا کریں۔ اچھا انتخاب بھیجیں اور آنچل پر تبصرہ بھی ضرور کریں' ہم منتظر رہیں گے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو آمین۔

صائمہ طاہر سومرو...... حیدر آباد' سندھ

پیاری صائمہ! جیتی رہو۔ لیجیے پہلی بار آمد پر آپ کا خط آپ کی خوشی کے لیے شامل اشاعت ہے۔ خوش آمدید۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ آنچل کی پرانی قاری ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ تفصیلی تبصرے سے نوازیں گی۔ آپ کا تعارف باری آنے پر شائع ہوجائے گا۔ نازیہ کنول نازی تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچائی جارہی ہے اور سعدیہ امل کو یہ پیغام کہ جلد ہی کوئی مکمل ناول لکھیں۔ آنچل کی بابت آپ کی آراء نوٹ کرلی گئی ہیں ممکن ہوا تو عمل کرنے کی کوشش کریں گے' ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں کہ پروردگار آپ کے نیک ارادوں میں آپ کو کامیابی عطا فرمائے اور آپ کی والدہ کو صحت کاملہ نصیب فرمائے آمین۔

مشترکہ جوابات:

عطیہ ارشد' فیصل آباد۔ آپ کی تحریر کا دوسرا حصہ پڑھ کر ہی اس کے بارے میں رائے دی جاسکتی ہے لہٰذا جلد از جلد بھجوائیں۔ **ثمیرا شریف آرائیں۔** آپ کی تحریر قابل قبول ہے مگر آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ **خالدہ شاہین' مقام نامعلوم۔** آپ نے اپنا تعارف سرخ قلم سے لکھ کر بھیجا ہے' اس لیے رد ہوگیا' دوبارہ نیلی یا سیاہ روشنائی سے لکھ کر بھیجیں۔ **مریم فیروز احمد' کراچی۔** آپ کا افسانہ مل گیا' ابھی پڑھا نہیں گیا ہے۔ **غزل ناز!** آپ کے لیے اریبہ شاہ کا پیغام ہے کہ آپ ادارے میں فون کرکے ان کا نمبر لے لیں ان کا نمبر ادارے میں محفوظ ہے۔ **آصفہ اسلم وٹو' مقام نامعلوم۔** آنچل سے لگاؤ اور ربط کے سبب آپ آنچل کا حصہ ہیں مگر افسانہ نگاری کے لیے آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے۔ امید ہے ہمت نہیں ہاریں گی۔ **ارم شہزادی!** آپ کے خط میں نہ کوئی جواب طلب بات ہے اور نہ ہی شہر کا نام۔ اب آپ ہی بتائیں آپ کا خط کیونکر شامل ہو؟ **ذیشے خان ذیشی' مقام نامعلوم۔** تمام نگارشات ایک لفافے میں بھیجی جاسکتی ہیں مگر سب کے لیے الگ کاغذ استعمال کریں اور ہر ایک پر اپنا اور شہر کا نام خوشخط تحریر کریں۔ افسانے مل گئے ہیں۔ **مریم جبیں' راولپنڈی۔** ایم اے میں کامیابی پر دلی مبارک باد۔ ناولٹ کا انتظار رہے گا۔ قارئین کی عدالت پسند کرنے کا شکریہ۔ **برکت راہی' سندھ۔** تازہ ترین کلام موصول ہوچکا ہے' نوازش۔ **مسرت جبیں راجپوت جنجوعہ' مظفر گڑھ۔** آپ کی ہمتوں اور عظمتوں کو سلام۔ بے شک جو لوگ از خود اپنی خامیاں جانچ لیتے ہیں وہ ضرور بلندیوں کو چھو کر رہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کہیں۔ **سحر زلفی' ہری پور۔** شاعری کے لیے معذرت۔ تعارف باری آنے پر لگ جائے گا۔ **جویریہ چوہدری' مقام نامعلوم۔** آپ کی تعریف نازیہ کنول نازی' ثمیرا شریف طور اور راحت وفا تک ان سطور کے ذریعے پہنچائی جارہی ہے۔ تحریر موصول ہوگئی ہے۔ **ستارہ ناز' مقام نامعلوم۔** آنچل میں شائع ہونے والی کہانیوں پر معقول معاوضہ دیا جاتا ہے۔ آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے۔ **راشیدہ حمید مغل' سمانہ۔** اچھی بہن! کہانی قابل اشاعت ہوتی تو ہمیں چھاپنے میں بھلا کیا اعتراض تھا؟ اچھی تحریریں تو خود ہی اپنی جگہ بنا لیتیں ہیں۔ ایڈیٹر کی رائے اور آپ کی دوستوں کی رائے میں بہرحال فرق تو ہوگا نا! امید ہے آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔ **شہرینہ اجالا' سرگودھا۔** آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ شاعری کے لیے معذرت۔ **سیدہ آراین جیا' تلہ گنگ۔** کسی بھی مصنفہ کا رابطہ نمبر دینا ادارے کا اصول نہیں ہے' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ **روحان دانش' کراچی۔** برادرم! تازہ کلام موصول ہوگیا ہے نوازش۔ **طیبہ نذیر' شادیوال گجرات۔** آپ کی باری آگئی تو تعارف شائع ہوگیا' شکریہ کیسا؟ **عالیہ جیلانی' مقام نامعلوم۔** افسانہ مل گیا ہے' پڑھ کر رائے دے دی جائے گی۔ **رضیہ سلطانہ' جڑانوالہ۔** پہلی بار شرکت پر خوش آمدید' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ شاعری متعلقہ شعبے میں ہے۔ اگر معیاری ہوئی تو شائع ہوجائے گی۔ **اقراء ارشد' فیصل آباد۔** افسانہ مل گیا ہے' ابھی پڑھا نہیں گیا۔ آپ کی تعریف عشنا کوثر سردار تک ان سطور کے ذریعے پہنچائی جارہی ہے۔ **سدرہ شاہین' پیرووال۔** خط میں کوئی جواب طلب بات نہیں پھر بھی آپ کی خوشی کے لیے شامل اشاعت ہے۔ **نورین شفیع' ملتان۔** اتنی ناراضگی اچھی نہیں' لیجیے آپ کا خط شامل اشاعت ہے۔ **مریم الیاس' کوٹ گھکہ۔** افسانوں کے لیے معذرت۔ میری پسند کا کالم بند کردیا گیا ہے' جب کہ تعارف باری آنے پر شائع ہوجائے گا۔ **مون عابد' ہری پور ہزارہ۔** ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ تحریر مل گئی ہے۔ **صنم ناز الیف' گوجرانوالہ۔** آپ سے کس نے کہا کہ آپ ہماری دوست نہیں ہیں۔ ان سطور کے ذریعے یہ تصحیح کی جارہی ہے کہ آپ کی بھیجی گئی نظم "بھرم رکھو محبت کا" انتخاب ہے' آپ کی تخلیق نہیں۔ اب خوش؟ آپ کی شاعری متعلقہ شعبے میں ہے۔ **نورین محمد رفیق' کوٹ غلام محمد۔** خوش آمدید' آنچل آپ کا اپنا پرچا ہے۔ جو بھیجنا ہے ضرور بھیجیے۔ معیاری رہا تو ضرور شائع ہوگا۔ **اقراء مہرین وشال' عبد الحکیم۔** نیک تمناؤں کے لیے شکریہ۔ افسانہ موصول ہوگیا ہے۔ پڑھ کر ان ہی صفحات میں رائے دے دی جائے گی۔ **طاہرہ غزل' جتوئی۔** آپ کے خط میں کوئی جواب طلب بات ہی نہیں تو ہم جواب کس بات کا دیں؟ آپ کی دوست اپنا تعارف بھیج سکتی ہیں۔ خوش رہیں۔ **یاسمین عندلیب' شورکوٹ کینٹ۔** آپ کو آنچل پیارا ہے تو اس کے لیے چیز بھی تو معیاری بھیجیں نا! افسانے کے لیے معذرت۔ تعارف باری کا منتظر ہے۔ **اسماء کرن' بھکر۔** کامیابی کے لیے ہماری ڈھیروں ڈھیر دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ افسانہ مل گیا۔ **عارفہ کرامت' راولپنڈی۔** اچھی بہن! ہمیں آپ سے کوئی گلہ شکوہ نہیں' آپ تمام توہمات ذہن سے جھٹک دیجیے' اپنی کہانی کے لیے آپ "نئے افق" میں بات کرلیجیے۔ **خمیرا علی' کراچی۔** چھ صفحات پر مشتمل آپ کے سارے خط میں فرحت آپا کے افسانے کی تعریف ہے جس پر ہم جزاک اللہ کے سوائے کیا کہیں۔ **لیہا انصاری' بہاولپور۔** آپ نے جو سیل نمبر لکھا ہے وہ صرف دفتری اوقات کار کے لیے ہے اور پی ٹی سی ایل نمبر بھی صحیح نمبر فہرست کی آخری سطر میں درج ہوتا ہے' روحانی مسائل کے لیے ہر ماہ الگ کوپن استعمال کرنا ہوگا' گھر کے حصے سے مراد نچلی منزل یا بالائی منزل سے ہے۔ حافظ صاحب سے صرف خط کے ذریعہ رابطہ ممکن ہے' آپ تاخیر سے خط بھیج سکتی ہیں۔

ناقابل اشاعت:

ملن کی خوشی' تھی امید تجھے پانے' پردیسی پیا' بانجھ' میں تم اور عمران' خواہش ناتمام' میں وہ نہیں ہوں' یہ میرا عشق تھا کہ دیوانگی کی انتہا' شب وصال' شام سے پہلے' غم کے سائے' چاہت اپنی اپنی' ایک اور موقع' مذہب کی دیوار' قسمت کے فیصلے' وصل ہے یہ زندگی' ایک تھا تارہ ایک تھی تاری' راہِ ہدایت' حقیقت کچھ اور تھی' اُف ویلنٹائن ڈے' گوہر نایاب۔

♥

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ

مولف: مشتاق احمد قریشی

امام اعظمؒ

فقہ حنفی کے بانی امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی کنیت ابوحنیفہ ہے جو نام سے زیادہ مشہور ہے یہ کنیت حقیقی نہیں ہے کیونکہ امام صاحب کی کسی بھی اولاد کا نام حنیفہ نہیں تھا یہ کنیت نسبی بھی نہیں بلکہ وصفی ہے جیسے ابوہریرہؓ یہ وصفی معنی کے اعتبار سے اختیار کی گئی ہے۔ قرآن کریم سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے (ال عمران ۹۵)'' امام صاحب نے اسی مناسبت سے اپنی کنیت ابوحنیفہ اختیار کی۔ حضرت امام اعظمؒ نے سب سے پہلے اس دین حنیف کی تدوین فرمائی۔ عربی محاورے میں پہل کرنے والے کواب (باپ کو کہا جاتا ہے اور کسی کام کے شروع کرنے والے کی عظمت کے لیے بولا جاتا ہے) کہتے ہیں کہ دین حنیف کی مکمل تدوین حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے کی۔ اس لیے اہل اسلام میں آپ کی کنیت ابو حنیفہ قرار پائی اور آپ کی کنیت سے ہی آپ کے پیروکار حنفی کہلائے جیسے مدینہ سے مدنی (زمخشری)۔ امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کو باقاعدہ ایک فن کا درجہ دیا اور اس کے اصل اصول مرتب کیے اور اجتہادی مسائل کو تحریر کیا۔ ان کے ان ہی عظیم الشان کاموں کے باعث انہیں امام اعظم کے لقب سے لوگ پکارنے لگے۔ ان کے ہم عصروں میں سب سے زیادہ ان کی سیرت پر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ وہ سن ۸۰ ہجری بمطابق سن ۶۹۹ عیسوی کوفہ میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی شکل وصورت اور قد وکاٹھ کے بارے میں خطیبؒ بغدادی نے امام ابویوسفؒ سے روایت کی ہے کہ امام صاحبؒ نہ لمبے تھے' نہ پست قامت' درمیانہ قد بڑے حسین صورت' نہایت فصیح وبلیغ اور خوش آواز تھے۔ بڑی خوش اسلوبی سے اپنی بات پیش کیا کرتے تھے۔ خوبصورت داڑھی تھی اور ہمیشہ عمدہ لباس پہنتے تھے اور اچھے جوتے پہننا اور خوشبو لگانا پسند کرتے تھے۔ آپ کے شجرہ نسب کے بارے میں محققین ومورخین اور آپ کے سوانح نگاروں اور آپ کے پیروکاروں کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ معروف محقق ابومطیع نے امام ابوحنیفہؒ کو عرب النسل شمار کیا ہے اور ان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ نعمان بن ثابت بن زوطی بن یحییٰ بن زید بن اسد بن راشد الانصاری۔ دوسری روایت حافظ ابواسحٰقؒ نے کی ہے۔ نعمان بن ثابت بن کاوس بن ہرمز بن بہرام زوطی جبکہ بغداد کے مشہور مورخ خطیبؒ نے امام اعظمؒ کے پوتے اسمٰعیلؒ سے روایت یوں نقل کی ہے۔ اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان اس نسب میں امام اعظمؒ کے پوتے اسمٰعیلؒ نے امام اعظمؒ کے دادا کا نام نعمان بتایا ہے اور پردادا کا نام مرزبان حالانکہ عام طور پر ان کے نام زوطی اور ماہ مشہور ہیں ہوسکتا ہے' کہ زوطی کے مشرف بہ اسلام ہونے پر ان کا اسلامی نام نعمان

سے تبدیل کردیا گیا ہو۔ اسمٰعیلؒ کے کہنے کے مطابق ان کا خاندان فارس (ایران) کا ایک معزز خاندان ہے۔ ایک اور روایت محقق مولوی غلام فردوسی مصنف مراۃ الکونین مطبوعہ منشی نور کشور لکھنو ۱۸۸۵ء میں اس طرح تحریر کرتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ نعمان کوفی بن ثابت بن نخس بن یزدجرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیروان عادل' جبکہ مولانا شبلی نعمانیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عجمی تھے اور امام اعظمؒ کے دادا زوطی کابل سے ترک وطن کرکے کوفہ آئے تھے اور انہوں نے یہیں اسلام قبول کیا اور اپنا نام نعمان اختیار کیا۔ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور خلافت تھا۔

تاریخ ایران میں ایک شخص مرزبان کا تذکرہ ملتا ہے جس نے ۳۱ ہجری سن ۶۵۲ عیسوی میں ایران کے مفرور بادشاہ یزدگرد سوم کو جو فتح ہونے پر وہاں سے فرار ہوکر اصفہان' اصطخر' کرمان اور بجستان کی راہ سے ہوتا ہوا مرو پہنچا اور مرزبان جو یہاں کا حاکم تھا کے گھر پناہ لی کسی بات پر اختلاف ہونے پر مرزبان نے یزدگرد کو قتل کردیا یہ وہ وقت تھا جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی فتح کا پرچم لیے تیزی سے بڑھتے چلے آرہے تھے جس سے خوف زدہ ہوکر مرزبان نے ترک وطن کرکے کوفے کی راہ لی وہاں اس نے اپنے ایک مسلمان شناسا کے گھر قیام کیا جن کا تعلق بنی تیم اللہ کے قبیلے سے تھا۔ یہاں وہ مسلمانوں کے اخلاق وعادات اور طرز معاشرت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ دینِ اسلام قبول کرلیا اور نعمان کا نام اختیار کرلیا۔ کوفہ میں اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ نعمان (زوطی یا مرزبان) چونکہ صاحب حیثیت تھے۔ اس لیے ان کا دربارِ خلافت میں آنا جانا ہوگیا۔ ایک بار نوروز کے دن نعمان (امام صاحب کے دادا) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فالوذج (شاہی حلوئی) بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ (الخطیب) اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا خاندان ایسا دولت مند صاحب ثروت تھا کہ خلیفہ وقت کی خدمت میں شاہی حلوئی بطور ہدیہ پیش کرسکتا تھا جو اُس زمانے میں صرف اہل ثروت کے دستر خوان کی ہی زینت ہوا کرتا تھا۔ ایک روز نعمان (زوطی یا مرزبان) نے اپنے بیٹے ثابت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے بزرگانہ شفقت فرماتے ہوئے ان کی اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ جس کا ثمر امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا بچپن ایک پرآشوب دور تھا۔ اس زمانے میں عراق کا حاکم حجاج بن یوسف تھا اور مذہبی اختلافات تصادم کی حد تک عروج پر تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت تک حکمرانوں اور ان کے عمال کا ظلم انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں اسلامی دنیا کو کسی قدر سکون نصیب ہوا اور مذہبی علوم پر خصوصی توجہ دی گئی۔ امام زہریؒ نے احادیث کا مجموعہ مرتب کیا۔ امام ابوحنیفہؒ جواب تک اپنے والد کے کام میں ہاتھ بٹاتے رہے تھے جو ریشمی کپڑا بنا کر اس کی تجارت کیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ اپنی جوانی تک ریشمی کپڑے کی تجارت کرتے رہے جو باپ دادا کی میراث تھی جس کو انہوں نے بڑی ترقی دی۔ امام زہریؒ نے جو مجموعہ احادیث تیار کیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کی نقلیں بنوا کر ممالک اسلامیہ میں پھیلایا۔ اب درس وتدریس کے چرچے عام ہونے لگے تو امام ابوحنیفہؒ جن کی عمر اس وقت تقریباً بیس اکیس برس کی تھی کہ ان میں علم حاصل کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ امام صاحبؒ نے جب شعور کی آنکھیں

کھولیں تو عراق مختلف اقوام کا ملغوبہ نظر آتا تھا۔ آراء فتن ظاہر ہونے لگے تھے۔ سیاسیات اور عقائد کی آویزشیں' شیعہ' خوارج' معتزلہ وغیرہ فرقے یہاں جمع ہوگئے تھے جن کی وجہ سے مذہبی انتشار اور مسائل کا انبار لگا ہوا تھا گو کہ مجتہدین اور تابعین کی جماعت بھی موجود تھی جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے فیض حاصل کیا تھا۔ ایک طرف علوم دینیہ کا چشمہ جاری تھا تو دوسری طرف مسائل متنازعہ اور آراء متضادہ کا بھی شور تھا اور خوارج اچانک حلقہ درس میں گھس آتے اور اپنی طاقت کا اظہار کرتے ہوئے الٹے سیدھے سوالات کرتے۔ ایسے ماحول میں وہ ایک دن بازار جارہے تھے کہ کوفہ کے مشہور امام شعبیؒ اپنے مکان کے باہر کھڑے تھے۔ انہوں نے نوجوان نعمان کو اپنے پاس یہ سمجھ کر بلایا کہ وہ کوئی طالب علم ہے۔ انہوں نے پوچھا نوجوان کہاں جارہے ہو؟ تو نعمان (ابوحنیفہؒ) نے ایک سوداگر کا نام لیا کہ میں اس کی طرف جارہا ہوں۔ اس پر امام شعبیؒ نے پوچھا کہ تم پڑھتے کس سے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں تو کسی سے بھی نہیں پڑھتا۔ امام شعبیؒ نے کہا مجھے تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔

امام شعبیؒ کی اس نصیحت نے ان کے دل میں گھر کرلیا اور انہوں نے نہایت اہتمام سے تحصیل علم پر توجہ دینی شروع کردی۔ اس وقت کا علم آج کل کا علم نہیں تھا۔ اس وقت علم کے طور پر ادب' انساب' ایام العرب' فقہ' حدیث اور علم کلام تھے۔ علم کلام میں اسلامی مسائل پر فلسفہ کا غلبہ تھا۔ اسلام جب تک عرب کی آبادی میں محدود رہا اس کے مسائل بھی نہایت سادہ اور صاف رہے لیکن جیسے جیسے اسلامی مملکت کی حدود پھیلتی گئیں اسلام بھی عرب سے نکل کر فارس' مصر سے شام تک پہنچ گیا جہاں اب مسائل میں رنگ آمیزیاں شروع ہوگئیں گو کہ ان ممالک میں حکمت وفلسفے کا خاصہ زور تھا اور فلسفے کے بگڑے ہوئے مسائل عام لوگوں میں پھیل رہے تھے اور لوگوں کی طبیعتیں باریک بینی اور احتمال آفرینی کی طرف مائل تھیں۔ امام صاحبؒ نے علم کلام سے تحصیلِ علم کی ابتداء کی جو بحث ومناظرے پر محیط تھا۔ اور اس علم میں اتنی مہارت واستعداد حاصل کرلی کہ بڑے بڑے استادِ فن ان کے مقابلہ میں آنے سے کتراتے تھے۔ تجارت کے سلسلہ میں اکثر بصرہ کا سفر درپیش رہتا' وہاں کئی معروف اساتذہ فن سے الگ مباحثے ہوتے جن سے ان کے علم میں پختگی آتی چلی گئی اور ان کا تجربہ بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ شدید احساس ہونے لگا کہ علم کلام میں معروف اہل علم کا طرز عمل مناسب نہیں اس سے ان میں بددلی پیدا ہوگئی۔ کیونکہ ان لوگوں میں اخلاقی پاکیزگی اور روحانی اوصاف کا فقدان تھا۔

امام شعبیؒ کی نصیحت اور ہدایت کام کرگئی۔ اس سے متاثر ہوکر امام ابوحنیفہؒ نے اپنی پوری توجہ حصولِ علم پر صرف کردی اور علمائے کرام کے حلقوں میں مستقل آنا جانا شروع کردیا۔ ایک بار آپ کے پاس ایک عورت آئی اس نے سوال کیا کہ ایک مرد نے لونڈی سے نکاح کررکھا ہے۔ اب وہ اسے سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہے تو کتنی طلاقیں دے؟ اس پر انہوں نے اس عورت سے کہا۔ قریب ہی حماد بن ابی سلیمانؒ کا حلقہ درس ہے وہ ان کے پاس چلی جائے اور واپسی میں مجھے بھی بتا کر جائے کہ انہوں نے کیا کہا۔ چنانچہ وہ عورت امام حمادؒ کے پاس گئی اور ان سے سوال کیا اور واپسی میں وہ امام ابوحنیفہؒ

کو بتانے آئی کہ میں نے حمادؒ سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا حیض وجماع سے پاک ہونے کی حالت میں اسے ایک طلاق دے پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ دو طہر (دوسرے حیض سے پاک ہونا) گزر جائیں جب وہ دوسرے حیض سے پاک ہوکر غسل کرلے۔ پھر اس کا کسی دوسرے سے نکاح حلال ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے عورت کی یہ بات سنی اور فوراً ہی انہوں نے فیصلہ کرلیا اور اٹھ کر حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ درس میں شریک ہوگئے اور ان سے مسائل سننے لگے اور یاد کرنے لگے۔ جب دوسرے دن استاد حمادؒ دریافت کرتے تو دیگر طلبہ تو بھول چوک جاتے تھے لیکن امام ابوحنیفہ کو وہ سب پوری طرح ازبر ہوتے۔ یہ دیکھ کر استاد حمادؒ نے ان سے کہا کہ آئندہ میرے قریب بیٹھا کرو۔ امام صاحب کو اپنے وقت کے تمام علوم پر دسترس حاصل تھی۔ پہلے انہوں نے امام عاصمؒ کی قرأت کے مطابق قرآن پاک حفظ کیا پھر علم حدیث شعروادب اور صرف ونحو میں مہارت حاصل کی اور پھر فقہ کے لیے وقف ہوکر رہ گئے اور اپنے استاد حمادؒ بن ابی سلیمان کی شاگردی ایسی اختیار کی کہ جب تک وہ زندہ رہے امام صاحبؒ نے ان کا دامن نہ چھوڑا۔ اس وقت تک وہ چالیس برس کے ہوچکے تھے کیونکہ استاد حمادؒ بن ابی سلیمان کی وفات ۱۲۰ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہی امام صاحبؒ نے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ امام صاحبؒ ۱۸ سال تک حمادؒ کی شاگردی میں رہے کیونکہ اس وقت تک وہ جسمانی اور عقلی اعتبار سے حدِ کمال کو پہنچ چکے تھے۔ (تاریخ بغداد) امام اعظمؒ کو حمادؒ کی صحبت اور پختگی عمر نے درس وتدریس کی ضرورتوں سے اچھی طرح آگاہ کردیا تھا۔ انہوں نے ایک مستقل حلقہ درس وتدریس قائم کرلیا۔ امام صاحبؒ اپنے استاد حمادؒ کے علاوہ بھی کئی لوگوں سے مستفیض ہوئے تھے۔ وہ جب حج کے لیے جاتے تو وہاں مکہ اور مدینہ شریف کے علما اور مشائخ سے بھی ملاقاتیں کرتے اور فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کی یہ ملاقاتیں اکثر تابعین کرامؒ سے ہوتی تھیں۔ تابعینؒ حضرات سے ملاقاتیں خالص علمی نوعیت کی ہوتی تھیں۔ جن میں روایت حدیث اور فقہ پر گفتگو ہوتی تھی۔ (مراۃ الکونین) امام ابوحنیفہؒ نے اپنے استاد حمادؒ کے علاوہ دوسرے فقہاء سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جہاں جہاں اور جب جب انہیں کسی تابعی محدث کا پتہ چلتا وہ وہاں پہنچ کر ان سے ملتے اور علم حدیث حاصل کرتے۔ ایسے تابعین جنہیں صحابہ کرام سے براہ راست شرف اتصال حاصل تھا اور جو فقہ واجتہاد میں ممتاز حیثیت رکھتے ان کے بارے میں امام اعظمؒ خود فرماتے ہیں۔ ''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ' علی رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن مسعودؓ ابن عباسؓ فقہ کے خصوصی اصحاب اور تلامذہ سے حاصل کیا۔

(جاری ہے)

اسماء عطاریہ

ملیحہ احمد

السلام علیکم! ڈیئر قارئین کو میری طرف سے سلام اور دعا قبول ہو۔ میں تین سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں۔ کبھی بھی کچھ لکھنے کی ہمت نہیں کرسکی خود میں، لیکن آج کرہی لی ہمت کہ ضرور کچھ لکھوں گی اگر آپ کو میرا تعارف پسند آئے تو پلیز ضرور آنچل کی نذر کیجیے گا۔ ورنہ گھر والے میرا بہت مذاق اڑائیں گے۔

اب آتی ہوں تعارف کی طرف تو میرا نام اسماء ہے گھر والے بھی اسماء کہتے ہیں۔ 21 نومبر 1992ء میں کراچی میں پیدا ہوئی۔ اسٹار پر بالکل بھی یقین نہیں رکھتی۔ پچھلے سال میٹرک کیا ہے۔ آگے پڑھنے کی اجازت نہیں ملی۔ مجھ سمیت ہم پانچ بہن بھائی ہیں۔ میرا نمبر دوسرا ہے۔ مجھ سے بڑی ایک بہن ہے اور تین چھوٹے بھائی ہیں۔ سب سے چھوٹے دو بھائی تو بہت شرارتی ہیں۔ گھر کو ہر وقت سر پر اٹھائے رکھتے ہیں۔ رنگوں میں بلیک، بلو اور پرپل پسند ہیں۔ کھانے میں قورمہ، بریانی شوق سے کھاتی ہوں جب کہ سوئٹ ڈیشز میں کھیر اور کسٹرڈ پسند ہے۔ مجھے چوڑیاں اور بالیاں پسند ہے اور مہندی تو اتنی پسند ہے کہ اگر کوئی روز بھی لگائے تو لگوالوں لیکن لگانی بالکل بھی نہیں آتی۔ لباس میں شلوار قمیص اور لمبا دوپٹا پسند ہے۔ مجھے ٹراؤزر شرٹ اور پینٹ لڑکیوں پر بہت ہی برے لگتے ہیں۔ پتا نہیں آج کل کی لڑکیاں کیسے یہ سب پہن لیتی ہیں۔ انڈین ڈرامے اور فلمیں مجھے بہت بری لگتی ہیں۔ پاکستانی ڈرامے اور فلمیں دیکھتی ہوں اور (ہم) تو میرا فیورٹ چینل ہے۔ پسندیدہ رائٹر عمیرہ احمد، سباس گل، سمیرا شریف طور، نازیہ کنول نازی اور عشنا کوثر سردار زیادہ پسند ہے۔

خواہش تو سب کی ہوتی ہیں میری بھی اولین خواہش ہے کہ میں اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا میٹھا مدینہ دیکھوں اور اپنے ہاتھوں سے گنبدِ خضریٰ کو چوموں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو جلد از جلد یہ دن دیکھنا نصیب فرمائے۔ آمین

پسندیدہ ہستی میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے پیر حضرت علامہ مولانا الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ جن کی کوششیں ہیں کہ سب مسلمان سنتِ نبوی اور شریعت پر عمل پیرا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے پیر کو لمبی زندگی اور ان کا سایہ تاقیامت ہمارے سروں پر بلند فرمائے آمین۔ میرے ابو سمیت ابو کے تین بھائی ہیں جو سب ایک ساتھ رہتے ہیں۔ یعنی جوائنٹ فیملی ہم کزنز میں بہت محبت ہے۔ جب سب فیملی کے بچے ایک جگہ جمع ہوں تو ٹائم کا پتا ہی نہیں لگتا۔ دادا حیات نہیں ہیں۔ دادی ہیں جو ہم سے اور ہم ان سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میری دوستوں کے نام بتاتی چلوں ورنہ وہ مجھے چھوڑیں گی نہیں۔ رقیہ، رابعہ، زینب، صدف، صفیہ اور کزنیں کرن آپی، کوثر، افشین آپی پسند ہیں مجھے اپنی فیملی میں سب سے زیادہ پیار اپنے ابو سے ہے میں اپنے ابو سے بہت محبت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے ابو کو درازِ عمر عطا فرمائے آمین۔ تعارف خاصا طویل ہوگیا ہے۔ اب اجازت۔ بس بس ہوگیا آخر میں بچوں کے نام اور لے لوں ورنہ وہ میرے پیچھے لگ جائیں گے۔ نمرہ، فیضیاب، حمزہ، حمنہ، عبداللہ، یہ اپنے نام پڑھ کے بہت خوش ہوں گے۔ ہاں ہاں جارہی ہوں۔ خدا حافظ

اللہ تعالیٰ آنچل کو زیادہ سے زیادہ ترقی نصیب فرمائے۔ پلیز پلیز میرا تعارف ضرور شائع کیجیے گا۔ ورنہ میں کبھی نہیں لکھوں گی۔

لیلیٰ مہ جبین

السلام علیکم! سب سے پہلے تو میری طرف سے آنچل کی ٹیم کو بہت سلام اور دعائیں۔ میرا نام لیلیٰ مہ جبین ہے۔ میرا تعلق ڈیرہ اسماعیل خان سے ہے۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں۔ میں سب سے بڑی ہوں۔ ہم سب بہن بھائی پڑھتے ہیں۔ میری پڑھائی مکمل ہے اور میں شعبہ تدریس سے منسلک ہوں۔ میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ میں نویں کلاس میں تھی جب سے ڈائجسٹ پڑھنا شروع کیا۔ میری ایک دوست ہے سلمیٰ جس نے ڈائجسٹ پڑھنے کی عادت ڈالی۔ اب خود تو وہ نہیں پڑھتی لیکن مجھے آنچل کے بغیر مزہ نہیں آتا ہے میری پسندیدہ رائٹر عشنا کوثر سردار اور سمیرا شریف طور ہیں۔ پسندیدہ کہانیوں میں اور کچھ خواب، یہ چاہتیں یہ شدتیں، محبت دل پر دستک ہے۔ چھونا نہیں، فراقرم کا تاج محل ہے اور متاعِ جان ہے تو پسندیدہ لباس میں شلوار قمیص بہت زیادہ پسند ہے۔ پسندیدہ رنگوں میں سبز گنبد خضرہ کا رنگ، کالا خانہ کعبہ کا رنگ، نیلا آسمان کا رنگ اور سرخ گلاب کا رنگ بہت پسند ہے۔

دوستوں میں مجھے اپنی بیسٹ فرینڈ سلمیٰ بہت اچھی لگتی ہے۔

میرا سب سے بڑا شوق خانہ کعبہ اور گنبدِ خضریٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ مجھے سفر کرنا بہت پسند ہے۔ خواہش تو بہت زیادہ ہیں۔ بقول شاعر کہ ''ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے'' میں نے کبھی کسی ڈائجسٹ میں نہیں لکھا۔ آنچل پڑھا اور مجھے بہت خواہش ہوئی کہ میں بھی کچھ لکھوں۔ مجھے گرمیوں کا موسم بہت پسند ہے۔ کیونکہ میں خود جون کے مہینے میں پیدا ہوئی ہوں۔ 17 جون اور 27 رمضان المبارک یعنی لیلۃ القدر کی رات پیدا ہوئی اسی لیے اس مناسبت سے میرا نام لیلیٰ رکھا گیا ہے۔ امید کرتی ہوں کہ میرا تعارف اور انٹرویو آپ کو پسند آیا ہوگا۔ آئندہ شمارے میں اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجیے گا اور میرا انٹرویو ضرور شامل کیجیے گا۔ نیک خواہشوں، امیدوں اور دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں۔ آئندہ اگر زندگی نے وفا کی تو دوبارہ آنچل میں ضرور شامل ہوں گی۔ ان شاء اللہ

آخر میں اپنے پسندیدہ شعر اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔

ہر ابتدا سے پہلے ہر انتہا کے بعد
ذات نبی بلند ہے ذات خدا کے بعد
دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتی ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد

زینب

السلام علیکم! ڈیئر قارئین کیسے ہیں آپ......؟ میرا نام زینب ہے۔ گھر میں سب زینب ہی تو کہتے ہیں۔ ہم سات بہنیں ہیں اور ایک چاند سا بھائی ہے۔ جو کلاس تھرڈ میں پڑھتا ہے بہنوں میں پہلا نمبر میرا ہے سو اسی حساب سے پہلے آنچل میں میں لکھ رہی ہوں۔ پانچویں تک اسکول پڑھنے کے بعد درس میں داخلہ لیا قرآن پاک حفظ کرنے لیے گھر سے دور یعنی ایبٹ آباد سے راولپنڈی گئی اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے کامیاب لوٹی۔ 2010ء

میں نویں کے پیپرز دیے اب دسویں کی تیاری جاری ہے۔ مطالعہ کرنے کا بہت شوق ہے۔ سمیرا شریف طور' نازیہ کنول نازی پسندیدہ رائٹرز میں سے ہیں۔ میری بیسٹ فرینڈ طاہرہ ریاض ہے۔ جو ان دنوں مجھ سے ناراض ہے۔ بیسٹ ٹیچر "عابدہ" ہیں درس میں "سمیہ عبدالحق' انیسہ باجی" تھیں۔ کھانے میں بریانی' آلو پالک اور آلو کی چپس پسند ہے۔ میٹھے میں کھیر بہت شوق سے کھاتی ہوں۔ فروٹ' آم' امرود پسند ہیں۔ گرمیوں کے لمبے دن اچھے لگتے ہیں۔ سردیوں میں رات کو بستر میں بیٹھ کر مونگ پھلیاں کھانا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ میرون' فیروزی' نیلا رنگ میرے فیورٹ ہیں۔ گلاب کے پھول بہت پسند ہیں۔ لمبی قمیص' ٹراؤزر پہننا اچھا لگتا ہے۔ جیولری میں ٹاپس پسند ہیں۔ ماموں کا "بیٹا" کہنا اچھا لگتا ہے۔ ابو کے غصے سے ڈر لگتا ہے۔ کراچی پسندیدہ شہر تھا۔ مگر اب کراچی' وہ کراچی رہا ہی نہیں۔ خامیاں بہت ہیں ایک غصہ بہت آتا ہے اگر ایک دفعہ کسی سے دل روٹھ جائے بات کرنے کو دل نہیں مانتا گرہ سی آجاتی ہے دل میں' اپنی ذات پہ تنقید پسند نہیں مجھے وہ لوگ سخت زہر لگتے ہیں جو دوسروں کی ذات کو موضوع بنائیں منافق اور دھاکے باز لوگوں سے سخت چڑ ہے کسی کو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔ اس کی پریشانی دیکھ کر خود اداس ہو جاتی ہوں۔ پھر اس کی مدد ایسے کرتی ہوں کہ اسے پتا نہ چلے۔ وکیل اچھے لگتے ہیں۔ کزنز میں اسماء ٹاپ آف دی لسٹ ہے اور حفصہ' فاخرہ بھی ہیں جویریہ (جو کراچی میں ہوتی ہے) اس کا دھیما لہجہ پسند ہے۔ ہاں ایک اور بھی ہے ناک چڑھی سی کزن "حرا" مگر اس کے چہرے پر معصومیت بہت ہے ہم سب کزنز بھی ہیں دوست بھی۔ اپنا گاؤں دھمتوڑ بہت اچھا لگتا ہے اس کے چاروں اطراف پہاڑ ہیں بہت خوب صورت جگہ ہے۔ آخر میں اک پیغام سب کے لیے۔

"انسان کو ہمیشہ زبر رہنا چاہیے زیر نہ ہوں اک دن اسے پیش بھی ہونا ہے۔" (اللہ کے ہاں)۔

ہمیشہ خوش رہیں دعاؤں میں یاد رکھیں کسی کو دکھ نہ دیں۔ اللہ حافظ

سمعیہ کنول

السلام علیکم! جی آپ حیران ہو رہے ہیں کہ یہ کون ہے جو بن بلائے مہمان کی طرح حاضر ہوا ہے نہ جان نہ پہچان تو جی ہم اپنا مکمل تعارف کرواتے ہیں لیجیے تعارف حاضر ہے۔ میرا نام سمعیہ کنول ہے۔ بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ دسمبر کے مہینے میں جب کہ رات کو سرد ہوائیں چلتی ہیں اور دھند دن کے وقت سورج سے آنکھ مچولی میں مشغول ہوتی ہے۔ ہم اس دنیا میں تشریف لائے۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں میرا نمبر پہلا ہے۔ فیصل آباد کے گاؤں بوگن سے تعلق ہے۔ میرا اسٹار قوس ہے مجھے سرخ گلاب بے حد پسند ہے۔ رنگوں میں سرخ' سفید اور کالا پسند ہیں۔ کھانے میں دال چاول اور بریانی پسند ہے۔ آئس کریم کھانا اچھا لگتا ہے۔ ہر کسی کی طرف دیکھ کر مسکراتی ہوں مگر دوستی نہیں کرتی بہت کم دوستیں ہیں۔ لباس میں قمیص شلوار اور بڑا سا دوپٹا پسند ہے۔ آنچل سے رشتا قریباً چھ سات سال پرانا ہے۔ میری فیورٹ رائٹر میں نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور اور اقرأ صغیر احمد شامل ہیں۔ ایسی شاعری جو ہمارے جذبات کا اظہار کرے جو دل کے تاروں کو چھیڑ دے بہت پسند ہے مجھے پسندیدہ شعرأ میں وصی شاہ' پروین شاکر اور علامہ اقبال پسند ہیں۔ جیولری ہر قسم کی پسند ہے گفٹ دینا اور لینا دونوں اچھے لگتے ہیں۔ خوبیاں اور خامیاں تو صرف ہم سے وابستہ لوگ ہی بتا سکتے ہیں۔ ویسے میرے خیال میں کوئی بھی انسان مکمل طور پر خوبیوں کا مرقع نہیں ہوتا ہر کسی میں اگر خوبیاں ہیں تو خامیاں بھی ہوں گی اور اگر اس میں خامیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اسے کسی نہ کسی خوبی سے بھی نوازا ہوگا۔ اسی طرح مجھ میں بھی خامیوں کے ساتھ خوبیاں بھی ہیں۔ غصہ بہت آتا ہے جذباتی بہت زیادہ ہوں۔ مسکراتی بہت زیادہ ہوں گھر کا ہر کام کر لیتی ہوں۔ مہندی بہت اچھی لگاتی ہوں۔ بہت سے لوگوں کی طرح یہ نہیں کہوں گی کہ میں جھوٹ نہیں بولتی میں اعتراف کرتی ہوں کہ میں جھوٹ بول دیتی ہوں۔ اساتذہ میں مجھے سائیکالوجی کی ٹیچر نائلہ روحی' ٹیچر یاسمین اور ٹیچر عطیہ پسند ہیں۔ جو ہمیشہ یاد رہیں گی۔ سیر و تفریح کا شوق ہے مگر ہائے ری حسرت۔ جی کیا کہا بور ہو رہے ہیں چلیں ٹھیک ہے ہم چلتے ہیں یہ تو آپ سے وعدہ تھا کہ ہم آپ کو بور نہیں کریں گے اس لیے جا رہے ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور اپنی آراء سے آگاہ ضرور کیجیے گا کہ ہم سے جان پہچان کے مراحل طے کرنا کیسا لگا۔ خدا حافظ

افشاں پروین

آنچل کے تمام قارئین کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ 21 مئی کو خانیوال میں تشریف آوری ہوئی ہم چار بہنیں اور دو بھائی ہیں میرا نمبر پہلا ہے۔ میں سب سے بڑی ہوں میرے بعد بھائی خالد جو کہ میٹرک میں ہے اس سے چھوٹا عامر اور اس سے چھوٹی تین بہنیں ہیں میں سیکنڈ ایئر کی طالبہ ہوں آنچل سے رشتہ پانچ سال پرانا ہے لیکن آج تک لکھنے کا موقع نہیں ملا پہلی مرتبہ لکھ رہی ہوں۔ آنچل کے سلسلے وار ناول بہت پسند ہیں خاص طور پر سمیرا شریف طور بہت پسند ہے میرا بہت دل کرتا ہے کہ سمیرا شریف سے ملوں اور رابطہ کروں۔ لباس میں مجھے شلوار قمیص اور لمبا دوپٹا پسند ہے۔ رنگوں میں مجھے بلیک اور اورنج کلر پسند ہے میری فرینڈز بہت ساری ہیں۔ ناہید' آسیہ' روبینہ' رابعہ وغیرہ لیکن ثوبیہ فرقان میری بیسٹ فرینڈ ہے ان سے ہر بات شیئر کر لیتی ہوں ہر بات کا مشورہ انہی سے لیتی ہوں۔ اسے شاید خدا نے میرے لیے ہی بنایا ہے۔ ہر کسی سے اپنائیت سے ملنا میرے مزاج کا حصہ ہے۔ بہت نرم دل ہوں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ کسی کا دکھ سن لوں تو پھر کتنے دن بخار نہیں اترتا دل کرتا ہے دکھی لوگوں کے سارے دکھ سمیٹ لوں اور ان کی جھولیاں خوشیوں سے بھر دوں اپنی بڑی خوشی دوسروں کی چھوٹی سے چھوٹی خوشی پر قربان کر دیتی ہوں۔ رائٹر میں عمیرہ احمد نازیہ اور سمیرا شریف بہت پسند ہے۔ شاعری کا بہت شوق ہے۔ شادی بیاہ کی رسمیں اچھی لگتی ہیں۔ ڈیئر قارئین آپ کو بور ہرگز نہیں کروں گی مجھ سے مل کر کیسا لگا ضرور بتایئے گا۔ بے کار سمجھ کر ڈسٹ بن کی نظر مت کرنا لہٰذا اجازت چاہتی ہوں۔ اللہ حافظ

آنچل کے ہمراہ

ادارہ

نادیہ فاطمہ رضوی......کراچی

ا: گزشتہ سال تو نہیں کافی سال ہوگئے اپنی یونیورسٹی فرینڈ قدسیہ منور کو! قدسیہ کیسی ہو یقیناً آج بھی اپنی مزے دار باتوں سے تم غمگین سے دکھی ترین انسان کو بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کردیتی ہوگی' خوش رہو تم سدا آمین۔ ارم ظہور! آج بھی میری کہانیاں ویسے ہی شوق سے پڑھتی ہو یا نہیں؟ ویسے میں تو خود شارٹ ہوگئی ہوں۔ یقیناً تم بھی کافی بدل ہوگئی ہو (موٹی ہوگئی ہوگی) میں بھی بدل ہی گئی ہوں۔

۲: گزشتہ سال اتنا ہنگامہ خیز اور حیران کن گزار کہ بہت کچھ دل کے دریچے میں پھنس کر رہ گیا جو نکالنے کے باوجود نکل نہیں پارہا' کچھ دوستوں کی بے اعتنائی اور بے رخی اور......

۳: اپنی عمر کا ایک سال کھودیا' آپ کو تو معلوم ہے نا کہ خواتین اپنی عمر کے معاملے میں کتنی حساس ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ کا کرم ہے' ایسا کچھ کھویا نہیں۔ بہت سی ایسی چیزیں پائیں جو پہلی مرتبہ زندگی میں ملیں (تھوڑا صبر' غصے میں قابو پانا اور برداشت)۔

۴: آنے والے سال کا پہلا خواب یہی ہے کہ اللہ مجھے اس امتحان میں فل نمبروں سے پاس کردے' جو آج کل مجھے درپیش ہے۔

۵: سباس گل! جس طرح تمہاری شاعری میں رومانوی رنگ جھلکتا ہے ویسا ہی اپنے افسانوں ناولوں میں شامل کرو۔ عالیہ حرا! آپ پلیز گھریلو کہانیوں کے علاوہ ہلکی پھلکی تحریر سے بھی ہمیں فیض یاب کریں۔ اقراء صغیر احمد! آپ نے بہت نام ور اور خوب صورت ناولز لکھے ہیں مگر "بہاروں کے سنگ سنگ" کا ریکارڈ ابھی تک نہیں ٹوٹا' پلیز اس کا ریکارڈ توڑنے کے لیے ویسی ہی کوئی منفرد تحریر لائیے۔ راحت وفا! آپ کے لیے بھی یہی کہنا چاہوں گی "گڑیا" آپ کا شہرۂ آفاق ناول جسے بار بار پڑھنے کا دل چاہے' آپ بھی پلیز زبردست پلاٹ کے ساتھ "گڑیا" کا ریکارڈ توڑ دیجیے اور بھی بہت سی رائٹرز ہیں جگہ کی کمی کی وجہ سے نام تحریر کرنے پر معذرت۔

کرن وفا......کراچی

ا: گزشتہ سال میں اک دوست بچھڑی تو نہیں ہاں الگ ضرور ہوئی ہے اسے اک پیغام دینا چاہوں گی کہ دراڑ اگر دیوار میں پڑے تو دیواریں گر جاتی ہیں اور دل میں پڑے تو دیواریں بن جاتی ہیں۔

۲: گزرے سال کا ہر اک لمحہ' ہر اک پل یادگار بن کر میرے دل کے دریچے میں خوش بُو بن کے مہکتا رہے گا' میری زندگی کا خوب صورت سال رہا ہے 2011۔

۳: سال 2011 میں جو کھویا اس کا ملال نہیں اور فرح کا پیار پایا جو میرے لیے بے حد انمول ہے اور بہت سی فرینڈز بھی جس کے لیے "آنچل" کا بنڈل آف تھینکس۔

۴: اک ہی خواب اور خواہش ہے اس سال میں فرح کو کامیاب دیکھوں بطور مصنفہ۔

۵: نازیہ کنول نازی صاحبہ سے ملنا چاہوں گی انہیں مشورہ تو کیا دوں اگر میرے سوال کا جواب ہی دے دیں تو نوازش ہوگی۔

بشریٰ نوید باجوہ......اوکاڑہ

ا: گزشتہ سال آنچل کے توسط سے بہت ساری سویٹ فرینڈز ملیں۔ اللہ کا شکر ہے بچھڑی کوئی نہیں لیکن مجھے شکوہ ہے آنچل فرینڈ سحر رانا سے' جس نے ہم سب فرینڈز سے جھوٹ بولا اور ہماری لائف سے چلی گئی اپنی موت کا جھوٹ۔ سحر میری سطور تمہاری نظر سے گزریں تو سنو ایسا گھٹیا مذاق نہیں کرتے۔

۲: گزشتہ سال جون اور جولائی یادگار رہے بہت سی فرینڈز ملیں' آنچل کا شکریہ جناب! رہا یادگار لمحہ' تو جون کے کچھ لمحے یادگار ہیں۔

۳: اللہ کا شکر ہے کچھ نہیں کھویا اور پائی بے شمار محبتیں ہیں 2011 میں۔

۴: میرا خواب ہے کہ میں رائٹر بن جاؤں اللہ کرے میرا یہ خواب حقیقت بن جائے' آمین۔

۵: آنچل کی بہت سی رائٹرز سے ملنا چاہوں گی جناب کسی ایک سے نہیں۔ اُم مریم' سعدیہ اِل سے کہوں گی آنچل کے لیے بھی لکھیں۔ سمیرا شریف طور سے ملوں گی اور کہوں گی اچھا سا ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" جیسا لکھیں اور نازیہ کنول نازی سے بھی تو ضرور ہی سب سے پہلے ملوں گی اور ان کو دیکھوں گی اور نوٹ کروں گی کہ کیا واقعی مجھ میں نازیہ کنول کی روح گھسی ہوئی ہے۔ ہاہاہا جناب! یہ کمنٹس مجھے کسی نے دیئے ہیں۔ ہے نا دلچسپ کمنٹس! عفت سحر سے کہوں گی کہ اک نظر کرم ہماری طرف بھی۔

سمیرا انور......جھنگ

ا: گزشتہ سال میرے لیے اشکوں کی برسات لایا۔ سہیلیاں چڑیوں کی مانند ہوتی ہیں ایک بار اڑ جائیں تو بہت کم ہی مل پاتی ہیں۔ کالج کو خیرباد کہنے کے بعد میری بہت پیاری دوست سونیا بھی مجھ سے بچھڑ گئی پھر اس سے ملاقات نہیں ہو پائی۔ میں آنچل کے توسط سے اسے کہنا چاہوں گی کہ "مجھے اب بھی وہ بہت یاد آتی ہے' اپنی دعاؤں میں مجھے بھی یاد رکھے۔ اللہ تعالیٰ اسے ڈھیروں خوشیاں دے' آمین۔

۲: گزرا سال بہت سی تلخیاں لے کر آیا۔ اس سال ایسا محسوس ہوا کہ زندگی دکھ کی آغوش میں لپٹی ہوئی داستان ہے۔ مگر ایک یاد جو ہمیشہ میرے دل کے آنگن کو فرحت بخشتی رہے گی وہ یہ کہ اس سال میں نے اپنے دل کی حکایتیں قلم کو سنا کر اس سے شناسائی کرلی۔

۳: سال 2011ء میں بہت کچھ کھودیا۔ اس سال میری آنٹی کی وفات ہوئی۔ معین اختر' جمیل فخری جیسے اداکار اور اے حمید جیسی لفظوں کو لڑیوں میں پرونے والی اہم شخصیت دنیا سے روٹھ گئی۔ اس کے علاوہ اس سال میرا بی ایڈ مکمل ہوا۔ میں اپنے استادِ محترم کی بے حد مشکور ہوں جن کی انتھک محنت اور کوششیں رنگ لائیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے کامیابی سے ہمکنار کیا۔

۴: سال 2012 میں میرا پہلا خواب یہی ہے کہ میں اپنی زندگی کا بہتر طریقے سے حق ادا کرسکوں اور اپنے مقصد کو حاصل کروں۔

۵: میں نئے سال میں آنچل کی رائٹر نازیہ کنول نازی سے ملنا چاہوں گی اور انہیں ایک گزارش کروں گی کہ وہ زندگی کے عنوان پہ ایک مکمل ناول لکھیں۔

امبر گل......جھنڈو' سندھ

ا: آپ نے تو صرف ایک دوست کا لکھا ہے مگر جناب یہاں تو میری دوستوں کی لمبی لائن لگی ہوئی ہے جن میں سرفہرست ہیں محترمہ درثمن بلال صاحبہ اور مجھے آج تک یہ بات سمجھ ہی نہیں آئی کہ تم مجھ سے لاتعلق آخر ہوئی کس بات پر ہو جب انسان کو اپنے کسی دوست کی کسی بات سے کوئی پرابلم ہوتی ہے یا کوئی وجہ ہوتی ہے دوستی جیسے تعلق کو ختم کرنے کی تو انسان دوسرے بندے کو کچھ بتائے تو سہی کچھ کہے تو سہی کہ بھئی یہ وجہ ہے تم سے ناتا ختم کرنے کی' اگر تمہارے ساتھ کوئی پرابلم تھی تو وہ بھی تم کم سے کم ایک بار تو مجھ سے شیئر کرتیں پر آج بھی جب تمہارے محبت نامے' کارڈز' گفٹ کو دیکھتی ہوں تو بے ساختہ تمہاری یاد آتی ہے اور یہی بات میں نبیلہ عزیز' سعدیہ اِل کاشف اور عزیز از جان مہر ین وقاص سے کہنا چاہتی ہوں کہ پلیز یارو! رابطہ کرلو مجھ سے' اگر سانس کی ڈوری ٹوٹ گئی تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا پلیز اپنی دوست کی طرف واپس لوٹ آؤ سب' میں تمہاری دل و جان سے منتظر ہوں۔

۲: سال 2011 میں 20 جولائی کے دن کا ہر ہر لمحہ میرے دل پر نقش ہے کہ جب میری دوست' میری ماں مجھے چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور وہ بھی وہاں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا' جب امی کے بارے میں لکھ رہی ہوتی ہوں تو دل خون کے آنسو روتا ہے' پتا نہیں کیوں حالانکہ اس حقیقت کا ادراک تو انسان کو شعور سنبھالتے ہی ہو جاتا ہے کہ ہر وہ ذی روح جو اس دنیا میں آیا ہے اس نے ایک نہ ایک دن واپس جانا ہے مگر بس مجھے یہ لگتا تھا شروع سے کہ ہم سب ہمیشہ ساتھ ہی رہیں گے' کبھی یوں جدا نہیں ہوں گے اور میں شروع سے ہی یہی دعا کرتی تھی رب سے کہ جب بھی موت آئے تو چاروں کو اکٹھے ہی آجائے گا کہ ہمیں ایک دوسرے کا دکھ نہ دیکھنا اور سہنا پڑے مگر بس یہی نصیب میں رقم تھا جو ہو گیا تو اب اسے حکم خداوندی سمجھ کر قبول کرلیا ہے ہر دل پر جو کچھ نقش ہو چکا ہے اسے کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔

۴: سال 2012 کے لیے حقیقت تو یہی ہے کہ میں نے کچھ بھی نہیں سوچا کیونکہ امی کے جانے کے بعد تو ایسے لگتا ہے کہ زندگی کی کوئی حقیقت نہیں جو کچھ ہے سو وہ سب مرنے کے بعد ہی ہے تو جس طرح گھر والے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ اب اگلے گھر جانے کی تیاری کرو تو مجھے اچھا نہیں لگتا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ بس اب سب یہ کہیں کہ آخرت کی فکر کرو اس جہان جانے کی تیاری کرو جہاں بالآخر سب نے جانا ہے اور بس......

اب تو خواب بھی کچھ یہی ہیں کہ سب کام دھندے چھوڑ چھاڑ کر سفرِ آخرت کی تیاری شروع کرلوں کہ زندگی کا بھروسا بھی کیا ہے اور ویسے بھی جب رب کے حضور پیش ہوں گی تو آخر کیا منہ دکھاؤں گی' نامۂ اعمال میں کچھ بھی تو ایسا نہیں کہ جس پر فخر کرسکوں تو بس اب آپ سے بھی یہی درخواست کرتی ہوں کہ میرے حق میں دعا کیجیے کہ دنیا کے عشق کو بھلا کر میں عشق حقیقی کو اپنا لوں اور میں اس منزل کو پالوں کہ جہاں تک جانے کا خواب دیکھتی ہوں شاید کہ آپ کی دعائیں میرے حق میں بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کا درجہ پالیں۔

۵: نئے سال میں اگر میں آنچل کی کسی رائٹر سے ملنا چاہوں تو جناب میں سب سے پہلے تو آسیہ مرزا صاحبہ کی بات کروں گی کہ میں ان سے ملنا چاہوں گی اور ان سے یہ بھی پوچھوں گی کہ جی ایسی بھی کیا بات ہوئی کہ آپ نے یوں اس وقت لکھنا چھوڑ دیا کہ جب میں نے آپ کو پڑھنا شروع کیا

اور ان سے یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ پلیز اگر ممکن ہو سکے تو آپ واپس آ جائیے کہ باقی سب کے ساتھ ساتھ خاص طور پر میں آپ کی منتظر ہوں اور رہوں گی۔ اس کے بعد جو رائٹر ہیں وہ ہیں عفت سحر طاہر صاحبہ کہ جن کے ناول "محبت دل پہ دستک" کی وجہ سے میں نے آنچل لینا اسٹارٹ کیا۔ ان کو میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ پلیز لکھنا نہ چھوڑیئے گا کبھی بھی کیونکہ آپ کا شمار تو آنچل کی ان چند گنی چنی رائٹرز میں ہوتا ہے کہ جن کی تحریروں کی وجہ سے آنچل میں چار چاند لگتے ہیں تو پلیز آپ جلدی سے آنچل میں پھر سے کوئی قسط وار ناول یا پھر مکمل ناول لے کر حاضر ہوں' میں آپ کی ایک اور خوب صورت سی تحریر کے انتظار میں ہوں۔

ریمل اہل......دینہ، جہلم

۱: زندگی میں انسان کے دوست تو بے شمار ہوتے ہیں لیکن کچھ دوستوں میں ایسی خاص بات ضرور ہوتی ہے کہ دل چاہتا ہے کہ وہ کہیں سے ہمارے سامنے آ جائیں میں ذکر کرنا چاہوں گی۔ آپی فرحت جی کا میری براہِ راست تو ان سے بات نہیں ہوئی لیکن میں نے دوسروں کی حوصلہ افزائی کرتے سنا ہے اور انجانے میں ان کی باتوں سے میرے دل کو بھی حوصلہ ہوتا تھا' اس لیے جب دل کسی بات پر اداس ہوتا ہے تو ان کی سرگوشیاں دیکھتی ہوں اور دل کرتا ہے کہ انہیں صدا دوں کہ کاش اس سال وہ ہمارے ساتھ ہوتیں (خدا انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے آمین)۔

۲: زندگی میں خوشی دینے والا ہر لمحہ ہی یادگار ہوتا ہے' میرا کزن (بلّو) جو حال ہی میں منگلا شفٹ ہوئے ہیں تقریباً تین چار سال سے ہم نے اس کی سالگرہ نہیں منائی لیکن پچھلے سال میں نے اسے سرپرائز دیا جس کا اس کے امی ابو کو یقین نہیں تھا ہم سالگرہ کا سامان لے کر پہنچے تو وہ حیران ہو گئے' یہ لمحہ شاید یادر ہے۔

۳: پچھلے سال کھویا تو نہیں کچھ بلکہ پانے کی امید ضرور ہے' میری خدا سے دعا ہے کہ خدا ہمیشہ اس انسان کے ساتھ رہے کہ جس کے تعلق پر خوشی ہو' نا کہ دکھ اور سچے رشتوں کو پانے کی آرزو ضرور ہے۔

۴: آنے والے سال اور ہر سال میں میرا ایک ہی خواب ہے کہ خدا میری امی کو زندگی کی ہر مصیبت اور دکھ سے محفوظ رکھے اور ان کی زندگی میں اتنی خوشیاں ہوں کہ دکھوں کی پرچھائیں تک وہ بھول جائیں آمین۔

۵: یوں تو آنچل کی تمام رائٹر ہی بہت عمدہ اور خوب صورت لکھتی ہیں' انسان کس کی تعریف اور کسے رد کرے لیکن بعض رائٹر ایسی بھی ہیں کہ وہ لکھتی ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ الفاظ نہیں بلکہ حقیقت ہے اور میں جس لکھاری کا ذکر کرنا چاہوں گی وہ ہیں سمیرا شریف طور صاحبہ! میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں اور میں سمیرا شریف سے ملنا چاہوں گی اور انہیں مشورہ دوں گی کہ میں تو ہر ماہ آپ کی تحریر کا انتظار کرتی ہوں اور آپ کا نام تلاش کرتی ہوں اور "زرد موسم کے دکھ" بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ خدا آپ کو صحت اور زندگی کی تمام خوشیاں عطا کرے آمین۔

صاعقہ شہزادی......سرگودھا

۱: گزشتہ سال میں میری بہن جیسی دوست اسماء مقبول جو کہ اس وقت بھلوال میں ہے۔ مجھ سے بچھڑ گئی تھی اور میں آنچل کے توسط سے اسے صدا دینا چاہتی ہوں کہ جہاں رہو خوش رہو۔

۲: گزرے سال کا بہت یادگار لمحہ میری کزن آسیہ منیر کے نکاح کا وقت مجھے ساری زندگی یاد رہے گا۔

۳: سال 2011 میں نے اپنی بہن ماہ نور کو کھویا۔ جو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ آپ سب سے گزارش ہے کہ سب اس کے حق میں دعائے مغفرت کریں اور پایا میں نے بہت کچھ کیا کیا بتاؤں' سمجھ نہیں آ رہا۔

۴: آنے والے سال میں میرا خواب' میں کسی کو نہیں بتاؤں گی میری مجبوری ہے۔

۵: میں نئے سال میں اپنی پسندیدہ رائٹر فرحت آراء سے ملنا پسند کروں گی' افسوس جو کہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اب میں انہیں کیا مشورہ دوں' اپنے آپ کو اس لائق نہیں سمجھتی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

جاناں......چکوال

۱: گزشتہ سال میں ہی ایک دوست بنی اور بچھڑ گئی' عافیہ چوہدری' شاید اسے میری دوستی پسند نہیں تھی مگر پھر بھی "آئی مس یو لوٹ آؤ" کہوں گی۔

۲: میرے لیے ہر وہ لمحہ یادگار ہے جس میں مجھے دکھ ملے ہوں مگر پھر بھی کچھ لمحے ایسے بھی ہیں جو خوشی کے ہیں جن میں سے ایک یہ کہ آنچل میں پہلی بار لکھا اور آنچل نے مجھے بھی جگہ دی آنچل کے ذریعے مجھے اچھی دوستیں ملی ہیں۔

۳: سال 2011 میں بہت بہت کچھ کھویا مگر اپنی فیملی کا بتانا چاہوں گی کہ میری پھوپو کی وفات ہوئی وہ مجھے بہت عزیز تھیں ان کو کھویا وہ مجھے پیار سے دیب کہتی تھیں بہت دکھ ہے ان کی وفات کا اور پایا بھی بہت کچھ جس میں پہلے تو میرے بھتیجے طلحہ عباس کی پیدائش کی خوشی اور دوسرا آنچل فرینڈز ملیں؛

آنچل میں نام آیا تو خوشی ملی بہت زیادہ۔

۴: میرا خواب ہے کہ اپنے پاپا کو بہت خوشیاں دوں اور اپنے سے وابستہ لوگوں کو کبھی دکھ نہ دوں اپنی وجہ سے اور آنچل کو یونہی سربلند دیکھوں۔

۵: نازیہ کنول نازی سے ملنا چاہتی ہوں ان کے لیے مشورہ ہے کہ لکھنا کبھی مت چھوڑیئے گا اور خوش رہا کریں اداس مت ہوا کریں آپ مجھے بہت عزیز ہیں' اب اجازت خدا حافظ۔

ثناء یعقوب......شرقپور شریف

۱: میری ایک دوست جو بہت ہی اچھی اور پیاری تھی۔ میری اور اس کی صرف ایک سال دوستی رہی لیکن مجھے ساری زندگی یاد رہے گی۔ میری اس دوست کو 2011ء ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ لے گیا۔ مجھے اس کی وفات کی خبر کسی دوسرے سے تین دن بعد ملی اور میں آخری دفعہ اس کا چہرہ بھی نہ دیکھ سکی۔ آج بھی میری آنکھوں کے سامنے وہ ہنستی مسکراتی آ جاتی ہے۔ میں اس کے نام کے ساتھ مرنے کا لفظ نہیں جوڑ سکتی۔ اس لیے میں اس کا نام نہیں لوں گی۔ آنچل کے توسط سے اسے صدا تو نہیں دعا دے سکتی ہوں کہ اللہ اسے جنت میں جگہ دے آمین۔

۲: وہ دو لمحے جو کبھی شاید میرے ذہن اور دل سے نہ نکلیں۔ 2009ء مئی کا مہینہ تھا جب میں اسکول سے واپس آئی تو گھر پر تالا لگا ہوا تھا تو مجھے محلے کی عورت نے خبر دی کہ تمہارے کزن کی وفات ہو گئی ہے اور 2011ء کا وہ دن جب میری دوست کی وفات کی خبر مجھے ملی۔ موت تو سب کو آنی ہے لیکن ایسے کوئی نہیں جاتا جس طرح یہ دونوں گئے ہیں۔ انہوں نے جاتے وقت مجھے اپنا چہرہ بھی نہ دکھایا۔

۳: سال آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ جاتے جاتے یہ سال لے تو بہت کچھ جاتے ہیں لیکن دینے میں بہت کفایت شعاری سے کام لیتے ہیں۔ اب کیا پایا تو وہ یہ ہے کہ میں نے 2011 میں B.A کی تیاری شروع کی تھی۔

۴: 2012 میں میرے خواب تو بہت سے ہیں لیکن سب سے پہلا خواب یہ ہے کہ میرے B.A میں بہت اچھے نمبر آئیں اور پنجاب یونیورسٹی میں میرا ایڈمیشن ہو جائے آمین۔

۵: میں نازیہ کنول نازی سے ملنا پسند کروں گی اور سب سے پہلے ان سے پوچھوں گی کہ آپ کی کتنی عمر ہے اور یہ مشورہ دوں گی کہ آپ نے جو "پتھروں کی پلکوں پر" لکھی ہے۔ اس کا اینڈ اس کہانی جیسا نہ کیجیے گا۔ مجھے آج بھی اس کہانی کے سانول شاہ کی قبر پر لکھے ہوئے وہ الفاظ رلاتے ہیں۔

"اس نے لوٹ کر آنے کا وعدہ کیا تھا اور میں جانتا ہوں کہ وہ بے وفا نہیں ہے۔"

پلیز اس کہانی میں ان دونوں کو جدا مت کیجیے گا۔ نازیہ جی! میرا اتنا ہی مشورہ مان لیں تو بڑی بات ہے۔ اب اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

شبانہ امین راجپوت......کوٹ رادھا کشن

۱: گزشتہ سال تو نہیں کئی سالوں سے بچھڑی اپنی پیاری سی دوست رابعہ لغاری کو اپنے پیارے آنچل کے توسط سے صدا دے رہی ہوں۔ رابی! کہاں ہو تم...... یار آج کل کیا کر رہی ہو؟ کسی اسکول میں ٹیچر ہو یا کالج میں لیکچرار یا پھر ہاؤس وائف! کبھی یاد بھی کیا ہے یا نہیں' میں اکثر تمہیں یاد کرتی ہوں' مجھے تو تونسہ گرلز ہائی اسکول میں میٹرک تک تین چار سال گزارے' بہت یاد آتے ہیں اور کالج میں بھی ایک سال اکٹھے رہے تھے ہم۔ تم بھی مطالعہ کی شوقین تھیں اور میں بھی اسی وجہ سے ہماری دوستی تھی۔ اسی لیے تمہیں بذریعہ آنچل پکار رہی ہوں کہ تم بھی ضرور آنچل پڑھتی ہوگی۔

۲: یادیں تو بہت ہیں گزرے سال کی لیکن یہ یاد جو میں آپ سے شیئر کرنے لگی ہوں' واقعی میرے دل کے دریچے میں اٹک کے رہ گئی ہے جسے شاید میں کبھی بھی نہ بھلا سکوں۔ بات کچھ یوں ہے رمضان شریف کے مہینے میں ہماری مسجد میں نئے امام محمد اسلم صاحب آئے انہوں نے پورا رمضان بڑے اچھے طریقے سے نماز تراویح اور دیگر عبادات کروائیں اور عید کا دن آ گیا وہ عید کی نماز کے لیے لوگوں کو بلا رہے تھے اور ایک جملہ بار بار دُہرا رہے تھے۔ "میرے اچھے بھائیو! مسجد میں جلدی جلدی آؤ' کیا پتا ہم اگلے سال ہوں یا نہ ہوں' آج اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھالو۔" عید کی نماز پڑھا کر وہ دو تین دن کے لیے اپنے گھر چلے گئے پھر میں بھی اپنے والد صاحب کے چالیسویں پر ملتان آ گئی۔ 8 ستمبر 9 شوال کو والد صاحب کا چہلم تھا' اسی دن میں نے فون پر امام صاحب کی وفات کی خبر سنی کہ صبح اذان فجر دینے کے بعد اسپیکر سیٹ کرتے ہوئے انہیں کرنٹ لگ گیا اور وہ وفات پا گئے' یہ خبر سنتے ہی ان کا وہی جملہ میرے کانوں میں گونجنے لگ گیا "کیا پتا ہم اگلے سال ہوں یا نہ ہوں" واقعی ہم سامان تو سو برس کا کرتے ہیں بھروسا پل بھر کا نہیں ہے۔

۳: 2011 بھی ہر سال کی طرح چلا گیا جاتے جاتے کچھ خوشیاں اور کچھ غم دے گیا۔ صدیوں سے یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ صبح و شام اپنی نعمتوں سے ہمیں نواز رہا ہے ہم اس کے شکر گزار ہیں' ہمیں ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

۴: خوابوں پر سب کا حق ہے خواب تو سب ہی دیکھتے ہیں آنے والے سال میں میرا بھی ایک خواب ہے کہ میرے پیارے ملک سے دہشت گردی' چوریاں' ڈکیتیاں ختم ہوجائیں اور امن وامان پیدا ہوجائے اور کوئی ایسا انقلاب آئے کہ قائداعظم اور لیاقت علی خان جیسے رہنما آجائیں لیکن یہ ایک دیوانے کا خواب لگتا ہے پھر سوچتی ہوں اللہ کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں۔ ہمیں ہمیشہ اچھی سوچ رکھنی چاہیے' ان شاء اللہ یہ سب خواب ضرور پورے ہوں گے۔

۵: ملنا تو آنچل کی کئی رائٹرز سے چاہوں گی لیکن آپ نے ایک کا کہا ہے تو میں نازیہ کنول نازی سے ملنا چاہوں گی۔ میرا ان کو یہ مشورہ ہے کہ وہ جرأت مندانہ طریقے سے سچ لکھتی رہیں اور ہمارے آج کے معاشرے کی عکاسی کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی لکھنے کی صلاحیتیں اور چمکا دے آمین ثم آمین۔

شگفتہ خان......بھلوال

۱: گزشتہ کئی سالوں سے بچھڑی ہوئی دوست کو بس اتنا کہنا ہے کہ آج بھی میں آپ کے بنا جینا نہیں سیکھ پائی۔

تم بن جیا جائے کیسے......
کیسے جیا جائے تم بن
صدیوں سے لمبی ہیں راتیں
صدیوں سے لمبے ہوئے دن
آجاؤ لوٹ کر تم یہ دل کہہ رہا ہے

۲: جب میں ڈیرہ غازی خان گئی تھی اور پہلی بار اپنی پیاری سی بینا کو دیکھا تھا' حسینہ بتول جو اسم بامسمیٰ ہے بہت پیاری سی۔

۳: اے جناب جو کھو دیا سو کھو دیا' کب تک اس کا ماتم منائیں جو پایا اسی پر کیوں نہ راضی ہوجائیں؟ تو 2011 میں مجھے بہت پیاری سی بہن ملی۔ پلی پلائی اور اللہ نے میری "پری" کو "پری" سے نوازا۔

۴: اُف کیا پوچھ لیا! خواب......؟ کب اللہ تعالیٰ مجھے اپنے گھر کی حاضری کا بلاوا بھیجیں گے؟ کاش! اس سال تو رحمت کی نظر اس گناہ گار پر بھی ٹھہرے' دعا کیجیے گا پلیز۔

۵: اور رائٹر......ایک سے کیوں؟ سب سے ملنا پسند کروں گی اور سب کو کہوں گی صرف "محبت" لکھا کریں "جدائی اور نفرت" بالکل بھی نہیں......یہ زہر ہم اصل زندگی میں پی رہے ہیں۔

رضوانہ ملک......جلالپور پیروالا

۱: میری بہت ہی پیاری فرینڈ نبیلہ نواز مجھ سے بچھڑ گئی ہے اس کی امی کی وفات ہوگئی تھی اور وہ لوگ اپنے گاؤں تلہ گنگ چلے گئے تھے اور وہاں اس کی شادی ہوگئی تھی اس کے بعد ہمارا آپس میں کوئی رابطہ نہیں ہوسکا' میں آنچل کے توسط سے اپنی فرینڈ نبیلہ نواز کو صدا دینا چاہوں گی کہ پلیز واپس لوٹ آؤ۔

۳: سال 2011 میں نہ کچھ کھویا اور نہ پایا۔

۴: آنے والے سال میں میرا پہلا خواب یہ ہے کہ میں غریبوں کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں' میں چاہتی ہوں کہ میں کوئی ایسا ادارہ بناؤں جس سے ان لڑکیوں کی مدد کروں جن کی غربت کی وجہ سے شادی نہیں ہوسکتی اور جن کے پاس مکان نہیں ہے انہیں مکان مہیا کروں۔

۵: میں نئے سال میں نازیہ کنول نازی اور عفت سحر طاہر سے ملنا چاہوں گی اور نازیہ کنول نازی سے کہنا چاہوں گی کہ پلیز آپ خوش رہا کریں اور عفت سحر طاہر سے کہنا چاہوں گی کہ آپ لمبے عرصے کے لیے غائب نہ ہوا کریں۔

زُشے خان زشی......کہوٹہ

۱: گزشتہ سال میں میری ایک بہت ہی پیاری دوست مریم مجھ سے ناراض ہوگئی تھی اور میں آنچل کے ذریعے اسے پکارتی ہوں لوٹ آؤ پلیز امو!

۲: بھائی کی شادی اور توقیر بھائی کی شادی جو میرے لیے یادگار بن گئیں۔ ایک ہفتے میں بھائی کی شادی ہوئی تھی تو دوسرے ہفتے توقیر بھائی کی جو میرے کزن ہیں۔

۴: کہ میں حج کروں اور......مل جائے۔

۵: نئے سال میں رائٹر سمیرا شریف طور سے ملنا چاہوں گی اور انہیں کہوں گی پلیز آنچل میں جلوہ دکھا دیا کرو۔

صنم ناز الیف......گوجرانوالہ

۱: میں آنچل کے توسط سے اپنی پیاری دوست فوزیہ ناز کو آواز دینا چاہتی ہوں۔ لوٹ آؤ فوزی! مجھے آپ کے بنا جینا نہیں آتا۔ آپ کے بنا میں بہت تنہا ہوں۔ زندگی کے سفر میں' ہر موڑ' ہر گلی میں آپ کی صنم آپ کو بہت یاد کرتی ہے' آپ کو واپس بلاتی ہے۔

۲: گزرے سال کا وہ لمحہ جب میری بہن کی بات طے ہوئی تھی چونکہ ہمارے گھر کی پہلی خوشی ہے۔

۳: 2011 میں' میں نے بہت ہی مخلص اور پیار کرنے والی آنچل فرینڈز پائیں مثلاً اریبہ ندا' کرن وفا' امید زاہد' ایمان سدرہ اسلم' سدرہ عاشق' بشریٰ نوید' بشریٰ ملک' فروا مریم' ثناء علی' سحر' شہنیل' سومیا' اُم مریم اور خدا کا شکر ہے کہ میں نے کچھ کھویا نہیں۔

۴: میرا خواب ہے کہ میری فوزیہ......(لیکن شاید یہ خواب ہی ہے تعبیر کی صورت کبھی نہیں بنے گا) بس اتنا خواب

ہے بس خوش رہیں فوزیہ آپ مجھے بھولنا مت......اچھا!

۵: میں سمیرا شریف طور سے ملنا چاہتی ہوں ان سے بات کرنا چاہتی ہوں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں اور میں سمیرا جی آپ کو مشورہ دیتی ہوں کہ آپ "مجھ سے دوستی کرلیں" آپ مسکرا رہی ہیں کہ دوستی تو پہلے سے ہی ہے' ارے جناب! آپ دکھی نہ رہا کریں۔

شمع مسکان......جام پور

۱: رشتے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک خون کا رشتہ جو کہ اللہ بناتا ہے اور دوسرا دل کا رشتہ جو کہ خود بخود دو انسانوں کے درمیان محبت' اپنائیت اور خلوص سے تشکیل پاتا ہے۔ دل کے رشتوں میں سب سے پہلا اور خوب صورت رشتہ دوستی کا ہے۔ میں دوستی کے معاملے میں جتنی محتاط تھی اتنے ہی (دوستی کے) گہرے سمندر میں ڈوبتی چلی گئی۔ جب احساس ہوا تو پتا چلا کہ تمام دوستیں بیچ منجدھار میں تنہا چھوڑ کر خود کنارے جالگیں۔ پھر دل کے رشتوں میں میری سوچ کا محور صرف ایک ہی شخصیت رہ گئی۔ آفتاب بھائی! میں غیر محسوس انداز میں اپنی ہر پریشانی' غصہ اور ہر الجھن اس تک ایک کال کے ذریعے منتقل کردیتی (صرف بحث کی صورت میں) نہ جانے پچھلے سال اس پُرخلوص رشتے کو کس کی نظر لگی کہ میں اپنے مشفق بھائی' بہت پیارے بہنوئی اور پُرخلوص دوست کو کھو بیٹھی۔ اب تو دل کے رشتوں پر سے میرا ایمان اٹھ گیا ہے۔ صرف اتنا کہنا چاہوں گی کہ پلیز آفتاب بھیا! اگر کوئی غلط فہمی ہوئی ہے تو پلیز مجھ سے شیئر کرو۔ شاید حالات پہلے جیسی نہج پر تو نہ آسکیں مگر اتنے خراب بھی نہ ہوں۔

۲: پچھلے پورے ایک سال کا ایک دن' ایک دن کا ایک لمحہ اور ایک لمحے کا ایک پل میرے دل ودماغ سے ہی نہیں بلکہ میری پوری زندگی پر محیط ہوگیا ہے۔ وہ ہے 28 اپریل بروز جمعتہ المبارک' بارہ بج کر تیس منٹ کا۔ یہ لمحہ یہ پل میری زندگی میں بھونچال لے آیا۔ میرے پیارے ابو جان نے میری آنکھوں کے سامنے اپنی زندگی کی بازی ہاری۔ ربّ کی مشیت کے سامنے بھلا کس کی چلتی ہے۔

۳: 2011 میں پایا کم' کھویا زیادہ ہے۔ یہ سال میری زندگی میں بہاریں کم اور خزاں زیادہ لایا ہے۔ سکھ کم اور دکھ زیادہ لایا ہے۔ بہت سے پیارے رشتے مجھ سے جدا ہوئے۔

۴: خواب! ارے بھئی عرصہ ہوا کہ ان آنکھوں نے خواب بُننے چھوڑ دیئے۔ ہاں ایک خواہش ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے عدنان بھائی (جو کہ انجینئر کے پارٹ ٹو میں ہیں) اور میرے آفتاب بھیا کو امتحان میں امتیازی نمبروں سے کامیابی نصیب فرمائے اور میری ننگ آپی کے دامن کو بے شمار خوشیوں سے بھر دے اور اپنی رحمت کی برسات کردے آمین۔ ارے میرا کیوٹ بھانجا بھی اپنی کلاس میں اپنی اپوزیشن برقرار رکھے آمین۔

آنچل کے ہمراہ

۱) لاکھ پڑھتا رہے تو پیار کے منتر ساگر
جن کی فطرت میں ہو ڈسنا وہ ڈسا کرتے ہیں
کیوں؟

۲) آپ آنچل میں سب سے زیادہ کیا پڑھنا پسند کرتی ہیں' مکمل ناول' قسط وار ناول' ناولٹ یا افسانے۔

۳) آپ کی نظر میں آنچل ۲۰۱۱ء کا کوئی خاص شمارہ جو آپ کے لیے خاص بن گیا ہو اور کیوں؟

۴) آنچل کا وہ کون سا سلسلہ ہے جو آپ سب سے پہلے پڑھتی ہیں اور چاہتی ہوں کہ وہ کبھی بند نہ ہو۔

۵) آنچل کی کس رائٹرز کی تحریر آپ زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہتی ہیں اور آنچل کی رائٹرز کے علاوہ کس رائٹر کو آنچل میں دیکھنا چاہتی ہیں؟

آپ ان سوالات کے جوابات 08 مارچ تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کرسکتی ہیں۔

والدین کی اموات کے بعد دونوں بہنیں لائبہ اور ضوفشاں اپنے گھر میں تنہا رہتی ہیں تاہم ان کا کزن شہود اور اس کی بیوی مہ جبین ان کے پڑوس میں مقیم ہیں۔

فوزان صدیقی ماضی کے حوالے سے اس کا محسن رہا ہے۔ اس کے ذہن و دل میں لائبہ کے لیے اس وقت کی چاہت ابھی تک زندہ ہے۔

واردات کی جانچ پڑتال کے سلسلے میں فوزان صدیقی کو بار بار لائبہ کے گھر آنا پڑتا ہے۔

لائبہ کا ماضی کھلتا ہے جس میں لائبہ کے پھوپی زاد رمیز سے اس کا نکاح ہوتا ہے جو کینیڈا میں فیملی سمیت رہائش پذیر ہے۔ لائبہ کے والد سول سروس میں تھے ان دنوں ان سے کوئی شخص کروڑوں کے گھپلے کا متقاضی تھا۔ اچانک لائبہ پر نظر پڑتے ہی وہ اس کے اغوا کی دھمکیاں دینے لگا آخرکار ایک روز لائبہ کی والدہ اور ڈرائیور کو قتل کر کے کچھ لوگ اسے اغواء کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ فوزان صدیقی کی مدد سے لائبہ بچ نکلتی ہے مگر لائبہ کے والد کے مخالفین اس کے اغواء کی خبر میڈیا تک پہنچا کر اسے بدنام کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

لائبہ کی رسوائی سے متاثر ہو کر رمیز اسے طلاق کے کاغذات بھیج دیتا ہے اس صدمے نے لائبہ کے والد کی جان لے لی جس پر لائبہ اور بکھر جاتی ہے۔

فوزان صدیقی کے گھر والے ضوفشاں کے لیے فوزان صدیقی کے بھائی زبیر صدیقی کا رشتہ لے کر آتے ہیں تو ضوفشاں سب کے سامنے انتہائی بدتمیزی سے انکار کر دیتی ہے۔ جس پر وہ لائبہ کے شدید غم و غصے کا شکار بنتی ہے۔ زبیر صدیقی ضوفشاں کے انکار پر مایوس ہو کر امریکا چلا جاتا ہے۔

لائبہ پر اچانک انکشاف ہوتا ہے کہ زبیر صدیقی امریکا جا کر بھی ضوفشاں کو خط لکھتا ہے اور ضوفشاں کے رویے سے مایوس ہو کر ایک خط میں اپنی شادی کی خبر دیتا ہے۔ ضوفشاں یہ خبر سن کر سخت بیمار پڑ جاتی ہے۔

فوزان صدیقی سے ایک بار پھر لائبہ کا سامنا ہوتا ہے۔

فوزان صدیقی کے والد اس سے شادی کے لیے اصرار کرتے ہیں تو وہ ایک بار پھر لائبہ کے حوالے سے فرسٹریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔

فوزان صدیقی کے ماضی میں اس کی بہن نیناں ہے جو ڈاکٹر بننے کے لیے شہر میں فوزان کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ گاؤں کا چوہدری عدیم خان اسے دیکھ کر دل ہار جاتا ہے۔ مگر نیناں کی بدتمیزی پر طیش میں آ کر عدیم خان اور زوہیب شاہ مل کر اسے اور فوزان صدیقی کو اغواء کروا لیتے ہیں۔ ان کے چنگل سے بچنے کی کوشش میں نیناں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔

زوہیب شاہ فوزان صدیقی اور لائبہ کا مشترکہ دشمن ہے۔ اس سے انتقام کی خاطر ہی فوزان صدیقی نے پولیس فورس جوائن کی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

زرد موسم کے دکھ

سمیرا شریف طور

عمر بھر کی ہیں مسافتیں، یہ دوریاں یہ فاصلے
تم چاہو تو کچھ عجب نہیں یہ پل میں سر ہو جائیں
میں کاٹ سکوں گا تنہا نہ تم کاٹ سکو گے
زیست کے کٹھن رستے ہم سفر ہو جائیں

شادی کے ایک ہفتے بعد اسے واپس اسلام آباد جانا تھا۔ اب اس کی مصروفیات ایسی ہوگئی تھیں کہ بہت کم ہی کہیں آنا جانا ہوتا تھا۔ اسی لیے کچھ سوچتے تین دن گزار کر چوتھے دن وہ اماں اور نیناں کی قبروں پر دعا کرنے کے لیے گاؤں آ گیا۔ نیناں کی موت سے اتنا ضرور ہوا تھا کہ وڈیرے کا اکلوتا بیٹا پھانسی چڑھ گیا تھا اور اس کا سارا دم خم نکل گیا۔ اب گاؤں والے کافی پرسکون ہو گئے تھے۔ ظلم و ستم سہنے کا وقت بیت چکا تھا۔ بہت کچھ بدلنے لگا تھا۔ اماں اور نیناں کی قبروں پر ان کی مغفرت کی دعا کرنے کے بعد وہ خالہ حمیداں کے گھر آ گیا۔ ان کے شوہر اور بیٹوں کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے سے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ شام کا اندھیرا کافی پھیل چکا تھا۔ خالہ

حمیداں نے اس کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرلیا تھا۔ مجبوراً اسے کھانا کھانا پڑا۔ رات کے اندھیرے میں اس کے پاس ذاتی سواری بھی نہیں تھی' اپنی گاڑی تو اسلام آباد میں ہی تھی۔ رضوان وغیرہ کی گاڑی بھی اس نے ساتھ لانے کی زحمت نہیں کی تھی اور اس وقت کسی تانگہ وغیرہ کا ملنا بھی مشکل تھا۔ خالہ حمیداں نے اسے اپنے ہاں رات گزارنے پر اصرار بھی کیا تھا مگر اس کا دل نہیں مانتا تھا' وہ یونہی پیدل چل پڑا۔ عام رستوں پر جانے کے بجائے اس نے ٹیلوں کے درمیان موجود شارٹ کٹ رستے پر چلنے کو ترجیح دی تھی۔ اس رستے پر آدھے گھنٹے پیدل چلنے کے بعد وہ بس اسٹاپ پر پہنچ سکتا تھا پھر وہاں سے لاہور جانے والی بس پر سوار ہوجانا تھا۔ وہ خاموشی سے چلتا رہا کہ اچانک دیکھا ٹیلوں کے درمیان سے ایک پجارو نکل کر تیزی سے اس کی طرف بڑھتی آرہی تھی۔ ریتیلی زمین' اونچے نیچے کھڈ اور ٹوٹا پھوٹا بنجر راستہ۔ فوزان کے لیے پیدل چلنا دشوار تھا۔ مشکل نہیں...... ! مگر اس رستے پر پجارو دیکھ کر وہ ازحد حیران ہوا۔ یہ راستہ آسیب زدہ مشہور تھا۔ کوئی دل گردے والا یا پھر اس جیسا کوئی احمق ہی اس رستے پر آجا سکتا تھا۔ بچپن سے ہی وہ اکثر سب سے چھپ کر ان ٹیلوں کے درمیان آجاتا تھا اور پھر تنہا ہی کھیلتا رہتا تھا۔ اسے کوئی بھی آسیبی قوت دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اسی لیے اس کے ذہن میں ان سب افواہوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اب ایک پجارو کو ان رستوں پر تیزی سے نہ صرف آگے بڑھتے دیکھ کر حیرت ہورہی تھی بلکہ اچنبھا بھی ہوا تھا کیونکہ اس پجارو کا رخ سکھوں کی ٹوٹی پھوٹی شکستہ حویلی کی طرف تھا۔ دن کی روشنی میں جائزہ لینے سے کہیں کہیں خوب صورت فن تعمیر و مصوری کے نمونے دیکھنے کو ملتے تھے جو اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف مٹ چکے تھے بلکہ حویلی کی گری دیواریں اور ٹوٹے دروازے بھی گرنے کو تھے۔ یہ حویلی گاؤں سے کافی دور ویرانے میں واقع تھی۔ اسی لیے یہ بھی آسیبی مشہور تھی۔ یہاں تو کوئی دن کی روشنی میں آنے سے ڈرتا تھا کجا کہ رات کے اندھیرے میں آتا۔

فوزان کو یہاں سخت گڑبڑ کا احساس ہوا۔ اپنے فطری تجسس اور پیشے کے تقاضے کو مدِنظر رکھتے ہوئے وہ گاڑی کا پیچھا کرنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی حویلی کی ٹوٹی دیوار کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ اندر سے دو مضبوط جسامت والے گن مین برآمد ہوئے تھے۔ انہوں نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا تھا۔ فوزان کا خیال تھا کہ اندر سے کوئی بوری وغیرہ برآمد ہوگی مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب دونوں آدمیوں نے کسی بے ہوش لڑکی کو بازوؤں میں اٹھا کر باہر نکالا تھا۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس میں لڑکی کا چہرہ ایک لمحے کو روشن ہوا تھا۔ فوزان نے بغور دیکھا تھا وہ انتہائی خوب صورت لڑکی تھی۔ وہ دونوں آدمی اس لڑکی کو اندر لے جارہے تھے۔ وہ بھی مارے تجسس کے خاموشی سے ان کے پیچھے چل پڑا۔ اس وقت وہ بالکل تنہا تھا۔ چند سو کے سوا جیب میں کچھ بھی نہیں تھا۔ حویلی کا صحن عبور کرکے سیڑھیاں چڑھ کر وہ دونوں آدمی کمرے میں گم ہوگئے تھے۔ وہ باہر ہی کھڑا سوچتا رہا آیا کہ کمرے کے اندر جائے یا نہیں۔ اندر سے کمرا بالکل تاریک تھا۔ کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ ایک طرف بیٹھ کر دونوں آدمیوں کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ گاڑی کا انجن اسٹارٹ تھا اسے یقین تھا کہ وہ دونوں ضرور واپس آئیں گے۔ کوئی دو گھنٹوں کے بعد اس کا انتظار ختم ہوا تھا۔ مگر ان دونوں آدمیوں کے بجائے کوئی تیسرا آدمی باہر آیا تھا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ کر واپس مڑ گیا مزید آدھا گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد وہ دونوں آدمی جب باہر نہ نکلے تو وہ بھی اپنے کپڑے جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ سب واقعات اس کے شکوک و شبہات کی تصدیق کررہے تھے کچھ سوچتے ہوئے اس نے بس اسٹاپ کی راہ لی۔ گھر پہنچتے تک اڑھائی بج گئے تھے۔ گھر میں سب ہی پریشان تھے۔ بغیر کسی اطلاع کے اس کی یہ گمشدگی کافی پریشان کن تھی۔

سب کو کہہ سن کر مطمئن کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ اگلے دن اس نے رضوان کو ساری کتھا سنا ڈالی۔

''ساری بات سننے کے بعد مجھے لگ رہا ہے کہ یہ ضرور کوئی مافیا گروپ ہے۔ ویرانے میں آباد ہوکر لوگوں کو الو بنا رہے تھے۔ مانو نہ مانو' یہ لوگ ضرور لڑکیوں کی اسمگلنگ کا کاروبار کرتے ہیں۔'' رضوان کی بات پر اس نے سر ہلایا۔

''یار یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ لڑکی کو کسی اور مقصد کے لیے اغوا کیا گیا ہو۔ میرا مطلب ہے نیناں کی طرح کا بھی کیس ہوسکتا ہے۔ وہ لڑکی مجھے کسی اچھے گھرانے کی لگی تھی۔''

''ہاں' یہ بھی ممکن ہے۔ یہ حویلی تو ایک عرصے سے آسیبی مشہور ہے۔ نجانے کب سے یہ لوگ یہ کام کررہے ہیں۔ تم ساری معلومات لے کر آؤ۔ پھر ہی کوئی حل نکالتے ہیں۔''

''خیال رکھنا' حل ایسا ہو کہ اس لڑکی کو کچھ نہ ہو۔ نجانے کیوں اسے دیکھنے کے بعد مجھے صرف اور صرف نیناں ہی یاد آئی تھی۔ اگر میں نے اس لڑکی کے لیے کچھ کیا تو دل پر پڑا بوجھ اتر جائے گا وہ جو میں نیناں کے لیے نہ کرسکا۔ نجانے یہ بے چاری کیسے ایسے لوگوں کے ہتھے چڑھی ہے۔'' وہ ایک دفعہ پھر نیناں کو یاد کرکے افسردہ ہوگیا تھا۔ یہ سچ تھا کہ جب سے اس نے اس لڑکی کو دیکھا تھا صرف اور صرف نیناں ہی یاد آرہی تھی۔ رضوان اس کا کندھا تھپکتا چلا گیا تھا۔ اس نے اسلام آباد میں ضروری کام کا کہہ کر ایک دو دن کی مزید چھٹی لے لی تھی۔ رضوان کو آگاہ کرکے وہ دوبارہ اسی گاؤں میں آگیا۔ سارا دن وہ ادھر ادھر گھومتا سکھوں کی اس قدیم حویلی کا جائزہ لیتا رہا۔ سب کمرے بغیر دروازے کے خالی تھے۔ صرف ایک دو کے دروازے تھے وہ بھی خستہ حال۔

''وہ لوگ لڑکی کو لے کر کہاں گئے ہوں گے؟'' ساری حویلی اچھی طرح دیکھ لینے کے بعد وہ یہی سوچتا رہا۔ خستہ حال عمارت کی ٹوٹی پھوٹی چھتیں کچھ بھی تو قابل رہائش نہیں تھا۔ سارا دن دیکھنے اور غور کرنے کے بعد اس نے یہی اندازہ لگایا کہ یا تو وہ لوگ صبح کی روشنی میں یہاں سے چلے گئے یا پھر اس حویلی میں کوئی خفیہ تہہ خانہ ہے۔ جہاں غلط کام ہوتا ہے۔ وہ واقعی اس لڑکی کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ اس لڑکی پر ایک نظر ڈالنے کے بعد وہ لڑکی اس کے اندر تک اتر گئی تھی اور جیسے ذہن میں نقش ہوکر رہ گئی تھی۔ خیال صرف نیناں کا آرہا تھا اور دل و دماغ پر صرف وہ لڑکی چھائی ہوئی تھی۔ وہ کوئی مصیبت کی ماری اچھی لڑکی تھی اس کا دل بار بار کہہ رہا تھا۔ سارا دن اِدھر کوئی نہیں آیا تھا۔ شام کے بعد اندھیرا پھیلتے ہی پھر وہ گاڑی آگئی تھی۔ کل گاڑی لے کر جانے والا آدمی اس وقت واپس آیا تھا۔ تھوڑا سا فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے فوزان اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ کل والے کمرے میں جاکر وہ گم ہوا تو فوزان بھی اندر داخل ہوگیا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس آدمی نے پنسل ٹارچ روشن کرلی تھی جس کی ہلکی روشنی میں نظر آرہا تھا کہ اس آدمی نے کمرے کے درمیان میں جاکر فرش پر موجود سل کو سرکانا شروع کردیا تھا۔ کل اس نے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی تھی ورنہ یہ بات کل بھی کھل سکتی تھی۔ آدمی اپنے کام میں اس قدر مگن تھا کہ کمرے میں فوزان کی موجودگی سے بھی بے خبر تھا۔ سل ہٹا کر وہ اندر اتر گیا تھا۔ اندر اترنے کے بعد اس نے وہ سل واپس اسی رکھ دی تھی۔ فوزان نے بہت خاموشی سے دیکھا اور پھر واپس آگیا۔ رضوان کو ساری صورت حال بتانے کے بعد بھی دونوں کسی نتیجے پر نہیں پہنچے تھے۔

''یہ کوئی بہت ہی آرگنائز مافیا ہے۔ یوں اتنی صفائی سے کام کررہا ہے کہ کسی کو شک بھی نہیں ہوسکتا۔''

''مافیا کو مارو گولی...... ! مجھے تو صرف اس لڑکی کی فکر ہے۔ کسی نہ کسی طرح اس لڑکی کو وہاں سے نکالو۔'' فوزان نے کچھ تلخ ہوکر کہا تو رضوان نے سر ہلایا۔

''بس کل کا دن اور تم کل صبح کو جاکر یہ دیکھو کہ اندر کی کیا صورت حال ہے۔ پھر ہی ہم فیصلہ کرسکتے ہیں

کہ لڑکی کو کیسے نکالیں گے۔'' رضوان کی بات پر فوزان نے سر ہلایا۔

اگلے دن وہ پھر وہیں تھا۔ سل ہٹانے کے بعد اندر اترنے کے لیے زینہ تھا۔ وہ چوکس انداز میں دیوار تھامے نیچے اتر گیا تھا۔ نیچے کئی کمرے تھے۔ تین کمرے تو بند تھے' صرف ایک کمرا کھلا ہوا تھا۔ اس نے ادھ کھلے دروازے سے اندر جھانکا تو وہی تینوں آدمی بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ اونچے اونچے قہقہے لگاتے ہوئے وہ اپنے کھیل میں مست و غرق تھے۔ فوزان کو لڑکی کی فکر ستانے لگی۔ نجانے اسے کہاں رکھا ہوا ہے۔ وہ یہاں ہے بھی یا نہیں۔ اگر یہیں ہے تو تینوں بند کمروں میں سے ایک میں تو ضرور ہوگی۔ وہ محتاط تولتی نظروں سے اردگرد دیکھنے لگا۔ اس تہہ خانے میں بجلی کا بندوبست جنریٹر کی مدد سے کیا گیا تھا۔ وہ آہستگی سے دروازوں کی ہول سے ایک ایک کمرے کے اندر جھانکنے لگا۔ دو کمرے تو بالکل تاریک تھے۔ لائن میں واقع آخری کمرا روشن تھا۔ اندر سے کسی کی ہلکی ہلکی کراہوں اور سسکیوں کی آواز بھی آرہی تھیں۔ لڑکی ابھی تک یہیں تھی۔ اسے کچھ سکون ہوا۔

''پتا نہیں ابھی تک محفوظ بھی ہے یا پھر......!'' اس سے مزید کچھ سوچا نہ گیا۔ بہت خاموشی سے وہ بغور جائزہ لیتے ہوئے کمروں کے عقب میں آگیا۔

''ایک...... دو...... تین۔'' عقب میں واقع تیسری کھڑکی کے پاس پہنچ کر اس نے بہت آہستہ سے کھڑکی پر دستک دی تھی۔ یہ کام بھی خطرے سے خالی نہ تھا مگر اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ پہلی دستک کے بعد اس نے آہستگی سے دوسری دفعہ پھر کھڑکی بجائی تھی۔ اس دفعہ آواز قدرے اونچی تھی۔ مگر جواب ندارد پھر اس نے تیسری اور چوتھی بار بھی دستک دے ڈالی تھی۔ آخر میں وہ بالکل ناامید ہو کر ہٹنے والا تھا۔ جب بالکل اچانک کھڑکی کھل گئی تھی' وہ اپنی کوشش میں کامیابی پر بے پناہ خوش ہو کر مڑا تھا۔ جبھی آنسوؤں سے تر چہرہ' بھیگی گرے گرین آنکھیں اس کے سامنے آگئی تھیں۔ اتنا سوگوار حسن اس نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک نظر ڈال کر اس نے فوراً نگاہیں جھکالی تھیں۔ لڑکی بہت حیرت سے اپنے سامنے کھڑے اجنبی شخص کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ان تینوں آدمیوں میں سے نہیں تھا۔

''آپ پلیز مجھے بتائیں یہ لوگ کون ہیں اور آپ یہاں کیوں لائی گئی ہیں؟'' بہت ہی اپنائیت و حوصلہ افزا انداز لیے وہ مخاطب تھا۔ لڑکی کے بہتے آنسو ایک دم رک گئے۔

''یہ لوگ مجھے اغوا کر کے لائے ہیں۔'' بتاتے ہی وہ پھر رونے لگی تھی۔

''اوہ...... کیوں؟''

''مجھے نہیں پتا۔ پلیز مجھے یہاں سے نکالیں۔ ورنہ یہ لوگ......!'' وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر پھر ہچکیوں سے رونے لگی۔ لوہے کی جالی میں لڑکی کا صرف چہرہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ وہ جواب میں کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

''آپ کون ہیں؟ اور یہاں کیسے آئے؟'' اچانک روتے ہوئے اس نے رک کر پوچھا۔

''میں جو بھی ہوں آپ پریشان نہ ہوں' مطمئن ہو جائیے۔ بس بہت جلد آپ یہاں سے نکل جائیں گی اور ہاں پلیز کسی کو میرے متعلق مت بتائیے گا۔ یہ کھڑکی بند کرلیں۔ اب میں چلتا ہوں۔'' وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اس لڑکی نے بھی کھڑکی بند کرلی تھی۔ وہ ایک طرف بیٹھ کر سوچنے لگا۔ ہر طرح کی تسلی و تشفی کے بعد اس نے جیب سے موبائل فون نکال کر رضوان سے رابطہ کیا۔ ساری صورت حال واضح کر کے اگلے لائحہ عمل سے آگاہ کرنے کے بعد اس نے موبائل فون آف کیا اور پھر وہیں ایک کونے میں چھپ کر وقت گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ تینوں آدمی اس کی موجودگی سے بے خبر ہی تھے۔ جب سے وہ یہاں آیا تھا وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلے تھے اور یہ بات فوزان کے لیے تسلی بخش تھی۔ رضوان کے طے شدہ پروگرام کے تحت وہ گھڑی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اپنی کمین گاہ سے باہر نکل آیا۔ دو آدمی سو رہے تھے اور کل

آنے والا شخص کمرے میں چکر لگا رہا تھا۔ وہ جیسے ہی دروازے کے قریب آیا فوزان نے اسے دبوچ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی آواز نکالتا۔ اس نے اسے کمرے سے باہر نکالا فوزان کا ہاتھ اس کے منہ پر جما ہوا تھا۔

''بتاؤ مجھے' کس کے لیے تم کام کرتے ہو؟'' اس کے منہ میں ریوالور کی نالی گھساتے ہوئے فوزان نے پوچھا۔ اس وقت اسے سوائے نیناں کے کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا۔ اسے یہ سب نیناں کے قاتل لگ رہے تھے۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ایک ایک کر کے سب کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

''بتاؤ......!'' ریوالور پر زور ڈالتے وہ غرایا۔

''مجھے نہیں پتا۔'' اس کی گھٹی گھٹی آواز نکلی تو فوزان نے اس کا بازو مڑور کر اس کی پشت کے پیچھے کرلیا۔

''جھوٹ بولتے ہو۔ یہ کس کا اڈہ ہے؟'' وہ پھر آہستہ آواز میں غرایا۔

''خدا قسم! مجھے نہیں معلوم......! میں صرف اس دونوں آدمیوں کو جانتا ہوں۔'' فوزان نے ایک بھرپور ہاتھ اس کے چہرے پر مارا تھا۔

''بتاتے ہو یا توڑوں بازوں؟'' پہلے سے زیادہ سفاکی سے پوچھا۔ اس آدمی کے چہرے پر ایک تاریک سایہ آکر گزر گیا۔

''زوہیب شاہ!'' فوزان نے اس کا دوسرا بازو بھی مروڑا تو اس نے اگل دیا۔

''اس لڑکی کو کیوں اغوا کیا ہے؟'' اس نے مزید پوچھا۔

''میں یہ واقعی نہیں جانتا۔ وہ دونوں آدمی لائے تھے مجھے بھیج دیا تھا میں تو رات کو ہی آیا ہوں۔''

''کمرے کی چابیاں کہاں ہیں؟''

''اس مونچھوں والے آدمی کے پاس۔''

فوزان نے ریوالور کا دستہ مار کر اسے بے ہوش کیا پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ دونوں سو رہے تھے۔ اس نے دوسرے کو بھی ریوالور مار کر چپ کروایا اور مونچھوں والے کو اٹھا کر اس سے چابیاں برآمد کیں۔ مزاحمت تو اس نے کی تھی مگر فوزان نے اسے منٹوں میں زیر کرلیا تھا۔ اس کا بھی کام کر کے وہ چابیاں لے کر کمروں کی طرف بڑھا۔ پہلے دونوں کو گودام کے طور پر استعمال کیا جارہا تھا۔ اچھا خاصا سامان تھا۔ اسلحہ سے بھرے ہوئے تھے دونوں کمرے۔ جائزہ لینے کے بعد اس نے تیسرے کمرے کا دروازہ کھولا۔ لڑکی کی سسکیاں ابھر رہی تھیں۔ فوزان نے کمرے کا جائزہ لیا تو وہ ایک کونے میں گھٹنوں میں سر

دیے مل گئی۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ وجہ پریشانی لڑکی کا زخمی بازو تھا جس سے کافی خون بہہ رہا تھا۔
"سنیے۔" گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس نے لڑکی کو پکارا تو وہ ڈر گئی۔ فوراً بدک کر پیچھے ہٹی تھی۔ ایک دم کھڑے ہو کر روتے ہوئے چیخنے لگی۔
"میری طرف ایک قدم بھی مت بڑھانا' میں ختم کرلوں گی خود کو اگر تم نے مجھے ہاتھ بھی لگایا تو......!" اس کے گرد شیشے کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ شاید گلاس ٹوٹا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی شیشے کا ٹکڑا تھا۔ وہ روتے روتے بے خوفی سے کہہ رہی تھی۔ فوزان کو زندگی میں پہلی دفعہ کسی ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کے قدم ڈگمگا گئے۔
"پلیز دیکھیے' آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں۔ یقین کریں میں تو صرف آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میرا تعلق پولیس ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔"
وہ بغیر دوپٹے کے بلیک چست قمیص پہنے ہوئی تھی۔ اسٹائلش طرز کا ایمبر ائڈری سے سجا لباس اس کے کندن وجود پر بہت نمایاں ہو رہا تھا۔ صحت مند دودھیا بازو قمیص کی آدھی آستینوں سے جھانک رہے تھے۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں مہندی اور کلائیوں میں چوڑیاں تھیں۔ گلے میں چھوٹا سا نازک سا وائٹ نیکلس جگمگا رہا تھا۔ کانوں میں نیکلس کے ہم رنگ ٹاپس تھے۔ اس کے لباس اور انداز سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ لڑکی کسی اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ نجانے لڑکی کا دوپٹا کہاں تھا۔ فوزان نے کمرے میں طائرانہ نگاہ کی۔ بان کی چارپائی پر پڑا دوپٹا اسے نظر آیا تو اس نے آگے بڑھ کر اسے اٹھالیا۔ دوپٹا لے کر اس کی طرف قدم بڑھائے تو وہ دیوار کے ساتھ لگ کر چپک گئی۔ اس قدر ہراساں و سراسیمہ تھی کہ پل میں گر جانے کا خدشہ تھا۔ نجانے کن حالات سے گزر کر یہاں تک آئی تھی۔ فوزان کو اس پر دکھ بھی ہوا اور ہمدردی بھی اس نے وہیں کھڑے کھڑے اس کی طرف دوپٹا بڑھایا۔

"پلیز آپ گھبرائیں مت اور مجھ سے خوف زدہ بھی مت ہوں۔ بھروسا کریں مجھ پر اور میرے ساتھ باہر چلیں۔ یہاں ابھی تھوڑی دیر بعد پولیس کی ریڈ ہونے والی ہے اور ان کے آنے سے پہلے آپ کا یہاں سے نکلنا لازمی ہے ورنہ مزید مسئلہ ہو جائے گا۔" وہ بہت ہی زیادہ اپنائیت سے کہہ رہا تھا۔ لڑکی نے ڈری سہمی حواس باختہ سی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا پھر دوپٹا تھام لیا۔ اپنے گرد لپیٹتے ہوئے بھی وہ فوزان کو چور نظروں سے دیکھتی رہی۔ وہ بہت خوف زدہ تھی۔ اسے شاید ابھی بھی اس پر یقین نہیں آیا تھا۔ فوزان کے پاس اسے یقین دلانے کو وقت نہیں تھا۔ اسے اپنے پیچھے آنے کا کہہ کر باہر نکل گیا۔ اس لڑکی نے بھی کچھ ڈرتے' کچھ سوچتے اس کی تقلید کی تھی۔ فوزان نے رضوان کو سل والا رستہ بتایا تھا جب کہ یہاں تہہ خانے کا جائزہ لینے کے دوران یہاں ایک اور راستہ بھی دریافت ہوا تھا جو کہ ٹیلوں کے درمیان جا کر اونچائی پر نکلتا تھا اور اب رضوان کی ہدایت کے مطابق اسے یہی مشکل راستہ استعمال کرنا تھا۔ وہ یہ سب صرف اور صرف اس لڑکی کے تحفظ اور عزت کی خاطر کر رہا تھا۔ پولیس کے آنے سے پہلے وہ طے شدہ پروگرام کے تحت اسے باہر نکال کر لے جانا چاہتا تھا تاکہ خاموشی سے اسے اس کے والدین تک پہنچا دے۔ بعد میں وہ جو بھی کارروائی کریں' ان کی مرضی ہے۔ وہ خود اپنی ذمہ داری نبھانا چاہتا تھا۔ لڑکی اس قدر کمزور اور ڈری سہمی تھی کہ جتنی دیر میں وہ دس قدم اٹھاتا اس کے صرف دو قدم ہی اٹھ رہے تھے۔ فوزان نے صرف ایک لحظہ کو سوچا تھا اور پھر اپنے پیچھے آتی ہوئی اس لڑکی کا بازو تھام کر دوسرے بازو سے اسے سہارا دیتے تیز تیز قدم چلنے لگا تھا۔ گہری تاریک مشکل سرنگ ٹیلوں میں جا کر ختم ہوئی تو اس نے سرنگ سے باہر نکلنے کے بعد سہارا دے کر اس لڑکی کو بھی باہر نکلنے میں بھی مدد کی تھی۔
"شکر خدا کا......! اب بتائیں آپ کون ہیں' کیا نام ہے آپ کا اور ان لوگوں کے کیا مقاصد تھے؟" تھوڑی دیر چلنے کے بعد لڑکی کا سانس بحال کرانے کو اسے ایک

طرف محفوظ جگہ پر بٹھا کر خود بھی سامنے بیٹھ کر اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے اس نے دریافت کیا۔ وہ لڑکی اس سوال پر ایک دم رونے لگی تھی۔ لڑکی کا سارا وجود ہچکیوں سے ہل رہا تھا۔
"پلیز مجھے بتائیں تاکہ میں بحفاظت آپ کو آپ کے گھر تک پہنچا سکوں۔" اس نے اسے حوصلہ دینے کو پھر پوچھا۔ وہ لڑکی گھر کے لفظ پر ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ فوزان نے یقین دلانے کو سر ہلایا تو وہ پھر رونے لگی۔
"پلیز ہمت کریں۔ مجھے حقیقت بتائیں۔ میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔" شستہ وصاف کھرا لہجہ تھا۔ لڑکی فوزان کو دیکھنے لگی پھر نفی میں سر ہلایا۔
"مجھے کچھ نہیں علم ان لوگوں نے مجھے اغواء کیا تھا۔ پھر وہ زوہیب شاہ اس نے مجھے یہاں بھیج دیا۔ وہ بابا کو تنگ کرتا تھا اور اس نے میری ماما اور ڈرائیور کو اور مجھے کچھ نہیں پتا۔" لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے ہونٹوں سے نکل رہے تھے۔ وہ جو یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ لڑکی کے بھی منہ سے زوہیب شاہ کا نام سن کر دوبارہ چونک گیا۔ وہ زوہیب شاہ کے متعلق مزید جاننا چاہتا تھا مگر لڑکی اس قابل نہیں تھی کہ اسے مزید کچھ بتاتی۔ رو رو کر اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ نجانے لڑکی نے کب سے کھانا نہیں کھایا ہوا تھا شاید سوئی بھی نہیں تھی۔ اوپر سے اس کی یہ حالت......! اچانک ہی فوزان کا خیال اس کے زخمی بازو کی طرف چلا گیا۔ وہاں سے اب بھی خون کی بوندیں رس رہی تھیں۔ اس نے فوراً اس کا بازو تھاما۔
"یہاں کیسے چوٹ لگی؟" اس کے بازو کو بغور دیکھتے ہوئے کہ کہیں کوئی کانچ اندر تو نہیں رہ گیا اس نے لڑکی کے چہرے کو بھی دیکھا۔
"وہ جب آپ نے دروازہ کا لاک کھولا تھا تب میں ڈر گئی تھی اور میں سمجھی کہ......!" وہ چہرہ جھکائے مزید کچھ نہ بولی۔ فوزان نے بھی لب بھینچ لیے۔
"میں تین دنوں سے مسلسل ان لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ کہیں ان لوگوں نے آپ کے ساتھ کوئی بدتمیزی تو نہیں کی؟" فوزان نے لڑکی کا خون آلود بازو رومال سے صاف کرتے کچھ جھجکتے ہوئے پوچھا۔ اس حالت میں بھی لڑکی کے چہرے پر ایک تاریک سایہ آ کر گزر گیا تھا۔ ہونٹوں کو کاٹتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"آپ اپنا یہ دوپٹا دیں اگر بازو کا فوری علاج نہ کیا تو مزید خون بہہ جائے گا۔" لڑکی نے خاموشی سے دوپٹا اتار کر اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ دوپٹے کے پلو سے تھوڑا سا ٹکڑا پھاڑ کر بازو پر لپیٹا۔ باقی کا آدھا دوپٹا اس نے پھر اوڑھ لیا تھا۔
"آپ چل سکتی ہیں نا! اگر نہیں تو آپ کو پھر بھی ہمت کرنی ہوگی۔ تھوڑی دور تک میری گاڑی ہوگی بس وہیں تک چلیں۔" اسے اپنے بازو سے سہارا دے کر کھڑا کرتے ہوئے اس نے پوچھا تو لڑکی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے پاؤں میں جوتا بھی نہیں تھا۔ فوزان نے تاریک رات میں نمایاں ہوتے سفید پاؤں دیکھے تو نظریں ہٹالیں۔ تھوڑی دور تک چلنے کے بعد لڑکی چکراتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئی۔
"مجھ سے نہیں چلا جاتا' میرے پاؤں دکھ رہے ہیں۔ مجھے چکر آرہے ہیں۔"
"بس تھوڑی دور تک تو آپ کو ہمت کرنی ہوگی۔ پلیز ہمت کریں۔" اس نے بہت لجاجت سے کہا تو لڑکی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس گہرے کھڈ والے ٹوٹے پھوٹے راستے پر بار بار اس کے پاؤں پھسل رہے تھے۔ کئی راتوں کی نیند کی طلب' بھوک و پیاس کی شدت اور ذہنی و جسمانی اذیت نے اسے اس قدر نڈھال کر رکھا تھا کہ وہ تھوڑی تھوڑی دور تک ہی فوزان کا ساتھ دے پاتی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تو وہ زمین پر بیٹھ گئی۔ اس میں اب ایک قدم اٹھانے کی بھی ہمت نہیں رہی تھی۔ بار بار نفی میں سر ہلاتے وہ اپنے حواس کھو رہی تھی۔
"ماما...... پاپا...... ضوفی...... ماما...... ماما!" زمین پر سر

ٹکا کر روتے ہوئے بے سدھ ہو کر ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔ فوزان نے بہت افسوس سے اس بے ہوش اجنبی لڑکی کو دیکھا۔

لڑکی کو اسپتال پہنچانے کے بعد اگلے دن ہی اس کی اسلام آباد کی فلائٹ تھی۔ رضوان کی ریڈ بھی کامیاب ہوئی تھی۔ تینوں آدمیوں کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ کروڑوں کا اسلحہ بھی ہاتھ لگا تھا جس کی اسمگلنگ زوہیب شاہ کرتا تھا۔ زوہیب شاہ کے نام پر فوزان کے اندر ایک دفعہ پھر بھانبھڑ سے جلنے لگے تھے۔ مگر اس دفعہ اس نے حواس سے کام کیا تھا۔ باقی کے کام وہ رضوان اور اس کے ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کرکے اسلام آباد آ گیا تھا۔ یہاں آنے کے ایک عرصہ بعد بھی وہ اجنبی لڑکی جسے وہ اسپتال چھوڑ کر آیا تھا اس کے لیے دکھ، اذیت اور پریشانی کا باعث بنی رہی۔ جس کا نام تک وہ نہیں جانتا تھا۔ اس نے انسانیت کے ناتے اور کچھ نیناں کے خیال میں اس کی مدد کی تھی مگر یہ سب کر گزرنے کے بعد بھی وہ لڑکی اسے نہیں بھولتی تھی۔ اس کا ہچکیوں سے رونا' سوگوار حسن' حزن و ملال سے سوجی آنکھیں اسے ہمیشہ یاد آ کر ڈسٹرب کردیا کرتی تھیں۔

اس نے رضوان کو بہت تاکید کی تھی کہ وہ لڑکی کو پولیس اور اخبارات کے چکر میں مت الجھائے۔ پاکستان کی پولیس کسی اغواشدہ لڑکی کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے اور پریس کس کس طرح کا کیچڑ اچھالتا ہے۔ نیناں کے حادثے نے اسے سمجھا دیا تھا۔ اس سے بہتر بھلا کون جان سکتا تھا اس دکھ کو......! رضوان نے اس واقعے کو اپنے طور پر سنبھال لیا تھا۔ لڑکی کے حواس میں آنے کے بعد اس نے اپنا نام لائبہ افتخار بتایا تھا۔ اس کے بارے میں ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد رضوان نے فون کرکے سب بتا کر اس کے مشورے پر ہی اس کی فیملی سے رابطہ کیا تھا۔ اس کیس کو دونوں نے بہت ہی خلوص سے حل کروانے کی کوشش کی تھی۔ پولیس کو انوالو کیے بغیر' مگر یہ دونوں ہی جانتے تھے کہ یہ سارا کیس پولیس کے ذریعے ہی حل ہو رہا ہے۔ اپنی طرف سے تو دونوں نے پوری کوشش کی تھی کہ لڑکی کی ذات غلط الزامات' بے بنیاد اسکینڈلز سے محفوظ رہے مگر وہ لائبہ افتخار کو بعد میں آنے والی اذیتوں سے نہ بچا سکا۔ زوہیب شاہ نے اس کے اغواء کو کچھ اور ہی رنگ دے دیا تھا۔

اسلحہ کی اسمگلنگ اور اس اڈے کی ساری ذمہ داری عدیم خان کے والد پر عائد کردی گئی تھی۔ یہ کاروبار دونوں مل کر ہی کررہے تھے۔ اس دفعہ بھی ان کی بہت کوششوں اور ان تھک محنت کے باوجود زوہیب شاہ نے خود کو صاف بچا لیا تھا اور عدیم خان کا باپ اس دفعہ سولی پر چڑھ گیا تھا۔ لائبہ کی جو کردار کشی کی گئی تھی وہ تو ایک طرف زوہیب شاہ تو اس بات سے بھی منکر ہوگیا تھا کہ اس نے کبھی افتخار صاحب پر دو اڑھائی کروڑ کا گھپلا کرنے پر زور بھی ڈالا ہے جب کہ الٹا کیس افتخار صاحب کے خلاف ہوگیا تھا۔

ان سب واقعات نے اسے بہت ڈسٹرب کردیا تھا۔ دل تو چاہتا تھا کہ وہ زوہیب شاہ کو آنِ واحد میں ہی قتل کردے جو اس کی بہن کی موت اور نہ جانے کتنی بے گناہ لڑکیوں کی بربادی کا ذمہ دار تھا۔ مگر رضوان نے سختی سے منع کردیا تھا۔ اسے کوئی قدم اٹھانے نہیں دیا تھا اور وہ بے بسی کے ساتھ سب دیکھتا رہا۔ اس واقعے کے بعد رضوان نے لائبہ کی فیملی سے رابطہ کیا تھا اور نہ ہی فوزان نے خود چاہا۔

ان سب باتوں کے باوجود اسے لائبہ ہر مقام پر یاد آتی رہی تھی۔ جب بھی بابا' رضوان' انیقہ' شہناں اور زبیر و زیبا وغیرہ نے اسے شادی کرنے پر زور دیا ہر دفعہ ہی وہی آنسوؤں سے تر چہرہ اور گہری گرے گرین بھیگی آنکھیں اس کے سامنے آ جاتی تھیں۔ وہ ہر دفعہ گھبرا کر اپنے ہی جذبوں کی نفی کرنے بیٹھ جاتا تھا۔ وہ لڑکی اغواء ہوئی تھی۔ اس نے پورے خلوص سے اس کی مدد کی تھی اور رضوان نے باقی ماندہ کیس حل کیا تھا' اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ وہ ہر بار اپنے دل کو سمجھاتا تھا مگر دل کی تکرار کچھ اور تھی' جوان دلائل کے بعد اور بھی بڑھ جاتی تھی۔ پھر وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کیا خبر اب اس لڑکی کی کہیں شادی

ہوگئی ہو یا پھر وہ کہیں منسوب ہو یا پھر......! وہ ہمیشہ اسی قسم کی باتیں سوچتا رہتا تھا اور ہمیشہ خود کو ٹال جاتا تھا۔ اس نے اس اذیت کو برداشت کرلیا تھا مگر وہ کسی اور اذیت سے دوچار نہیں ہونا چاہتا تھا جو اس کی ذات کے متعلق معلومات حاصل کروانے کے بعد اسے ملتی' اس لیے اس نے دل کے بہت کہنے کے باوجود خود کو ہمیشہ سمجھا لیا۔ اس نے اس کی طلب نہیں کی تھی۔ ہاں اس نے خود کو لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی محبت ضرور کی تھی۔ بس وہ ہمیشہ یہی دعا کرتا رہا تھا کہ وہ جہاں بھی رہے خوش رہے مگر اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوئی تھی۔ اس حقیقت کا ادراک اسے اس وقت ہوا جب برسوں بعد اچانک اسے دوبارہ اپنے آفس میں دیکھا تو یقین ہی نہ کر پایا تھا کہ سامنے کھڑی لڑکی وہی ہے جو ایک عرصے سے اس کے خوابوں میں آباد ہے' جس کے تصور سے اس کے دل کو تازگی ملتی ہے۔ جس کی یاد کو سینے سے لگائے اس نے بابا کی خواہش کو بھی ٹال دیا تھا۔ زیبا کی شادی کردی' زبیر بھی شادی کے قابل تھا۔ اگر کچھ نہیں سوچا تھا تو صرف اپنے بارے میں......!

لائبہ افتخار کا اسے دوبارہ ملنا دکھ سے دوچار کر گیا تھا۔ وہ اس کی دکھ و غم سے لبریز آنکھیں دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ اس کی ایک دعا ایک کوشش بھی کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ وہ جس اذیت ناک موڑ پر کھڑی ہے' وہاں موت کے سوا کوئی رستہ نہیں جاتا۔ تب اس نے پکا ارادہ کرلیا تھا کہ وہ اس بار اپنی لایعنی سوچوں میں گھر کر اسے نہیں کھوئے گا۔ وہ ابھی بھی تنہا تھی اپنی بہن کے ساتھ رہ رہی تھی یہ بات وہ پہلی ملاقات میں ہی جان گیا تھا اور اس رات جب اس پر یہ انکشاف ہوا کہ رمیز سے اس کا نکاح ہوا تھا اور پھر طلاق بھی ہوگئی تھی۔ یہ تلخ حقیقت جان کر دکھ اس بات کا نہیں ہوا تھا کہ وہ ایک طلاق یافتہ لڑکی ہے دکھ تو اسے اس بات کا ہوا کہ کسی شخص نے اس قدر اچھی حیادار لڑکی کو بغیر سوچے سمجھے سچائی پرکھے بناء ناکردہ گناہ کی سزا دے دی۔ اس وقت اسے کوئی بھی تسلی دینا یا اس کے آنسو صاف کرنا اسے بہت کم لگا اسی لیے خاموشی سے اٹھ آیا تھا۔ ارادہ اسے مکمل طور پر اپنانے کا تھا۔ مگر بعد کے حالات نے تو اس کو بالکل بھونچکا کرکے رکھ دیا تھا۔ بابا کی وہ خواہش جو وہ ایک عرصے سے پوری نہیں کر پایا تھا وہ خواہش زبیر نے پوری کردی تھی۔ بس لڑکی وہ نہیں تھی جو دونوں چاہتے تھے۔ زبیر نے اسے یہی بتایا تھا کہ اس کی دلچسپی و جذبات یکطرفہ تھے۔ ضوفشاں نے کبھی بھی اس کی پزیرائی نہیں کی تھی۔ اس نے زبیر کی بات پر یقین کرلیا تھا۔ مگر ڈاکٹر کی زبانی ضوفشاں کی حالت اور اس کو لگنے والے شاک کی وجہ جان کر وہ خود کو ایک دفعہ پھر دکھی کر گیا تھا۔ وہ انجانے میں ہی سہی' لائبہ اور ضوفشاں کے لیے اذیت و پریشانی کا باعث بن گیا تھا۔ زبیر کا تو اس معاملے میں کوئی قصور نہیں تھا۔ جس قدر قصوروار وہ خود کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے دو دلوں میں اپنی ایک خواہش ڈالی تھی۔ پوری سچائی اور خلوص کے ساتھ ان کے ملاپ کی کوششیں بھی کی تھیں مگر اس کی کی گئی تمام کوششوں کا نتیجہ الٹا نکلا تھا۔ ضوفشاں موت کے منہ سے واپس لوٹی تھی اس کا ازالہ وہ کیسے کر پائے گا۔ اس نے تو لائبہ کو کبھی انجانے میں بھی دکھ دینے کا نہیں سوچا تھا مگر یہ بات اب اسے مسلسل اذیت و تکلیف سے دوچار کررہی تھی۔

❁

گھر سے نکلتے ہی اس نے پہلی فرصت میں موبائل فون پر شہود علوی کے گھر رابطہ کیا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' لائبہ کی آواز سنتے ہی اس نے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں' اللہ کا شکر ہے۔ اتنی صبح صبح کیسے فون کیا؟ خیریت ہے نا!'' وہ شاید اس کی آواز سن کر پریشان ہوگئی تھی آواز سے تو یہی لگا۔

''جی' خیریت ہی تھی میں آفس جارہا تھا سوچا راستے میں اسپتال کا بھی ایک چکر لگا لوں۔ انیقہ آپی کو کھانا بھی بھجوانا تھا اگر آپ بھی چل رہی ہیں تو میں آپ کو پک کرلوں؟'' اس نے بہت خلوص سے پیش کش کی۔

"شکریہ فوزان صدیقی صاحب! ابھی تو میں تیار نہیں ہوئی۔ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔ آپ آنے کی زحمت مت کیجیے گا۔" بہت محتاط لہجے میں انکار کرتے ہوئے لائبہ نے فون بند کردیا تھا۔ فوزان نے موبائل فون کو گھورتے ایک طویل سرد آہ کھینچی پھر اپنی ہی حرکت پر خود بھی مسکرا دیا۔ اسپتال کا ایک چکر لگا کر انیقہ آپی کو کھانا دے کر وہ آفس آ گیا تھا۔ دوپہر کو گھر فون کر کے خادم حسین کو اپنے نہ آنے کی اطلاع دے کر وہ سیدھا اسپتال پہنچا تھا۔

سامنے ہی وہ انیقہ کے ساتھ کسی بات پر مسکراتے بہت خوش ہو رہی تھی۔ سارا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ضوفی اپنے ہاتھوں سے سوپ پی رہی تھی۔ وہ دستک دے کر اندر داخل ہوا تو لائبہ کے مسکراتے لب اس پر نظر پڑتے ہی خود بخود ساکت ہو گئے۔ غیر محسوس طریقے سے وہ اس کی طرف سے رخ بدل کر کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ اس کے آنے سے پہلے بھی وہ اور انیقہ یہی کام کر رہی تھیں۔

"کیا حال ہے ضوفی تمہارا؟" اس کے بستر کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھتے اس نے پوچھا۔ تو ضوفی مسکراتے ہوئے سر ہلا گئی۔

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں بھائی! مگر یہ جو ڈاکٹر ہیں نا! یہ مطمئن نہیں ہو رہے۔ پتا نہیں کب چھٹی دیں گے۔ ایمان سے میں تنگ آ گئی ہوں اس بستر سے......!" منہ بسورتے وہ واقعی کافی حد تک اکتائی ہوئی لگ رہی تھی۔ فوزان اور انیقہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"بھائی آپ پری کو سمجھائیں یہ تو ڈاکٹرز سے بھی زیادہ فکر مند ہو رہی ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے اگر میں ایک ہفتہ مزید یہاں ایڈمٹ رہی تو میرا وزن بڑھ کر ضرور ٹنوں میں ہو جائے گا۔" مسکراتے ہوئے وہ بہت ہشاش بشاش تھی۔ پری بھی مسکرا اٹھی۔ تاہم اسے خشمگیں نظروں سے ضرور نواز اتھا۔

"اب تو تم یہی کہو گی' ٹھیک جو ہو گئی ہو۔ انیقہ آپی! آپ کو نہیں پتا اس نے کیسے میری جان نکال دی تھی۔ وہ رات میں زندگی بھر نہیں بھول سکتی۔ اس نے تو صرف خون آلود قے کی تھی میرا تو ویسے ہی خون سوکھ گیا تھا۔ اب یہ بولنے کے قابل ہوئی ہے تو باتیں بھی آ گئی ہیں۔" خفگی سے کہتے اور ضوفی کو گھورتے ہوئے اس نے انیقہ آپی کو مخاطب کیا تو فوزان بے ساختہ مسکرا دیا تھا۔ ایک نظر سے ہی اس کا تفصیلی جائزہ لیا۔ وہ کافی مطمئن و آسودہ تھی۔ لباس سے بھی اور ذہنی طور پر بھی۔

"اچھا کیا فوزان تم چلے آئے۔ لائبہ یہاں آ گئی ہے۔ یہ رات تک یہیں رہے گی میں اس دوران گھر کا چکر لگا لوں۔ بچوں نے اپنی دادی کو تنگ کرنے میں نجانے گھر کی کیا حالت بنا رکھی ہو گی۔" کھانا کھاتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آپی آپ کا بہت بہت شکریہ! آپ بے فکر ہو کر جائیں۔ شام تک شہود بھائی آ جائیں گے وہ رات یہیں رکیں گے۔ میں نے کل گھر جاتے ہی ان کو فون کر دیا تھا اور ساری صورت حال بتا دی تھی۔"

"یعنی کہ اب ہماری چھٹی! یعنی اب مجھے دوبارہ یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ اچھی بات کہی تم نے......!" وہ شاید برا مان گئی تھیں لائبہ نے فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں آپی میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ آپ ساری رات یہاں گزار کر تھک گئی ہوں گی۔ پھر شاید کل یا پرسوں ضوفی ڈسچارج بھی ہو جائے۔ میں تو بس اسی لیے کہہ رہی تھی' اگر آپ کو برا لگا ہے تو ریئلی آئی ایم سوری۔"

......❀......

شہود بھائی کے آتے ہی سارے مسئلے حل ہو گئے تھے۔ ان کے آنے کے بعد وہ بھائیوں والا مان جو اسے ان پر ہمیشہ سے تھا مزید بڑھا تھا۔ انہوں نے آتے ہی اسے پہلے تو اطلاع نہ کرنے پر خوب ڈانٹا پھر محبت و پیار سے سب ذمہ داریاں اٹھا لیں۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی اس محبت کے مظاہرے پر نہال ہو گئی تھی۔ تین دن کے بعد ہی ضوفی ڈسچارج بھی ہو گئی۔ ڈاکٹر کے اسپیشل ٹریٹمنٹ نے اسے خاصا بہتر کر دیا تھا۔ اس کے ایک ہفتے بعد ہی بھابی اور وقاص بھی آ گئے پھر سب کچھ بہتر ہوتا چلا گیا۔ انیقہ آپی اس کے بعد بھی اکثر فون پر بات کر لیتیں یا پھر چکر لگا لیتی تھیں جب کہ جب تک ضوفی اسپتال میں رہی' فوزان روز چکر لگاتا تھا بعد میں گھر منتقل ہوتے ہی اس نے آنا چھوڑ دیا تھا۔ ایک دو فون ضرور کیے تھے جو ضوفی اور شہود بھیا نے ہی ریسیو کیے تھے۔ البتہ اس سارے عرصے میں ایک حیرت کی بات یہ ہوئی ضوفی کے گھر آنے کے بعد ڈاکٹر عطیہ اور ڈاکٹر ذوالقرنین بھی ایک دفعہ اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ ان کی والدہ محترمہ نے جس انداز میں لائبہ اور ضوفی کو لپٹا لپٹا کر پیار کیا تھا اس بات نے دونوں کو خاصا مشکوک کر دیا تھا۔ دن پھر ایک دفعہ اپنے معمول پر آ گئے۔ زندگی اسی نہج پر چلنے لگی۔ ضوفی سینٹر چلی جاتی تھی اور وہ یونیورسٹی۔ مسز فاروقی بھی اپنی فیملی سمیت آ گئی تھیں۔ چوکیدار کی فیملی ان کے پورشن کے بجائے اب بھیا بھابی والے پورشن میں رہنے لگی۔ انہوں نے جس انداز میں ضوفی اور لائبہ کی مدد کی تھی' بھیا اور بھابی نے بطور خاص ان کا شکریہ ادا کرتے انہیں اپنے گھر والے سرونٹ کوارٹر میں رہنے کی پیش کش کی تھی۔ جسے کچھ پس و پیش کے بعد انہوں نے قبول کر لیا تھا۔ ڈاکٹر عطیہ' ان کی والدہ اور دیگر بہنیں ضوفشاں کے لیے ڈاکٹر ذوالقرنین کا رشتہ لے کر آئی تھیں۔ لائبہ تو سن کر اس قدر حیران ہوئی کہ کوئی فیصلہ ہی نہ کر پائی۔ ضوفی بھیا اور بھابی کی بھی کم و بیش یہی حالت تھی۔ زبیر صدیقی کے بعد یہ کوئی پہلا معقول پروپوزل تھا جو ضوفی کے لیے آیا تھا۔ بھیا اور بھابی اس رشتے پر بہت خوش تھے۔ ڈاکٹر ذوالقرنین سب جانتا تھا۔ ضوفی اور لائبہ کے متعلق اسے سب خبر تھی اس کے باوجود اس نے یہ رشتہ بھیجا تھا۔ لائبہ اور ضوفی کے لیے حیرت کا ہی تو مقام تھا۔ ضوفی سمیت کسی کو بھی اعتراض نہیں تھا سو ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد انہوں نے ہاں کہہ دی تھی۔ ڈاکٹر ذوالقرنین کی والدہ محترمہ کافی عرصہ سے ان کے لیے کوئی لڑکی ڈھونڈ رہی تھیں۔ جیسے ہی ڈاکٹر ذوالقرنین نے ضوفشاں کا نام لیا اور بھیا بھابی نے ہاں کہی' ان کی والدہ نے ہتھیلی پر سرسوں جمانے والا معاملہ کیا تھا۔ منگنی کی انگوٹھی پہنانے آئیں تو شادی کی تاریخ لے کر ہی اٹھی تھیں۔ درمیان میں صرف ایک ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ اب اس قدر عجلت میں شادی کی تیاریاں کرنا اس قدر مشکل تھا کہ لائبہ کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ خدا خدا کر کے تو ضوفی کی قسمت کھلی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دنیا جہان کی چیزیں اس کے لیے خرید لے۔ کپڑے' زیور' فرنیچر' سامان کہیں بھی وہ کمی نہیں آنے دے رہی تھی۔ ماما' پاپا کا جمع شدہ زیور روپیہ سامان بہت تھا۔ بینک میں بھی اچھی خاصی رقم تھی۔ کچھ شہود بھائی بھی ہر ماہ بزنس میں سے ان کا حصہ انہیں دیتے رہتے تھے اپنے طور پر بھی وہ بہت کچھ کر رہے تھے۔ کوئی پریشانی نہیں تھی۔ بڑی بڑی ذمہ داریاں انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھی تھیں۔ بھابی مسز فاروق اور وہ خود سب تیاریاں کر رہی تھیں۔ کبھی کبھار انیقہ آپی بھی آ جاتیں تو رونق دوبالا ہو جاتی۔ اس سارے عرصے میں لائبہ بہت مطمئن و آسودہ تھی۔ اتنی خوش تو وہ ساری زندگی میں کبھی بھی نہیں ہوئی تھی؛ جس قدر وہ اب رہنے لگی تھی۔ انیقہ آپی کے ساتھ ایک دو دفعہ ان کی چھوٹی بہنیں زیبا اور شہناں بھی آئی تھیں۔ وہ دونوں ہی اسلام آباد آئی ہوئی تھیں۔ انیقہ کے ساتھ ان کے ہاں بھی ملنے آئی تھیں۔ دونوں بہنوں سے مل کر سب کو خوشی ہوئی تھی۔ بہت ہی خلوص سے اس نے دونوں کو ضوفی کی شادی کے دعوت نامے دیے تھے۔ جو انہوں نے بہت ہی محبت سے قبول کر لیے تھے۔ اس دن وہ اور ضوفی مسز فاروقی کے ساتھ شاپنگ کر کے لوٹیں تو سامنے ہی لاؤنج میں انیقہ آپی' زیبا' شہناں اور حامد صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر دونوں بہنوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ سلام دعا کے بعد وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔ مگر جلد ہی ان کی باتوں سے لائبہ کو کسی خاص

بات کا احساس ہوا تو وہ فوراً کمرے میں آ گئی۔ بے تابی سے بھابی کا انتظار کرنے لگی۔ جب وہ اندر آئیں تو اس نے انہیں روک لیا۔

''یہ انیقہ آپی کس مقصد کے لیے آئی ہیں؟'' بھابی نے لائبہ کے چہرے کو دیکھا جہاں غصہ صاف نظر آ رہا تھا۔

''فوزان صدیقی کے لیے تمہارا رشتہ مانگنے آئی ہیں۔'' انہوں نے رسانیت سے بتایا تو وہ پھٹ پڑی۔

''کیوں......! کس سے پوچھ کر یہ رشتہ لائی ہیں؟'' بھابی نے اس بار کچھ چونک کر لائبہ کو دیکھا پھر سر نفی میں ہلا دیا۔

''جہاں بیری ہو وہاں پتھر تو آتے ہی ہیں۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ اتنا اچھا رشتہ آیا ہے۔''

''نہیں بھابی! میں نے کبھی بھی شادی کی خواہش نہیں کی۔ میں اپنی زندگی پر بہت مطمئن ہوں۔ میری سب سے بڑی خواہش ضوفی کی شادی تھی۔ اب مجھے کچھ نہیں چاہیے پلیز! آپ انہیں فوراً انکار کر دیں۔''

''لائبہ تم......!'' بھابی نے کچھ کہنا چاہا تو لائبہ نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔

''بھابی پلیز! میں ان لوگوں کی بہت عزت کرتی ہوں۔ فوزان صدیقی کا میں بہت احترام کرتی ہوں۔ پلیز انہیں کہیں یہ احترام باقی رہنے دیں۔ مجھے یہ سب منظور نہیں؟ میں زندگی میں کبھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔ فوزان بہت اچھا انسان ہے۔ مگر مجھے پھر بھی قبول نہیں۔ ایک دفعہ ماما پاپا نے کوشش کی تھی اور مجھے میری قسمت کا لکھا مل گیا۔ وہ دونوں اس دنیا سے چلے گئے اور میرے دل میں موجود ہر جذبہ مر گیا۔ اب دوبارہ ایسا کوئی ڈراما مت کیجیے گا پلیز......!'' وہ دوٹوک انداز میں انکار کر کے باتھ روم میں گھس گئی۔ بھابی تو دیکھتی رہ گئیں۔

❀

''پری پلیز! کیوں انکار کر رہی ہیں آپ؟ مان کیوں نہیں جاتیں؟'' بھابی بھیا اسے سمجھا بجھا کر جب تھک گئے تو ضوفی اس کا سر کھانے کو آ بیٹھی۔ اس نے بڑے دکھ سے اسے دیکھا۔ کوئی بھی تو اس کے جذبات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ سب فوزان صدیقی کے ہی حامی تھے۔ ان کے نزدیک اس کے انکار کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی۔

''یہ ناممکن ہے ضوفی! میں نے کبھی بھی اس شخص کے متعلق ایسا کچھ نہیں سوچا' وہ مجھے اچھا لگتا تھا اور اب بھی لگتا ہے۔ صرف اس لیے کہ اس نے اور لوگوں کی طرح میری ذات پر کیچڑ نہیں اچھالا۔ اس نے میری اس وقت مدد کی جب ہم دونوں سرے سے ایک دوسرے کو جانتے نہیں تھے۔ اس نے میرے بارے میں سوچا' یہ میرے لیے عزت کا مقام ہے۔ اس نے مجھے اپنی زندگی میں شامل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا میں اس کی خواہش و جذبات کی قدر کرتی ہوں۔ وہ میرے متعلق ایسے خاص احساسات جنہیں وہ محبت کہتا ہے' رکھتا ہے تو میں سوائے اسے احترام دینے کے اور کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کی ان باتوں کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں اس سے ایک نیا تعلق جوڑ لوں۔ ضوفی! تم یہ مت بھولو کہ میں ایک طلاق یافتہ لڑکی ہوں۔ میری زندگی میں صرف ایک شخص آیا تھا اور وہ شخص رمیز تھا۔ اس کے بعد نہ تو دل کی لوح پر کوئی اور نام لکھا گیا اور نہ اس بستی میں وہ پھول کھلا جسے جذبہ کہتے ہیں۔ اس شخص نے مجھے طلاق دے دی۔ اس کے باوجود برسوں بعد بھی میں اسے نہیں بھول پائی۔ اس کی بے وفائی کے بعد میرا دل اسی طرح مردہ ہے۔ جس میں فوزان کے نام کا کوئی جذبہ بے دار نہیں ہو سکتا۔ کیا انکار کرنے کے لیے یہ وجہ کم ہے؟ دل میں کوئی اور شخص ہے اور میں شادی کسی اور شخص سے کروں؟ نہیں ضوفی! اس امر سے اسے اور مجھے اذیت و تکلیف کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ نہیں ضوفی! مجھ سے یہ خیانت نہیں ہوگی۔ مجھ سے یہ توقع مت رکھو۔'' ضوفی تاسف سے لائبہ کو دیکھتی رہی جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔ وہ یہ تو جانتی تھی کہ لائبہ ابھی

تک رمیز کو نہیں بھول پائی مگر اس حد تک نہیں بھولی امید نہیں تھی۔

"آپ صرف ایک گھٹیا، پرلے درجے کی ذلیل شخص کے خاطر خود پر زندگی بھر کی خوشیاں حرام کر رہی ہیں؟ وہ بے وفا شخص آپ جیسی، نکھری، اجلی سوچ رکھنے والی لڑکی کے قابل ہی نہیں تھا۔ اچھا ہوا وقت نے خود ہی سچ اور جھوٹ میں فیصلہ کردیا۔ اگر وہ آپ کو طلاق نہ دیتا اور شادی کے بعد آپ کی کردار کشی کرتا تو پھر آپ کیا کرلیتیں؟ اب تو ایک بھرم باقی ہے وہ بھی نہ رہتا تو پھر آپ کہاں جاتیں؟ اچھا ہوا، اللہ نے فیصلہ کردیا۔ قسمت سے اللہ آپ کی جھولی میں کچھ خوشیاں ڈال رہا ہے تو آپ کیوں ناشکری کررہی ہیں؟"

"پلیز ضوفی! میں اس شخص سے شادی نہیں کرسکتی تم تو کم از کم مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں اسے کچھ نہیں دے سکتی۔ میں اس کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں نباہ سکتی۔" وہ بڑی شدت سے رو پڑی۔ ضوفی نے اسے بازوؤں میں گھیر لیا۔

"تم نے زبیر صدیقی کے لیے انکار کیا تو میں نے تمہیں مجبور نہیں کیا تھا۔ تم بھی مجھے مجبور مت کرو پلیز ضوفی! میری بات مان لو۔"

"پری! میں نے زبیر صدیقی کے لیے صحیح انکار کیا تھا۔ ہاں مجھے اس کی شادی کا سن کر وقتی طور پر بہت دکھ ہوا تھا۔ یہ بھی سچ ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگی تھی مگر اس کی بھی ایک وجہ تھی اور وہ وجہ آپ اور فوزان بھائی تھے۔ مجھے صرف یہ دکھ چین نہیں لینے دیتا تھا کہ اگر میری وجہ سے آپ دونوں کی زندگی میں کوئی خوشی آرہی تھی تو پھر میں نے اتنی خود غرضی کا مظاہرہ کیوں کیا؟ میں آپ دونوں کے ساتھ ناانصافی کیوں کرگئی؟ زبیر کے متعلق جو بھی جذبات تھے، وہ بھی وقتی نہیں تھے۔ میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی یہ بھی حقیقت تھی۔ ڈاکٹر ذوالقرنین سے میری اس فیصلے پر بات چیت بھی ہوئی تھی۔ وہ میرا مسئلہ سمجھ گئے تھے۔ انہوں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تو میں نے پورے خلوص اور ایمان داری سے اپنے تجزیہ کے بعد آپ اور بھیا سے بات کرنے کو کہہ دیا۔ میں صرف اسی لیے راضی ہوئی ہوں کہ میں آپ کو کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی تھی۔ اسی لیے اب آپ کو بھی میری بات ماننا ہوگی۔ ورنہ پری میں یہ شادی ہی نہیں کروں گی۔"

"ضوفی!" ضوفی کی اس دھمکی پر اس نے اسے نہیں دیکھا تو وہ اٹھ کر چلی گئی۔ لائبہ کو اپنا آپ کسی گہرے کنوئیں میں گرتا محسوس ہوا۔

❁

وہ ضوفی کو اپنا موقف سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھی۔ وہ رمیز والی وجہ کو ماننے پر آمادہ نہیں تھی۔ اس کے نزدیک یہ سراسر حماقت تھی۔ کسی کی خاطر اپنی خوشیاں تج دینا بے وقوفی ہی تو تھی۔ لائبہ کا دل اس بندھن پر بھی کسی طرح آمادہ نہیں تھا۔ ایک شخص اسے زندگی بھر کی خوشیوں سے بے اعتبار کر گیا تھا۔ اس نے صرف ایک شخص سے محبت کی تھی اور وہی اسے نفرت کرنے پر مجبور کر گیا۔ اس کے بعد اس نے نہ کبھی اپنے بارے میں سوچا تھا اور نہ سوچنا چاہتی تھی اور اب تو وہ چاہنے کے باوجود فوزان صدیقی کے لیے کوئی خاص جذبات محسوس نہیں کرپارہی تھی۔ وہ بہت خاموشی سے سب کام کرتی گئی۔ ضوفی کی مایوں تھی۔ شادی سے تین دن پہلے یہ فنکشن رکھا گیا تھا۔ دوسرے دن ڈاکٹر ذوالقرنین کے ہاں رسم تھی۔ درمیان کا دن فارغ تھا۔ ضوفی اس سے فوزان کے لیے انکار پر ناراض تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے نظریں چرائے اپنے اپنے کاموں میں مگن تھیں۔

شام تک مہمان آنا شروع ہوگئے تو وہ سب کچھ بھلا کر گھن چکر بن گئی۔ مسز فاروقی برابر اس کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ بھابی مہمانوں میں مصروف تھیں۔ وہ کمرے میں آئی تو ضوفی منہ بنا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ لائبہ کو اس کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر ہنسی آگئی۔

"ارے لڑکی! یہ تھوبڑا شریف کیوں سوجا ہوا ہے؟ تھوڑی دیر بعد تو محترمہ کے سسرالی آنے والے ہیں۔ کچھ تو خیال کرو۔"

"آپ میرا خیال کررہی ہیں جو میں آپ کا خیال کروں؟" کاٹ دار آواز لائبہ کے کانوں میں اتری تو اس نے اس کے پاس بیٹھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"بہت ناراض ہے میری پیاری گڑیا!" آج کل ضوفی پر ٹوٹ کر روپ آرہا تھا۔ کچھ فطری شرم و جھجک اور حیا نے اسے اور پر بہار بنا دیا تھا۔ ابٹن اور موتیے کی مہک اس کے بدن سے اٹھ رہی تھی۔ سادہ، شرمایا، لجایا، ان چھوا حسن لائبہ کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ بے اختیار اس کی پیشانی چوم لی۔

"مجھ سے بات نہیں کریں۔" ضوفی نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس نے ایک بے بس نگاہ ڈالی۔ "میں سچ کہہ رہی ہوں اگر آپ نے ہاں نہ کہی تو میں نکاح کے وقت نکاح کی شرط ہی یہی رکھ دوں گی۔ پھر مجھے مت کہیے گا۔" ضوفشاں اتنی ہی بے باک تھی، وہ کچھ بھی کرسکتی تھی۔ لائبہ نے اسے سختی سے ٹوک دیا۔

ضوفی! حد میں رہو۔ ہر انسان کو اپنی زندگی جینے کا حق حاصل ہے۔ میں نے تم پر زبیر کے لیے زور زبردستی نہیں کی تھی اور نہ اب کررہی ہوں جو جی چاہے کرنا مگر یہ بھی مت بھولنا تم اپنی حرکت کی ذمہ دار خود ہوگی۔ اپنی بات پر ضرور عمل درآمد کرنا مگر یاد رکھو پھر کبھی میری تم شکل نہیں دیکھ سکوگی۔" اتنی محبت سے شروع کی جانے والی بات اس قدر بدمزگی پر آکر ختم ہوگی۔ لائبہ خاموشی سے اپنی بھیگی آنکھیں لیے کمرے سے باہر آگئی۔ ضوفی تو بس لائبہ کے سخت رویہ پر دیکھتی رہ گئی تھی۔

باہر انیقہ اور اس کی بہنیں حسب وعدہ آگئی تھیں۔ اگر درمیان میں فوزان کے رشتے والا معاملہ نہ ہوتا تو اب اس وقت اسے ان کی آمد کی سب سے زیادہ خوشی ہوتی۔ بہت بجھے دل اور اوپری مسکراہٹ لیے ان سے ملی۔ تھوڑی دیر میزبانی کے فرائض نباہنے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ اندر ضوفشاں کے پاس صرف کپڑے چینج کرنے گئی تھی۔

مگر ضوفی کی بات پر اتنا غصہ آگیا تھا کہ یونہی بنا کپڑے بدلے واپس آگئی تھی۔ اب انہی مسلے سلوٹوں والے کپڑوں میں وہ مصروف تھی۔ کئی بار چپکے چپکے اپنی آنکھیں بھی صاف کرچکی تھی۔ لائبہ کو اب اپنے سخت رویے کا احساس ہورہا تھا۔ اب تو ضوفی صرف تین دن کی مہمان تھی۔ اسے اس کے ساتھ اس قدر سخت لب و لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اپنی غلطی کا احساس ہوا تو کمرے میں آگئی۔ ضوفی رو رہی تھی اس نے تڑپ کر اسے گلے لگالیا۔

"آئی ایم سوری ضوفی...... رئیلی سوری......!" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے گلوگیر آواز میں بار بار یہی الفاظ دہرارہی تھی۔ انیقہ اندر داخل ہوئی تو اندر کا منظر دیکھ کر مسکرائی اٹھی۔

"ارے دلہن کا رونا تو سمجھ میں آرہا ہے۔ تم کیوں نیر بہار رہی ہو؟" انیقہ نے دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا۔ دونوں نے ہی ایک دوسرے سے نظریں چرائیں اپنے چہرے صاف کیے۔

"آپ تیار نہیں ہوئیں؟" ضوفی کا دھیان اس کے کپڑوں کی طرف گیا تو پوچھا۔

"بس ہونے ہی والی تھی۔" وہ انیقہ کی طرف دیکھے بغیر اٹھنے لگی تو ضوفی نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"آپ نہالیں۔ میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں۔" ضوفی بھی اس کی طرح خوشی و غم کی سی کیفیت میں مبتلا تھی۔ ماما، پاپا کی کمی دونوں کو بڑی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ لائبہ کچھ بھی کہے بغیر باتھ روم میں گھس گئی پھر کمرے میں لوٹی تو انیقہ نہیں تھی۔ اس نے شکر ادا کیا۔ ضوفی کے منتخب کیے گئے کپڑے زیب تن کرکے، آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے بال سلجھانے لگی۔ ضوفی نے اس کی خاطر مایوں کے لیے یہ سوٹ خریدا تھا۔ عام معمول سے ہٹ کر رات کی تقریب کے لیے مہندی کا سوٹ تھا۔ کڑھائی سے مزین کام بہت خوب صورت تھا۔ مدتیں گزر گئی تھیں اسے ایسے کپڑے پہنے ہوئے۔ اب تو وہ

ہلکے رنگوں والے سادہ سے سوٹ پہنتی تھی۔ آج صرف اس لیے پہن لیا کہ ضوفی محسوس نہ کرے۔ بالوں کی حسب عادت وہ عام سی چٹیا بنانے والی تھی۔ جب ضوفی نے اس کے ہاتھ سے برش کھینچ لیا۔

''میری شادی کی آپ کو ذرا بھی خوشی نہیں۔ مارے باندھے تیار ہو رہی ہیں۔ کم از کم آج تو ہیئر اسٹائل بدلیں۔'' کچھ جتانے والا انداز تھا۔ کچھ کہنے کو لائبہ نے لب وا کیے پھر بھینچ لیے۔

''جو بھی چاہتی ہو خود ہی کر دو۔ مجھے عام سا ہی تیار ہونا آتا ہے۔'' وہ ضوفی کا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی۔ اس کی خاطر آئینے کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ اس کے بالوں کا اسٹائل بنانے لگی تھی۔ فرنچ کم چٹیا دیکھ کر وہ بھونچکا ہی رہ گئی۔

''یہ کیا بنا دیا ہے تم نے؟'' اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے اس نے ضوفی کو گھورا۔ وہ ستائشی نظروں سے سراہ رہی تھی۔ لائبہ کا دماغ گھومنے لگا۔

''زبردست پری! آپ نے تو خوامخواہ خود پر پابندی لگا رکھی ہے۔ دیکھیں ذرا سا ہیئر اسٹائل بدلنے سے آپ کتنی اچھوتی منفرد اور پیاری لگ رہی ہیں۔ کتنا سوٹ کر رہا ہے اس سوٹ پر آپ کو یہ ہیئر اسٹائل' چلیں اب میں آپ کا میک اپ بھی کرتی ہوں۔''

''نہیں ضوفی! بہت عجیب سا محسوس ہو رہا ہے یہ سب۔ عمر کے حساب سے یہ سب اچھا بھی لگتا ہے مذاق بنواؤ گی تم میرا۔''

''ارے! کیا مطلب ہے آپ کا......؟ بھلا کیوں مذاق بنیں گی۔ بوڑھی تھوڑی ہیں آپ۔'' ضوفی آنکھیں پھاڑے خود کو بوڑھا کہنے پر اسے گھور رہی تھی۔

''میری عمر کا اندازہ تم بہتر طور پر کر سکتی ہو۔'' آئینے کے سامنے سے اٹھتے اس نے اسے باور کرایا تو وہ پر تاسف نظروں سے دیکھتی رہی۔

''انتیس سال ہی تو صرف عمر ہے آپ کی۔ یہاں آج رات آپ سے ڈبل عمر کی خواتین ہوں گی جو آدھ آدھ کلو میک اپ تھوپے چار چار بالوں میں جدید ہیئر اسٹائل بنوائے بوڑھی گھوڑی لال لگام کی مثال پرفٹ آ رہی ہوں گی۔ جب کہ آپ کی تو عمر ہی یہی ہے۔ بننے سنورنے کی......! آج آپ صرف میری بات مانیں گی بیٹھیں یہاں پر......!'' اس نے لائبہ کو دوبارہ آئینے کے سامنے بٹھا دیا۔ پھر وہ نہ نہ کرتی رہی۔ اس نے ایک بھی تو نہیں سنی تھی۔ میک اپ' گجرے' چوڑیاں' نیکلس' بندے نجانے کیا الم غلم پہنائی گئی تھی۔ وہ تو آج اپنی اس کایا پلٹ پر ہی حیران تھی۔ وہ خود کو جتنا بھی کوس سکتی تھی' اس نے کوس لیا تھا۔ اپنے آپ کو اس روپ میں دیکھ کر اچنبھا' شرمندگی اور تاسف اور نجانے کیا کیا محسوس ہو رہا تھا۔

''ماشاء اللہ! آج کی محفل صرف آپ کے نام ہوگی۔'' اسے مکمل طور پر تیار کر کے دوپٹا سلیقے سے سر پر جما کر اس نے کہا تو وہ خود پر ضبط کرتے کرتے بھی جھینپ گئی۔ ایک مدت بعد وہ یوں اہتمام سے تیار ہوئی تھی۔ آخری مرتبہ وہ شاید نائمہ کی شادی پر ہی تیار ہوئی تھی۔ بہت اہتمام سے اپنے ہاتھوں میں مہندی لگائی تھی۔ اسے مہندی لگانا بہت اچھا لگتا تھا۔ دل کھول کر بجی سنوری تھی پھر تو جیسے سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ اس کے اندر کی زندہ لڑکی مر گئی تھی اور آج برسوں بعد ضوفی پھر اسی مردہ لڑکی کو زندہ کرنے کے درپے تھی۔ ضوفی کیا چاہ رہی تھی۔ اس کی کیا خواہش تھی۔ وہ سب سمجھ رہی تھی مگر وہ اس کی خواہش پوری نہیں کر سکتی تھی۔

''میں ذرا باہر جا رہی ہوں۔ خبردار کوئی چیز بھی اتاری تو' اتنی دیر آپ یہاں بیٹھیں۔'' وہ اسے ہدایت دے کر کمرے سے چلی گئی تو خالی الذہنی کیفیت میں بیٹھی رہی۔ ضوفی کیا کر رہی تھی اور اس سے مزید کیا چاہتی تھی' وہ الجھ گئی۔ ابھی اسے خود سے الجھتے' لڑتے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا جب بھابی اور مسز فاروقی کے ہمراہ ضوفی کی نندیں' اس کی ساس آ گئیں۔

''ماشاء اللہ! بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' بھابی نے

اس کی بلائیں لے ڈالیں۔

''چلیں کافی دیر ہو گئی ہے' وہاں سب انتظار کر رہے ہوں گے۔'' مسز فاروقی نے بھی کہا تو بھابی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ لائبہ انہیں بس آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔ سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اس کی زبان پر تالا تو ضوفی نے یہ سب پہنا کر اتنا بنا سنوار کر لگا دیا تھا۔ رہی سہی عقل اب یہ خواتین زائل کرنے کے درپے تھیں۔

''ہم نے فوزان صدیقی کے لیے ہامی بھری ہے۔ آج طے شدہ پروگرام کے مطابق وہ لوگ تمہیں انگوٹھی پہنائیں گے۔ پلیز انکار نہیں کرنا۔ ہماری عزت کا سوال ہے۔'' ساتھ چلتے چلتے بھابی اس کے کان میں کہہ رہی تھیں۔ آگے بڑھتے ہوئے اس کے قدم ٹھٹک گئے تھے۔ بے یقینی سے بھابی کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں سچائی واضح لکھی ہوئی تھی۔

''تم میری بہت اچھی بہن ہو' پلیز کوئی اعتراض مت کرنا۔ ہم تمہاری بہتری اور بھلائی چاہتے ہیں۔ ہماری خوشیوں کی خاطر مان جاؤ۔ تمہارے بھائی کو تم پر بہت مان ہے۔ اس مان کی خاطر انہوں نے بغیر تمہیں بتائے اور پوچھے اتنا بڑا قدم اٹھا لیا ہے۔ پلیز ان کا مان سلامت رکھنا اب تمہارے بھائی کی زبان کی عزت تمہاری مرضی میں ہے۔'' بھابی بہت ہی دھیمے لہجے میں اس سے کہہ رہی تھیں۔ اس نے ایک دم سر جھکا لیا۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ مقابلہ اگر آمنے سامنے کا ہوتا تو وہ لڑتی بھی' یہاں تو اس کو بغیر لڑے ہی شکست قبول کر لینے کو کہا گیا تھا اور وہ اتنی مجبور تھی کہ سوائے اپنی ہار تسلیم کر لینے کے اس کے پاس کوئی اور چارہ بھی تو نہیں تھا۔ اسے نہیں پتا چلا کہ کب بھابی اور مسز فاروقی نے اسے اسٹیج پر لا کر بٹھایا تھا کب فوزان کے بابا نے اسے انگوٹھی پہنائی تھی اور کب ضوفی کو مایوں پر بٹھایا گیا تھا۔ کیا کیا رسمیں ہوئی تھیں۔ کب کھانا کھلایا گیا تھا' کب مہمان رخصت ہوئے تھے۔ اسے تو کچھ بھی پتا نہیں چلا تھا۔ وہ تو صرف ایسے ہی چل پھر رہی تھی جیسے کوئی مجسمہ ہو جو بغیر کچھ کہے بغیر کچھ سنے صرف وہی کام کر رہا ہو جو اس کے اندر فیڈ کر دیا گیا ہو۔

❀

سب کچھ طے شدہ پروگرام کے تحت بہ احسن طریق انجام پا گیا تھا۔ ضوفشاں بہت دھوم دھام کے ساتھ' عزت و شان سے رخصت ہو کر ڈاکٹر ذوالقرنین کے گھر چلی گئی تھی۔ اس کے باوجود اس کی چپ نہیں ٹوٹی تھی۔ جتنی ڈرامائی انداز میں اس کی منگنی ہوئی تھی اسی قدر وہ چپ اور گم صم ہو گئی تھی۔ منگنی کے بعد جب بھی بھیا اور بھابی اور ضوفی میں سے کسی نے بھی اسے سمجھانے کے لیے اپنے پاس بٹھایا وہ ہر بار موضوع بدل کر اٹھ جاتی تھی۔ انیقہ اور اس کی بہنوں کے ساتھ اس کی جو ہلکی پھلکی دوستی ہوئی تھی وہ بھی اس نے ختم کر دی تھی۔ رفتہ رفتہ اس نے ان کی فون کالز بھی ریسیو کرنا چھوڑ دی تھیں۔ ان میں سے جب بھی کوئی آتا' وہ ایک دو منٹ رک کر کمرے میں بند ہو جاتی۔ بھیا اور بھابی اگر سب دیکھ اور سمجھ رہے تھے تو ضوفی بھی ہر بات جاننے کے باوجود چپ سادھنے پر مجبور تھی۔ لائبہ کسی سے بھی اس موضوع پر بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جس طرح اس نے خاموشی سے سب کی بات مان لی تھی' اسی طرح وہ خاموشی سے خود کو سب سے الگ تھلگ کرتی جا رہی تھی۔

''انیقہ نے ذوالقرنین کی فیملی کو ڈنر پر انوائٹ کیا ہے۔ ہمیں بھی فون کر کے دعوت دی ہے' تمہیں بھی ساتھ چلنا ہے۔'' بھابی نے تو ڈرتے ڈرتے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔ اس کی طرف سے بالکل خاموشی رہی تو انہوں نے گہری سانس خارج کرتے اس کے پاس جگہ سنبھالی۔ ارادہ مزید کچھ کہنے کا تھا۔

''ٹھیک ہے' میں چلی جاؤں گی۔'' بھابی کو یوں عمیق نظروں سے اپنا جائزہ لیتے دیکھ کر اسے کہنا پڑا' اس سے پہلے کہ بھابی مزید کچھ کہتیں' وہ خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کچھ سوچتے ہوئے جیولری باکس سے رنگ نکال کر اپنی انگلی میں پہن لی۔ جسے اس نے اسی

رات کو کمرے میں آتے ہی اتار دیا تھا کسی نے انگوٹھی کے متعلق کچھ پوچھا تھا نہ اس کا اپنا دل پہننے کو چاہا تھا۔

بھابی' بھیا اور وقاص کے ہمراہ انیقہ کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے بھی اس کی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ سب پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ ضوفی اور ذوالقرنین بھی اپنی ماں اور بہن سمیت وہیں براجمان تھے۔ شہناں اور زیبا بھی اپنے اپنے شوہروں اور بچوں سمیت موجود تھیں۔ ان چاروں کا بھی بہت پرجوش خیر مقدم کیا گیا تھا۔

''لائبہ! تم ان سے ملو' یہ ہمارے بابا جان ہیں۔'' انیقہ نے تعارف کروایا تو وہیل چیئر پر بیٹھے ضعیف شخص کو اس نے سلام کیا۔ انہوں نے بہت محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ پھر ہاتھ تھام کر اپنے قریب صوفے پر بٹھا لیا۔ اسے یاد تھا منگنی کی انگوٹھی بابا نے خود پہنائی تھی۔ اس وقت اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ دھیان سے نہیں دیکھ پائی تھی۔ اب انیقہ کے گھر انہیں دیکھ کر وہ اسے اچھے لگے تھے۔

''ماشاءاللہ بہت پیاری بچی ہو تم۔ انیقہ' فوزان اور زبیر اکثر ذکر کرتے تھے۔ بہت خوش نصیب ہے فوزان کہ اسے تم جیسی لڑکی نصیب ہوئی۔'' ان کے لہجے میں محبت و شیرینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ خاموش ہی رہی۔ نظریں اٹھا کر ارد گرد دیکھا تو سب ہی تھے سوائے فوزان کے......! وہ منگنی والے دن بھی نہیں تھا۔ شادی میں بھی کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔ اسے تو یہ خبر بھی نہیں تھی کہ وہ شادی میں آیا بھی تھا یا نہیں۔

''انیقہ! کھانا لگوا دو سب آ گئے ہیں۔'' حامد صاحب نے باتوں میں مصروف انیقہ سے کہا۔

''میں تو فوزان کا انتظار کر رہی ہوں' ابھی تک نہیں آیا۔ میں نے اسے تاکید کی تھی کہ آج ذرا آفس سے جلدی اٹھ آئے۔'' وہ سب کو بتا کر اندر چلی گئیں۔ کھانے کے انتظام ڈائننگ روم کے بجائے انہوں نے باہر لان میں کیا تھا۔ خاصا وسیع خوب صورت گھر تھا۔ گھر کی آرائش و زیبائش سے گھر کے مکینوں کی امارت ٹپک رہی تھی۔ وہ پہلی دفعہ اس گھر میں آئی تھی۔ خاموشی سے ایک طرف بیٹھ کر ہی سب کو دیکھتی رہی۔ کھانے میں بھی اس کی توجہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ اسے تنہا دیکھ کر زیبا' شہناں اور ان دونوں کے شوہر اس کے قریب آ گئے۔ وہ اس سے مختلف چھوٹے موٹے سوال کرتے رہے تھے۔ وہ سر جھکائے مختصر جواب دیتی رہی۔ کبھی کبھار سب میں مصروف ان کے بابا جان بھی پلٹ کر اپنی ہونے والی بہو کو محبت بھری نظروں سے دیکھ لیتے تھے تو اس کا جھکا سر مزید جھک جاتا۔

''لو' بھائی آ گئے۔'' وہ زیبا کی کسی بات کا جواب دے رہی تھی جب شہناں کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ فوزان وردی میں ملبوس ان سب کی طرف آ گیا تھا۔ ایک ایک کر کے وہ سب سے ہاتھ ملا رہا تھا۔ وہ خوامخواہ پلیٹ میں چمچ چلانے لگی۔ شہناں' رضوان' زیبا وغیرہ اٹھ کر فوزان کی طرف چلے گئے تھے۔

''یہ تمہارے آنے کا وقت ہے؟ تھوڑی دیر اور لگاتے تو پھر تمہیں برتن دھونے کو ہی ملتے۔'' رضوان نے اس سے ہاتھ ملاتے کہا تو وہ بے اختیار مسکرا دیا تھا۔

''بھائی! لائبہ آپی بھی آئی ہیں۔'' زیبا نے بھی اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''دیکھ چکا ہوں میں اسے......!''

''تو پھر چلیں' ان سے بھی مل لیں۔'' وہ ہاتھ کھینچ کر اس کے قریب لے آئی تھی۔ باقی سب بھی ساتھ ہی تھے۔

''السلام علیکم!'' ان سب کو گھورتے اس نے سلام کیا تو اس نے سر اٹھا کر پہلے اسے دیکھا پھر سلام کا جواب دیا پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''بھابی! بیٹھیں میں آپ کے لیے کچھ لے کر آتی ہوں۔'' دونوں کو چپ دیکھ کر شہناں نے سب کو یہاں سے ہٹنے کا اشارہ کیا تھا۔ پھر اسے کہتی ہوئی انیقہ کی طرف چلی گئی۔ فوزان کے بیٹھنے کے بعد وہ بھی بیٹھ گئی تھی۔ باقی سب بھی ایک ایک کر کے ٹہلنے لگے تھے۔

''کیسی ہیں آپ!'' اس کے چہرے پر ایک نظر ڈال کر اس نے پوچھا۔ لائبہ نے سر ہلا دیا۔

''کچھ پریشان ہیں؟'' اس کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے اس نے پوچھا۔ اس نے ایک دم سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''ہاں...... نہیں......!'' وہ چپ ہو گئی۔ ایک دو منٹ تک اپنی انگلی میں موجود واحد رنگ کو اتارتی پہنتی رہی پھر اسے دیکھا۔ ''وہ دراصل مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔'' کچھ جھجکتے ہوئے اس نے سلسلۂ کلام جوڑا۔ فوزان پوری طرح متوجہ تھا۔

''کیا آپ اس منگنی پر مطمئن ہیں؟'' کچھ توقف کے بعد آخر کار اس نے کہہ ہی دیا تھا۔

''میں سمجھا نہیں۔'' وہ اپنی نظروں کے حصار میں متواتر لیے ہوئے تھا۔

''میں اس تعلق پر مطمئن نہیں ہوں۔ آپ کو شاید برا بھی لگے مگر میں آپ کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ......!'' وہ مزید سر جھکائے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اسی وقت شہناں چلی آئی تھی۔ پہلے اس نے دونوں کو دیکھا پھر خود بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ لائبہ کی بڑی مشکلوں سے شروع کی گئی بات وہیں ادھوری رہ گئی۔

''بھائی! آپی یہ چکن رائس آپ کی پسند کو مدِنظر رکھتے ہوئے بنوائے ہیں کھائیں' مزہ آئے گا۔'' شہناں نے اس کے سامنے کھانا چن دیا تھا۔ وہ لب کاٹتی رہی۔ تھوڑی دیر میں ایک ایک کر کے باقی سب بھی ان دونوں کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے۔ ضوفی اور ذوالقرنین بھی ادھر ہی آ گئے تھے۔ جب کہ باقی سب ایک طرف باتوں میں مصروف تھے۔

''یار! آج تو تم ڈنر سوٹ میں آ جاتے۔'' اچانک کھانے کے بعد رضوان نے فوزان پر چوٹ کی تھی وہ مسکرایا۔

''کیوں آپی نے کیا شرط عائد کی تھی کہ صرف ڈنر سوٹ میں ملبوس حضرات کو ہی کھانا ملے گا؟ دیکھ لو' مجھے تو ویسے بھی مل گیا ہے۔'' جواب برجستہ تھا۔ سب ہنسنے لگے تھے۔

''یہ تو اچھی بات نہیں ہے بھائی! ایک تو آپ اتنے لیٹ آئے تھے۔ دوسرا وہ بھی اس لباس میں......! کم از کم اتنا تو یاد کر لیتے آج آپ کے سسرالی بھی مدعو ہیں۔'' یہ ضوفی تھی جو لائبہ کے جھکے سر کو کن انکھیوں سے دیکھتی ہوئی کہہ گئی تھی۔

لائبہ کا جھکا سر مزید جھکا تھا۔ اس نے اس شخص کے حوالے سے ایسا کچھ بھی نہیں سوچا تھا۔ جب آج یہ سب سہنا پڑ رہا تھا تو خاصا عجیب لگ رہا تھا کچھ برا بھی۔

''تم میرے سسرالیوں میں ہو یا بہنوں میں......؟'' فوزان نے اس کی بات کے جواب میں پوچھا تھا۔

''دونوں میں۔'' لائبہ کو پہلو بدلتے دیکھ کر اس نے مزید کہا۔ لائبہ کے لیے یہ جملے بازی ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ کسی کو مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ایکسکیوز می!'' وہ بغیر کسی کی طرف دیکھے وہاں سے نکل آئی تھی۔

......❀......

لائبہ یونیورسٹی سے واپس لوٹی تو خاصی تھکی ہوئی تھی۔ گھر واپسی پر وہ مارکیٹ چلی گئی تھی۔ کچھ ضروری سامان خریدنا تھا۔ پہلے وہ خریدا ضوفی' ڈاکٹر ذوالقرنین' بھیا' بھابی اور وقاص کے لیے کچھ سوٹ لیے گھر آتے آتے وہ کافی تھک چکی تھی۔

''دو تین دن رک جاتیں' مجھے بھی مارکیٹ جانا تھا مل کر چلتیں۔'' سب چیزیں دیکھنے کے بعد بھابی نے کہا وہ یونہی مسکرا دی۔

''جب بھی آپ کو جانا ہو کہہ دیجیے گا پھر اکٹھے چلیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' بھابی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ''میں کھانا لگا رہی ہوں۔ آج تمہارے بھائی بھی جلدی آ گئے ہیں تم

بھی جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر ٹیبل پر آ جاؤ۔" ان کی ہدایت پر وہ سر ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ سب کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے وہ بہت خوش تھی۔ یونہی نجانے کیوں بھیا اور بھابی نے بھی اسے اتنے دنوں بعد یوں کھل کر مسکراتے دیکھ کر شکر ادا کیا تھا۔ ابھی سب کھانا کھا ہی رہے تھے کہ چوکیدار چلا آیا۔ شہود بھائی کو کوئی کارڈ دے کر کھڑا ہو گیا۔ کارڈ پڑھنے کے بعد شہود بھائی کے چہرے پر ایک واضح ناگواری چھا گئی تھی۔ وہ اور بھابی جو بغور دیکھ رہی تھیں دونوں حیران ہوئیں۔

"اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں آتا ہوں۔" کارڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے انہوں نے چوکیدار کو چلتا کیا۔

"کون ہے شہود!" بھابی نے پوچھا وہ بھی دونوں کو دیکھنے لگی۔

"رمیز ہے چھ ماہ ہو گئے ہیں پاکستان آئے ہوئے کتنی دفعہ ملنے کی کوشش کر چکا ہے، مگر میں نے ہر دفعہ اسے منع کر دیا اور اب وہ گھر آ گیا ہے۔" بھائی مختصراً بتا کر اٹھ کر چلے گئے تھے۔ بھابی حیران ہو رہی تھیں اور چمچ لائبہ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ اندر باہر صرف ایک ہی نام کی بازگشت ہونے لگی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بھابی کو دیکھتی رہی پھر اٹھ کر ایک دم اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ جب پھوپھو نے فون پر طلاق دے دینے کی اطلاع دی تھی تو پاپا نے کتنا منع کیا تھا انہیں اس فعل سے......! وہ فون پر روئے بھی تھے مگر اس نے اپنا کہا سچ کر دکھایا تھا۔ پورے ایک ماہ بعد اس نے اسے طلاق کے کاغذات بھجوا دیے تھے۔ پاپا وہ کاغذ دیکھ کر زندگی ہار گئے تھے۔ اس نے کتنی نفرت کی تھی اس ایک نام سے جس کے ایک فیصلے نے پاپا کی جان لے لی تھی۔ شہود بھائی نے اسی وجہ سے پھوپھو کی فیملی سے قطع تعلق کر لیا تھا اور آج برسوں بعد اس گھر میں اسی ایک نام کی بازگشت ہونے لگی تھی۔ جس نے اس کی روح تک کو زخمی کر دیا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح روتے ہوئے چیزیں الٹ پلٹ کرنے لگی۔ اپنے مطلب کی تمام چیزیں سمیٹ کر وہ باہر آ گئی۔

یہ سب چیزیں نکاح اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً رمیز اور اس کی ماں کی طرف سے آنے والے تحائف تھے۔ جو ابھی تک اس کی روح پر بوجھ بنے ہوئے تھے۔ جس میں حق مہر کی وہ رقم بھی تھی جو طلاق نامے کے ساتھ ہی موصول ہوئی تھی۔ جسے اس نے کبھی کھول کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

"بھابی! پلیز! بھیا کو کہیں یہ سب چیزیں اس شخص کو دے دیں۔" اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے بریف کیس بھابی کے سامنے رکھ دیا۔ "اس ایک شخص کی بے اعتباری سے میں آج تک خوار ہو رہی ہوں۔ اپنے وجود سے مجھے گھن آتی ہے۔ مجھے لگتا ہے جیسے میں مر گئی ہوں۔ نہ مجھے اپنے احساسات سے آگہی ہے اور نہ جذبات سے۔ اسے کہیں یہ سب لے جائے۔ بس مجھے میری زندگی لوٹا دے۔ میرے جذبے میرے سب احساس لوٹا دے جنہیں اس نے چھین لیا ہے۔" وہ پھر زار و قطار رونے لگی تھی۔ بھابی نے اٹھ کر اسے گلے لگا لیا۔ اسے دلاسا دیتے وہ سب چیزیں اٹھا کر ڈرائنگ روم میں چلی گئیں۔

باقی ماندہ دن اور رات اس کی بہت اذیت میں گزرا۔ بھابی اور بھیا نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ ان کے پاس کچھ کہنے سننے کے لیے تھا ہی نہیں، اگلے دن یونیورسٹی جانے سے پہلے وہ فون کے پاس آ گئی۔

"السلام علیکم! میں لائبہ افتخار بات کر رہی ہوں۔" دوسری طرف سے جیسے ہی فون اٹھایا گیا اس نے فوراً کہا۔

"جی میں نے پہچان لیا...... خیریت......!" وہ پوچھ رہا تھا۔

"میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔" اس نے مزید کہا تو دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی۔

"ابھی......؟"

"نہیں، جب بھی آپ کے پاس وقت ہو۔"

"ٹھیک ہے، میں رات کو آپ کے ہاں آ جاؤں گا۔ آئی ایم سوری ابھی میں بہت مصروف ہوں۔"

"شکریہ! میں انتظار کروں گی۔" اس کے معذرت کرنے پر اس نے شکریہ کہتے ہی فون رکھ دیا۔

"یونیورسٹی کے بعد وہ ضوفی کے ہاں چلی گئی تھی، ساری دوپہر اس کے ساتھ گزار کر شام کو گھر لوٹی تھی۔ بھابی کے ساتھ کچن میں کام کرتے ہوئے بھی وہ بہت منتشر سی رہی۔ رات کو کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی جب بھابی نے اسے فوزان کی آمد کی اطلاع دی۔ اس نے خاموشی سے سنا تھا بھابی چلی گئیں تو وہ بھی تھوڑی دیر بعد لاؤنج میں چلی آئی۔ شہود بھائی اور وہ حالات حاضرہ پر تبصرہ کر رہے تھے۔ کہیں کہیں بھابی بھی لقمہ دے دیتی تھی۔ وہ سلام کے بعد ایک طرف خاموشی سے بیٹھ گئی۔ کافی دیر بعد وہ جانے کے لیے کھڑا ہوا تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کس لیے ملنا چاہتی تھیں مجھ سے......؟" بھیا نے اسے وہیں سے خدا حافظ کہہ دیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ چلتے چلتے لان میں آ گئی تھی۔ جب اچانک رکتے ہوئے فوزان نے لائبہ کی طرف دیکھا۔

"اس دن انیقہ آپی کے ہاں بھی موقع نہیں ملا، میں صرف آپ کو آپ کی یہ امانت واپس کرنا چاہتی تھی۔" اس نے مٹھی میں دبی مخملی سرخ ڈبیا اس کی طرف بڑھائی۔ فوزان ناسمجھی کے عالم میں اس کی طرف دیکھے گیا۔

"میں خود کو آپ کے قابل نہیں سمجھتی۔ اتنے دن میں خود کو سمجھانے میں مصروف رہی کہ شاید دل میں کہیں گنجائش نکل آئے۔ آپ اس رشتے پر مطمئن ہو سکتے ہیں مگر میں نہیں۔ میں نے بہت سوچا، بہت سمجھایا خود کو مگر اس کے باوجود میں خود کو آپ کے ساتھ چلنے پر راضی نہ کر پائی۔ آئی ایم سوری۔" فوزان صدیقی اب بھی چپ سادھے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے ہتھیلی پھیلائے ڈبیا اٹھا لیے جانے کی منتظر تھی۔

"میں اس انتہائی فیصلے کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں۔" کافی دیر بعد بھی جب وہ اس کے چہرے سے کچھ بھی کھوجنے میں کامیاب نہ ہوا تو ایک گہرا سانس کھینچتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"کیا یہ وجہ کافی نہیں کہ میرا دل اور ذہن یہ انگوٹھی پہننے اور آپ کی پسندیدگی سے باخبر ہونے کے باوجود آپ کے ساتھ ساری عمر گزارنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ میں آپ کی عزت کرتی ہوں اور خواہش ہے کہ یہ تعلق ہی عزت کے ساتھ نبھ جائے۔ مزید کی گنجائش میں نہیں نکال پائی۔" وہ اب بھی بہت سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ فوزان نے اس کی بات کے اختتام پر بہت خاموشی سے انگوٹھی اٹھا لی۔ پھر لائبہ رکی نہیں تھی ایک دم بھاگتے ہوئے اندر آ کر اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔

......❀......

شہود بھائی اور بھابی کو کچھ بتانے کی اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔ دوسری طرف انیقہ اور فوزان کے بابا جان نے فون کر کے شہود بھائی کو شادی کی تاریخ دینے کو کہا۔ وہ جو اپنی طرف سے سب کچھ ختم سمجھ کر پرسکون ہو گئی تھی ایک دفعہ پھر اذیت سے دوچار ہو گئی۔ اسے فوزان صدیقی پر غصہ آنے لگا، جب وہ ایک انتہائی فیصلہ سنا چکی تھی تو اب اس فون کال کا کیا مطلب تھا۔ اس نے اس مسئلے کے حل کے لیے ضوفی کو فون کر کے سب کہہ سنایا۔ پہلے تو وہ سن کر ہکا بکا رہ گئی پھر لائبہ کو خوب لتاڑا۔ لائبہ نے اس کے یوں رعب جمانے پر غصے میں آ کر فون ہی بند کر دیا۔ ساری رات اذیت میں گزار کر صبح وہ یونیورسٹی بھی نہیں گئی۔ بس اس مسئلے کا حل سوچتی رہی۔ بھابی کا شاپنگ کا پروگرام تھا۔ اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا مگر وہ سر درد کا بہانہ کر کے انکار کر گئی۔

بھابی کے چلے جانے کے بعد اس نے فوزان کے آفس فون کیا۔ وہ اس قدر بھری بیٹھی تھی کہ بغیر سلام دعا کیے اس سے الجھ پڑی۔

"جب میں آپ کو انگوٹھی واپس کر چکی ہوں فوزان صدیقی صاحب! تو پھر یہ شادی کی تاریخ طے کرنے کا کیا مطلب ہے؟" دوسری طرف وہ اس قدر سخت لب و لہجے

پر چونکا تھا۔

''آپ...... کیا مطلب...... میں سمجھا نہیں' کس کی شادی کی بات کر رہی ہیں؟'' لاعلمی کے اس قدر عظیم مظاہرے پر لائبہ تو مزید چیخ گئی۔ اسے لگا جیسے سب مل کر اسے الو بنا رہے ہیں۔

''بنیں مت! آپ بچے نہیں ہیں کہ سمجھ نہ سکیں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔'' وہ ایک دم طنزیہ گفتگو پر اتر آئی تھی۔ ''آپ کی ہمشیرہ صاحبہ پرسوں رات شہود بھائی سے تاریخ طے کرنے کی بات کر رہی تھیں۔ فون پر وہ کسی مناسب دن کو آنے کا کہہ رہی تھیں۔ دیکھیں فوزان صاحب! میں انکار شہود بھائی اور بھابی کے سامنے بھی کر سکتی تھی۔ صرف اس لیے انہیں انگوٹھی واپس نہیں دی تھی کہ انہوں نے پہلے ہی میرے انکار کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔ جان بوجھ کر بات طے کر دی۔ مگر لگتا ہے کہ اس دفعہ آپ پر بھروسا کرتے میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔''

''اوہ' میں نے آپ کی واپس کی گئی انگوٹھی آپی کو دے دی تھی۔ اب اگر انہوں نے مجھے بتائے بغیر ایسا کوئی قدم اٹھایا ہے تو میں واقعی لاعلم ہوں کیونکہ انہوں نے آپ کے اور میرے انکار کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔'' فوزان صدیقی کی اس بات پر اس کا دل بھر آیا تو ایک دم رونے لگی۔

''پلیز فوزان آپ انہیں سمجھائیں ورنہ......!'' وہ پوری شدت سے رونے لگی۔ ''کوئی بھی میرے جذبات سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہا۔ آپ بھی نہیں۔'' پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اس نے فون بند کر دیا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اس حالت میں نہ تو فوزان کے ساتھ خوش رہ سکتی تھی اور نہ اسے رکھ سکتی تھی۔ پھر وہ ساری زندگی کسی کو آزمائش کے لیے کیوں منتخب کرتی۔

فون کی بیل وقفے وقفے سے بجتی رہی تھی مگر وہ بہری بنی بیٹھی رہی پھر بیل خاموش ہو گئی تھی وہ شدت سے اپنا درد بہاتی رہی کچھ وقت یونہی بیت گیا۔

''لائبہ......!'' وہ لاؤنج میں بیٹھی گھٹنوں میں سر دیے رو رہی تھی۔ جب اس پکار پر چونک گئی۔

''لائبہ......!'' اس دفعہ اس نے پکار پر اپنا سر اٹھایا تو اپنے سامنے کھڑے فوزان صدیقی کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔ بہت خاموشی سے فوزان اس کے سامنے کارپٹ پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں نرمی سے تھامے تو اس نے اسے دیکھا۔

''فوزان میں اسے نہیں بھول سکتی۔ وہ مجھے نہیں بھولتا' پہلی دفعہ کسی کے نام پر میری دھڑکنیں بدلی تھیں۔ اس نے مجھے بتایا تھا زندگی کتنی خوب صورت ہے۔ اس نے مجھے حقیقی رشتوں کے علاوہ کسی سے محبت کرنا سکھایا تھا۔ اپنے دل کی گلی کے ہر دروازے کو صرف اس کے لیے کھلتے محسوس کیا تھا۔ دل کے چین پر صرف اس کا نام مہکا تھا اور وہ مجھے دھوکا دے گیا۔ جب مجھے سب سے زیادہ کسی کے تعاون' اعتبار اور سہارے کی ضرورت تھی تو وہ مجھے لوگوں میں رسوا و برباد کرنے کے لیے تنہا چھوڑ گیا۔ آپ تو اتنے اونچے ہیں' اتنے اچھے ہیں۔ میں تو آپ کی طرف دیکھنے سے بھی ڈرتی ہوں۔ بہت سمجھانے کے باوجود میرا دل آپ کے لیے آمادہ نہیں ہوا۔ اگر میں خود کو زبردستی راضی بھی کر لوں تو زندگی بہت تلخ ہو جائے گی آزمائش بن جائے گی۔ میں آپ کو کچھ نہیں دے سکتی' میرے دل میں آپ کے لیے بہت عزت و احترام ہے' میری وجہ سے آپ کا دل دکھے' مجھے گوارا نہیں۔'' بے خودی کی کیفیت میں وہ سب کہتی روتی جا رہی تھی۔ فوزان نے بہت نرمی سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

''ہوں......! میں سب سمجھ سکتا ہوں لائبہ! تمہارے جذبات' تمہاری سوچیں' سب کچھ......! مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ سب تمہارے مفروضے ہوں۔ وقتی جذبات ہوں۔'' وہ بہت اپنائیت سے اسے تم کہہ کر مخاطب کر کے سمجھا رہا تھا۔ ''بعض اوقات ہماری سوچوں سے ہٹ کر زندگی کو اس کے اصل رنگ کے ساتھ برتنا مشکل نہیں ہوتا۔ لائبہ! تم اپنے پیچھے زندگی میں ایک بہت بڑے

طوفان کو شکست دے کر آئی ہو اب تو وصولنے کا وقت ہے۔ کنارے لگنے کا وقت ہے۔ اب اگر یوں ہمت ہارو گی تو زندگی اور سفاک روپ دھار لے گی حتیٰ کہ موت بھی ساتھ چھوڑ دے گی۔ لائبہ! تم بہت بہادر ہو بہت حوصلہ مند اور ہمت والی لڑکی ہو اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو شاید پہلی چوٹ پر ہی ٹوٹ جاتا۔" اس کو خود سے علیحدہ کر کے اس نے اس کی آنسو بھری آنکھوں میں جھانکا۔

"محبت دنیا کا سب سے بڑا سچ ہے۔ صرف ایک دفعہ مجھے آزماؤ میری وفاؤں پر بھروسا کرلو نامراد نہیں لوٹاؤں گا۔ میرے ساتھ تمہیں زندگی گزارنا برا نہیں لگے گا۔ مجھے یقین ہے۔ اپنی محبت پر اپنی محبت کی شدت پر کہ تم میری سنگت میں سب بھول جاؤ گی۔ محبت کا اک نیا روپ دیکھو گی جو میں نے تمہارے لیے اتنے سال سے سنبھال کر رکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم کو میری ہمراہی میں زندگی پر اعتبار آجائے گا۔ صرف ایک دفعہ ماضی کو بھول کر بے یقینی و بے اعتباری کی دلدل سے نکل کر میری محبت پر یقین کرو صرف ایک دفعہ......! وعدہ ہے تم نامراد نہیں رہو گی۔" لائبہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھامے اس کے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے وہ بہت یقین سے کہہ رہا تھا۔ پھر اس نے نیناں کے متعلق حرف حرف اس کے سامنے بیان کر دیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے فوزان کو دیکھتی رہی۔

"میں تم سے جواب میں کچھ نہیں مانگ رہا صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مجھ پر اعتبار کرو میں رمیز کر بھولنے کو نہیں کہوں گا بلکہ اپنے تحمل سے ثابت کروں گا کہ ہم ایک دوسرے کے لیے کتنے اہم ہیں۔" وہ بہت پر یقین تھا۔ لائبہ اس یقین سے آنکھیں بھی نہ ملا سکی۔ فوزان اس کا مسئلہ سمجھ گیا تھا۔ وہ اعتبار و بے اعتباری کے درمیان معلق تھی۔ وہ فوزان کی اچھائیوں کی معترف تھی مگر اسے آزمانے سے ڈرتی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ بھی رمیز کی طرح اسے رسوا و ذلیل نہ کر جائے۔ بیچ سفر میں تنہا نہ چھوڑ دے۔ اب جب کہ اس مقام پر اپنی زندگی سے مطمئن ہو گئی تھی تو یہ چوٹ نہیں سہہ سکتی تھی۔

"لائبہ بی بی! کوئی رمیز صاحب آئے ہیں۔" چوکیدار کی آواز پر فوزان نے چونک کر اور کچھ حیران ہو کر اسے دیکھا۔ رمیز کے نام پر اس کی پنلیاں سکڑی تھیں۔ پھر وہ فوزان کی بھی پروا کیے بغیر ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں ہے وہ؟" اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے اس نے پوچھا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھا فوزان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ فوزان اسے سمجھانے آیا تھا۔ اسے اپنے جذبوں کی صداقت پر یقین بھی تھا۔ اس کو یقین تھا کہ تھوڑی دیر بعد لائبہ کو بھی اس کی باتوں کی صداقت پر یقین آجائے گا مگر اب پھر وہی شخص جو اس کی بے اعتباری کا سبب تھا درمیان میں آ کھڑا ہوا تھا۔ فوزان نے ایک گہرا سانس کھینچا۔

"باہر ہیں۔ شہود صاحب کا پوچھا تھا۔ میں نے بتایا کہ وہ گھر پر نہیں پھر انہوں نے بیگم صاحبہ کا پوچھا تھا۔ میں نے بتایا وہ بھی نہیں ہیں تو آپ کا نام لیا۔" چوکیدار بتا رہا تھا۔ فوزان نے لائبہ کی طرف دیکھا وہ صرف چوکیدار کو دیکھ رہی تھی۔

"بھیجو اسے۔" دوپٹے سے اچھی طرح اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے اس نے چوکیدار کو حکم دیا تھا۔ فوزان کو اس وقت اپنی یہاں موجودگی اب غیر مناسب لگنے لگی۔

"اچھا لائبہ! میں اب چلتا ہوں۔" چوکیدار کے چلے جانے کے بعد فوزان نے کہا تو لائبہ اسے دیکھنے لگی۔

"آپ رہیں تو......!"

"نہیں، بہت ضروری کام ہیں، بڑی مشکل سے وقت نکالا تھا۔ پھر کبھی سہی۔" عجب انداز میں کہتے ہوئے فوزان نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ لائبہ چاہنے کے باوجود اسے روک بھی نہ سکی۔ عین اسی لمحے وہ شخص چوکیدار کے ساتھ لاؤنج کے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ جس نے ایک عرصے سے اس کا سکھ چین چھین رکھا تھا۔ دنیا جہاں کی نفرت اس ایک لمحے میں

لائبہ کی آنکھوں میں آسمائی۔ فوزان کو ایک منٹ کے لیے رمیز کے اندر داخل ہونے کی وجہ سے رکنا پڑا تھا۔ ایک دم، ایک فیصلہ آناً فاناً ہو گیا۔ لائبہ نے فوراً اسے پکارا۔

"فوزان!" وہ رمیز کو نظر انداز کیے صرف اور صرف فوزان کو دیکھ رہی تھی۔ فوزان نے کچھ حیرت سے اسے دیکھا پھر سمجھتے ہوئے گویا ہوا۔

"آپ فکر نہیں کریں، میں آپی کو منا لوں گا۔ وہ میری بات مان جاتی ہیں۔ آپ جو چاہیں گی وہی ہوگا۔" وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ لائبہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"فوزان آپ......!" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر فوزان کچھ سنے بغیر ہی باہر نکل گیا تھا۔ لائبہ ساکت و صامت کھڑی رہ گئی۔ ایک لمحہ کو یہی لگا کہ وہ اپنا سب کچھ ہار گئی ہے۔ وہ نجانے کتنی دیر تک اسی طرح کھڑی رہتی اگر رمیز اسے نہ پکارتا۔

"لائبہ!" وہ ایک دم پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔ اس نے برسوں اسے یاد کیا تھا۔ اس سے نفرت کی تھی، زندگی میں صرف ایک دفعہ سامنا ہونے کی دعائیں مانگی تھیں اور اب جب وہ سامنے آیا تھا تو کسی کو کھو دینے کا خوف بھی دامن گیر تھا۔

"کیوں آئے ہو تم یہاں......؟ کیا تعلق ہے تمہارا ہم سے؟ جب تم مجھے بھری دنیا میں رسوا کر کے ذلیل و خوار ہونے کے لیے تنہا چھوڑ چکے تھے تو اب یوں بار بار اس در کو کھٹکھٹانا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیوں چلے آتے ہو تم یہاں؟" وہ بھری بیٹھی تھی ایک دم پھٹ پڑی۔

"تمہیں بتاؤں میں تم سے کس قدر نفرت کرتی ہوں۔ جب فون پر تمہاری ماں نے میرے بابا کو طلاق دینے کی نوید سنائی تھی اور وہ فالج کا شکار ہو گئے تھے تو میں نے تم سے اتنی نفرت محسوس کی تھی شاید ہی دنیا میں کبھی کسی نے کسی سے کی ہو اور جب تم نے مجھے رہائی کا پروانہ بھجوایا تو میرے پاپا وہ صدمہ برداشت نہ کر سکے وہ اس دنیا سے ہی چلے گئے۔ تو تب میں نے ایک ایک لمحہ اپنے دل میں تمہارے لیے صرف اور صرف زہر اُمڈتا محسوس کیا۔ تم نے مجھے زندگی سے بھی مایوس کر دیا۔ میرے جذبے اور احساسات جامد ہو گئے۔ میری بڑی خواہش تھی کہ زندگی میں صرف ایک دفعہ تم سے سامنا ہو جائے اور میں بڑی نفرت و حقارت سے تمہارے منہ پر تھوک دوں۔ تم کیسے اعلیٰ و ارفع انسان تھے؟ کس نے تمہیں یہ حق دیا تھا کہ تم بغیر کوئی سچائی جانے، میری حقیقت پرکھے مجھ پر کیچڑ اچھال دو، میری ذات کی تحقیر کرو، مجھے ذلیل و رسوا کرو۔ بتاؤ کس نے تمہیں حق دیا تھا کہ تم مجھے سزا دیتے اس گناہ کی جو میں نے کیا ہی نہیں تھا؟ تمہارے منہ پر تھوکنے کی اور تمہارا گریبان جھنجوڑ کر اپنے ایک ایک آنسو کا حساب لینے کی بڑی شدید خواہش تھی۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں تمہیں ایسی سزا دوں کہ تم اعلیٰ کردار اور ارفع سچائی کے مالک مرد اپنی اصل شکل بھی نہ پہچان سکو، مگر نہیں ابھی ایک پل، صرف ایک پل پہلے مجھے لگا کہ تم تو کہیں تھے ہی نہیں...... میں تم پر تھوکنا کیا، تمہاری گھٹیا گھناؤنی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔" وہ اتنا بول کر چند سیکنڈ کو خاموش ہو گئی تھی۔ "یہ جو شخص ابھی گیا ہے، جانتے ہو یہ کون ہے؟" اس نے سوالیہ دیکھا تھا۔ جس کا سر جھک گیا تھا۔ "وہ فوزان صدیقی مجھ سے محبت کا دعوے دار ہے۔ وہ کہتا ہے میں اس پر ایک دفعہ اعتبار کروں اور وہ تمہاری طرح جھوٹا نہیں ہے، اس نے تمہاری طرح سیکڑوں وعدے نہیں کیے۔ نہ وہ بے وفا ہے مگر میں پھر بھی اسے رد کر رہی ہوں تو صرف اس لیے کہ تم جیسا گھٹیا شخص مجھے محبت جیسے مقدس جذبے سے بھی بے اعتبار کر گیا ہے اور جب وہ چلا گیا تو وہی ایک پل تھا کہ میری ساری نفرت ختم ہو گئی۔ میرے برسوں کے سوئے ہوئے تمام جذبے اور احساسات یک دم جاگ اٹھے ہیں۔" وہ بغیر روئے لڑکھڑائے سب کہتی گئی۔ رمیز کا جھکا سر جھکا ہی رہ گیا تھا۔

"مجھے اندازہ ہے، مجھے سب خبر ہے۔ میں تمہارا گنہگار ہوں، اپنے کیے پر شرمندہ بھی ہوں، اسی لیے تو برسوں بعد تمہارے سامنے آیا ہوں۔ معافی مانگنا اتنا آسان نہیں اور

میرا فعل اس قابل نہیں کہ تم سے معافی مانگوں مگر پھر بھی معافی مانگ رہا ہوں۔ مسلسل چھ ماہ سے معافی مانگنے کے لیے تڑپ رہا تھا مگر شہود بھائی! نہ خود ملتے تھے اور نہ اپنے گھر آنے کی اجازت دیتے تھے۔" وہ جب اسے برا بھلا کہہ کر چپ ہوگئی تھی تو وہ گویا ہوا تھا۔ وہ بے تاثر چہرے سمیت اسے گھورتی رہی۔

"جب پاکستان سے جانے والے اخبارات میں ایک سرسری خبر پڑھنے پر ماما نے پاکستان بڑے ماموں کے ہاں رابطہ کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کرکے ہمیں مطمئن کردیا مگر ماما مطمئن نہیں ہوئی تھیں۔ انہوں نے مسلسل پاکستان رابطہ رکھا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ جب انہیں ہر طرف سے درست خبر مل گئی تو انہوں نے مجھ پر زور دینا شروع کردیا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں۔ اس کی وجہ بھی تھی ماما کی دوست جو کہ کروڑوں کی مالک تھیں انہیں میں ان کی بگڑی عادات واطوار کی مالک بیٹی کے لیے مناسب لگا تھا۔ انہوں نے ماما کو تو دولت کے شیشے میں اتار لیا مگر مجھے نہ اتار سکیں۔ اس واقعے کے بعد امی کا اصرار مسلسل بڑھنے لگا اور میرا انکار اپنی جگہ تھا۔ میرا ارادہ فوراً پاکستان آنے کا تھا مگر ماما اور پاپا مجھے کسی نہ کسی کام میں الجھا دیتے تھے۔ انہی دنوں جب میں پاکستان آنے کے سارے انتظامات مکمل کرچکا تھا تو مام نے مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کی اور میری غلطی یہ ہے کہ میں بلیک میل ہوگیا۔ انہوں نے پسٹل اپنی کنپٹی پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ میں ان کے سامنے دھرے کاغذوں پر دستخط کردوں ورنہ ان کی موت کا ذمہ دار میں ہوں گا۔ وہ شروع سے ہی ضدی عورت واقع ہوئی تھیں۔ وہ اپنی جھوٹی انا اور وقار کی خاطر کچھ بھی کرسکتی تھیں حتیٰ کہ خودکشی بھی۔ ماں کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے۔ میں ان کی موت کا ذمہ دار نہیں بننا چاہتا تھا۔ وہ مجھ سے اس کام کی توقع کررہی تھیں جس میں میری موت تھی اور میں نے اپنی موت پر دستخط کردیے۔ ان کی حسب خواہش تحریر بھی لکھ کردے دی مگر میرا ضمیر مجھے ہمیشہ کچوکے لگاتا رہا۔ ماما کی خواہش پوری کرنے کے بعد نہ تو میں پاپا ماما کے ساتھ رہا اور نہ اس ملک میں۔ برسوں تمہیں بھلانے کی کوشش کرتا رہا۔ کئی دفعہ دل چاہا پاکستان آجاؤں تم سے رابطہ کروں معافی مانگ لوں۔ مگر مجھ میں کبھی ہمت ہی نہ ہوسکی۔ ملکوں ملکوں خاک چھاننے کے بعد اب پاکستان آیا تو خود کو شہود بھائی سے رابطہ کرنے سے نہ روک پایا۔ میرے دل میں ایک احساس جرم تھا جو میرا سکون وچین غارت کیے ہوئے تھا۔ میں تم سے صرف ایک دفعہ بات کرنا چاہتا تھا اور آج وہ موقع بھی مل گیا۔" وہ ابھی بھی کھڑا تھا اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ جو صرف اتنی دیر سے بے تاثر چہرے سمیت سب دیکھ اور سن رہی تھی' یہ حقیقت جان کر ایک دم صوفے پر گر گئی۔ حقیقت کا یہ رخ بھی ہوسکتا تھا وہ سوچ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وہ اب تک ایک صحیح فیصلہ کیوں نہیں کرپائی تھی۔ اب سمجھ پائی تھی۔ کون سی چیز تھی جو اسے فوزان صدیقی کی طرف سے غیر یقینی اور بے اعتباری کی کیفیت میں مبتلا کررہی تھی۔ وہ اب جان پائی تھی۔

"برسوں بعد جب میرا دل تمہارے علاوہ کسی اور کو قبول کرنے کے قابل ہوا ہے تو میں اب یہیں پاکستان میں اپنی ایک کولیگ سے شادی کررہا ہوں۔ اس سے پہلے میں خود کو ہلکا پھلکا کرنا چاہتا تھا۔ اس احساس گناہ سے جو میری وجہ سے تم پر عائد ہوا۔ ہوسکے تو مجھے معاف کردینا۔ آج میں صرف یہ دعوت نامہ دینے آیا تھا۔ شہود بھائی اور بھابی کو۔" کافی دیر سے ہاتھ میں پکڑا کارڈ اس نے چند قدم آگے بڑھ کر درمیانی میز پر رکھ دیا تھا۔ "پہلے سوچا کہ چوکیدار کو دے کر چلا جاتا ہوں۔ پھر جب اس نے بتایا کہ تم گھر پر ہو تو اندر چلا آیا تھا۔" وہ مزید کہہ رہا تھا۔ لائبہ تب بھی خاموش رہی۔ آنسو تو ویسے بھی بہہ رہے تھے۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ دھاڑیں مار مار روئے۔ اس نے برسوں اس شخص کو برا بھلا کہا تھا۔ کوسنے دیے تھے بے وفا' ظالم' بے انصاف' دھوکے باز نہ جانے کیا کیا سمجھتی آرہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اسے چھوڑ کر خود اپنی دنیا میں شاد وآباد ہوگا۔ وہ بھی اس کی طرح ابھی تک بے منزل ہی تھا۔ صرف اپنی ماں کے کیے کی سزا بھگت رہا تھا۔ جھکا سر صاف کہہ رہا تھا کہ وہ آج بھی اسے اتنا ہی چاہتا تھا اس کی آنکھوں سے پہلے سے زیادہ روانی سے آنسو بہہ نکلے۔ رمیز چند لمحے خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا۔ تب بھی اس کے جامد لبوں کی خاموشی نہیں ٹوٹی تھی وہ منتظر تھا کہ شاید وہ جواباً کچھ کہے۔ کوئی لفظ کوئی حرفِ ملامت ہی سہی کہ وہ اسے معاف نہیں کرنا چاہتی۔ حقارت سے دھتکار ہی دے مگر لائبہ کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ خاموشی سے پلٹ گیا تھا۔

"رمیز!" اس سے پہلے کہ وہ لاؤنج کا دروازہ عبور کرتا لائبہ نے پکارا تھا وہ ایک دم پلٹا تھا۔ وہ کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں میں روانی آچکی تھی۔

"میں نے تمہیں معاف کیا۔ جاؤ' میں دعا کرتی ہوں اللہ بھی تمہیں معاف کردے۔" زاروقطار روتے اس کے ہونٹوں سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرے۔

"لائبہ......!" رمیز نے بے یقینی وحیرت سے پکارا۔

"جاؤ' خدا کے لیے اب تم چلے جاؤ' دوبارہ لوٹ کر کبھی مت آنا۔ کبھی بھی......!" رمیز خاموشی سے بغیر کچھ کہے باہر نکل گیا تھا۔ لائبہ کے رونے میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ جو برسوں سے سمجھ رہی تھی وہ سچ تھا یا وہ جو آج کہہ کر گیا تھا وہ سچ تھا یا پھر وہ جو آج اس نے خود کیا تھا وہ درست تھا۔ وہ اب بھی یقین وبے یقینی کے دوراہے پر کھڑی تھی۔

وہ تین دن سے مسلسل فوزان صدیقی سے رابطہ کرنے کی کوشش کررہی تھی اور تین دن سے اسے مسلسل ناکامی ہورہی تھی۔ اس کا موبائل کوئی بھی جواب نہیں دیتا تھا اور جب بھی اس کے آفس فون کرتی پتا چلتا کہ صاحب دفتر میں نہیں ہے۔ وہ جو حماقت کرچکی تھی اسی کی وجہ سے اس کے اندر ہمت نہیں ہورہی تھی کہ اس کے گھر فون کرے یا کسی سے اس کے بارے میں پوچھ ہی لے۔ اسے لگ رہا تھا کہ فوزان صدیقی خود اس سے ملنے سے گریز کررہا ہے۔ چوتھے دن وہ سچ مچ اس معمول سے اکتا گئی۔ اپنا آپ خاصا احمق لگنے لگا۔ آج بھی اس نے یونیورسٹی سے چھٹی کرلی۔ مسلسل فون پر نمبرز ملانے لگی۔ پہلے کی طرح اب بھی موبائل فون خاموش ہی تھا شاید آف تھا۔ اس نے دوسری مرتبہ آفس کے نمبرز ڈائل کیے۔

"تمہارے صاحب کہاں ہیں؟" فوزان کے متعلق پوچھتے ہی دوسری طرف سے جب "صاحب نہیں ہیں" کا بیان جاری ہوا تو اس نے کچھ سختی سے پوچھا۔

"سر گھر پر ہیں۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" اس سخت لب ولہجے پر آج یہ خاصا مختلف جواب ملا تھا۔ وہ چونک گئی۔ یک دم پریشان ہوگئی۔ ان گزرتے دنوں میں اس کے جذبات اس قدر ضرور بدلے تھے کہ اب فوزان کی بیماری کا سن کر کچھ متوحش ہوگئی تھی۔

"ان کے پاؤں میں ریڈ کے دوران گرنے سے موچ آگئی ہے۔" مختصراً جواب ملا تھا۔ اس نے فون رکھ دیا۔ کچھ دیر بیٹھی سوچتی رہی پھر اٹھ کر بھابی کے پاس آگئی۔

"آپ کو علم ہے فوزان صدیقی بیمار ہے؟" بھابی سن کر چونکیں' بغور لائبہ کے خاصے متفکر چہرے کو دیکھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا؟ ہمیں تو کچھ خبر نہیں۔" وہ بھابی کے سوال پر گڑبڑا گئی۔

"میں نے آج یونہی ان کے آفس فون کیا تھا تو کانسٹیبل نے بتایا۔ کیا خیال ہے ان کے گھر چلیں؟" لائبہ کے منہ سے فوزان صدیقی کے گھر جانے کی بات سننا بھابی کے لیے خاصے اچنبھے کا باعث تھا۔ انہیں ایک دم کھانسی نے آلیا۔ لائبہ خجل ہوگئی۔

"لائبہ......! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" بھابی یہی اندازہ کرسکیں کہ ضرور دماغ میں کہیں نہ کہیں خرابی واقع ہوگئی ہے۔ کہاں وہ فوزان کا نام سننے کو تیار نہیں تھی اور اب کہاں وہ اس کے گھر جانے کا کہہ رہی تھی۔

"میں تیار ہولوں پھر چلتے ہیں آپ بھی تیار ہوجائیں۔" وہ ان کی حیرانی پر مسکراتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ الماری کھولتے ہوئے وہ اندر تک مطمئن تھی۔ ایک فیصلہ تو اسی وقت ہوگیا تھا۔ جب رمیز آیا تھا

اور فوزان گیا تھا۔ اب تو صرف اس کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرنا تھا۔ اسے یقین تھا کہ فوزان نے انگوٹھی واپس کرنے والی حماقت کے متعلق سوائے انیقہ کے کسی اور سے ذکر نہیں کیا ہوگا اور ضوفی نے بھی تو یہ بات کسی کو نہیں بتائی تھی۔ بھابی کو نہ بھیا کو۔

اس نے سبز سرخ اور سفید امتزاج کا سوٹ نکال لیا تھا۔ تیار ہونے کے بعد اس نے ہونٹوں پر لپ اسٹک بھی لگالی۔ سلیقے سے تیار ہو کر باہر آئی تو بھابی اسے دیکھ کر ٹھٹکیں وہ لائبہ کی اس کایا پلٹ پر حیران تھیں۔

''یہ سب کیا واقعی فوزان کے لیے ہے؟'' معنی خیز نظروں سے جانچتے انہوں نے پوچھا۔ اس نے جھینپتے سر ہلا دیا۔

''یہ سب کیسے ہوا' تم تو اس رشتے پر راضی ہی نہیں تھیں؟'' انہوں نے کھوجتے ہوئے مزید پوچھا۔

''بس ہو گیا سب کچھ......! ضروری تو نہیں بھابی میں ساری عمر ماضی کو یاد کرتے' کڑھتے روتے گزار دیتی۔ جب خوش قسمتی سے اللہ تعالیٰ میرے آنچل میں خوشیوں کے جگنو ڈال رہا ہے تو میں ناشکری کیوں کروں؟ رمیز میرا کل تھا اور فوزان صدیقی میرا آج اور یقیناً مستقبل بھی ہے۔ خود کو یہ باور کرانے میں مجھے کچھ دیر ضرور لگی ہے۔ مگر بھابی! مجھے خوشی ہے کہ میں نے ایک بہتر فیصلہ کیا ہے۔ دنیا میں یہ واحد شخص ہے جو مجھے سمجھتا ہے' جو میری ہر بات مانتا ہے' چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ میری خوشی کو اہمیت دیتا ہے۔ اس نے ہر مشکل میں میری مدد کی ہے بغیر کسی صلے کی امید کے' بغیر کسی طلب اور چاہ کے وہ بہت اچھا ہے بھابی! کسی کا دل دکھانا اللہ پسند نہیں کرتا۔ شکر ہے میں بہت زیادہ نقصان اٹھانے سے پہلے ہی سمجھ گئی۔ میں ایک عرصے تک خوف ناک طوفان سے لڑتی رہی ہوں تب کہیں جا کر اب مجھے کنارا نصیب ہوا ہے۔ خوشیوں نے میرے دل پر دستک دی ہے تو بھابی میں ناشکری نہیں کروں گی۔ زندگی پر میرا بھی حق بنتا ہے اور یہ حق میں فوزان صدیقی کی معیت میں وصولنا چاہتی ہوں۔''

''شکر ہے اللہ کا' تمہیں عقل تو آئی۔'' بھابی نے شکر ادا کیا۔ ''ویسے اب فوزان کے ہاں جانے کا کیا مقصد ہے' یہ بھی ذرا بتا دو؟'' بھابی بھی بڑی تیز تھیں۔ فوزان کے ہاں جانے کی وجہ صرف اس کی بیماری تو نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ شک کر رہی تھیں۔ وہ بے اختیار ہنس دی۔

''آپ تو بڑی جاسوسہ بن رہی ہیں۔ سچی بات ہے میں صرف فوزان کی عیادت کو ہی جانا چاہتی ہوں۔'' اس نے مسکراہٹ روک کر انہیں پرسکون کرنا چاہا۔ اب اگر وہ انہیں اپنی حماقت و بے وقوفی کے متعلق بتاتی تو ڈانٹ یقینی تھی۔ بھابی بھی ہنس دیں۔

''اس وقت تو تم اکیلی ہی جاؤ۔ شام میں تمہارے بھائی آئیں گے تو میں ان کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی۔'' بھابی نے ساتھ نہ چلنے سے صاف ہری جھنڈی دکھائی تو وہ پریشان ہو گئی۔ وہ پہلی دفعہ فوزان صدیقی کے گھر جا رہی تھی وہ بھی اکیلی۔ اس نے فوراً نفی میں گردن ہلا دی۔

''میں اکیلی کیسے جاؤں گی؟'' وہ واقعی متفکر تھی۔

''ویسے ہی' جیسے سب جاتے ہیں۔ اب جاؤ بھی' وقت ضائع مت کرو۔ میرا خیال ہے ان کے گھر کا ایڈریس تو تمہیں پتا ہی ہوگا۔ بس آرام سے چلی جاؤ۔ دیکھو قسمت سے میں تمہیں ایک گولڈن چانس دے رہی ہوں اکیلے جانے کا مس مت کرو۔'' بھابی شرارت سے کہہ رہی تھیں وہ ایک دم گھبرا گئی۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

⁕

گاڑی روکنے کے بعد دیوار پر نصب سنگ مرمر کی پلیٹ پر ''صدیقی ہاؤس'' پڑھ کر وہ گاڑی سے باہر نکل آئی۔ یہ زندگی میں پہلا اتفاق تھا کہ یوں اس کے قدم فوزان صدیقی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اندر سے وہ تھوڑی سی خوف زدہ بھی تھی۔ پھر بھی وہ گاڑی لاک کر کے گیٹ کے قریب آ رکی۔ وہاں موجود چوکیدار فوراً اس کی طرف آیا۔

''میں لائبہ افتخار ہوں۔ آپ اندر بتا دیں۔'' مختلف گلابوں کا گلدستہ ایک ہاتھ سے دوسرے میں منتقل کرتے ہوئے وہ قدرے گھبرائی ہوئی تھی۔ چوکیدار اندر چلا گیا تھا۔ وہ وہیں کھڑی اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ ابھی اسے چند منٹ ہی گزرے ہوں گے جب ایک ادھیڑ عمر آدمی بھاگا آیا۔

''بیٹا! یہاں کیوں کھڑی ہو؟ اندر آجاؤ۔'' گیٹ کھول کر اس نے کہا تو وہ جھجکتے ہوئے اندر بڑھ گئی۔ اندر ہی اندر بھابی کے ساتھ نہ آنے پر غصہ بھی آیا۔ لان عبور کرتے ہی کاریڈور میں وہیل چیئر پر بیٹھے بابا جان نظر آ گئے تھے۔ وہ بغیر اِدھر اُدھر دھیان دیے سیدھی ان کی طرف بڑھ گئی۔

''السلام علیکم بابا جان!'' ان کی طرف جھکتے ہوئے اس نے انہیں سلام کیا تو اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے انہوں نے ڈھیروں دعائیں دیں۔ وہ بابا جان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھی ان کی ہدایت پر ہی خادم حسین ان کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کرنے چلا گیا۔

''بہت خوشی ہو رہی ہے تمہیں پہلی دفعہ اپنے گھر دیکھ کر......!'' محبت سے وہ کہہ رہے تھے وہ مسکرا دی۔

''فوزان کہاں ہیں؟'' چند اِدھر اُدھر کی رسمی باتوں کے بعد اطراف کا بغور جائزہ لیتے اس نے ان سے آخر کار پوچھ ہی لیا۔

''وہ اپنے کمرے میں آرام سے لیٹا ہوا ہے۔''

''میں نے ان کے آفس فون کیا تو پتا چلا کہ وہ گھر پر ہیں شاید کوئی موچ آ گئی ہے۔''

''ہاں بیٹا! تم تو جانتی ہو نا کہ اس کا کام ہی کچھ ایسا ہے۔ کوئی غیر ملکی ایجنٹ تھا جس پر کئی ماہ سے کام کر رہا تھا۔ تین چار دن سے مسلسل گھر سے بھی غائب تھا۔ اس کی گرفتاری کے دوران ہی ملزموں کا پیچھا کرتے گر گیا تھا۔ کافی اندرونی چوٹیں آئی ہیں۔ رات کو ہی یہ واقعہ ہوا ہے' موبائل بھی ٹوٹ گیا ہے۔ انیقہ تو بڑی پریشان تھی' رات سے یہیں تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے گھر گئی ہے۔ بظاہر تو کوئی مسئلہ نہیں ہوا صرف پاؤں میں ہی موچ آئی ہے۔ چلنے پھرنے سے قاصر ہے۔'' بابا جان نے کافی تفصیل سے بتایا تو اسے گہرے ملال و افسوس نے آ لیا۔

یہ اتنا اچھا شخص تھا انسانیت کی خاطر اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتا تھا اور اس نے اپنے دل کی بے تکی بات مان کر لاعلمی میں ہی سہی' اسے نجانے کتنے دکھ سے دوچار کر دیا تھا۔ خادم حسین چائے لے آیا تھا۔ ساتھ میں نجانے کیا کچھ تھا۔ بابا جان کے انتہائی اصرار پر اس نے چائے پی تھی۔

''میں فوزان سے مل لوں؟'' چائے پیتے ہی اس نے اپنا مدعا بیان کیا تو بابا جان نے سر ہلا دیا۔

''کیوں نہیں' وہ اپنے کمرے میں ہے۔ خادم حسین! تم لائبہ بیٹی کو فوزان کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔'' انہوں نے خادم حسین کو بھی کہا۔ خادم حسین کی رہنمائی میں فوزان کے کمرے کے پاس پہنچ کر رک گئی۔

''ٹھیک ہے بابا میں چلی جاؤں گی۔'' اس نے خادم حسین کو کہا۔ وہ اس کے لائے گئے پھولوں کا گلدستہ اسے دوبارہ پکڑا کر چلا گیا۔ اس نے اپنی ہتھیلیوں سے اپنے دہکتے رخساروں کو تھپتھپایا۔ ٹانگیں ہلکی ہلکی لرز رہی تھیں۔ اندر ایک گھبراہٹ طاری تھی۔ اللہ کا نام لیتے ہوئے اس نے دروازے پر دستک دے ڈالی۔

''آجاؤ' بابا کیوں بار بار دستک دیتے ہو؟'' عجب بے زار سی آواز آئی تھی۔ اس نے ڈرتے' جھجکتے ادھ کھلے دروازے کو دھکیلتے اندر قدم بڑھا دیے۔ نظر سیدھی کمبل سینے تک اوڑھے فوزان پر پڑی تھی۔ سارا کمرا اندھیرے کی لپیٹ میں تھا۔ صرف ہلکی ہلکی سی روشنی ہی تھی۔ اس حبس زدہ ماحول میں وہ آنکھوں پر بازو لپیٹے لیٹا ہوا تھا۔

''اب پھر یخنی لے آئے ہوں گے خادم حسین تم......! میں بالکل نہیں پیوں گا چاہے بابا سے جا کر میری شکایت کرو یا ناراض ہو جاؤ' تمہاری کڑوی کسیلی یخنی مجھ سے نہیں پی جاتی۔'' بچوں کا سا روٹھا ہوا ضدی لہجہ تھا۔ لائبہ کے لب آپ ہی آپ مسکرا اٹھے۔ جب کہ صورت حال مسکرانے والی ہرگز نہیں تھی۔

''کیا بات ہے بابا! تم بہت خاموش ہو۔'' وہ پھر کہہ

رہا تھا۔

”فوزان......!“ اس سے پہلے کہ وہ بازو ہٹا کر اس خاموشی کا سبب جانتا‘ اس نے فوراً پکار لیا۔ فوزان نے برق رفتاری سے بازو ہٹا کر لائبہ کو دیکھا۔

”لائبہ......! آپ......!“ حیرت سے دیکھتے ہوئے فوزان نے اٹھنے کی کوشش کرنا چاہی تو اس کے کئی اندرونی درد جو ابھی تک سوئے ہوئے تھے ایک دم جاگ اٹھے۔ وہ یونہی لیٹ گیا۔

”کیسی طبیعت ہے اب آپ کی......؟“ پاس پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے گلدستہ اس کے سرہانے رکھ دیا۔ فوزان تو بحرِ تحیر میں غرق تھا۔ جسے وہ کئی دنوں سے اپنی طرف سے کھو بیٹھا تھا۔ وہ اس وقت اس کے کمرے میں اس کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ دل یقین کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔

”بہت حبس ہو رہا ہے آپ کے کمرے میں......! کم از کم کھڑکیاں ہی کھلوا لیتے۔“ اردگرد نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے فوزان کی حیران آنکھوں میں دیکھا تو چند لمحے چپ رہ گئی۔ پھر خود ہی اٹھ کر کھڑکیوں سے پردے ہٹا کر ساری کھڑکیاں کھول دیں۔ باہر کی ٹھنڈی تازہ ہوا تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ ایک دم خوش گواریت کا احساس جگا۔ کھڑکیوں سے پرے ہٹ کر اس نے لائٹ آن کی۔ ”آپ نے بتایا نہیں کیسی طبیعت ہے اب آپ کی۔“ دوبارہ کرسی سنبھالتے ہوئے اس نے قدرے اعتماد سے اس سے پوچھا۔ فوزان کو یقین ہو گیا کہ وہ مجسم خود یہاں موجود ہے۔ جسے وہ ایک عرصے سے اپنے کمرے کی تاریکی میں پہروں یاد کرتا آیا تھا۔ جس سے خیالوں میں باتیں کرتا تھا‘ وہ حقیقت میں اب اس سے مخاطب تھی۔

”ٹھیک ہوں‘ آپ کو کیسے پتا چلا؟ کہیں بابا جان نے تو فون نہیں کیا؟“ بہت سنبھل کر تکیوں کے سہارے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”نہیں‘ آپ کے آفس سے علم ہوا تھا تین دن سے میں مسلسل فون کر رہی تھی مگر آپ سے بات ہی نہیں ہو رہی تھی۔ میں تو سمجھی کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں‘ جان بوجھ کر بات نہیں کرنا چاہتے۔ یہ تو بابا جان سے پتا چلا کہ آپ کسی کیس میں الجھے گھر سے بھی غائب تھے۔“ سرخ‘ گلابی اور سفید گلابوں کے بنے اس خوب صورت گلدستے کو جو کہ اس کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ دیکھتے ہوئے فوزان نے بغیر کچھ کہے چونک کر اسے دیکھا۔ جس کا چہرہ گلابی تھا۔ اس کی گہری گرے گرین آنکھوں اور رخساروں کی چھلکتی سرخی میں نجانے کیا کیا رقم تھا۔ وہ اس تحریر پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ آج لائبہ کا چہرہ کیا پورا وجود ہی بدلا ہوا تھا۔ فوزان نے اس کی ڈریسنگ کا بھی بغور جائزہ لیا۔

”فوزان! میری ایک امانت آپ کے پاس ہے‘ مجھے وہ چاہیے۔“ کافی دیر جھجکتے رہنے کے بعد سر جھکائے ہوئے آخر کار اس نے کہہ ہی دیا۔

”کیا؟“ فوزان جو خود خاصا حیران ہو رہا تھا وہ کچھ سنبھل کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کا پورا وجود گویا کان بن گیا تھا۔ وہ خود سے الجھتی اسے اور بھی متجسس کر گئی۔

”وہ انگوٹھی جو میں نے آپ کو واپس کی تھی۔“ اچانک خاصا جھٹکا لگا تھا۔ فوزان کئی لمحے سنبھل بھی نہ سکا۔

”لائبہ......! آپ......!“

”مجھے آپ سے معذرت کرنی چاہیے یا نہیں‘ میں نہیں جانتی مگر میں بے وقوف اور احمق ہوں۔ اس بات کا مجھے اعتراف ہے۔ میں نے آپ کو اسی دن روکنا چاہا تھا جب رمیز آیا تھا۔ آپ رکے ہی نہیں تھے۔ میں اپنے ماضی کی تلخیوں کو بھلا کر صرف اور صرف آپ پر بھروسا کرنے یہاں تک آئی ہوں۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ آپ مجھے میری بے وقوفیوں اور احمقانہ سوچوں سمیت قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ البتہ اتنا ضرور اعتماد ہے کہ آپ مجھے نامراد نہیں لوٹائیں گے۔“ بہت آہستہ آواز میں کہتے ہوئے وہ گویا فوزان کو نئی زندگی کی نوید سنا گئی تھی۔ وہ خوشی وانبساط کی گہری کیفیت میں گھرے بس لائبہ کی جھکی

پلکوں اور سرخ گلابی رخساروں کو دیکھے گیا۔

”آپ کہیں مذاق تو نہیں کر رہی میرے ساتھ......؟“ آنکھوں کو بھینچ کر کھولتے ہوئے وہ ابھی بھی بے یقین تھا۔

”نہیں فوزان صاحب! میں مذاق نہیں کر رہی۔ قدرت جن کو آزمائے وہ دوسروں کو آزماتے ہوئے ہمیشہ ڈرتے ہیں۔ آپ کے جذبوں کی یہ سچائی ہی تھی۔ جس نے مجھے آپ کی طرف آنے پر مجبور کر دیا ورنہ میں تو سمجھی تھی اب زندگی میں کبھی کوئی رنگ نہیں بکھریں گے۔ کوئی خوشی نہیں آئے گی۔ سوچ تو ہو گی صرف دنیا داری کی۔ میرا خیال تھا کہ میرے تمام جذبات واحساست صرف ایک شخص کی وجہ سے منجمد ہو گئے ہیں۔ وہ سب غلط تھا کسی ایک شخص پر زندگی ختم نہیں ہو جاتی۔ میرے بھی تمام جذبے اور احساس منجمد نہیں ہوئے تھے۔ انہیں صرف کسی کے یقین اور اعتماد کی ضرورت تھی اور جب آپ نے یقین دلایا تو یہ اسی وقت جاگ اٹھے۔ ماضی کی گرد کو اپنے دل ودماغ سے صاف کرنے کے بعد سارے منظر اتنے واضح ہو گئے کہ مجھے آپ اور آپ کی محبت پورے وجود سمیت دکھائی دینے لگی۔ اگر آپ اسی دن کچھ دیر اور رک جاتے تو اس وقت میں آپ کے سامنے بیٹھی کسی بھی قسم کی کوئی وضاحت پیش نہیں کر رہی ہوتی۔“ وہ سب کہہ کر اسے دیکھنے لگی۔ فوزان بہ مشکل مسکرایا تھا۔ اسے اب یقین آ گیا تھا اس کے جذبوں نے لائبہ کے دل تک رسائی کر لی تھی‘ اس کے احساس نے لائبہ کے وجود کو بھی چھوا تھا۔ کتنی اچھی اور خوش کن نوید تھی جو لائبہ نے اسے سنائی تھی۔ ایک عرصے بعد وہ دل سے مسکرا دیا تھا۔

”مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا لائبہ افتخار میں اللہ تعالیٰ کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔ میں نے تو ہمیشہ آپ کو صرف اسی سے مانگا ہے اور آج اس نے میری یہ خواہش بھی پوری کر دی۔ کیا واقعی یہ سچ ہے؟“ آنکھوں کو کھولتے بند کرتے وقت وہ بہت خوش لگ رہا تھا۔ لائبہ کے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ سمٹ آئی۔

”یقین کر لیں فوزان صاحب! قدرت کبھی یونہی مہربان ہو جاتی ہے۔ جلتی دھوپ کبھی یونہی ابر باراں برسانے لگتی ہے۔ صحرا پھول اگانے لگتے ہیں‘ بنجر کھیتیاں سیراب ہو جاتی ہیں۔ یہ اللہ کی مہربانی ہی تو ہے مگر مجھ جیسے لوگ ہر طرف سے ناامید ہو کر کبھی کبھار حقیقی خوشیوں سے بھی منہ موڑ لیتے ہیں۔ ہم نے وقت اور حالات کے ہاتھوں بہت زک اٹھایا تھا۔ ہمیں بھی تو کنارے لگنا ہے۔ آپ نے ہی تو کہا تھا ہمیں بھی اپنے حصے کی خوشیاں سمیٹنی ہیں۔“ وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔ یقین دلانے کو تو لائبہ کی گہری گرین آنکھیں اور رخساروں سے چھلکتی گلابی ہی کافی تھی۔ ایک بھرپور نظر اس پر ڈالتے ہوئے اس نے تشکر سے مسکراتے ہوئے اپنے سرہانے رکھے پھول اٹھا لیے۔ فوزان نے ایک ادھ کھلی سرخ گلاب کی کلی گلدستے سے نکال کر لائبہ کی طرف بڑھا دی تھی۔ جسے اس نے مسکراتے ہوئے تھام لیا۔

”شکریہ!“ پزیرائی کا یہ انداز لائبہ کو دل و جان سے بھایا۔ زندگی ایک دم مہربان ہوئی تھی۔ لائبہ نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

میں زرد موسم کے درد سہہ کر
گلاب لمحے بھلا چکی تھی
بس سرد ہاتھوں کے سرمئی دکھ
سراب لمحوں میں رکھ رہی تھی
کہ آج اس نے پرانے موسم
میری ہتھیلی پر رکھ دیے ہیں
وہ سارے ریشم گلاب لمحے
میرے مقدر میں لکھ دیے ہیں

"رانیہ...... آپ رانیہ کی بات کر رہی ہیں امی؟"
اس کی ناگواری پر بے یقینی اس قدر غالب تھی کہ وہ اپنی آواز کو نیچا نہیں رکھ پایا تھا۔ جواباً وہ بہت اطمینان سے گویا ہوئیں۔
"میں نے تو ہمیشہ ہی سے تمہارے لیے رانیہ کو

تیرے ہمراہ چلنا ہے

عفت سحر طاہر

تم سے طلب صلہ کیا' تم سے کوئی گلہ کیا
دیدۂ تر کا ذکر کیا' یونہی چھلک گیا کہیں
وہ جو سبک خرام تھے منزل عشق پا گئے
راہِ وفا کے بیچوں بیچ کوئی اٹک گیا کہیں

سوچا ہے اب تو اللہ کے فضل سے تمہیں اتنی اچھی نوکری مل گئی ہے۔ گاڑی بھی لے چکے ہو میں تو بس اسی لیے چپ تھی کہ پہلے تم اس قابل ہو جاؤ تو میں رانیہ کے لیے ہامی بھروں۔" ان کی بات سن کو وہ ایک بار پھر تلملا اٹھا تھا۔
"بہت خوب! یعنی میں اس کے قابل نہیں تھا؟" یہ تلملاہٹ یونہی نہیں تھی۔ اسے حقیقتاً امی کی بات بہت بری لگی تھی۔ کیا تھی وہ رانیہ سکندر......! اس کی غریب سی خالہ زاد! اتنی عام سی لڑکی کہ عیسیٰ رضا نے کبھی اس کے ہونے پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ پہلے مشکل پڑھائی اور اس کے بعد کے پانچ سال خود کو اسٹیبلش کرنے کی تگ و دو کے دوران اسے کبھی سگی خالہ کا احوال معلوم کرنے کی بھی فرصت نہیں ملی تھی۔ چہ جائیکہ رانیہ سکندر! تنگ گلیوں اور تنگ مکان میں پلنے بڑھنے والی لڑکی' جسے آج سے چار ماہ پہلے امی اپنے

ساتھ لے آئی تھیں۔ خالو جان کی وفات کے سال بھر بعد ہی خالہ بھی رخصت ہوئیں تو رانیہ سکندر خدا کے بعد اب امی کے ہی سہارے تھی۔ مگر ان کی اس خواہش نے تو عیسیٰ رضا کو سر سے پاؤں تک جھنجھنا دیا تھا۔
"میرے خیال میں آپ مذاق کر رہی ہیں۔" وہ

اپنے بارے میں بے حد پُر اعتماد تھا۔ خوش شکل اور خوش لباس تو وہ ہمیشہ ہی سے تھا مگر گزشتہ دو سالوں میں بہترین نوکری اور مراعات نے اس کی وجاہت اور شخصیت کو مزید دوام بخشا تھا۔ دولت کی فراوانی تو اچھے اچھوں کو مسائل سے بے فکر کر دیا کرتی ہے' سو اس بے فکرے پن نے عیسیٰ رضا کی شخصیت میں ایک متاثر کن سی دلکشی پیدا کر دی تھی۔
"کیا رانیہ سکندر اس قابل ہے کہ مجھ جیسے بندے پر حکمرانی کر سکے......؟" وہ بے حد تنفر سے سوچ رہا تھا۔
"اس کی ماں ہوتی تو وہ بھی یہی دیکھتی کہ لڑکا رانیہ کے قابل ہے یا نہیں اب تو تم بھی سیٹ ہو چکے ہو۔ کم از کم میں اپنی طرف سے تو کوئی کمی نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ اب دیکھنا میری مرحومہ بہن کی رُوح کتنی خوش ہوگی۔" امی کی سادگی قابلِ دید تھی اور اگر وہ عیسیٰ رضا

کے خیالات سے آگاہ ہوجاتیں تو......!

"بہت خوب!" اس نے بمشکل خود کو صدمے کی گرفت سے نکالا تھا۔

"یعنی کہ وہ لڑکی ہر دور میں مجھ جیسے لڑکے کے قابل تھی۔ بس مجھے ہی اس کے قابل بننے کی ضرورت تھی؟" اس کے لب و لہجے کی تلخی بھانپے بغیر وہ مسکرا کر بولیں۔

"کس بات کی کمی ہے میری رانیہ میں وہ تو شروع ہی سے میری من پسند رہی ہے۔"

"معاف کیجیے گا والدہ صاحبہ! میرے خیالات آپ سے قطعی مختلف ہیں۔" وہ ان کی بات کاٹ کر بے حد رکھائی سے بولا تو وہ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگیں۔ قدرے توقف کے بعد وہ آرام سے بولا۔

"آپ کے اس فیصلے سے شاید آپ کی مرحومہ بہن کی رُوح تو خوش ہوجائے مگر مجھے قطعی کوئی خوشی نہیں ہوگی۔ میرے خواب و خیال میں بھی رانیہ سکندر جیسی لڑکی کا گزر نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ میرے ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے۔ میں جس حلقے میں اٹھتا بیٹھتا ہوں اتنی دبی دبائی سی لڑکی وہاں میرے ساتھ چل ہی نہیں سکتی۔ آئی ایم سوری!" امی کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ مگر وہ اپنی زندگی کو کسی طور ان کی جذباتیت کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتا تھا۔ سو ہر مسئلے ہر فیصلے میں انہیں اولیت دینے والا اپنی زندگی کے اس اہم ترین فیصلے کے وقت پہلو تہی کر گیا بہت ہی خود غرضی کے ساتھ۔ وہ شدید صدمے کا شکار ہوئیں۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو عیسیٰ......!"

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں امی! اور سنجیدہ بھی ہوں وہ جس ماحول کی پروردہ ہے اس کے پیشِ نظر تو......!"

اس نے بڑی ہمدردی سے مشورہ دینے کی کوشش کی تو وہ چلبلا کر اس کی بات کاٹ گئیں۔

"ماحول ماحول فقط دو برس ہوئے ہیں ہمیں چار کمروں کے مکان سے اٹھ کر اس شاندار گھر میں آئے اور تمہیں ہر بات میں ہر قدم پر اس کا ماحول دکھائی دینے لگا ہے؟ مت بھولو کہ تم نے بھی اسی ماحول میں انہیں مسائل کے درمیان پرورش پائی ہے جن میں کہ رانیہ نے......!" ان کے غصے میں آجانے پر وہ جز بز سا ہوگیا۔ مگر ہار نہیں مانی تھی۔

"وہ گزرے کل کی بات تھی۔ ترقی کرنے والوں اور آگے بڑھنے والوں کے لیے ان کا آج اہمیت کا حامل ہوا کرتا تھا۔" "اور معاف کیجیے گا امی جان! وہ کل کے دور کی لڑکی ہے۔ گزرے ہوئے کل کی۔"

"شاباش ہے تم پر عیسیٰ......!" امی تڑپ اٹھی تھیں۔ "تو بیٹا پھر ڈال دو اس کے ساتھ ساتھ ماں کو بھی کچرے کے ڈبے میں یہ بھی گزرے ہوئے کل کی بڑھیا ہے اسے بھی اپنے پرانے رشتے عزیز ہیں۔"

"امی پلیز!" وہ زچ ہوگیا تھا۔

"دنیا میں رانیہ سکندر کے لیے رشتے ختم تو نہیں ہوگئے ہیں۔ میں خود اس کے لیے بہترین......!" اس نے کہنا چاہا مگر وہ غصے سے اس کی بات کاٹ گئیں۔

"بس......! بس کرو عیسیٰ!" وہ چپ سا ہو کر انہیں دیکھنے لگا ان کی آواز کافی اونچی تھی۔

"وہ تمہاری ذمہ داری نہیں ہے اس کا بھلا برا سوچنے کو میں موجود ہوں۔ اس کے لیے کیا بہتر ہے اور کیا بہتر نہیں یہ میں تم سے اچھی طرح جانتی ہوں۔" ان کی خفگی ان کی ناراضگی عیسیٰ کے لیے بھی تکلیف دہ تھی مگر دوسری صورت میں رانیہ سکندر کو تاعمر ان چاہی حیثیت میں خود سے منسلک پانا بھی تو ناممکن امر تھا۔ پھر بھی اس نے ان کی ناراضگی دور کرنے کی مقدور بھر کوشش کی تھی۔

"بات کو سمجھنے کی کوشش کریں امی! جب دلی رضا مندی ہی شامل نہ ہو تو پھر ایسے رشتوں کو خوامخواہ

جوڑنے سے کیا حاصل؟"

"صحیح کہہ رہے ہو میرے بچے! اب وہ وقت آگیا ہے کہ اولاد ماں باپ کو سمجھانے لگی ہے۔" وہ آبدیدہ ہونے لگیں۔ تو وہ بھی بے چین ہوا تھا۔ ابو کی وفات کے بعد شعوری اور لاشعوری طور پر وہ انہیں ہمہ وقت خوش اور ٹینشن فری رکھنے کی کوشش کرتا آیا تھا۔ مگر یہ کیسی فیصلہ کن گھڑی تھی کہ فقط ایک دل کا سکون ممکن تھا۔

"آپ خوامخواہ جذباتی ہورہی ہیں امی!"

"جذباتی تو تم ہورہے ہو عیسیٰ! دو منٹ بھی نہیں سوچا تم نے ذرا تسلی سے غور تو کرتے اس مسئلے پر اس بچی کی اتنی بھی اہمیت نہیں ہے تمہاری نظروں میں کہ تم کچھ دیر کو اس بات پر سوچنے کی مہلت ہی مانگ لیتے؟" وہ بہت دکھی لہجے میں بولیں تو وہ جھنجلا سا گیا مگر بظاہر بہت لجاجت سے بولا۔

"میں کیا کروں امی! دوغلا پن مجھ سے نہیں ہوتا۔ جو دل میں تھا آپ سے صاف کہہ دیا۔ اب کیا اس کی سزا دیں گی مجھے؟ میں نے کبھی رانیہ کو اس لحاظ سے سوچا ہی نہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"تو اب سوچ لو میں کون سا ہتھیلی پر سرسوں جمانے کی سوچ رہی ہوں۔ آرام سے خوب غور کر کے جواب دینا۔" اس کے نرم لہجے سے ڈھیل پا کر وہ پھر سے کھل اٹھی تھیں۔ وہ اندر ہی اندر کراہ کر رہ گیا۔ یہ محبتیں بسا اوقات کتنی مشکل میں ڈال دیتی ہیں۔

اس نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ اب وہ امی کے دوبارہ جواب پوچھنے تک اس بارے میں کوئی بات نہیں کرے گا اور انہوں نے جب بھی اس کا جواب پوچھا وہ "نا" ہی ہوگا۔ اس ارادے نے اس کے دل کو خاصی تقویت دی تھی۔

"اور پھر موسیٰ...... موسیٰ بھی تو ہے۔" اس کے ذہن میں یکلخت ہی جھماکا سا ہوا تھا۔ خود سے دو سال چھوٹے بھائی کا خیال تو اسے اب تک آیا ہی نہیں تھا۔

"بہت خوب......! اب اگلی بار میں امی کے سامنے موسیٰ کا نام رکھوں گا اگر رانیہ سکندر کا اس گھر کی بہو بننا اتنا ہی ضروری ہے تو عیسیٰ ہو یا موسیٰ کیا فرق پڑتا ہے؟" اس کی تنی ہوئی دماغی نسیں ڈھیلی پڑ گئی تھیں۔ درحقیقت اس نے خود کو ایک عفریت کے پنجے سے آزاد ہوتا محسوس کیا تھا۔

"واقعی مجھے خوامخواہ کی قربانی دینے اور اپنی زندگی کو سمجھوتے کی نذر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ موسیٰ کے ساتھ وہ سوٹ بھی کرے گی۔ اسے یوں بھی سیدھی سادی لڑکیاں پسند ہیں اور نا صرف اس کی خالہ سے خوب بنتی تھی بلکہ وہ رانیہ کا بھی معترف ہے بلکہ وہ تو اس کے اچھے خاصے قصیدے پڑھا کرتا ہے وہ تو میں نے ہی کبھی غور نہیں کیا۔" اس کا ذہن آگے کی اڑانیں بھر رہا تھا۔ اور امی بے چاری خوش تھیں کہ کم از کم ان کا مشورہ مان کر وہ رانیہ کے متعلق سوچنے پر تو رضا مند ہو ہی گیا تھا۔

❀ ❀ ❀

وہ شام کی چائے کی تیاری میں مصروف تھی اور موسیٰ مسلسل اس کا دماغ چاٹنے میں۔

"پتا نہیں تمہارا کیا بنے گا لڑکی! میں تو سخت پریشان ہوں تمہاری طرف سے۔" وہ مصنوعی تشویش کا اظہار کر رہا تھا۔ رانیہ آزردہ سی ہوگئی۔

"مجھے پتا ہے کہ میری وجہ سے تم لوگوں کو بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ تبھی تو میں نے خالہ جان سے کہا تھا کہ مجھے وہیں۔"

"شٹ اپ......!" اس کا مدعا جان کر وہ یکلخت ہی اسے ڈانٹ گیا تھا۔ پھر اسے گھورنے لگا۔ سیاہ آنکھوں میں نمی کی تحریر واضح تھی اور تاثرات میں آزردگی۔

"بے وقوف لڑکی! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم اپنی خود ترسی کی دنیا سے کب نکلو گی؟ کیا اب مجھے اتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں تم سے مذاق بھی کرسکوں؟ ان چند ماہ

میں کیا بدل گیا ہے۔ تم...... میں یا یہ دنیا؟'' وہ اب بھی اسی اپنائیت بھرے انداز میں اسے ڈانٹ رہا تھا۔

''مجھے نہیں پتا۔'' وہ اس کے یوں علی الاعلان بے وقوف کہنے پر خفاسی ہو کر پلٹ گئی تھی۔

''مگر مجھے پتا ہے کہ تم بہت بے وقوف لڑکی ہو۔'' وہ اس کے غصے کا محرک اچھی طرح جانتا تھا سو مزید چڑانے کی خاطر بولا۔

''پتا ہے مجھے۔'' ایک دم ہی سے وہ ہار گئی تھی۔ یہ اس کا وتیرہ تو نہیں تھا سو اس کی تشویش بجا تھی۔

''کیا ہوا ہے رانیہ!''

''کچھ نہیں۔''

وہ رخ موڑے کھڑی تھی۔ موسیٰ نے اس کا بازو تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا تو حسب توقع اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

''تم نے وعدہ کیا تھا مجھ سے کبھی نہ رونے کا اور اب پھر تم......!'' وہ شکایتی لہجے میں کہتا رک سا گیا تو اس کے آنسو چھلک گئے۔

''میرا صرف وعدے پر ہی اختیار ہے۔'' موسیٰ نے لب بھینچے پھر شاکی لہجے میں بولا۔

''مجھ سے کیے وعدے کی کوئی وقعت نہیں تمہاری نظروں میں۔''

''اب روؤں بھی نا......؟'' وہ بے بس سی ہو گئی تھی۔

''کبھی باہر نکل کے دیکھو رانی بی بی! ہزاروں لڑکیاں یتیمی کا سایہ سر پر لیے سڑکوں پر رل رہی ہیں۔ جن کے آگے پیچھے کوئی نہیں جو ان کے سروں پر ہاتھ رکھ سکے۔ تم تو خوش قسمت ہو۔ اتنے سارے محبت کرنے والے لوگ ہیں تمہیں سنبھالنے کے لیے۔ تمہیں تحفظ دینے کے لیے۔'' وہ اپنے مزاج کی شوخی کے برعکس بالکل سنجیدہ تھا۔ تبھی وہ نادم ہو گئی۔

''میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا رانیہ! جب بھی خدا کی طرف سے کوئی امتحان یا کوئی آزمائش آئے تو یہ سوچ لینا چاہیے کہ اس سے بھی بڑا امتحان اس سے بھی بڑی آزمائش آ سکتی تھی اور پھر خدا کا شکر ادا کر کے اس سے حوصلہ مانگنا چاہیے۔ بہت جلدی صبر آ جاتا ہے اس عمل سے۔'' وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔ موسیٰ نے اس کا سر پکڑ کر ہلایا۔

''آئی بات سمجھ میں؟''

''ہوں......!''

وہ مبہم سے انداز میں کہہ کر پلٹی اور مگوں میں چائے نکالنے لگی۔ مگر وہ اتنی آسانی سے پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا۔

''کیا سمجھی ہو؟''

''یہی کہ خدا کی آزمائش کو صبر و تحمل سے برداشت کرنا چاہیے اور خود کو اس آزمائش کے قابل بن کے دکھانا چاہیے۔'' وہ اب بالکل نارمل تھی۔ موسیٰ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تم تو بہت اچھی اسٹوڈنٹ ہو۔''

''وقت بہت بڑا استاد ہے۔ اچھے اچھوں کے کس بل نکال دیتا ہے۔ پھر میں تو ایک کمزور سی لڑکی ہوں۔'' اس کے ہاتھ میں مگ تھماتے ہوئے وہ پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''انسان کی قوتِ ارادی مضبوط ہونی چاہیے رانیہ! پھر وقت اور حالات کے تھپیڑے بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور تم میں دو بنیادی چیزوں ہی کی کمی ہے۔ ایک تو مضبوط قوتِ ارادی اور دوسرے قوتِ فیصلہ کی کمی۔ کب سے میں کہہ رہا ہوں کہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن اسٹارٹ ہو چکے ہیں۔ مگر تم......!'' اب کی بار اس کے انداز میں طنز تھا۔ رانیہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''تم جو فارم لائے تھے وہ میں نے فل کر دیا ہے۔'' وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ جواب بڑی بے پروائی سے کہہ رہی تھی۔

''میں نے سوچا کہ مجھے بھی اپنی صلاحیتوں کو آزما کر دیکھنا چاہیے۔ یوں بھی گریجویشن کر کے میں نے کون سا تیر مار لیا ہے۔'' وہ ٹرے میں اپنی اور امی کی چائے اور نمکو کی پلیٹ رکھے اس کے پاس سے گزری تو وہ پیچھے سے چلایا۔

''مگر یہ ڈائیلاگ تو میرا ہے۔''

''تمہارا کیا خیال ہے میں خود سے کچھ نہیں سوچ سکتی ہوں۔'' وہ آرام سے کہہ رہی تھی جب کہ وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا ڈرائنگ روم تک آیا۔

''بہت اچھے! دیکھ رہی ہیں امی! لوگ کتنے چالاک ہو گئے ہیں؟'' اس نے شکوہ کیا تو وہ بولیں۔

''آج کل زمانہ ہی چالاکی اور تیزی و طراری کا ہے بیٹے! اچھا ہے نا اسے بھی زمانے کی سمجھ آ گئی ہے۔''

''سمجھ نہیں آئی بلکہ اسے زمانے کی ہوا لگ گئی ہے۔'' وہ سر ہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ امی پہلے ہی عیسیٰ کی باتوں سے جلی بھنی بیٹھی تھیں تنک کر بولیں۔

''تو کیا برا ہے اس میں؟ یہ سادگی کا زمانہ نہیں ہے اور نا ہی کوئی اس چیز کی قدر کرتا ہے۔ ہر کسی کو چمکتی دمکتی شوخ چیزیں لبھاتی ہیں۔ خاص طور پر تم جیسے نوجوانوں کو......!'' اس غیر متوقع گوشمالی پر موسیٰ گڑبڑا گیا تھا۔ جب کہ رانیہ چپ سی ہو بیٹھی۔

''معاف کیجیے گا والدہ محترمہ! آپ مجھے ان نوجوانوں میں شامل مت کریں جو مصنوعی چمک دمک پر جان دیتے ہیں۔ چاہے کوئی چیز کتنی بھی چمکا دمکا کیوں نہ دی جائے۔ اس کی اصلیت تو سادگی ہی ہے نا! اور اگر آپ لڑکیوں کی بات کر رہی ہیں تو بھی میں کہوں گا کہ سادگی اور بے ریائی سے بڑھ کر کوئی خوب صورتی نہیں ہے۔ انسان کو خوب صورت اس کے نقش و نگار نہیں بلکہ اس کی صلاحیت اور اس کا ہنر بناتا ہے۔ آپ نے سنا نہیں کہ خوب صورت ہونا اہم نہیں بلکہ اہم ہونا خوب صورت ہوتا ہے۔ آدمی کا اخلاق خوب صورت ہونا چاہیے۔'' یہ محض الفاظ نہیں بلکہ حقیقت میں موسیٰ رضا کی فطرت تھی۔ جو کہ وہ دونوں جانتی تھیں۔

''ذرا سی عقل اپنے بڑے بھائی کو بھی دے دو۔ پُر آسائش زندگی نے اس کا دماغ عرش پر پہنچا دیا ہے۔'' امی نے کڑھ کر کہا تو وہ ٹھٹک گیا۔

''بھائی نے ایسا کیا کر دیا ہے؟'' اس کے انداز میں حیرت تھی۔

''گویا امی کے اس غصے اور جھنجلاہٹ کا محرک بھائی ہے؟'' ذہن نے فی الفور نتیجے کی طرف اڑان بھری تھی۔ امی نے جزبز ہو کر موسیٰ کی طرف دیکھا۔ اب رانیہ کے سامنے وہ کیا بتاتیں، خوامخواہ اس کا دل برا ہوتا۔

''یونہی کہہ رہی ہوں، جب سے نوکری پر لگا ہے اس کے پاس ہمارے لیے وقت ہی نہیں رہا۔ کبھی جو بیٹھ کر تسلی سے دو باتیں کی ہوں۔'' انہوں نے یونہی بات لپیٹ دی تھی۔ رانیہ بے تاثر چہرہ لیے چائے پیتی رہی۔

''تو یہ بات آپ انہیں ڈانٹ کر، ان کا کان پکڑ کر بھی کہہ سکتی ہیں۔'' موسیٰ نے راہ سجھائی۔

''جب اولاد بڑی ہو جائے تو اپنے فیصلوں میں بھی خود مختار ہو جاتی ہے، بڑوں کی ڈانٹ بھی اچھی نہیں لگتی۔''

ان کا دل برا ہو رہا تھا۔ نظر بھر کے سامنے بیٹھی رانیہ کو دیکھا۔

بھلا کیا کمی ہے اس میں...... بہت خوب صورت نہ سہی، خوش شکل تو ہے نا! اور خوب سیرتی کے تو کیا ہی کہنے! گھر داری میں بھی ماہر ہے۔ مگر آج کے یہ لڑکے! انہوں نے گہری سانس بھری تھی۔

''آپ تو خوامخواہ بات کو اتنا سیریس لے رہی ہیں۔ اگر اتنا دل چاہ رہا ہے ڈانٹنے کو تو مجھے ڈانٹ لیں۔ کان بھی کھینچ سکتی ہیں۔'' موسیٰ نے چائے کا مگ خالی کر کے تپائی پر رکھتے ہوئے بڑی فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا تو رانیہ نے مسکرا کر اضافہ کیا۔

"بلکہ چاہیں تو مرغا بھی بنا دیں۔ یہ بالکل مائنڈ نہیں کرے گا۔"

"دیکھا! جہاں میری کھنچائی کرنے والی بات ہو وہاں اس کا دماغ کتنا چلتا ہے۔" اسے گھورتے ہوئے موسیٰ نے کہا تو وہ خالی مگ ٹرے میں رکھنے لگی۔ امی نے چاہت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری بیٹی ہے ہی بہت ذہین۔"

"ہاں! بس کسی کو پتا ہی نہیں چلتا ہے۔" موسیٰ نے طنز کیا وہ اسے چڑانے کی خاطر یونہی مسکراتی رہی۔

❁ .... ❁ .... ❁

اُف چچی جان! ڈرائنگ روم کی یہ سیٹنگ بالکل بھی سوٹ نہیں کر رہی ہے۔ ابھی پچھلے ہفتے ہی تو میں رانیہ کو اس بارے میں ساری معلومات دے کر گئی تھی۔ ویسی سیٹنگ کیوں نہیں کی۔"

زیبا کی آمد رانیہ کو ہمیشہ ہی ایک امتحان لگا کرتی تھی۔

زیب النساء عرف زیبا!

اپنے نام ہی کا سا حسن اور زیبائی اس کے انداز و اطوار میں موجود تھی۔ شہزادیوں کی سی آن بان اور حسن والیوں کا سا نخرہ۔ اگر اس کی تنک مزاجی سے نظر چرا لی جاتی تو حسن و خوب صورتی میں وہ مکمل سے بھی زیادہ نمبر لے جاتی تھی۔ موسیٰ کو جانے کیوں اپنی اس تایازاد سے خاصی چڑ تھی۔ آرام سے بولا۔

"کی تھی نا ویسی سیٹنگ رانیہ جی نے...... چلنے پھرنے کی جگہ ہی نہیں بچی تھی ڈرائنگ روم میں دو مرتبہ صوفے کے پائے سے اور ایک مرتبہ سینٹر ٹیبل سے ٹکرانے کے بعد میں نے ہی اسے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا کر اچھی سی سیٹنگ کرنے کو کہا تھا۔ دیکھا کتنی اچھی شکل نکل آئی ہے۔ ہمارے ڈرائنگ روم کی اور جگہ بھی۔"

"ہنہ!" زیبا نے بڑی نخوت سے سر جھٹکا اور ایک تیز نظر موسیٰ پر ڈالتے ہوئے بولی۔ "تمہیں تو یوں بھی خوب صورتی کی تمیز نہیں ہے۔"

"کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔" موسیٰ کا انداز ہنوز وہی تھا۔ مگر وہ اپنی خوب صورتی کی کاملیت کی طرف سے اس قدر مطمئن رہتی تھی کہ ایسے طنز اسے کچھ خاص بات نہیں لگا کرتے تھے۔

"مگر سونا ہر حال میں سونا ہی ہوتا ہے۔" ان کی یہ بحث مزید طول کھینچتی کہ اسی وقت عیسیٰ کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔

"عیسیٰ آ گیا۔" امی نے کہا تو رانیہ نے دیکھا زیبا بہت سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کا پر تمکنت و پرغرور سا اندازِ نشست، جگر جگر چمکتی آنکھیں اور گلابوں جیسی رنگت۔ رانیہ کو وہ خوب صورتی کی مکمل تصویر لگی تھی۔ موسیٰ نے اسے گھور کر دیکھا جو زیبا کو دیکھے جا رہی تھی۔

"السّلام علیکم!" عیسیٰ رضا کے سلام میں روزانہ اس قدر حلاوت نہیں ہوتی تھی۔ یہ یقیناً زیبا کے رخ زیبا کا کمال تھا۔ جس کے ہونٹوں پر بے حد خوب صورت سی مسکراہٹ آن ٹھہری تھی۔

"تم آج ادھر کیسے؟"

روزانہ گرمی گرمی کی گردان کرتا آفس سے آتے ہی سیدھا واش روم میں شاور لینے کی غرض سے گھس جانے والا عیسیٰ رضا اس وقت بہت فرصت میں تھا۔ موسیٰ نے رانیہ کو معنی خیزی سے دیکھا مگر وہ اس تمام منظر کو کوئی معنی پہنائے بغیر اٹھ کر کچن میں آ گئی۔ ٹھنڈے ٹھار شربت سے بھرا جگ لیے وہ دوبارہ لاؤنج میں پہنچی تو وہاں ابھی تک شکوے شکایات کا دفتر کھلا ہوا تھا۔

"کب سے گاڑی لے رکھی ہے اور مجال ہے جو ایک بار بھی لانگ ڈرائیو کی آفر کی ہو۔" وہ خفگی سے کہہ رہی تھی مگر اس کی خفگی میں بھی حسن تھا۔ ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اور آنکھوں میں مخالف کے لیے کھلا چیلنج۔ عیسیٰ رضا کی طرف مشروب کا گلاس بڑھاتے ہوئے رانیہ کو حیرت سی ہوئی کہ یہ بندہ بھی اتنی شگفتگی سے مسکرا سکتا ہے۔

"جب تم کہو بندہ حاضر ہے۔"

"ارے جناب! ہم تو اچھے اچھوں کو لائن حاضر کر لیتے ہیں۔" اس نے ابرو کو بڑی تیکھی ادا کے ساتھ جنبش دی تھی۔ رانیہ تو اس کی قاتلانہ اداؤں کی قائل ہونے لگی۔

"تو آپ پولیس فورس کیوں نہیں جوائن کر لیتیں؟" خاصا تفکر آمیز سوال موسیٰ رضا کی طرف سے آیا تھا۔ اس قدر ان رومینٹک جملے نے یقیناً زیبا کو تلملانے پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر موسیٰ کے ساتھ نمٹنا اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔ اس لیے محض اسے ایک نگاہِ غلط انداز سے دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ اپنے ٹارگٹ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"تو چلو پھر...... مجھے گھر ڈراپ کر کے آؤ۔"

"ابھی بیٹھو زیبا! کھانا کھا کر جانا' تھوڑی ہی دیر تو رہ گئی ہے۔" امی کی یہ بے قراری زیب النساء کے جلدی واپس جانے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے راج دلارے کی محبت میں امڈی تھی۔ اتنی گرمی میں وہ ابھی گھر میں داخل ہوا تھا اور اب پھر سے......! مگر کیا کیا جائے کہ جب راج دلارا ہی سر کے بل چل کر جانے کو راضی ہو تو......؟

"نہیں چچی جان! میں اتنی جلدی کھانا نہیں کھاتی اور ویسے بھی نئی گاڑی کی خوشی میں عیسیٰ پر ایک پارٹی ادھار ہے۔" وہ تیکھی نظروں سے عیسیٰ کو دیکھتی امی سے کہہ رہی تھی۔

"تم چلو تو آج تمہاری شکایتیں دور کر ہی دوں۔" وہ گلاس خالی کر کے ٹیبل پر رکھتا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"بھائی آپ تھکے ہوئے آئے ہیں' شاور لے لیں انہیں میں چھوڑ آتا ہوں۔" موسیٰ کی آمد یونہی بدمزہ سی صورت حال کی طرح ہوتی تھی۔ عیسیٰ تو جز بز ہوا' سو ہوا۔ زیبا کے تاثرات سے بھی لگ رہا تھا کہ وہ موسیٰ کے متعلق کچھ زیادہ اچھا نہیں سوچ رہی ہے۔

"او کے' عیسیٰ! تم پہلے شاور لے کر فریش ہو جاؤ۔ پھر چلتے ہیں۔ اتنی دیر میں اگر کھانا بن گیا۔ تو چچی جان کا گلہ بھی دور کرتی جاؤں گی۔" وہ زیادہ دیر تک اپنے مہرے کو پٹنے نہیں دیتی تھی۔ فوراً ہی شیریں لب و لہجے میں بولی تو عیسیٰ بھی مطمئن سا ہو کر اٹھ گیا۔ رانیہ اٹھ کر کچن میں آ گئی۔ جہاں کھانا بننے میں ابھی کافی ٹائم تھا۔ اتنی دیر میں یقیناً عیسیٰ اور زیبا چلے جانے والے تھے۔

"رانیہ کیا کر رہی ہے آج کل......؟" وہ امی سے پوچھ رہی تھی۔

"اس قدر رست ہے یہ لڑکی! کیا کرنا تھا اس نے' موسیٰ نے ہی کہہ سن کر یونیورسٹی میں ایڈمیشن کرایا ہے۔" امی واقعی اس کی سستی اور خود سے حد درجہ بے پروائی سے عاجز تھیں اب بھی گہری سانس لے کر بولیں۔

"بھلا یہ خود کو نک سک سے ذرا ماڈرن بنا کر رکھے تو کیا مجال ہے عیسیٰ کی کہ باگیں تڑوائے۔" انہیں سخت ملال تھا۔

"یونیورسٹی میں......؟" زیبا کو یقیناً شدید جھٹکا لگا تھا۔

شربت سے لطف اندوز ہوتا موسیٰ پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا۔ پورے خاندان میں سے کسی بھی لڑکی نے کبھی یونیورسٹی کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔ خود زیبا ایف اے کے بعد گھر بیٹھ رہی تھی۔ تعلیم کی کمی کو اس کی شکل و صورت چھپا لیتی تھی۔

"ہاں' میں نے کہا کہ اس قدر ذہین لڑکی کا آگے نہ پڑھنا شدید ظلم ہو گا۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اتنی ذہین لگتی تو نہیں۔" وہ ابھی تک پہلے جھٹکے سے سنبھل نہیں پائی تھی۔

"چہروں کا کیا ہے یہ بڑے دھوکے باز ہوتے

ہیں۔ شکل سے تو آپ بھی بہت ذہین لگتی ہیں۔'' موسیٰ کا پرسکون اور بظاہر بہت عام سا ستائشی انداز تھا کہ مقابل طنز یا ستائش میں تمیز ہی نہ کر پائے۔

''کیا ضرورت تھی اتنا بکھیڑا اڈالنے کی چچی جان! اچھا سا لڑکا دیکھ کر اس کی شادی کر دیتیں۔ گریجویشن کے بعد تو یوں بھی شادی کر دینی چاہیے لڑکی کی۔'' وہ بڑے مدبرانہ انداز میں مشورہ دے رہی تھی۔

امی بے چاری چپ رہیں۔ اگر وہ ''اچھا سا لڑکا'' شادی کے لیے راضی ہو گیا ہوتا وہ بھلا کب رانیہ کو کھپنے دیتیں۔

''اسی لیے آپ نے گریجویشن نہیں کیا' یعنی کہ شادی سے فرار؟'' موسیٰ نے اس کی بات اچکی تو وہ بدمزا ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

''مجھے پڑھ پڑھ کے بڑھاپا لانے کی کیا ضرورت ہے بھلا!'' موسیٰ کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی۔

''یعنی آپ ایف اے کے بعد تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے بڑھاپے کو روکے بیٹھی ہیں؟ حیرت انگیز۔''

''میں ذرا رانیہ کو دیکھوں' کیا کر رہی ہے۔'' امی اس کی مدد کے خیال سے اٹھ گئی تھیں۔

''جو ہر لحاظ سے مکمل ہو اسے ایسی پیوند کاریوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آج کل لڑکیوں نے اپنے کمپلیکسز کو چھپانے کے لیے اعلیٰ تعلیم اور نت نئے کورسز کی آڑ لینا شروع کر دی ہے۔ مگر مجھے ایسا کوئی کمپلیکس نہیں جس پر میں ڈگریوں کا پردہ ڈالوں۔'' اس کی سوچ نے موسیٰ کو تاسف میں مبتلا کیا تھا۔

یہ حسن و خوب صورتی کو اول و آخر مان لینے والے خود ستائشی کے عادی' نرگیست (اپنی محبت) میں مبتلا لوگ۔ جنہیں خود سے آگے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اخلاقیات کو کم رو لوگوں کی میراث تصور کرنے والے۔

''خیر یہ تو بالکل ہی غلط بات ہے۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جو لڑکیاں ڈاکٹر یا انجینئر بن رہی ہیں یا دوسرے شعبوں میں نام پیدا کر رہی ہیں۔ وہ تمام کی تمام کمپلیکسز کی ماری' ہیں؟ تو آپ سراسر غلط ہیں۔ میرے ساتھ میڈیکل میں ایک سے بڑھ کے ایک خوب صورت اور ویل آف فیملی بیک گراؤنڈ رکھنے والی لڑکی پڑھ رہی ہے۔ تو انہیں بھلا کس کمپلیکس نے اتنی مشکل فیلڈ میں سر کھپانے پر مجبور کیا ہے؟''

موسیٰ نے قطعیت کے ساتھ اس کے لنگڑے لولے نظریے کے پتھر کو اینٹ کے ساتھ واپس کیا تھا۔ در حقیقت موسیٰ کے ساتھ بحث کرنا اور پھر جیتنے کی خواہش بھی رکھنا زیبا کے لیے ایک خواب ہی تھا۔ جس کی گفتگو بھی بیوٹی ٹپس' ملبوسات اور سیر و تفریح سے آگے بڑھی ہی نہ تھی۔ اسی وقت فریش سا عیسیٰ لاؤنج میں آیا تو زیبا نے سکھ کی سانس لی۔ آفس کے لباس کے برعکس اس وقت وہ کاٹن کے سفید کرتے شلوار میں بہت اچھا لگ رہا تھا۔

''چلیں......؟'' وہ کہتے ہوئے فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''میں امی کو بتا آؤں۔'' عیسیٰ کے اس طرح ماں کی طرف اجازت لینے جانے پر اس کی تیوری پر بل پڑے مگر ساتھ ہی وہ موسیٰ کی طرف دیکھ کر مسکرا دی تھی۔ ان کے جانے کے بعد وہ بھی کچن کی طرف آ گیا۔

''وہیں بیٹھو جا کر یہاں بہت گرمی ہے۔'' رانیہ نے اسے متنبہ کیا' مگر وہ اس کی ہدایت کو نظر انداز کرتا امی سے کہنے لگا۔

''مجھے سمجھ نہیں آتا کہ بھائی تائی اماں کی فیملی سے اتنا قریب کیوں ہو رہے ہیں۔ جب کہ ماضی میں انہوں نے کبھی ہمیں لفٹ تک نہیں کرائی اور بھائی ہیں کہ ان کی ''سپوتنی'' کو لانگ ڈرائیو پر لے جا رہے ہیں۔'' اس کے انداز میں ناگواری تھی۔ امی نے اسے ٹوک دیا۔

''وہ تمہارے تایا کی بھی بیٹی ہے۔''

''نیا گھر اور گاڑی ملنے کے بعد وہ ہماری کچھ زیادہ ہی تایا زاد بن رہی ہیں۔'' وہ اسی جلے بھنے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''تو کیا نیا گھر اور گاڑی ملنے کے بعد ہم رشتے داریاں چھوڑ دیں۔'' امی نے اسے گھر کا مگر وہ سخت برگشتہ ہو رہا تھا۔

''آپ بات کو سمجھ نہیں رہیں۔ پہلے تو کبھی ان لوگوں نے ہمیں جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھا اور اب جب دیکھو کوئی نہ کوئی منہ اٹھا کے چلا آ رہا ہے۔ لگتا ہے اس گھر' گاڑی حتیٰ کہ بھائی پر بھی ہم سے زیادہ ان لوگوں کا حق ہے۔''

''کس قدر تنگ دل ہو تم موسیٰ! اگر خدا نے ہمیں اچھے اخلاق سے نواز ہی دیا ہے تو تم شکر کرنے کے بجائے پرانے کھاتے کھنگال رہے ہو؟'' امی نے اسے جھڑکا وہ ایسی ہی تھیں بے ریا' صاف دل۔

''اس طرح کے حساب رکھنے پڑتے ہیں امی جان! لاعلمی میں لٹ جانے اور باعلمی میں لٹ جانے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اور میں ان لوگوں کے ارادے بہت اچھی طرح سے سمجھ رہا ہوں۔'' وہ اب بھی باز نہیں آیا تھا

''توبہ ہے۔ اس لڑکے کے دماغ اور زبان دونوں سے میں بہت عاجز ہوں' پَر کا کوا بنانے میں تو ماہر ہے یہ۔'' امی واقعی عاجز آ گئی تھی۔ اگر عیسیٰ اپنے والد سے منسلک رشتہ داریوں کو ذمہ داری سے نبھا رہا تھا تو اس میں اعتراض والی کون سی بات تھی۔

''اب بس بھی کرو' تم تو دماغ چاٹ لیتے ہو بندے کا۔'' رانیہ نے اسے ڈانٹا تو وہ شانے جھٹک کر مسکرا دیا۔

''نا سہی مگر جب بندہ ہاتھ سے نکل گیا تو پچھتائیں گے آپ لوگ۔'' رانیہ بے اختیار امی کی طرف دیکھنے لگی۔ جنہیں موسیٰ کی یہ تنگ دلی بالکل بھی نہیں بھا رہی تھی۔

''میں حماد کی طرف جا رہا ہوں۔ کھانے تک لوٹ آؤں گا۔'' وہ کہتا ہوا چلا گیا تھا۔ رانیہ سر جھٹک کر چولہے کی طرف پلٹ گئی۔

❁ .... ❁ .... ❁

''عیسیٰ! جاتے ہوئے رانیہ کو یونیورسٹی چھوڑ دینا۔'' ناشتے کے دوران رانیہ کو تیار بیٹھے ناشتا کرنے میں مصروف دیکھ کر عیسیٰ نے لحظہ بھر کو سوچا تو تھا کیونکہ وہ عموماً اس وقت سب کو ناشتا کروانے کی ڈیوٹی نبھا رہی ہوتی تھی۔ اب وہ ناشتے سے فارغ ہو کر اٹھنے لگا تو امی نے آرڈر دے دیا تھا وہ نا سمجھنے کے سے انداز میں پوچھنے لگا۔

''وہ کس لیے۔'' موسیٰ ہنسنے لگا۔

''یونیورسٹی میں آدمی دو ہی کام سے جا سکتا ہے یا تو پڑھنے یا پھر پڑھانے ہاں کوئی لڑکا ہوتا تو تیسری وجہ بھی ہو سکتی تھی۔''

''سیدھی بات کیا کرو۔'' امی نے اسے ڈانٹ دیا پھر گویا عیسیٰ کو متاثر کرنے والے بڑے میٹھے لہجے میں بولیں۔

''ذہین تو یہ شروع ہی سے بہت ہے پھر شوق بھی تھا۔ آگے پڑھنا چاہتی تھی تو میں نے کہا کہ لے لو ایڈمیشن آج خیر سے پہلا روز ہے اس کا۔'' وہ تفصیل بتا کر اس امید میں اس کا چہرہ دیکھنے لگیں کہ شاید وہ حیرت یا خوشی کا اظہار کرے تو انہیں رانیہ کی مزید خوبیاں گنوانے کا موقع مل جائے مگر قدرے توقف کے بعد وہ سنجیدگی سے بولا۔

''اور واپسی میں یہ کیا کرے گی؟''

''کیا مطلب واپسی پہ کیا کرے گی؟'' امی نے خفگی سے کہا تھا۔ ''خیر سے اپنی گاڑی ہے اور پھر تم روزانہ دوپہر کے کھانے پر فارغ ہی تو ہوتے ہو۔ اسے گھر چھوڑ جایا کرنا۔''

''جایا کرنا'' یعنی مستقل ڈیوٹی!'' عیسیٰ رضا کے اندر سرخ بتی نے جل کر خطرے کا اعلان کیا تھا۔

''یہ تو بہت پرابلم ہو جائے گی امی! کبھی یہ لیٹ تو

کبھی میں۔ اس سے تو اچھا ہے کہ یہ پوائنٹ کے ذریعے سفر کرے۔ لڑکیوں میں خود اعتمادی آتی ہے تنہا سفر کرنے سے۔'' اس نے بظاہر بڑے خلوص سے مشورہ دیا تھا اور امی نے کچھ کہنے کو لب کھولے ہی تھے کہ اس سے پہلے اس ''دبی دبائی'' لڑکی نے اس کی طرف دیکھ کر بڑے اطمینان سے پوچھا۔

''آپ سے کس نے کہا کہ مجھ میں خود اعتمادی کی کمی ہے؟'' بھائی کو گڑبڑاتے دیکھ کر موسیٰ کو ہنسی آنے لگی۔ پھر وہ امی کی طرف متوجہ ہوئی۔

''میں تو پہلے ہی آپ سے کہہ رہی تھی کہ میں پوائنٹ سے چلی جایا کروں گی۔ سیکڑوں لڑکیاں جاتی ہیں۔'' اس کا اعتماد قابلِ رشک تھا۔ بے اختیار موسیٰ کا دل چاہا اس کا شانہ تھپتھپا کر شاباشی دے۔ حالانکہ اس کا یہ انداز موسیٰ کے لیے بہت غیر متوقع تھا۔ جتنی پر اعتماد وہ تھی یہ موسیٰ کو خوب علم تھا۔ یقیناً عزتِ نفس پر بن آنے کی وجہ سے مقابل کو چار چوٹ کی مار دی جا رہی تھی۔

''مگر میرا دل نہیں مانتا۔ حالات اچھے نہیں ہیں۔'' امی اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

''او کے'' پتا نہیں کس دل سے عیسیٰ نے ہامی بھری تھی۔

''او کے کزن بیسٹ آف لک۔'' موسیٰ نے مسکراتے ہوئے اسے وش کیا تھا۔ امی نے پیشانی چوم کر دعا دی۔

''کتنی خوب صورت جوڑی ہے ماشاء اللہ۔'' اسے عیسیٰ سے ایک قدم پیچھے جاتے دیکھ کر امی نے حسرت سے کہا تو موسیٰ بڑبڑایا۔

''جی مشرق اور مغرب۔'' انہوں نے پھر آہ بھری تھی۔

''یہ لڑکا مان جائے بس۔''

''کیا مطلب کون انکاری ہے؟'' وہ چونکا امی کو اپنا دکھ بیان کرنے کا موقع مل گیا۔

''یہی تمہارا بھائی اور کون۔ صاف انکار کر دیا ہے اس نے رانیہ سے شادی کرنے سے۔'' اسے سن کر واقعی افسوس ہوا پھر پوچھنے لگا۔

''انکار کی کوئی وجہ بھی تو ہوگی۔''

''یونہی خود کو زیادہ ماڈرن سمجھنے لگا ہے۔ کہتا ہے کہ رانیہ سے شادی نہیں کر سکتا۔ بڑی سیدھی سادی اور پرانے دور کی لڑکی ہے میرے ساتھ نہیں چل سکتی۔ یہ جیسے افلاطون کا بچہ ہے۔''

وہ پھر تاسف و غصے کا شکار ہونے لگی تھیں۔ موسیٰ کو ہنسی بھی آئی اور ذہن میں دفعتاً ہی ایک سوچ بھی لہرائی۔ تو وہ یونہی مسکراتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''یہ سب رانیہ کو تو نہیں کہا آپ نے؟''

''لو میرا کیا دماغ خراب ہوا ہے۔ کیسا صدمہ پہنچنا تھا اس بے چاری کو۔''

''پھر بھی امی اگر یہ سب اسے نہیں معلوم تو پھر یہ یونیورسٹی۔''

حسن کی ادا بے وجہ نہیں
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

وہ پر سوچ انداز میں کہہ رہا تھا۔ امی نے اسے گھورا۔

''کیا بک رہے ہو؟''

''یونہی کچھ حساب کتاب لگا رہا ہوں۔ اگر ٹھیک نکلا تو پھر میں ہر حال میں یہ شادی کروا کے رہوں گا۔'' وہ اٹل انداز میں کہتا امی کا دل خوش کر گیا۔

***

عیسیٰ نے محض ناشتے کی میز پر خود سے سرزد ہونے والی بے مروتی کے خمیازے کے طور پر اس سے اس کے مضامین پوچھے تھے اور ان دس منٹوں میں دوسری بار اس عام سی دکھائی دینے والی لڑکی نے اسے حیران کر دیا۔

''اکنامکس......؟'' وہ درحقیقت یہی قیاس کیے ہوئے تھا کہ رانیہ بی بی اسلامیات یا پھر زیادہ سے

زیادہ اردو ادب میں ماسٹرز کرنے کا شوق پال بیٹھی ہو گی۔

"اتنا مشکل مضمون۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی کہہ گیا تو قدرے توقف کے بعد وہ سنجیدگی سے بولی۔

"شاید آپ میرے متعلق کافی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ خدا کے فضل سے میں خود اعتماد بھی ہوں اور خود آگاہ بھی۔ میرا ایڈمیشن میرٹ پر ہی ہوا ہے۔" اس کے انداز نے عیسیٰ کو خاموش کرا دیا۔

"جھکی اور خشک مزاج ہے۔ تبھی تو اکنامسٹ بننے جا رہی ہے۔" درحقیقت اسے رانیہ سکندر کا "دنیا مٹھی میں ہے۔" والا انداز بہت چبھا تھا۔ شاید اس کی اسی خشک مزاجی کا بدلہ لینے کی خاطر یونیورسٹی پہنچ کر گاڑی روکتے ہوئے اسی کے سے انداز میں بولا۔

"شاید واپسی پر میں تمہیں پک نہ کر پاؤں، موسیٰ کو فون کر دوں گا۔ اگر وہ فارغ ہوا تو آ جائے گا۔" وہ خاموشی سے اتر کر گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ لب بھینچتے ہوئے عیسیٰ نے گاڑی آگے بڑھا دی اور رانیہ سکندر واقعی اتنی اہم نہیں تھی کہ عیسیٰ رضا جیسے بندے کو یاد رہ جاتی۔ محض آفس پہنچنے تک کے دورانیے میں وہ اس کے ذہن سے محو ہو چکی تھی۔

❁......❁......❁

یونیورسٹی کا پہلا دن ہی اس کے لیے بہت اچھا ثابت ہوا تھا۔ وہ گھبرائی ہوئی تو تھی مگر اسی گھبراہٹ نے دو خوش مزاج و خوش گفتار لڑکیوں، حمیرا اور صباحت کو اس کی طرف بڑھنے پر مجبور کر دیا تھا اور کچھ دیر کے بعد وہ تینوں خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔

"مجھے تو اکنامکس سے عشق ہے۔" صباحت کا بیان تھا اور حمیرا کا اس سے قطعی مختلف۔

"میرے پاپا کو اکنامکس سے عشق ہے تبھی میں اس ڈیپارٹمنٹ میں ہوں۔" اس کی شکل کے زاویے دیکھ کر وہ دونوں ہنس دیں۔

"اور تم......!" صباحت نے اس سے پوچھا تو پہلے وہ اسے دیکھنے لگی پھر آہستگی سے بولی۔

"یونہی! اتفاق سے بی اے میں اچھی پرسنٹیج آ گئی تھی تو میں نے یہی لے لیا۔" صباحت کو اس کے جواب پر حیرت ہوئی تھی جب کہ حمیرا نے باقاعدہ حسرت سے آہ بھری۔

"کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جو تجرباتی سبجیکٹ رکھتے ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ ابا جان کی کھینچی ہوئی لکیر سے ایک انچ بھی ادھر یا ادھر نہیں سرک سکتے۔"

وہ دونوں اس کی آہ و زاری پر پھر سے ہنس دی تھیں۔

آخری پیریڈ اٹینڈ کرنے کے بعد وہ صباحت اور حمیرا کے ساتھ گیٹ کی طرف آ گئی۔

"آج کا دن تو یونہی ہنسی مذاق میں گزر گیا۔ ابھی دیکھنا کل سے پڑھائی کی ریل ایسی چلے گی کہ شاید اصل اسٹیشن سے بھی دو فرلانگ آگے ہی جا کر رکے۔"

حمیرا کو اپنی آزادی سلب کیے جانے کا شدید صدمہ تھا۔ جب کہ وہ دونوں مصنوعی ہمدردی سے اس کی ڈھارس بندھا رہی تھیں۔ وہ واپسی پر موسیٰ کی آمد کی توقع کر رہی تھی مگر عیسیٰ رضا کو گاڑی میں موجود پا کر اس کی حیرت دوچند ہو گئی۔ صبح اس کے خشک انداز سے وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ واپسی پر اسے لینے آنا نہیں چاہتا ہے۔ ان دونوں کو خدا حافظ کہہ کر وہ گاڑی کی طرف بڑھ آئی۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولنا چاہا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ مقفل تھا۔ اس نے دوبارہ کھولنے کی کوشش کی تو خیال یہی تھا کہ اب کی بار عیسیٰ خودکار لاک کا بٹن پریس کر کے دروازہ کھول دے گا مگر وہ یونہی بیٹھا چہرہ موڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جھنجلا کر اگلی نشست کے کھلے شیشے میں جھکی۔

"دروازہ تو کھولیے۔"

"میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں، جس کی موجودگی میں تم پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہی ہو۔" وہ ناراضگی سے بولا تو وہ

گہری سانس لیتی سیدھی ہو گئی۔ عیسیٰ نے دروازے کا لاک کھولا تو وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ بہت تیز رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا۔ ماتھے کی شکنیں اور بھینچے ہوئے لب اس کے موڈ کی خرابی کی گواہی دے رہے تھے۔ اسے گھر کے باہر ہی ڈراپ کر کے وہ گاڑی لے اڑا تھا۔ رانیہ نے امی کو پورے دن کی روداد سنائی تھی۔

"بس یونہی خوش رہا کرو رانیہ! میرا دل بھی مطمئن رہتا ہے۔" وہ اسے خوش دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔ سالن وہ بنا چکی تھیں، ان کے منع کرنے کے باوجود رانیہ نے کھڑے کھڑے دو روٹیاں ڈال لیں۔

"کل سے میں سالن بھی بنا کر جایا کروں گی۔" پانی کا جگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"مجھے کیا یونہی فارغ رکھ کر بے کار کر دو گی؟" وہ مسکرا دیں۔ تو وہ بھی انہی کے انداز میں بولی۔

"آپ کو عیش کرواؤں گی۔"

"خوش رہو بس مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔" وہ مغموم سی ہو گئیں۔

"خالہ! عیسیٰ کو آپ نے فون تو نہیں کیا تھا مجھے پک کرنے کے لیے۔" بہت دیر سے ذہن میں اٹکا سوال اس کی زبان پر آ ہی گیا تھا۔

"ہاں تو اور کیا!" وہ سادگی سے بولیں۔ "آج پہلا دن تھا نا! میں نے سوچا کہیں بھول ہی نہ جائے کہہ رہا تھا میٹنگ ہے، موسیٰ کو بھیج دیں۔ میں نے بھی کہہ دیا کہ تمہی جاؤ گے تو فوراً مان گیا۔" ان کے انداز میں محسوس کن تفاخر تھا۔

"آپ رہنے دیتیں خالہ! میں پوائنٹ سے آ جاتی۔ ٹھیک کہہ رہے تھے وہ، اس سے لڑکیوں میں خود اعتمادی بڑھتی ہے۔" اسے عیسیٰ رضا کے ماتھے کی شکنیں یاد آ رہی تھیں۔

"تم چپ رہو۔ اسے اپنی ذمہ داریوں کا پتا ہونا چاہیے۔ اگر میں ہی اسے ڈھیل دیتی رہی تو وہ بالکل ہی ہاتھوں سے نکل جائے گا۔" انہوں نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔ وہ چپ ہو گئی۔ تو وہ پوچھنے لگیں۔

"تمہیں تو کچھ نہیں کہا اس نے؟"

"نہیں۔" اس نے جگ اپنی طرف گھسیٹا تھا۔ پھر گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے سرسری انداز میں بولی۔

"یونہی ان کا موڈ دیکھ کر مجھے لگا کہ وہ اپنی مرضی سے مجھے پک کرنے نہیں آئے ہیں۔"

❁......❁......❁

صباحت اور حمیرا کی دوستی نے بہت جلد اسے اس کی خود ساختہ قنوطیت اور بے پروائی کے خول میں سے نکال لیا تھا۔ وہ دونوں آزاد اور بے فکرے ماحول کی پروردہ زندگی کو ہلے گلے سے گزارنے کی عادی تھیں۔ اس لیے ان کے ساتھ رہتے ہوئے رانیہ کا خود میں سمٹے رہنے کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا۔

ایک ماہ کے اندر ہی اس میں بہت تبدیلی آ گئی تھی۔

"کیا بات ہے پارٹنر! اب تو دکھائی دینا بھی بند ہو گئی ہو؟" رات کو موسیٰ اس کے کمرے میں چلا آیا۔ تو اس نے چونک کر کتاب پر سے سر اٹھایا تھا۔ پھر اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

"اس کا تو بہت صاف مطلب ہے کہ اب تمہیں عینک لگوا لینی چاہیے۔ تمہاری نظر کمزور ہو گئی ہے۔"

"بڑی پڑھائی ہو رہی ہے۔" وہ اس کے بستر پر مائیکرو اکنامکس کی کتابیں بکھری دیکھ کر متاثر ہونے والے انداز میں بولا تو رانیہ نے کتابیں سمیٹ کر اس کے بیٹھنے کی جگہ بناتے ہوئے صاف گوئی سے کہا۔

"خواہ مخواہ مجھے جھاڑ پر چڑھا رہے ہو ورنہ تمہاری میڈیکل کی بکس دیکھ کر تو مجھے خفقان شروع ہو جاتا تھا۔"

"تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی ہے۔" وہ بیٹھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا پھر قدرے ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"تم مذاق تو نہیں اڑاؤ گے؟"

"ایسی کیا بات ہے؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"پڑھائی بہت اچھی جا رہی ہے اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مجھے اکنامکس پڑھتے ہوئے بہت زیادہ مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا' جیسا کہ دوسرے کئی اسٹوڈنٹس کو مسئلہ ہوتا ہے۔"

"مان جاؤ لڑکی! تمہیں ابھی خود کو کھوجنے اور دریافت کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ اپنی صلاحیتوں پر اعتبار کرو گی تو بہت جلد خود کو پالو گی۔" وہ ہمیشہ کی طرح اسے نصیحت کر رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ یونہی سرسری انداز میں یا اوپری دل سے اس کی باتیں سن کر سر ہلا دیا کرتی تھی مگر اب وہ جانتی تھی کہ موحٰی غلط نہیں کہہ رہا ہے۔

"بس جو تھوڑی بہت پرابلم ہوتی ہیں انہیں حل کرنے کے لیے حمیرا نے مجھے پیش کش کی ہے کہ میں اس کے ساتھ اس کے پاپا سے مدد لے لیا کروں۔ اکنامکس تو ان کی فنگر ٹپس پر ہے۔ پوزیشن ہولڈر ہیں۔ صباحت بھی انہی سے مدد لیتی ہے۔ میں نے کہا کہ گھر سے پوچھ کر بتاؤں گی۔"

"ایسی آفر کو تو ہاتھوں ہاتھ لینا چاہیے لڑکی! تم بس امی کو بتا دیتیں اور جب جی چاہے پڑھائی میں مدد لے لیتیں۔" وہ کہہ رہا تھا رانیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ویسے پارٹنر یونیورسٹی سے تم میں بڑا زبردست چینج آیا ہے۔ بڑی پراعتماد لگتی ہو اب۔" وہ سراہنے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ پھر شرارت سے اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

"زیادہ خود اعتمادی تو پوائنٹ کے ذریعے سفر کرنے سے آئی ہوگی۔ ویسے اگلے روز بھائی کی شکل دیکھنے والی تھی جب امی نے انہیں بتایا کہ تم پوائنٹ سے چلی گئی ہو۔"

"میں کسی بات کا بدلہ لینے کے لیے ہرگز پوائنٹ میں سفر نہیں کر رہی بس میں کسی پر اپنی وجہ سے خوامخواہ کا بوجھ ڈالنا نہیں چاہتی۔ مسلط ہونا نہیں چاہتی۔" وہ یکلخت ہی سنجیدہ ہوگئی تھی۔

"بے وقوف ہو تم! عیسٰی رضا جیسا بندہ کبھی کبھار ہی کسی کی ڈرائیوری میں آتا ہے اور تم نے تو ہاتھ آیا موقع گنوا دیا۔ اپنی دوستوں میں شو ہی بنا لیتیں کہ اتنا ہینڈسم کزن ہے تمہارا۔" وہ اب بھی اسی موڈ میں اسے چھیڑ رہا تھا۔

"عزت اور شہرت وہی پائیدار ہوتی ہے جو انسان کو اپنے حوالے سے ملے کسی کی وجہ سے اہمیت حاصل کرنا یہ تو ایسے ہی ہوا کہ آپ کسی ایسے ملک کے صدر بن جائیں جس کا کہیں وجود ہی نہیں۔" وہ رسان سے بولی۔ تو موحٰی نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر اس کے جملے کی داد دی۔ پھر بولا۔

"تھوڑی سی عقل اس زیبا بی بی کو بھی دے دو۔ سوائے نخروں کے جسے کچھ آتا ہی نہیں۔"

"اسے وہی سوٹ کرتا ہے۔ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ اسی پر ناز کرے گا۔" وہ مطمئن تھی۔

"اور مجھے ایک بات تو بتاؤ۔ تم کیوں اس کی طرح ٹپ ٹاپ سے نہیں رہتیں۔ اکنامکس میں ماسٹرز کرنے کے لیے تیل چپڑا سر لازمی تو نہیں ہوتا۔"

"یہ تو خالہ جان ڈالتی ہیں سر میں' اور رہی بات ٹپ ٹاپ سے رہنے کی تو میں کم از کم زیبا جتنی ماڈرن تو نہیں ہو سکتی۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"افوہ......!" موحٰی جھنجلایا پھر بے اختیار بولا۔

"اسی لیے تو کسی کو نظر نہیں آتیں۔" رانیہ لحہ بھر کو ٹھٹکی ایک نظر اسے دیکھا۔

"کس کو......؟" موحٰی سنبھل کر بولا۔

"میرا مطلب ہے کہ ماسوائے میرے' بس مجھ کو نظر آتی ہو اور کسی کو نہیں۔"

"تو بس ٹھیک ہے نا!" رانیہ نے شانے اچکا کر آرام سے کہا تو موحٰی کو سمجھ نہ آئی کہ وہ اسے کس طرح سے سمجھا کر عیسٰی رضا کے لیول تک لے آئے۔ مگر شاید وہ اس کی بات کی گہرائی کو پا گئی تھی۔

"یہ اس سے دو روز بعد کی بات تھی۔

وہ اسپتال سے جلدی لوٹ آیا۔ امی نے خاص تلقین کی تھی رانیہ اس کے لیے ٹھنڈا شربت لے کر آئی تو امی سے بات کرتا موحٰی ٹھٹک کر رہ گیا۔ کھلتے رنگوں کے لباس میں ملبوس مسکراتی ہوئی رانیہ اس تیل چپڑ کر پھرنے والی رانیہ سے بالکل جدا الگ رہی تھی۔

"یا خدا! یہ کوئی خواب ہے کیا؟ امی حضور! یہ انارکلی ہے تو پھر وہ کون خاتون تھیں جنہیں صدیوں پہلے دیوار میں چنوا دیا گیا تھا؟" گلاس تھامتے ہوئے وہ ایسی اداکاری کر رہا تھا کہ رانیہ کے ساتھ ساتھ امی کو بھی ہنسی آ گئی۔ وہ پریشانی میں شربت کے گھونٹ بھرتا ساتھ ساتھ رانیہ کو دیکھے جا رہا تھا۔

"شکر کرو کہ آج کے دن ہی سہی اس کا بھی جی چاہا کہ کچھ اچھا پہن لے۔ الماری بھری پڑی ہے کپڑوں سے مگر یہ ہاتھ نہیں لگاتی۔" امی کا شکوہ بھی بجا تھا۔

مگر وہ اپنی ازلی سستی کا کیا کرتی۔

لیکن اب اگر اس راہ پر چل کے منزل حاصل ہوتی تھی تو کیا برا تھا؟ اس نے آج منزل کی جانب پہلا قدم اٹھایا تھا۔

"اب تم فٹافٹ کپڑے تبدیل کر کے آؤ۔" رانیہ نے اسے کہا۔ تو وہ صفاچٹ انداز میں بولا۔

"سوری بھئی! میں کوئی مروت دکھانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ اتنی راتوں سے نائٹ شفٹ کر رہا ہوں۔ آج تو جی بھر کے سوؤں گا۔"

"خبردار!" رانیہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"واللہ! کاجل بھی پہنتی ہو تم؟" وہ اس قدر بے ساختگی سے بولا کہ رانیہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"کاجل لگاتے ہیں آنکھوں میں بیٹا جی! پہنتے نہیں۔" امی مسکرائیں تو وہ کجل سا اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہی...... وہی اور پہلے کون سا یہ کبھی اتنے ڈھنگ کے حلیے میں نظر آئی ہے۔ آج تو سب کچھ عجیب سا ہی لگ رہا ہے۔"

"اب بس بھی کرو' میں تو صاف ستھری لگ کے شرمندہ ہو رہی ہوں۔" رانیہ نے اسے گھر کا پھرا سے کمرے کی طرف جاتے دیکھ کر بولی۔

"اور تم پانچ منٹ میں باہر آ رہے ہو۔ سمجھے!"

"آ رہا ہوں بابا!" وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔

ذرا دیر بعد باہر آیا تو جمائیوں پر جمائیاں لیتا۔

"کہیں لے کر نہیں جاؤں گا میں' جو بات کرنی ہے پانچ منٹ میں کرو' میں بس بیڈ پہ گر کے سوؤں گا جا کے۔" وہ مسکراتی ہوئی ٹرے میں اپنے ہاتھوں سے بیک کیا ہوا بادام اور شہد کی ٹاپنگ سے سجا کیک لیے چلی آئی۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو......!"

"خدا صحت کے ساتھ لمبی عمر دے میرے بچے کو اور کامیابیاں۔" امی نے اس کی پیشانی چومی تو وہ جو جھک کے سینٹر ٹیبل پر ٹرے رکھتی رانیہ کو محویت سے دیکھ رہا تھا۔ گڑبڑا گیا۔

موم بتیوں کی لو اس کے چہرے کو کیا ماورائی سا حسن بخش رہی تھی۔ رانیہ نے چھری اس کی طرف بڑھائی۔

"جلدی کرو' چار منٹ رہ گئے ہیں باقی۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی تو موحٰی نے سر جھٹکتے ہوئے چھری تھام لی۔ اسی وقت عیسٰی نے بھی اندر قدم رکھا۔

"ارے واہ' یہاں کیا سلیبریٹ کیا جا رہا ہے؟" وہ حیران ہوا تو موحٰی نے برجستہ کہا۔

"وہی جو آپ کو یاد نہیں رہتا۔" عیسٰی کو فوراً ہی یاد آ گیا آگے بڑھ کے اسے گلے سے لگا کے وش کیا۔

"آئی ایم سوری' صبح تک تو یاد تھا۔ بس آفس کی مصروفیت میں بھول گیا۔ واپسی میں تائی جان نے بلا لیا تو بس......!" اس کا انداز معذرت خواہانہ تھا۔ کیونکہ موحٰی ہمیشہ اس کا برتھ ڈے یاد رکھتا تھا۔

"خیریت تو تھی؟" امی متفکر ہوئیں۔

"جی......!" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔ اب کیا بتاتا کہ

تائی جان کی بیٹی نے ''لائن حاضر'' کر رکھا تھا۔ موسیٰ نے اچھی طرح سمجھتے ہوئے بے زاری سے سر جھٹکا۔ عیسیٰ کا زیبا کی طرف جھکاؤ اب بالکل واضح تھا۔

اور پھر موسیٰ نے اپنے تئیں قسم ہی کھالی۔ رانیہ کو بدلنے کی۔

یہ کلر پہنو یہ نہ پہنو۔ اس بوتیک سے ڈریس لاؤ۔ وہاں سے مت خریدو۔ یہ کھاؤ یہ پیو اس طرح رہو۔ موسیٰ نے چن چن کے عیسیٰ کی پسند و ناپسند رانیہ پر لاد دی (مگر عیسیٰ کا نام بیچ میں لائے بغیر) اور وہ بے چاری تو آنکھیں بند کیے موسیٰ کے کہے پر عمل کیے جاتی۔

''شاباش! گڈ گرل۔ منزل کے بہت قریب ہو تم!'' موسیٰ نے چہک کر اس روز کہا جب عیسیٰ نے رانیہ کے بدلے ہوئے روپ کی تعریف کی۔ تو وہ جھینپ سی گئی۔

❀ .... ❀ .... ❀

زیبا کا چکر کافی عرصے بعد لگا تو وہ رانیہ کا پر اعتماد اور انوکھا سا روپ دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''چائے......!'' رانیہ نے اسے متوجہ کیا تو وہ چونکی۔

''بہت چینج آ گیا ہے تم میں۔'' زیبا کا بات کرنے کا اپنا ہی تمسخرانہ انداز تھا۔

''چلو یونیورسٹی جانے کا کوئی تو فائدہ ہوا۔''

''ارے مزے تو آپ کے ہیں جو یونیورسٹی نہ جا کے بھی فائدے اٹھا رہی ہیں۔''

موسیٰ کون سا اس سے کم تھا۔ رانیہ نے تنبیہی نگاہوں سے اسے دیکھا مگر وہ ان دیکھا کر گیا۔

''اور سنائیں آج کل کون سی نئی ڈش پکانا سیکھی ہے آپ نے؟'' زیبا کا موڈ بگڑنے لگا۔ موسیٰ آج اسے گھیرنے کے موڈ میں تھا۔ عیسیٰ ابھی چینج کر کے آیا تھا۔ خوش دلی سے مسکراتے ہوئے جواب اس نے دیا۔

''بھئی زیبا بہت اچھی کوکنگ کرتی ہے۔ خصوصاً چکن کباب ہانڈی مسالے والی مجھے تو بے حد پسند آئی اور میٹھے میں فرنی لاجواب۔''

امی نے شکوہ کناں نگاہوں سے موسیٰ کو دیکھا جیسے شکایت کر رہی ہوں۔ بیٹا تو ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا۔ بنا بتائے تایا کے گھر جاتا بلکہ کھانا تک کھا کے آتا تھا اور گھر میں کسی کو خبر نہ تھی۔

''ہم تو تب مانیں جب کبھی ہمیں کھلائیں۔'' موسیٰ کے لب و لہجے میں آنچ سی تھی۔

''کیوں بھائی کی زبان پر اعتبار نہیں ہے تمہیں۔'' زیبا تنک کر بولی۔

''ثبوت کے بغیر ہم کوئی دعویٰ نہیں مانتے جناب! یہ ہماری رانیہ دی گریٹ نا صرف ماسٹرز کر رہی ہے بلکہ کوکنگ میں بھی ماسٹر ہے۔ کیوں بھائی!'' موسیٰ تو رانیہ کی تعریف کا کوئی موقع جانے نہ دیتا تھا مگر رانیہ کے ہاتھ کے ذائقے کا معترف ہونے کے باوجود عیسیٰ اس کی تائید کر کے زیبا سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا تھا۔

''رانیہ کا اس سے بھلا کیا مقابلہ یہ تو شہزادی زیبا النساء ہے۔'' وہ دل بری والے انداز میں بولا تو امی کے دماغ میں خطرے کے گھنٹی بج گئی۔ موسیٰ نے لب بھینچتے ہوئے رانیہ کو دیکھا جو بے تاثر چہرے کے ساتھ چائے کے برتن سمیٹ رہی تھی۔ پھر دفعتاً مسکرا کر تفاخر سے بولا۔

''اور یہ رانیہ ہے اردن کی ملکہ رانیہ۔''

''صحیح کہا تم نے رانیہ جیسا تو کوئی نہیں۔'' امی کو بھی عیسیٰ کا والہانہ انداز پسند نہ آ رہا تھا۔ سو جی جان سے موسیٰ کی حمائت کی۔ مگر عیسیٰ اور زیبا دونوں ہی کو رانیہ کے قصیدے پسند نہ آ رہے تھے۔ سو عیسیٰ فوراً ہی زیبا کو ڈراپ کر کے آنے کا بہانہ کر کے اٹھ گیا۔ زیبا نے تفاخر سے سر بلند کرتے ہوئے عیسیٰ کی معیت میں قدم بڑھائے تھے۔

اور پھر موسیٰ کی ساری محنت بے کار گئی۔ عیسیٰ نے

صاف لفظوں میں رانیہ کے لیے انکار کر کے امی کو زیبا کے لیے پروپوزل لے جانے کا کہا تو وہ بھی چپ سی ہو گئیں۔ جوان اولاد جب آپ کی بات نہ مانے تو اس کی بات مان لینی چاہیے۔ خسارہ کم ہوتا ہے۔ یا کم از آپ خسارے میں نہیں رہتے۔ انہوں نے بھی یہی کیا۔

موسیٰ نے ٹٹول ٹٹول کر رانیہ کا چہرہ دیکھا مگر وہ اپنا دکھ چھپانے میں شاید ماہر ہو چکی تھی۔ نا کوئی غم نا بہت خوشی۔ مگر موسیٰ کا دل اس کا دل ٹوٹنے کے خیال سے بہت دکھی تھا۔ بے چاری نے کتنی محنت کی تھی خود کو عیسیٰ کی پسند میں ڈھالنے کے لیے اور انعام کیا ملا؟ کبھی کبھی تو موسیٰ کو حیرت ہوتی۔ جانے عیسیٰ کو رانیہ کیوں دکھائی نہ دیتی تھی جب کہ اس کا بدلا ہوا روپ اور نکھرا ہوا انداز موسیٰ کو بارہا ٹھٹکا گیا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ عیسیٰ کے قدم زیبا تک تھم چکے ہیں۔ وہ اس سے آگے بڑھنا ہی نہیں چاہتا تھا تو آج کی رانیہ کو کیا دیکھتا۔ عیسیٰ کے بہت مجبور کرنے پر امی موسیٰ کے ساتھ مٹھائی کا ٹوکرا لے گئیں کہ جیٹھانی تو پہلے ہی رشتا رکا کیے بیٹھی تھیں۔ اب تو محض رسم باقی تھی۔ مگر وہاں ان کے تو مزاج ہی نہ مل رہے تھے۔

''بھئی رانیہ کا تو کچھ کریں، جوان لڑکی گھر میں بیٹھی ہے اور تم بیٹا بیاہ رہی ہو؟''

''اس کا اس معاملے سے کیا تعلق؟'' امی تو امی موسیٰ بھی چونک کر ناگواری سے انہیں دیکھنے لگا۔

''لو بھئی تعلق کیوں نہیں؟ یہاں تو اصلی نندوں کو بھابیاں کھٹکتی ہیں وہ تو پھر......!'' تائی جان کی ذہنیت ابھی بھی ویسی ہی تھی۔ یقیناً یہ زیبا کی پڑھائی گئی پٹی تھی۔ ان کا ایک ہی مطالبہ تھا پہلے رانیہ کو اپنے گھر بار کا کرو پھر ہی زیبا اور عیسیٰ کے رشتے کی بابت سوچا جا سکتا ہے۔ امی کا بی پی شوٹ کرنے لگا ان کا سرخ پڑتا چہرہ موسیٰ سے چھپا ہوا نہ تھا۔

''اب ان دونوں کی شادی کرنے کے لیے رانیہ کو گھر سے نکال تو نہیں سکتے نا۔''

''نکالنے کو کون کہہ رہا ہے۔ شادی کر دو اس کی عیسیٰ اور زیبا کے ولیمے والے روز بارات رکھ لو۔'' وہ انتہائی اطمینان سے یوں بولیں جیسے رانیہ پانچ برسوں سے منگنی شدہ ہو۔

''رانیہ کے لیے بھی خدا کی طرف سے بہتری ہوگی بھابی! آپ زیبا کے لیے تو ہامی بھریں۔ میں تو سیدھے سبھاؤ شادی کی تاریخ لینے آئی ہوں۔'' امی اپنا غصہ، ناگواری اور انا کو بیٹے کے پیار تلے دبائے رسان سے بولیں تو انہوں نے تیز لہجے میں کہا۔

''دیکھو بھئی بات صاف ہے۔ میری بچی یہ نند وند کے جنجال میں نہیں پڑ سکتی۔ تم سے تو خیر اور رشتا ہے مگر وہ کون سا سگی نند ہے۔'' وہی محدود سوچ، تنگ ذہنیت۔ موسیٰ اپنی جگہ تلملا رہا تھا۔ ادھر عیسیٰ نے آج ہی اس رشتے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ضد باندھ رکھی تھی۔ مگر تائی جان تو اپنی بات پہ اٹک ہی گئیں۔

امی اور موسیٰ ان کی شرط ساتھ لیے لوٹ آئے۔

''یہ شرط رکھی ہے تمہاری تائی نے لو بھلا اب گھر سے نکال باہر کروں بچی کو۔ اتنے تنگ دل ہیں ان لوگوں کے؟'' امی تو آتے ہی حوصلہ ہار کر رونے بیٹھ گئیں۔

''اُفوہ رونے والی کون سی بات ہے اس میں شادی تو کرنی ہی ہے رانیہ کی۔ کر دیں، بس اتنی سی بات ہے۔'' عیسیٰ بہت بدل چکا تھا۔ امی کو احساس ہوا۔

''اس کے لیے لڑکا چاہیے ہوتا ہے شاید۔'' موسیٰ نے چبا چبا کر کہا تو عیسیٰ نے اطمینان سے کہا۔

''ہاں تو تم ہو نا!'' اس قدر غیر متوقع الفاظ پر موسیٰ کا دماغ بھک سے اڑا۔

''تم تو قدرداں بھی ہو اس کی خوبیوں کے۔''

''آپ سے مشورہ نہیں مانگا میں نے۔'' موسیٰ کو الفاظ جمع کرنے مشکل ہوئے۔

''کیوں......؟ اب وہ دنیا کی بہترین لڑکی نہیں

رہی کیا؟'' وہ تمسخرانہ انداز میں اسے اسی کے کہے الفاظ یاد کرا رہا تھا۔

''وہ میں نے آپ کے لیے کہا تھا۔'' موسیٰ کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا کہے۔

''چہ خوب یعنی میرے لیے وہ ایک بہترین لڑکی اور تمہارے لیے نہیں ہے۔'' وہ طنزیہ بولا۔

''امی اس سے آپ کا رشتہ طے کرنا چاہتی ہیں۔'' موسیٰ نے تحمل سے جواب دیا پھر مزید بولا۔

''میں نے کبھی اس کے متعلق نہیں سوچا۔''

''تو اب سوچ لو۔ میں تو اول روز سے انٹرسٹڈ نہیں ہوں اس معاملے میں۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''آپ اپنے مسائل کی گٹھری میرے سر پر رکھنے کی کوشش مت کریں۔'' موسیٰ کو غصہ آنے لگا۔ ''یہ لیں......!'' عیسیٰ نے ہنس کر امی کو متوجہ کیا۔ ''وہ بہترین لڑکی اب مسائل کی گٹھری ہوگئی۔''

''آپ اس معاملے میں مجھے مت لائیں۔ بات آپ کی اور رانیہ کی شادی کی ہو رہی ہے۔ فیصلہ امی کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہیں وہی فیصلہ کریں گی اور اس گھر میں سب کو قبول کرنا ہوگا کیونکہ امی نے آج تک ہماری اور اس گھر کی بھلائی کے لیے ہی فیصلے کیے ہیں۔''

موسیٰ کا چہرہ دہک رہا تھا اور لب و لہجے سے آنچ سی اٹھ رہی تھی۔ چند لمحوں کے لیے تو عیسیٰ بھی کچھ نہ بول پایا پھر قدرے توقف کے بعد تیوری چڑھا کر بولا۔

''امی! امی بھلا کیا فیصلہ کریں گی؟ میرا مطلب ہے کہ امی کو تو اولاد کی خوشی سامنے رکھ کے ہی فیصلہ کرنا ہے نا!''

''ہاں......!'' ان کے لبوں سے سرد آہ نکلی۔ ''ایک وقت آتا ہے کہ ماں کی خوشی پسِ پشت جا پڑتی ہے اور صرف اولاد کی خوشی مقدم رہ جاتی ہے۔'' وہ متاسفانہ انداز میں بولتے ہوئے لحظہ بھر کے لیے رکیں پھر مضبوط لہجے میں بولیں۔

''تمہاری ساس کو رانیہ کی شادی نہ ہونے پر اعتراض ہے اور میں نہیں چاہتی کہ تمہاری مخالفت میں فیصلہ کر کے تمہاری زندگی خراب کروں۔ مگر اتنی افراتفری میں' میں واقعی اسے ایسے آنکھیں بند کر کے کہیں نہیں دھکیل سکتی۔'' وہ ذرا رکیں پھر موسیٰ کو دیکھتے ہوئے باقی بات مکمل کی۔ ''جتنا موسیٰ اسے جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا اور میری یہی خوشی ہے کہ رانیہ اسی گھر کی بہو بنے۔ عیسیٰ نہ سہی موسیٰ سہی۔ اس کی حیثیت تو وہی رہے گی نا!'' امی نے بھی دھماکا کر ہی دیا۔

موسیٰ کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔ جب کہ عیسیٰ نے فوراً آگے بڑھ کر متشکرانہ انداز میں ماں کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیے۔

''دیٹس گریٹ امی جان! میں بھی یہی چاہتا تھا کہ میرے نہیں تو موسیٰ کے توسط سے آپ کو یہ خوشی ضرور مل جائے۔'' امی بھی تمام گلے شکوے بھول کر مسکرا دیں۔ عیسیٰ نے ٹیڑھی نگاہوں سے موسیٰ کی طرف دیکھا۔ ''اور موسیٰ کو تو یقیناً کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ جتنی انڈر اسٹینڈنگ ان دونوں کے بیچ ہے' وہ اس رشتے کے لیے آئیڈیل ہے۔'' موسیٰ کے لیے یہ موضوع' یہ فیصلہ بے حد اچانک اور تکلیف دہ تھا۔

''جس کی زندگی کا فیصلہ ہے اس سے بھی کسی نے پوچھا ہے یا وہ کوئی بے جان مورت ہے؟'' وہ تلخ ہونے لگا کہ رانیہ کو اس طرح سوچنا بھی اسے گناہ لگتا تھا۔

''وہ امی کی ذمہ داری ہے۔ اپنے آپ فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں ہے وہ۔'' عیسیٰ نے جلدی سے کہا۔ وہ کسی طور اس فیصلے پر کوئی آنچ نہ آنے دینا چاہتا تھا۔

''یہاں تو اپنی اولاد والدین کے فیصلوں کو پاؤں کی ٹھوکر میں رکھتی ہے بھائی! وہ تو پھر بھانجی ہے۔'' موسیٰ نے بھرپور طنز کیا۔ مگر عیسیٰ نے جو کھیل کھیلنا تھا۔ وہ کھیل چکا تھا' اب اسے اس طنز و تمسخر کی پروا نہ تھی۔

''وہ مجھ پہ چھوڑ دو۔'' دفعتاً امی نے آگے بڑھ کے اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا اور اس کی فراخ پیشانی چوم لی۔

''میں صدقے میری لاج رکھنے والا میرا شہزادہ بیٹا!'' ان کی آواز میں نمی گھلی تھی۔ موسیٰ کا دل پسیجا تو احتجاج کے الفاظ اندر سر پٹختے رہ گئے۔ وہ دانتوں پر دانت جمائے اپنا ضبط آزما کر رہ گیا۔

❀ ❀ ❀

عیسیٰ نے فوراً زیبا کو یہ خوش خبری پہنچائی تو وہ اچھل ہی تو پڑی۔

''کیا کیا کہہ رہے ہو تم؟'' اسے لگا جیسے کچھ غلط سن لیا ہو۔ عیسیٰ ہنسا۔

''دیکھا' کیسے مسئلہ حل کیا تمہارا۔''

''حل......؟'' وہ چیخی۔

''یہ بوگس حل نکالا ہے تم نے؟''

''کیا مطلب؟ تمہی کو اس کا کنواری رہنا خطرہ لگ رہا تھا۔ میں نے امی کی توجہ موسیٰ کی طرف کروا دی۔'' وہ کچھ سمجھ نہ پایا تھا کہ زیبا کی ناخوشی کی کیا وجہ ہے۔

''اُفوہ' میں نے یہ کہا تھا کہ اس کی شادی کروا کے کہیں رخصت کریں' یہ تو نہیں کہا تھا کہ مستقل کا سردرد گھر میں ہی پال لیں۔'' وہ خوب ہی بگڑی' جھنجلائی۔ عیسیٰ کی تیوری پر بھی بل پڑنے لگے۔

''تمہارا مسئلہ کیا ہے زیبا! محض رانیہ کی شادی یا اس کا اس گھر سے چلے جانا؟'' اس کے لب و لہجے کی تبدیلی نے زیبا کو سنبھلنے پر مجبور کر دیا۔

''خیر' مجھے کیا' ویسے وہ موسیٰ کے ساتھ سوٹ نہیں کرتی۔ ڈاکٹر بن چکا ہے وہ۔''

''تو وہ کون سا انگوٹھا چھاپ ہے۔ اکنامکس میں ماسٹرز کر رہی ہے۔ میں نے تو تم سے بھی کہا تھا کہ آہستہ آہستہ پڑھائی مکمل کر لو۔ کم از کم گریجویشن......!''

''لو جی......!'' زیبا نے دانت پیسے۔ ''اب ہر

وقت کی مقابلہ بازی ہوا کرے گی۔

"اسے اپنے احساسِ کمتری پر پردہ ڈالنے کے لیے اس سے سر کھپائی کی ضرورت ہے۔ مجھے تو خدا نے ذہانت اور حسن دونوں سے نواز رکھا ہے۔" اس نے غرور سے کہا۔ عیسیٰ ہنسا پھر اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔

"اچھا! ویسے کہتے ہیں کہ خوب صورت عورت بے وقوف ہوتی ہے۔"

"پتا نہیں تم خود ہی اندازہ کرلو کہ میں نے تمہیں پسند کیا ہے اب یہ بے وقوفی ہے یا عقل مندی؟" وہ بھی شرارت کے موڈ میں آئی تو عیسیٰ اپنے لفظوں سے پھر گیا۔

"ارے نہیں میری جان! تم میں تو حسن و ذہانت کوٹ کوٹ کے بھرے ہوئے ہیں۔"

"مان گئے ہو آخر!" وہ اٹھلائی۔

"ارے، ہم ایسے ہی تو دیوانے نہیں ہوگئے اور سب سے بڑا گن تمہارا سگھڑاپا۔ محض خود کو ہی نہیں گھر اور کچن کو سنوارنے کا بھی شوق ہے تمہیں۔" وہ متاثر ہونے والے انداز میں بولا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ مگر پھر قدر بھی اتنی ہی کرنی پڑے گی میری۔"

"تم مل تو جاؤ ایک بار پھر اپنے ہونے پہ رشک کیا کرو گی۔" اس کا لہجہ بوجھل ہوکر سرگوشی میں ڈھلا تو زیبا کی ہنسی میں بھی خمار اترنے لگا۔

❋ .... ❋ .... ❋

وہ نیم تاریک کمرے میں بستر پر اوندھا پڑا زندگی کے اس اچانک اور غیر یقینی المیے پر غور کررہا تھا' جس سے اچانک ہی واسطہ پڑ گیا تھا۔ ایسے ہی جیسے بھاگتے کو غیر متوقع طور پر ٹھوکر لگے اور وہ منہ کے بل آن گرے۔ امی کا یہ فیصلہ اس کی زندگی کے بھاگتے گھوڑے کو ایسے ہی ٹھوکر لگا گیا تھا۔ اور وہ بہت ذہین' دوسروں کو چٹکیوں میں اڑانے والا اب اوندھے منہ پڑا اس المیے کا سوگ منا رہا تھا۔ امی نے کمرے میں داخل ہوکر لائٹ آن کی تو اس نے ناگواری سے سر اٹھا کر آنے والے کو دیکھا۔ پھر امی کو سامنے پا کر سیدھا ہوکر تکیے سے ٹیک لگالی۔

"تم کیوں صبح سے کمرے میں بند پڑے ہو' کیا چھٹی کے مزے لے رہے ہو؟" انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ موسیٰ سے بہت خوش ہیں۔ موسیٰ خاموش رہ کر جیسے انہیں اپنی خفگی جتا رہا تھا۔ اور وہ کون سا بچی تھیں۔ اچھی طرح اس کی کشمکش سمجھ رہی تھیں۔

"کیا بات ہے موسیٰ! پچھتا رہے ہو میرا کہا مان کر؟" اس نے خفگی سے پر نگاہ امی پر ڈالی۔

"بات پچھتانے کی نہیں امی! پہلے آپ کو مجھ سے بات کرنی چاہیے تھی۔"

"کیوں؟ کیا میرا تم پر اتنا بھی حق نہیں کہ میں خود سے تمہارے لیے کوئی فیصلہ کرسکوں؟" ان کے انداز میں یکلخت ہی اتنی مایوسی اور شکستگی اتر آئی کہ موسیٰ جیسا سب کا خیال کرنے والا بندہ شرمندہ ہوگیا۔

"وجہ یہ نہیں امی! مگر رانیہ کی خوشی سب سے زیادہ اہم تھی۔" وہ مدہم پڑا کہنا تو چاہتا تھا کہ اس کی خوشی عیسیٰ رضا ہے۔ موسیٰ رضا نہیں۔ مگر امی نے پرجوش لہجے میں بتایا۔

"اگر تم اس وجہ سے پریشان ہو تو بے فکر رہو۔ یہ بات میں نے رانیہ سے پوچھنے کے بعد ہی کی ہے۔" وہ گویا نا سمجھی کے عالم میں انہیں دیکھے گیا۔ تو وہ پھر بولیں۔

"اسے اس رشتے پر بھلا کیا اعتراض ہونا ہے۔ جتنی تم سے اس کی دوستی ہے' جتنا تم اسے سمجھتے ہو وہ کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔" موسیٰ نے گہری سانس بھری۔ (اسی بات کا تو رونا ہے)؟

"چلو اب تو مسکرا دو خوش ہوجاؤ۔" امی نے پیار سے اس کے بال سنوارے تو وہ بمشکل ہی مسکرا پایا۔

"اللہ تیرا شکر ہے۔ میں اپنی مرحومہ بہن کی روح

کے آگے سرخرو ہوئی۔" وہ بے حد خوش تھیں۔ اور موسیٰ......؟ اس نے اپنا آپ ٹٹولا۔ تو دل بے حد سرد محسوس ہوا اور اندر بے پناہ خاموشی۔

❋ .... ❋ .... ❋

اور پھر ایک ماہ کے اندر اندر امی نے ایسی پھرتی سے دونوں شادیوں کی تیاری کی کہ اپنی تمام بیماری بھول بھال گئیں۔

"ابھی منگنی کردیں۔ میری ہاؤس جاب تو ختم ہونے دیں شادی جاب کے بعد۔" موسیٰ کا ایک بھی واویلا انہوں نے نہ سنا تھا۔ وہ زیبا اور رانیہ کو اکٹھے شاپنگ کے لیے لے جاتیں بری کے تمام کپڑے اور زیور وہ ان دونوں کے پسند سے خریدنا چاہتی تھیں۔

رانیہ تو ذرا بھی دلچسپی نہ دکھاتی مگر زیبا تو ہر کپڑا ہر جوتا اپنی پسند سے لے رہی تھی۔ انہوں نے دونوں بہوؤں کے لیے ایک سے جوڑے لینے چاہے تو زیبا نے صاف لفظوں میں منع کردیا۔

"چچی جان! رانیہ کے لیے آپ اپنی پسند سے لے لیجیے۔ میں ایک جیسے یونیفارم نہیں پہن سکتی اور ویسے بھی میں اپنے سارے کپڑے بوتیک سے تیار کرواؤں گی۔" رانیہ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ورنہ جیسے ڈارک اور برائٹ کلرز زیبا اپنی بے تحاشا گوری رنگت کو نمایاں کرنے کے لیے خرید رہی تھی وہ رانیہ تو کبھی نہ پہنتی۔

اس نے اپنے لیے میڈیم کلرز پسند کیے اور باقی تمام امی پر چھوڑ دیا۔ وہ اس کی سعادت مندی پر خوش تھیں۔

"تمام رنگ تمہاری پسند کے لیے ہیں رانیہ نے...... خوب نبھے گی تم دونوں کی۔" امی نے بطورِ خاص موسیٰ کو بتایا تھا۔ موسیٰ کو بے اختیار یاد آیا۔

(عیسیٰ کی پسند میں ڈھلنے والی...... اب مجھ سے نبھا کرپائے گی کیا؟)

اور پھر وہ دن بھی آیا کہ در و دیوار پہ شادمانی کا سایہ ہوا اور دو والپسراؤں جیسی دلہنیں اس گھر میں اتریں۔ عیسیٰ کے ہر انداز میں شوخی اور زیبا کی ہر ادا میں اتراہٹ۔ مگر موسیٰ کی مسکراہٹ بھی سوچ تھی اور رانیہ کا انداز پرسکون یا شاید پرسکوت موسیٰ یہی سوچ سکا۔

امی کسی کام سے کچن میں آئیں تو اسے فریج سے ٹیک لگائے پانی کی بوتل ہاتھ میں تھامے کھڑا دیکھ کر حیران ہوگئیں۔

"تم کچن میں کیا کررہے ہو؟" وہ سنبھلا اور پانی کی بوتل منہ سے لگالی۔

"کمال کرتے ہو موسیٰ! تمہارے کمرے میں پانی کی بوتل بھی رکھی تھی میں نے۔"

"اچھا! نظر نہیں آئی۔" وہ نارمل سے انداز میں کہتا مڑ کر فریج میں بوتل رکھنے لگا۔ پھر ان سے پوچھنے لگا۔

"آپ کیوں نہیں سوئیں ابھی تک؟"

"ایسے ہی سب کچھ سمیٹتے سمیٹتے دیر ہوگئی۔ تم چلو اب۔ رانیہ بے چاری انتظار میں تھک گئی ہوگی۔" انہیں فکر تھی رانیہ کو آج ہلکی سی حرارت بھی ہورہی تھی۔ موسیٰ کو اپنے کمرے میں آنا ہی پڑا۔ اک عجیب سی شرمندگی اور ہلکے پن کا احساس اسے گھیرے ہوئے تھا۔ کوئی ایسا شوہر جس کی بیوی کسی اور کو پسند کرتی ہو اس کے جذبات و احساسات کیسے ہوسکتے ہیں؟

اسے رانیہ سے کوئی امید یا خوش فہمی نہ تھی' مگر پھر بھی اسے کمبل اوڑھے بے سدھ سویا پاکر موسیٰ نے خود کو مزید سرد ہوتا محسوس کیا تھا۔

(جاری ہے)

قسط نمبر 10

بھیگی پلکوں پر

اقرا صغیر احمد

بہلتی جائے گی سرکش محبت' دیکھتے جاؤ
تمہیں دنیا سکھا دے گی سیاست' دیکھتے جاؤ
بڑے اونچے سروں میں بات کرتے ہو محبت کی
محبت ہے خساروں کی تجارت' دیکھتے جاؤ

پارس عرف پری عدم توجہی اور سوتیلے رشتوں کی بدسلوکی کا شکار ہے۔ دادی جان اس کے لیے گھر بھر میں واحد محبت کرنے والی شخصیت ہیں جبکہ اپنے والد فیاض صاحب سے اس کا رابطہ واجبی سا ہے۔ فیاض صاحب کی دوسری بیوی صباحت فطرتاً حاسد' فضول خرچ اور طمع پرست ہیں۔ ان کے یہی اوصاف ان کی بیٹیوں عادلہ اور عائزہ میں بھی بہ درجہ اتم موجود ہیں۔ البتہ پری اور دادی جان کی حیثیت گھر بھر میں مضبوط ہے۔

رجاء ایک باپردہ اور حسین وجمیل لڑکی ہے' جس کا تعلق مذہبی اور پابند شرع گھرانے سے ہے۔ اس کی دوست اسے اپنے کزن سلمان عرف سنی کی جانب مائل کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ رجاء کے محلے میں ماہ رخ نامی ایک حسین وجمیل خاتون کے چرچے ہیں جو کردار کے حوالے سے مشکوک کہلائی جاتی ہے۔

طغرل کی آمد خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ پری کے ذہن میں طغرل اور اپنی بچپن کی لڑائیاں تازہ ہیں۔ عادلہ' طغرل پر ملتفت ہے اس کی وجاہت اور اس کے اسٹیٹس کے سبب۔

پری کی والدہ فیاض صاحب سے علیحدگی کے بعد اپنے خالہ زاد صفدر جمال سے شادی کرچکی ہیں جو ایک کامیاب بزنس مین ہیں۔ پری کے لیے مثنٰی کی محبت لازوال ہے مگر صفدر جمال کو پری کا ذکر بھی ناپسند ہے۔

وردہ بالآخر رجاء کو سلمان سے باضابطہ ملاقات پر آمادہ کرلیتی ہے مگر سلمان سے ملاقات کے لیے جاتے ہوئے رجاء پر وردہ کی اصلیت آشکار ہوتی ہے اور وہ اس کے چنگل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ وردہ اور سنی کا تعلق ایسے گروہ سے ہے' جو معصوم لڑکیوں کو ورغلا کر اپنے گھناؤنے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔

طغرل' پری کی خود سے رکھائی پر حیران اور اس بابت اس سے استفسار کرتا ہے۔

رجاء سنی اور وردہ کے چنگل سے فرار ہوکر ماہ رخ کے گھر پناہ لیتی ہے۔ ماہ رخ' رجاء کو سنی اور وردہ کی اصلیت بتاتی ہے اور بحفاظت رجاء کو اس کے گھر چھوڑ کر آتی ہے۔

طغرل کے والد فیاض صاحب کی مدد سے پاکستان میں ہی کاروبار جمانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ طغرل ان سے مدد کی درخواست کرتا ہے۔

مثنٰی کے اکثر اوقات بے گانگی کے مظاہرے پر صفدر جمال ان سے شاکی ہوجاتے ہیں۔

پری ایک بار پھر طغرل کی شرارت کا شکار ہوکر بے وقوف بن جاتی ہے۔

رجاء کو پیش آنے والے حادثے سے سبق سیکھتے ہوئے اس کی والدہ رضیہ بیگم نے اس کی شادی کردی۔ جس میں ماہ رخ پیش پیش رہیں۔

ماہ رخ ماضی میں جا پہنچتی ہیں۔ جہاں وہ ایک سبزی فروش کی لاڈلی بیٹی تھیں۔ ان کے قدم زمین پر مگر نگاہیں بلندی پر تھیں اور بلندیوں کی چاہ نے اسے اس کا مقام بھی بھلا دیا تھا اور اپنے کزن گلفام کی چاہت بھی۔

صباحت کی بھابی نے اپنے بیٹے فاخر کے لیے عائزہ کا رشتہ طلب کیا تھا۔ تاہم اماں جان نے فیاض صاحب کو اس رشتے کے لیے راضی کرلیا۔

رات کی تاریکی میں طغرل نے ایک سائے کو سوٹ کیس تھامے گھر سے فرار ہوتے دیکھا۔ طغرل کے خیال میں رات کے اندھیرے میں گھر سے فرار ہونے والی لڑکی پری ہے۔ جب کہ حقیقت مختلف ہے۔ صفدر جمال اور مثنٰی کا بیٹا سعود غیر ملک میں کسی ہندو لڑکی سے شادی کا خواہاں ہے' جس کی مثنٰی سختی سے

مخالفت کرتی ہیں مگر اک روز صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود پوجا سے شادی کر چکا ہے وہ بھی ان کی اجازت اور شمولیت کے ساتھ...... ثمنی شاکڈ رہ جاتی ہیں اور ان سے برگشتہ ہو کر گھر چھوڑ دیتی ہیں۔

ماہ رخ کے ماضی میں اس کا کزن گلفام ہے جو اس پر فریفتہ ہے مگر ماہ رخ بے رغبتی کا شکار ہے۔ اپنی کلاس فیلو جویریہ کو اپنی جھوٹی امارت کے قصے سنا کر وہ مرعوب رکھتی ہے۔ جویریہ کا تعلق اپر کلاس سے ہے۔

طغرل پری سے اپنی غلط فہمی پر تنہائی میں معذرت کرتا ہے اور اس لڑکی کی بابت دریافت کرتا ہے جو رات کے اندھیرے میں گھر سے فرار ہوئی تھی اور جس پر طغرل کو پری کا گمان گزرا تھا۔ جس پر پری اس کا تمسخر اڑاتی ہے۔

جویریہ کی امارت ماہ رخ کو احساس کمتری میں مبتلا رکھتی ہے وہ اپنے گھر کے حالات سے برگشتہ ہونے لگتی ہے۔ ایک روز اتفاقاً ماہ رخ سے جویریہ کا بھائی اعوان آ ٹکراتا ہے۔

صباحت حسب عادت شوہر کی دگرگوں حالات کی پروا کیے بغیر عائزہ کی منگنی کی تقریب وسیع پیمانے پر منعقد کرنے کی خواہش مند ہیں۔

صفدر جمال ثمنی کو منانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر وہ ہنوز غم و غصے کا شکار ہیں' جس پر صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود نے پوجا سے شادی کرنے کے لیے خودکشی کی کوشش کی تھی جس پر انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔

پری ایک حادثے میں زخمی ہونے کے سبب عائزہ کی منگنی میں شرکت نہیں کر پاتی۔

صفدر جمال کی منت سماجت پر بالآخر ثمنی واپس لوٹ آتی ہیں۔

جویریہ کے بھائی اعوان سے ماہ رخ کا رابطہ محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

پری کے سامنے طغرل کو ایک بار پھر لان کے اندھیرے میں وہی سایہ نظر آتا ہے تو وہ پری کے روکنے کے باوجود اس سائے کے پیچھے بھاگتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......☆......❁

طغرل چلا گیا تھا۔ تیز چلتی ہوا کے جھونکوں سے کمرے میں پڑے بھاری پردے لہرا رہے تھے۔

دھک......دھک......دل کی دھڑکنیں تھیں کہ سینے سے باہر نکلنے کو بے چین تھیں' کئی لمحوں تک وہ گہرے گہرے سانس لے کر اپنے حواسوں کو درست کرتی رہی تھی پھر اس نے سوچا طغرل کے پیچھے جائے تاکہ معلوم ہو وہ کوئی بلا ہے یا......؟

اگلے لمحے وہ سورتوں کا ورد کرتی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔ لان میں اندھیرا تھا اور طغرل کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ وہ سراسیمہ سی کھڑی سوچ رہی تھی کہ آگے جائے یا واپس اندر چلی جائے تبھی اس نے گیٹ کی طرف طغرل کو آتے دیکھا جو سیاہ چادر میں لپٹے کسی وجود کو گھسیٹتے ہوئے لا رہا تھا اور وہ ہکا بکا سی کھڑی اس صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ دونوں قریب آ گئے تھے اور دبی دبی گھٹی گھٹی' گھبرائی ہوئی آواز سن کر اسے اپنے پیروں تلے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

''چھوڑیں مجھے......!'' وہ طغرل کی مضبوط گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی مگر طغرل اسے گھسیٹتا ہوا ان کے کمرے کی طرف لے آیا پیچھے حواس باختہ سی پری بھی آ رہی تھی۔ وہ عائزہ اور عادلہ کا مشترکہ کمرا تھا جو ہاتھ کے معمولی دباؤ سے کھل گیا تھا۔ ان لوگوں کے پیچھے پری بھی اندر چلی آئی۔ عادلہ جو ابھی غنودگی میں تھی' اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا اور غیر متوقع طور پر ان کو وہاں دیکھ کر گھبرا کر اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ طغرل نے ایک جھٹکے سے عائزہ کا بازو چھوڑا تو وہ مارے دہشت و خوف کے وہیں کارپٹ پر مٹی کے ڈھیر کی طرح بیٹھتی چلی گئی۔

''کیا ہوا' آپ لوگ اس وقت یہاں اور......اور یہ عائزہ کو کیا ہوا ہے؟'' اس کی نظریں اس وقت طغرل پر اٹھی تھیں اور اس کے چہرے پر اتنی وحشت تھی گویا اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہوں' عادلہ نے گھبرا کر نگاہیں جھکا لی تھیں۔

''عائزہ! تم اس ٹائم......اس طرح کہاں گئی تھیں......؟'' اس نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

❁......☆......❁

ماہ رخ کالج کے قریب پہنچی ہی تھی کہ اس کی نگاہ اعوان پر پڑی تھی جو نیم کے درخت کے نیچے کار لیے کھڑا تھا۔ ماہ رخ سے نگاہ ملتے ہی وہ مسکرایا اور ہاتھ کے اشارے سے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

''ارے آپ اس ٹائم یہاں......؟'' وہ اس کے قریب جا کر حیرانی سے گویا ہوئی۔

''آج کلاسز بنک کر لو۔'' وہ بے قراری سے بولا۔

''کیوں؟'' وہ سخت حیران و پریشان ہوئی۔

''دل چاہ رہا ہے آج ہم اور تم سمندر کی لہروں کو اپنے پاؤں سے چھوئیں۔ ٹھنڈی ریت کے گھروندے بنائیں' اپنے نام لکھیں......''

''ارے بابا! بس......بس! بس آپ کا کیا شاعری کرنے کا ارادہ ہے؟'' وہ اس کی بات قطع کر کے ہنس کر بولی۔

''شاعر ہوں تو نہیں' لگتا ہے تم بنا دو گی۔ رخ! پلیز......آؤ نا!'' ماہ رخ نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر محبت ہی محبت تھی۔ دوسرے لمحے وہ بہت اعتماد کے ساتھ اگلی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے اعوان نے اس کی طرف بھرپور نظروں سے دیکھا۔

''تھینکس آ لاٹ مائی ڈیئر!''

وہ مسکرا دی تھی۔ کار تیزی سے سیاہ سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی' ساتھ ماہ رخ کے دل کی بے ہنگم ہوتی دھڑکنوں کو قرار نہ تھا۔ خوشی مسکراہٹ بن کر اس کے ہونٹوں پر چمک رہی تھی۔ اس مسکراہٹ پر وہ دل و جان سے نثار ہو رہا تھا۔ کار پارکنگ سے باہر آتے ہوئے ماہ رخ نے بغور لمحے بھر کو اس کی طرف دیکھا تھا گویا اس کے جذبوں کی صداقت جانچ رہی ہو اور اس وقت اس چہرے پر صداقت ہی صداقت تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے استفسار کرنے لگا۔ ''کیا میری بات پر یقین نہیں ہے یا میری محبت پر شک ہے تمہیں رخ!''

''آپ کو اپنے جذبوں پر یقین ہے اعوان!''

''ہاں! زندگی کی طرح یقین ہے' ان آتی جاتی سانسوں کی طرح یقین ہے۔''

''اعوان! مجھے محسوس ہوتا ہے میں آپ سے جدا کر دی جاؤں گی۔ آپ سے مل نہیں پاؤں گی۔'' وہ اس کا سہارا لے کر ان بڑے بڑے پتھروں سے اتر رہی تھی جن کو عبور کر کے سمندر تک جایا جاتا تھا۔

''اس کا مطلب ہے تم کو مجھ سے محبت ہے کیونکہ جہاں محبت ہوتی ہے وہیں وسوسے بھی جنم لیتے ہیں' بچھڑنے کا خوف بھی ہوتا ہے۔'' ٹھنڈی بھیگی بھیگی ریت پر پاؤں پڑتے ہی اس کے حواس ایک خوش گوار کیفیت سے دوچار ہونے لگے تھے پھر اعوان کا کھلم کھلا اظہار محبت اور وارفتگی نے اس کو مسرتوں سے ہمکنار کر دیا تھا۔ ''بولو نا رخ! تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟'' اس کو خاموش پا کر وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''خوش ہوں میں بہت اعوان! بلکہ بہت محبت کرتی ہوں آپ سے۔''

''اوہ! تھینک یو سو مچ۔ تم نے مجھے زندگی دی ہے۔''

⊛......☆......⊛

پری کی بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا' وہ اسی طرح چہرا جھکائے بیٹھی کارپٹ کو گھورتی رہی تھی۔

''طغرل بھائی! آپ بتائیں ہوا کیا ہے؟'' عادلہ اس کو خاموش دیکھ کر طغرل سے مخاطب ہوئی تھی' جس کا غصہ وخشونت ابھی بھی کم نہ ہوئی تھی۔ وہ مضبوطی سے ہونٹ بھینچے کچھ سوچ رہا تھا۔ صباحت پانی پینے اٹھی تھیں' ان کے کمرے کا دروازہ اور لائٹ آن دیکھ کر وہ اسی طرف چلی آئی تھیں اور اندر کی صورت حال دیکھ کر وہ حیران وپریشان رہ گئی تھیں۔ وہ بھاگ کر عائزہ کی طرف آئی تھیں۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں......؟'' وہ پریشانی سے پری اور طغرل کو دیکھ رہی تھیں۔

''آنٹی...... یہ گھر چھوڑ کر جا رہی تھی۔'' طغرل کی سنجیدگی سے کہی گئی بات نے گویا بہت بڑا دھما کا کیا تھا کمرے میں...... وہ تینوں دہل کر رہ گئی تھیں۔ صباحت جو دونوں ہاتھوں سے عائزہ کو تھامنا چاہتی تھیں وہ اس انداز میں اس سے دور ہوئی تھیں گویا کرنٹ چھو گیا ہو۔

''یہ...... یہ کیا کہہ رہے ہو طغرل بیٹے! یہ کیوں گھر چھوڑ کر جا رہی تھی؟ کیا دکھ ملا ہے اس کو اس گھر میں......؟ چند گھنٹوں قبل تو یہ اپنے سسرال والوں کے ساتھ بڑی خوش بیٹھی تھی' بہت مطمئن تھی یہ......'' اتنا بڑا دھچکا! اتنی بڑی ذلت ان کو اس بیٹی نے دی تھی جس سے وہ بے انتہا محبت کرتی تھیں اور رسوائی ملی بھی تو کن لوگوں کے سامنے جن کی پرچھائیوں سے بھی وہ یہ بات چھپانا پسند کرتیں۔ ''عائزہ! یہ کیا کر رہی تھیں تم! کیا کرنے جا رہی تھیں' تمہیں احساس ہے اس بات کا...... کہاں جا رہی تھیں تم اور کس کے ساتھ......؟ اوہ! میرا سر......!'' وہ سر پکڑ کر بیٹھتی چلی گئیں۔

''مما...... مما!'' پری اور عادلہ ان کی طرف بڑھی تھیں۔ عادلہ ڈری سہمی سی ان کو دیکھ رہی تھی۔ طغرل نے آگے بڑھ کر ان کو دور کیا تھا۔

''آنٹی! آپ یہاں بیٹھیں پلیز!'' اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا۔

''میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے۔ طغرل بیٹے! مجھے کچھ ہو رہا ہے۔'' وہ سر کو تکیے پر دائیں بائیں پٹخنے لگی تھیں۔ پری بھاگ کر پانی لے آئی جو طغرل نے انہیں پلایا۔ عادلہ فق چہرہ لیے گم صم کھڑی تھی۔

''آنٹی خود کو سنبھالیے' حوصلہ کیجیے۔ اگر انکل یہاں آ گئے تو کیا بتائیں گے ان کو؟ پلیز! خود کو سنبھالیے۔'' طغرل نے بڑھ کر ان کو سمجھایا۔

''بیٹا! اس نے ایسا کیوں کیا؟ اگر یہ اس طرح چلی جاتی تو ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔''

''یہ آپ ان سے ہی پوچھیے گا آنٹی! فی الحال تو اجازت دیجیے رات گہری ہو رہی ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ خدانخواستہ انکل یا دادو اگر یہاں آ گئیں تو پھر معاملہ سنبھالنے میں دشواری ہوگی۔''

''بہت اچھے بیٹے ہو آپ طغرل! آج آپ نے ہمیں رسوائی سے بچا لیا۔''

''آپ آرام کریں آنٹی!'' وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔ پری جو وہاں کھڑی تھی اور چاہ رہی تھی عائزہ سے معلوم کرے اس نے یہ غیر ذمے دارانہ حرکت کیوں کی...... کیا ضرورت پڑی تھی اس کو ایسی گھٹیا حرکت

صائمہ عزیز

آنچل کے قارئین کو میرا اسلام! میرا نام صائمہ عزیز ہے۔ عزیز الرحمٰن میرے شوہر کا نام ہے۔ میں 18 نومبر کو اس دنیا میں آئی۔ پیدا میں ملتان شہر میں ہوئی تھی تعلیم میری ایم اے تاریخ ہے۔ میں نے بی ایڈ بھی کیا ہوا ہے کچھ عرصہ پڑھایا بھی ہے۔ شادی میری 29 مارچ 2008ء کو ہوئی تھی۔ میرے دو بچے ہیں بیٹا محمد سعد جو کہ تین سال کا ہے بیٹی ربیعہ عزیز ایک سال کی ہے۔

ہم نو بہن بھائی ہیں۔ چار بہنیں بڑی ہیں۔ چاروں کی شادی ہو چکی ہے۔ میرا نمبر دوسرا ہے۔ پھر تین بھائی ہیں ان کے بعد دو جڑواں بہن بھائی ہیں۔ مجھے اپنے والدین سے بہت پیار ہے۔ خدا ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔

خواتین اور شعاع کلاس نہم سے پڑھتی تھی لیکن کبھی آنچل نہیں پڑھا تھا۔ آنچل سے میری ملاقات انٹرن شپ پروگرام کے دوران ہوئی تھی۔ فروری 2008ء میں پہلی بار آنچل پڑھا تھا ایسا پسند آیا کہ اب صرف آنچل ہی پڑھتی ہوں۔

میری پسندیدہ شخصیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کے علاوہ میرے چچا ڈاکٹر اطہر ہیں۔ جواب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ کھانے میں مجھے چاول پسند ہیں۔ گوبھی سخت ناپسند ہے۔ رنگوں میں کالا رنگ پسند ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ رنگ میرے شوہر کو پسند ہے۔ مجھے کرکٹ بہت پسند تھی۔ شادی کے بعد وقت نہیں ملتا۔ میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میں صاف گو ہوں۔ کسی سے جلدی فری نہیں ہوتی۔ انٹرن شپ میں عرصے کے کولیگ بہت یاد آتی ہیں۔ شائستہ' صائمہ' منزہ' عمارہ' فاخرہ' نگہت' مسرت بہن یاد آتی ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ خدا آنچل کو ترقی دے۔

کرنے کی کہ وہ تو اپنی منگنی سے بے حد خوش تھی۔ اس کے ہاتھوں میں کہنیوں تک لگی مہندی کا رنگ خوب کھل رہا تھا۔ چہرے پر میک اپ ابھی موجود تھا شاید از سرنو اس کو تازہ کیا گیا تھا فیروزی فینسی سوٹ اور گولڈ کی جیولری میں اس کی خوب صورتی نمایاں تھی۔ ابھی وہ اس سے کچھ پوچھنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ اس کو احساس ہوا کہ وہ ان سب کی سرد نگاہوں کی زد میں ہے۔

''پری! سو جا کر' اگر اماں جان جاگ گئیں تو مسئلہ ہو جائے گا' وہ تمہیں ڈھونڈتی ہوئی یہاں آ گئیں تو......؟'' عادلہ نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ گویا ایک خواب کی سی کیفیت سے جاگی تھی۔ ''سنو!'' اس کو جاتے دیکھ کر صباحت غرائی' وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ ''جو یہاں ہوا اور جو تم نے دیکھا' ان سب کو ڈراؤنے خواب کی طرح بھلا دو۔ خبردار! جو کبھی بھولے سے بھی فیاض یا اماں جان کو بتانے کی سعی کی تو۔ تمہارا وہ حال کروں گی کہ خود کو نہیں پہچان پاؤ گی' جاؤ یہاں سے......'' وہ لہجہ جو ابھی طغرل کے آگے شہد آگیں تھا' اب نفرت کے زہر میں بجھا ہوا تھا۔ وہ سیدھی نکلی چلی آئی تھی۔

''پری!'' وہ کوریڈور سے گزری تو طغرل کی آواز آئی' وہ رک گئی بولی کچھ نہیں۔ ''مجھے اس بات پر یقین ہے کہ تم انکل اور دادی جان کو ہرگز کچھ نہیں بتاؤ گی۔'' وہ ستون کی آڑ سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا تھا۔ ''ایک

گزارش ہے' عائزہ کی نقل وحرکت پر نظر رکھنا کہ وہ دوبارہ یہ ذلیل حرکت کر چکی ہے اور بعید نہیں ہے کہ پھر موقع مل جائے اس کو۔"

⚜......☆......⚜

پری کے کمرے سے نکلتے ہی عادلہ نے گیٹ لاک کیا' صباحت بیڈ سے اٹھ کر عائزہ کے پاس پہنچ گئی تھیں جب کہ عائزہ کے چہرے پر پھیلا خوف غائب ہوگیا تھا اور اب اس کے چہرے پر ہٹ دھرمی و بے پروائی پھیل گئی تھی۔

"تم باز نہیں آئیں نا! تمہیں منع کیا اس کے باوجود بھی تم نے اپنی من مانی کرنی چاہی اور دیکھ لیا انجام؟" وہ اس کے قریب جا کر غصے سے گویا ہوئی۔ "خود تو رسوا ہوئی ہو ساتھ ہمارے چہروں پر بھی سیاہی مل دی ہے تم نے۔"

"میں نے آپ سے صبح تک کہا تھا کہ میں اس سے شادی نہیں کروں گی۔ میں راحیل کو پسند کرتی ہوں اور شادی بھی اسی سے کروں گی لیکن آپ صرف اپنی منوانا جانتی ہیں تو میں نے بھی سوچ لیا' جب آپ کو میری پروا نہیں تو میں کیوں آپ کی پروا کروں۔"

"راحیل...... ہونہہ' دنیا بھر کا نکما اور ہڈ حرام جو اپنے لیے کچھ نہ کر سکا وہ تمہارے لیے کیا کرے گا' یہ سوچا ہے کبھی تم نے؟"

"میں اس سے محبت کرتی ہوں' وہ بھی مجھے دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے۔ ابھی بھی وقت ہے' سوچ لیں مما! میں صرف راحیل کی ہوں۔"

"بکواس مت کرو عائزہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اس حد تک جاؤ گی تو میں کبھی بھی یہ رسک نہیں لیتی مگر بات اب عزت پر آ گئی ہے۔ یہاں تمہیں سب بھولنا پڑے گا' اپنی ماں کی زندگی اور عزت کی خاطر ورنہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔" صباحت نے بیٹی کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

"سوری مما! میں راحیل کو نہ چھوڑ سکتی نہ بھول سکتی ہوں۔" عادلہ جو اس دوران بالکل خاموش کھڑی تھی' عائزہ کی ہٹ دھرمی دیکھ کر کرخت لہجے میں بولی۔

"اوہ! تو یہ تھا تمہاری خوشیوں کا راز' میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ بڑی جلدی راحیل کو بھول گئی ہو جو ہر بات مان رہی ہو۔"

"تم مت بولو ہمارے بیچ میں' میری اور مما کی بات ہو رہی ہے۔" عائزہ نے جھلا کر کہا۔

"کیوں نہ بولوں؟ کل تک تو بہت اقرار کر رہی تھیں تم کہ ممانی نے تمہیں اپنے سب سے ہونہار بیٹے کے لیے پسند کیا ہے' مجھے پوچھا تک نہیں اور یہ بھی کہ مجھے اپنے رشتے کے لیے پاپڑ بیلنے پڑیں گے' کوئی مجھے پوچھے گا بھی نہیں......" عادلہ جو اس کی لگائی گئی لفظوں کی مار سے گھائل تھی۔ اس وقت اس کو بڑا اچھا موقع ملا تھا اپنا بدلہ لینے کا تو جتانے میں دیر نہ لگائی۔

"ہاں ہاں تو! میں نے کون سا غلط کہا تھا...... جو پہلے کہا تھا وہ اب بھی کہتی ہوں۔"

"ارے کیسی بیٹیاں ہو تم لوگ...... عائزہ! اتنی گری ہوئی حرکت کرنے کے بعد بھی تم اس طرح عادلہ سے بات کر رہی ہو۔ جیسے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اگر تم میں ذرا بھی شرم ہوتی تو تم شرم سے گردن نہ اٹھا سکتی تھیں۔" صباحت آہستگی سے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

"میں کیوں شرمندہ ہوں مما! یہ آپ کی ضد کی وجہ سے ہوا ہے اور میں نے تو بہت پہلے ہی یہاں سے جانے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ میں یہاں سے نکل بھی گئی تھی مگر وہ طغرل بھائی...... اُف!" اس نے دانت بھینچتے ہوئے اپنی ہتھیلی پر مکا مارا۔ "ان کو تو جیسے راتوں کو جاگنے کا شوق ہے' لان کی لائٹیں بھی میں نے آف کر دی تھیں کہ کوئی اندھیرے اور سردی کے باعث کمروں سے نکلے گا نا مجھے دیکھ سکے گا مگر وہ تو گویا راتوں کو چوکیداری کرتے ہیں یہاں کی...... پہنچ گئے میرا پیچھا کرتے ہوئے اگر میں محسوس نہ کر لیتی تو اسی رات پکڑی جاتی۔" اپنے مقصد میں ناکامی کا دکھ اور اس پر صباحت کی سختی اور عادلہ کی طعنہ زنی عائزہ کو اس حد تک بے قابو کر چکی تھی کہ وہ شدید اشتعال میں وہ باتیں بھی بتاتی گئی جو عام حالت میں کبھی نہ بتاتی ان کو۔ "میں گیٹ سے باہر نکل کر عقبی گلی میں چھپ گئی اور میری گھبراہٹ دیکھ کر راحیل خطرہ بھانپ گیا اور وہ کار دوڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ جب طغرل بھائی اس سڑک تک پہنچے وہ ان کی پہنچ سے بہت دور جا چکا تھا۔"

"پھر تم کس طرح اندر آئیں' طغرل تمہیں کیوں دیکھ نہ سکا تھا؟" صباحت کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی تھی' وہ دھندلی ہوتی نگاہوں سے عائزہ کو دیکھ رہی تھیں۔ جو اس وقت کسی زخمی ناگن کی طرح لگ رہی تھی۔

"عقبی گلی کا گیٹ میں احتیاطاً کھول کر جاتی تھی اور اس رات بھی یہی ہوا تھا۔ طغرل بھائی جب سڑک پر راحیل کی کار کے پیچھے بھاگے تھے اس وقت میں خاموشی سے عقبی گلی کا گیٹ کھول کر اندر آ گئی تھی اور ان کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنے کمرے میں آ چکی تھی مگر آج......"

"بے حیا! کتنے فخر سے اپنی بے غیرتی کے قصے سنا رہی ہے؟ کاش تُو پیدا نہ ہوتی یا اسی دن مر جاتی۔" صباحت نے ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا۔

⚜......☆......⚜

عشرت جہاں لان میں چیئر پر بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر اداسی تھی۔ بہو اور ان کا بیٹا امریکا میں سیٹل ہو گئے تھے بچوں کو لے کر اور وہ جو سوچ رہی تھیں' وہ چند ماہ کے لیے گئے ہیں۔ ان کی واپسی پر گھر میں چہل پہل ہو جائے گی' وہ تنہائی کی اذیت سے بھی نکل آئیں گی مگر آج آنے والی کال نے ان کے حوصلے توڑ کر بکھیر دیئے تھے' وہ سوچ رہی تھیں' ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جس اولاد کی خاطر ماں اپنی زندگی تج دیتی ہے' اپنی خوشیوں' ارمانوں اور خواہشوں کو پس پشت ڈال کر اپنے بچوں کی خوشیوں کو ان کی خواہشوں کو پورا کرنا اپنا مقصد بنا لیتی ہے' ان کی انگلی تھام کر عمر کے سالوں کو زینہ بہ زینہ عبور کرتی ہے اور جب وہ ننھا سا پودا تناور درخت بن جاتا ہے تو وہ اس کے پھل اور سائے سے بھی محروم کر دی جاتی ہے اور وہ ہاتھ جو کل تک ماں کی انگلی پکڑ کر شانہ بشانہ چلتے تھے' وقت کی اڑان میں اتنا اونچا اڑتے ہیں کہ پھر سب کچھ پیچھے رہ جاتا ہے۔ محبت' رشتے' تعلق اور احساسات!

احساسات جو رشتوں کو مضبوط کرتے ہیں' دلوں کو جوڑتے ہیں' محبتوں کو جاوداں کرتے ہیں۔

"پھر ایسا کیوں ہوتا ہے......؟ انگلی پکڑ کر چلنے والے قوی ہوتے ہیں تو سہارا کیوں نہیں بنتے...... دامن

کیوں چھڑا لیتے ہیں...... نگاہیں کیوں پھیر لیتے ہیں؟''

''السلام علیکم ممی! کیا سوچا جارہا ہے اتنی گہرائی سے کہ آپ کو میرے آنے کی خبر بھی نہیں ہوئی؟ میں گیٹ سے آپ کو دیکھتی ہوئی آرہی ہوں۔'' خلاف توقع مُنی کو سامنے پاکر وہ کھل سی اٹھی تھیں۔

''ارے مُنی! تم کس کے ساتھ آئیں؟'' وہ ان کی پیشانی چوم کر گویا ہوئیں۔

''ڈرائیور چھوڑ کر گیا ہے۔'' وہ ان کے برابر میں بیٹھ گئی۔

''تم کیا یہاں رکنے آئی ہو؟'' وہ ان کے ساتھ آئے سوٹ کیس کو دیکھ کر گویا ہوئیں۔ ان کے لہجے میں پریشانی تھی، جس کو مُنی نے بخوبی نوٹ کیا تھا۔

''جی ممی!'' وہ سنجیدگی سے بولیں۔

''خیریت تو ہے نا! فیاض سے کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا تمہارا پھر سے......؟'' نامعلوم کس خیال میں وہ صفدر جمال کی جگہ فیاض کا نام لے بیٹھی تھیں۔

''نہیں...... میں آپ کی تنہائی کے خیال سے آگئی ہوں۔'' وہ جو ممی کو تھوڑا سا تنگ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی، ان کے منہ سے نکلنے والے اس نام پر نا صرف ان کے دل کی دنیا زیروزبر ہوئی تھی بلکہ ساری شوخی بھی ہوا ہوگئی تھی۔

''اوہ! یہ کیا نام نکل گیا میرے منہ سے؟'' شرمندہ ہوکر انہوں نے بیٹی کی طرف دیکھا تھا مگر اسی لمحے تک خود کو سنبھال چکی تھیں۔

''آپ کیا سوچ رہی تھیں ممی!'' انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

''یہی کہ جن بچوں کی انگلیاں پکڑ کر ہم چلنا سکھاتے ہیں، جب عملی زندگی میں وہ دوڑنے لگتے ہیں تو پھر ہماری طرف سے کیوں غافل ہوجاتے ہیں؟''

''بس یہ دنیا کا چلن ہے کہیں ہم انگلی پکڑتے ہیں تو کہیں انگلی چھڑا بھی لیتے ہیں، مجھے بھائی جان نے کال کی تھی کہ وہ پاکستان واپس نہیں آرہے ہیں۔ مجھے آپ کی فکر ہوئی کہ آپ اس خبر سے پریشان ہوگئی ہوں گی اس لیے میں آپ کے پاس آگئی۔

''صفدر آفس سے آتے تو ان کے ساتھ ہی آجاتیں۔'' بیٹی کو قریب دیکھ کر وہ خاصی مطمئن دکھائی دینے لگی تھیں۔

''صفدر تو بزنس کے سلسلے میں فرانس گئے ہیں پھر وہاں وہ نئے پروجیکٹ کے لیے مشینری وغیرہ بھی خریدیں گے اور بزنس کے ہی حوالے سے کچھ دوسرے کام بھی ہیں۔ ایک ڈیڑھ ماہ لگے گا ان کو وہاں اور یہ سارا عرصہ میں آپ کے ساتھ یہاں رہ کر گزاروں گی، خوش ہوجائیں آپ۔''

''شکر ہے تم خوشی خوشی رہنے آئی ہو ورنہ میں تو ڈر گئی تھی کہ صفدر سے پھر کوئی کھٹ پٹ ہوگئی ہے تمہاری۔'' طمانیت بھرے انداز میں انہوں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔

''ممی! ایسا کیوں ہوتا ہے، جو گھر شادی سے پہلے لڑکی کے لیے سب سے محفوظ پناہ گاہ ہوتا ہے وہ شادی کے بعد اتنا ہی پرایا اور دور کیوں ہوجاتا ہے؟ یاد ہے آپ کو کبھی میں ایک دن آنٹی کے ہاں ٹھہر جاتی تھی تو دوسری صبح

ہی آپ اور بابا مجھے لینے پہنچ جاتے تھے اور پھر دنوں تک مجھے اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے؟" ان کی مسکراہٹ میں گزرے دنوں کی یادیں تھیں۔ "اور آج آپ مجھے سوٹ کیس کے ساتھ آتے دیکھ کر گھبرا گئی تھیں کہ میں گھر چھوڑ کر تو نہیں آ گئی ہوں۔"

"تم نے خود دیکھ لیا نا! کل اور آج کا تضاد...... بیٹیاں کنواری ہوں تو گھر کی رونق ہوتی ہیں اور جب سسرال چلی جائیں تو وہاں کی زینت بن جاتی ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ شادی کے بعد بیٹیاں اپنے گھروں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔"

"گھبرایئے مت ممی! میں بھی صفدر کے آتے ہی چلی جاؤں گی۔" وہ ہنستے ہوئے گویا ہوئیں تو عشرت جہاں بھی ہنس دیں۔

"بلکہ میں چاہوں گی صفدر ایک کے بجائے دو ماہ میں آئیں تو اچھا ہے۔ میں اس قید تنہائی سے اس بری طرح گھبرا گئی ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی ہوں۔ تم یہ نمکو لو میں تازہ چائے منگواتی ہوں تمہارے لیے۔" وہ نمکو کی پلیٹ ان کے آگے رکھتے ہوئے ملازمہ کو چائے لانے کا آرڈر دینے لگی تھیں اور ملازمہ تیزی سے اندر چلی گئی۔

"ممی! پری کو یہاں آئے ایک عرصہ ہو گیا ہے آج کال کر کے بلوا لیں۔"

"آج ہی کال کی تھی میں نے......"

"پھر...... وہ آئی نہیں؟"

"ملازمہ نے کال ریسیو کی تھی، وہ بتا رہی تھی فیاض کی بیٹی کے سسرال والے آئے ہیں، وہ نہیں آ سکے گی۔"

"فیاض کی بیٹی کے سسرال والے......؟ ممی! اس کی بیٹیاں پری سے چھوٹی ہیں پھر ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ میری پری سے پہلے ان لڑکیوں کے رشتے طے کریں؟ یہ تو سراسر میری بیٹی کو کمپلیکس میں مبتلا کرنا ہے اس کو یہ احساس دلانا ہے کہ دیکھو تمہاری ماں اس گھر میں نہیں ہے تو تمہارا حق دینے والا بھی کوئی نہیں ہے۔" شنی غصے سے سرخ ہو گئی تھیں، جب کہ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے عشرت جہاں انکار میں گردن ہلاتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"ارے تم خوامخواہ اس بدگمانی کو دل میں جگہ مت دو۔ دراصل اس کی بیٹی عادلہ پری سے ایک سال ہی تو چھوٹی ہے پھر ماشاءاللہ ان کی اٹھان اچھی ہے۔ پری سے دونوں بیٹیاں بڑی دکھائی دیتی ہیں۔"

"میں ان باتوں سے بہلنے والی نہیں ہوں ممی! میں جانتی ہوں پری کو میری بیٹی ہونے کی سزا دی جا رہی ہے جان بوجھ کر اس کو ہرٹ کیا جا رہا ہے۔ میں فیاض سے بات کروں گی، وہ میری بیٹی کے ساتھ اس طرح ناانصافی کر کے اسے تماشا نہیں بنا سکتا ہے۔" انہوں نے ماں کی تسلی کو رد کر دیا۔

"تم...... تم بات کرو گی فیاض سے......؟" وہ حیران ہوئیں۔

"جی! اپنی بیٹی کے حق کے لیے میں یہ ناپسندیدہ کام بھی کروں گی مگر اس کے ساتھ یہ زیادتی ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔"

"پری کو آنے دو، حقیقت اس سے معلوم ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے اس میں فیاض کی کوئی غلطی نہیں ہو گی۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی تھیں۔

❋......☆......❋

رات کا نامعلوم کون سا پہر تھا اور وہ جاگ رہی تھی۔ برابر میں لیٹی دادی جان گہری نیند میں گم تھیں اور وہ دائیں کروٹ کے بل لیٹی سوچ رہی تھی۔

"یہ خواب تھا یا حقیقت...... عائزہ نے گھر چھوڑنے کی اتنی گھٹیا حرکت کیوں کی؟"

"حرکت!" اس کے اندر سے استہزائیہ آواز ابھری تھی۔ "وہ چلی گئی تھی لیکن شاید دادی جان کی پڑھی سورتوں کا حصار کام آ گیا جو وہ بھاگ کر بھی نہ بھاگ سکی تھی اور طغرل نے اس کو عین موقع پر پکڑ لیا تھا جب وہ راحیل کے ساتھ کار میں بیٹھنے ہی والی تھی۔ اس کو آتا دیکھ کر راحیل کار پوری رفتار میں لے کر بھاگ گیا تھا، اس نے عائزہ کی بھی پروا نہ کی تھی البتہ وہ سوٹ کیس اس نے اپنے پاس ہی رکھا تھا جس میں زیورات، نقدی اور کپڑے تھے۔ عائزہ نے بیٹھنے سے پہلے وہ اندر رکھ دیا تھا۔ یہ سب واقعہ طغرل نے اس کو محتاط انداز میں بتا دیا تھا کہ وہ معاملے کی سنگینی سے واقف ہو کر عائزہ کی نگرانی بھرپور طریقے سے کر سکے۔ حقیقت جان کر اس کے قدموں تلے کی زمین نکل گئی تھی۔"

"اگر وہ چلی جاتی تو پھر پاپا اور دادی جان کا کیا ہوتا؟" اس خیال نے اس کی نیند اڑا دی تھی اور وہ سوچ رہی تھی۔ اللہ نے کتنا کرم کیا ہے ان پر، ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کر کے...... رہ رہ کر اس کو اس بات پر بھی افسوس تھا کہ کچھ عرصے قبل ہی طغرل نے کہا تھا رات کے اندھیرے میں اس نے کسی لڑکی کو سیاہ چادر میں نیچے لان میں دیکھا ہے اور تب اس نے اس بات کا مضحکہ اڑایا تھا اور طغرل پر الزام لگایا تھا کہ وہ اس وقت نشے میں ہو گا اور آج وہ یہ سوچ کر شرمندہ تھی کہ کسی پر الزام لگا دینا کسی کا مذاق اڑانا کتنا سہل ہوتا ہے۔ جب ہم کسی کی جانب انگلی اٹھاتے ہیں تو باقی انگلیاں خود ہماری طرف اشارہ کر رہی ہوتی ہیں۔

"پری...... او پری! کیا نماز قضا کرنے کا ارادہ ہے جو اٹھنے کا نام نہیں لے رہی ہو؟ چلو اٹھو شاباش! نماز پڑھ لو پھر سو جانا۔" نامعلوم کس پہر وہ نیند کی آغوش میں سر رکھے سو گئی تھی، دادی کے بار بار اٹھانے پر اٹھی تو لمحے بھر غنودگی کی کیفیت میں رہی تھی پھر ایک دم ہی حواس خمسہ نے کام کرنا شروع کیا تھا۔ رات کے تمام واقعات پے در پے یاد آنے لگے تو وہ چوکنا ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ "جلدی سے آ جاؤ نماز پڑھ کر آرام سے سونا پھر۔" اس کو بیدار دیکھ کر دادی اطمینان سے کمرے سے چلی گئی تھیں۔ وہ وضو کرنے چلی گئی تھی اور نماز پڑھ کر اس نے رو رو کر دعا مانگی تھی، عائزہ کے راہ راست پر آنے کی...... اس گھر کی عزت و حرمت کی سلامتی کی...... نامعلوم کتنی دیر تک وہ دعائیں مانگتی رہی تھی۔

ناشتے پر سب ہی موجود تھے۔ اس نے محسوس کیا عائزہ کے چہرے پر رات والے واقعے کی کوئی شرمندگی اور خجالت نہ تھی۔ وہ عام دنوں کی طرح ہنستے، مسکراتے ہوئے ناشتا کرنے میں مگن تھی۔

"پری! کیا سوچ رہی ہو، ناشتا نہیں کرو گی؟" دادی کی آواز پر چونک کر سیدھی ہوئی اور سلائس پر جیم لگانے لگی۔ صباحت نے کسی خیال سے اس کو گھور کر دیکھا تھا۔ عادلہ اور عائزہ کی نگاہیں بھی اس کی طرف اٹھی تھیں، جو نگاہیں جھکائے ناشتا کرنے میں مگن تھی۔ طغرل نے بھی کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"طغرل بھائی!" پری نے اس کو پکارا تھا، اس کو کمرے سے جاتے دیکھ کر...... وہ جو دادی جان سے ملنے آیا

تھا اوران کو وہاں نہ پا کر وہ جارہا تھا' پری کی آواز پر ٹھٹک کر رک گیا تھا۔ "طغرل بھائی...... میں شرمندہ ہوں' اس دن میں نے آپ کی بات پر یقین نہیں کیا تھا۔" وہ دھیمے لہجے میں گویا تھی۔

"کس دن...... کون سی بات؟" وہ حیران ہوا۔

"اس دن جو آپ نے مجھے بتایا تھا کہ رات کو آپ نے کسی لڑکی کو گھر سے جاتے ہوئے دیکھا تھا اور آپ کو وہ ملی نہیں تھی یعنی وہ عائزہ ہی تھی' جس کو آپ پہچان نہیں سکے تھے اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ......"

"اوہ سمجھا! جو آپ بھی تھیں میں کسی نشے کی حالت میں بہکا ہوا تھا؟" اس کا انداز کافی سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔

"آئی ایم سوری طغرل بھائی! مجھے بالکل بھی آئیڈیا نہیں تھا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے' عائزہ ایسی حرکت کرسکتی ہے۔ وہ اس پرپوزل پر بہت خوش تھی' اس کی کسی بھی حرکت سے ظاہر نہیں ہورہا تھا کہ وہ خوش نہیں ہے یا کسی اور میں انٹرسٹڈ ہے۔" طغرل نے اس گھر کی عزت بچائی تھی۔ اس کے باپ کی پگڑی کی حفاظت کی تھی اگر وہ یہ سب نہ کرتا تو...... آج گھر میں آگ لگی ہوتی اور نا معلوم کتنے رشتے کھو چکے ہوتے' وہ دل سے طغرل کی شکر گزار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ طغرل سے ساری کبیدگی و دشمنی اس نے ختم کردی تھی۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں پری! تم مجھ کو تھینکس مت کہو' یہ میرا فرض تھا اس گھر کی عزت مجھے جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔" خلاف معمول وہ رات سے بہت زیادہ سنجیدہ تھا اور اس وقت بھی وہ اسی طرح نظر آرہا تھا کسی سوچ کی گہرائی میں ڈوبا ہوا تھا۔

"دادی جان کہاں ہیں؟"

"وہ اپنے کمرے میں نماز پڑھ رہی ہیں۔"

"اوکے میں نے جو تم سے کہا ہے اس کا خیال رکھنا۔" وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا ایک عجیب سی پژمردگی اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی۔

"میرا خیال ہے وہ اب ایسی حرکت نہیں کرے گی طغرل بھائی!"

"مجھے اس پر یقین نہیں ہے۔" وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

✿......☆......✿

"بیوٹی فل! یہ بریسلیٹ تمہاری کلائی پر کتنا سوٹ کررہا ہے۔" وہ ایک جیولری شاپ پر تھے' اعوان نے وہاں سے ایک گولڈ کا بریسلیٹ خرید کر اس کی کلائی پر پہنایا تھا۔ بریسلیٹ میں سرخ یاقوت جگمگا رہے تھے اور وہ اس کی دودھیائی رنگت والی نازک کلائی میں بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ "رخ! یہ میری چوائس ہے' تمہیں پسند نہیں آئی؟" اس کو گم صم دیکھ کر وہ پریشانی سے پوچھنے لگا۔ اس ہفتے میں یہ اس کا چوتھا گفٹ تھا اس سے قبل بھی وہ اس کو گولڈ کی جیولری گفٹ کرچکا تھا۔ "تمہیں تو ایسی جیولری میں کمی نہ ہوگی' تمہارے ڈیڈ اس سے زیادہ قیمتی جیولری تمہیں دلاتے رہتے ہوں گے۔" وہ مسکرا کر گویا ہوا۔

"نہیں اعوان! یہ میرے لیے زیادہ قیمتی اور اہم ہے' ڈیڈ کی دلائی گئی جیولری کے مقابلے میں۔ میں ان کو زیادہ اہمیت دیتی ہوں۔" حواسوں میں آتے ہوئے اس نے جلدی سے کہا اور بریسلیٹ پر ہاتھ پھیر کر

مسکرائی۔

"بہت مہربانی رخ!" وہ نہال ہوگیا۔

"اب چلیں؟ کالج آف ہونے کا ٹائم ہورہا ہے۔" وہ رسٹ واچ دیکھتے ہوئے بولی۔

"جانے کی بات مت کیا کرو یار! میری جان جانے لگتی ہے۔" وہ قیمت دے کر آیا تھا' رخ کے کہنے پر وہ بے چارگی سے بولا تھا۔

"گھر تو مجھے جانا ہی پڑے گا' ذرا بھی لیٹ ہوجاتی ہوں تو ممی پریشان ہوجاتی ہیں اور روز روز لیٹ ہونا ان کو شک میں مبتلا کردے گا جو میں نہیں چاہتی کہ میرا گھر سے نکلنا بند ہوجائے۔"

"میں تمہاری ممی اور ڈیڈ سے ہماری شادی کی بات کرنا چاہتا ہوں۔" وہ شاپ سے نکل کر پارکنگ کی طرف آرہے تھے۔

"اتنی جلدی نہیں...... ابھی میری تعلیم مکمل نہیں ہوئی ہے۔"

"شادی کے بعد بھی مکمل کرسکتی ہو' کوئی اعتراض نہیں کرے گا میں خود اجازت دوں گا تمہیں۔ میں تمہاری محبت میں اس حد تک ڈوب چکا ہوں کہ تم سے ایک پل کی دوری بھی مجھے بہت بھاری لگتی ہے۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اس کا ہاتھ پکڑ کر محبت سے لبریز لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ان کو ملتے ہوئے ایک ماہ ہونے کو آیا تھا اور اس دوران وہ کالج کم گئی تھی اور اس کے ساتھ ہر اس جگہ پر گئی تھی جن جگہوں پر جانے کا وہ صرف خواب دیکھ سکتی تھی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ ریسٹورانٹ' ہوٹلز' مال' پکنک اسپاٹس' وہ اعوان کے ساتھ جاچکی تھی۔ اعوان! جس کی محبت سچی تھی۔ اس نے لاکھوں روپے اس پر اٹھا دیئے تھے' مگر کسی لمحے بھی اس کی نیت میں کھوٹ نہیں آیا تھا' کبھی بھی اس نے اس کی تنہائی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کی محبت پاکیزہ تھی۔ جذبے بے لوث تھے۔ ارادے مضبوط تھے۔

"تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو اعوان!" کچھ توقف کے بعد وہ بولی۔

"کس طرح گواہی دوں بتاؤ مجھے...... کیا ثبوت پیش کروں اپنی محبت کا؟" کار ڈرائیو کرتے ہوئے وہ خاصا جذباتی ہوگیا تھا۔

"سچی محبت آسانی سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔"

"وہ وقت گزر گیا رخ! جب محبتوں کے راستے میں دیواریں آجایا کرتی تھیں۔ آج کی محبت ان دیواروں کو گرانا جانتی ہے۔"

"انکل آنٹی کو لندن سے آنے دیں' وہ مجھے قبول کریں گے یا نہیں پھر جویریہ کا کیا رویہ ہوتا ہے' یہ سب مجھے پہلے دیکھنا ہوگا۔" ماہ رخ نے بات ایک دم ہی پلٹ دی تھی۔

"ممی پاپا کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا وہ بہت اچھی طبیعت کے مالک ہیں اور جویریہ تو تم کو بھابی کے روپ میں دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔ وہ بہت پسند کرتی ہے تمہیں' گھر میں بھی وہ زیادہ تر تمہارے بارے میں ہی گفتگو کرتی تھی۔ ہر وقت اس کی زبان پر تمہارا نام ہوتا تھا۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ گاڑی سڑک پر تھی سگنل آف تھا اعوان جھک کر کچھ کہہ رہا تھا کیا کہہ رہا تھا وہ سن نہیں پا رہی تھی۔ کار کے برابر میں سائیکل پر گلفام تھا اور اس کی

ایک نظر اتفاقیہ اس پر پڑی تھی اور وہ حیرت سے منہ کھولے اس کی طرف دیکھے گیا تھا' اس کی آنکھوں میں عجیب سی بے یقینی تھی' سائیکل کا ہینڈل اس کے ہاتھ میں لرز رہا تھا۔ اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے سرعت سے چہرا موڑ لیا تھا۔ سن گلاسز نے اس کی آنکھوں کا تمام خوف اور بے چینی کا پردہ رکھ لیا تھا مگر وحشت و دہشت سے وہ پسینے پسینے ہونے لگی تھی' ایک تھرتھراہٹ تھی جو اس کے وجود میں اٹھی تھی۔ برابر میں سائیکل پر موجود گلفام کے چہرے پر وہ تذبذب کے آثار دیکھ چکی تھی کہ وہ اس کو پہچان چکا تھا مگر شاید اس کا ایڈوانس حلیہ اس کو ہچکچاہٹ میں مبتلا کر رہا تھا مگر وہ جانتی تھی وہ کسی بھی لمحے یقین ہونے پر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لے گا اور پھر......! وہ تماشا بن جائے گی' سارے خواب' تمام آرزوئیں جو بڑی صبر آزما جدوجہد کے بعد اس کی مٹھی میں آنے لگی ہیں سب ریت کی طرح بکھر جائیں گی...... پھر اعوان یہ اصلیت جان کر کہ وہ ایک معمولی سے سبزی فروش کی بیٹی ہے' اس سے شادی کرے گا......؟ اور گھر جن میں خصوصاً امی جان تو کسی لمحے کی دیر کیے بنا اس کا نکاح گلفام سے پڑھوا کر اس کی خواہشوں کا قتل کر دیں گی اور اپنی خواہشوں کا قتل' آرزوؤں کی موت' اس کو کسی طور بھی گوارا نہ تھی۔ پھر شاید تقدیر کو رحم آ گیا تھا۔ سگنل کھلتے ہی وہ سائیکل کہیں بہت دور رہ گئی تھی۔

❁......☆......❁

فیاض صاحب نے فائل پر نظریں ڈالتے ہوئے مصروف انداز میں قریب رکھا موبائل اٹھا کر کان سے لگایا تھا جس پر مسلسل بیل بج رہی تھی۔

''یس! فیاض اسپیکنگ!'' انہوں نے کال ریسیو کرتے ہوئے کہا۔

''میں پری کی ماما بول رہی ہوں۔'' یک لخت ان کے ہاتھوں سے فائل چھوٹ گئی تھی۔ یہ آواز' یہ لہجہ' انداز! وہ چاہنے کے باوجود بھی فراموش نہ کر سکے تھے کہ یہ آواز تصور میں آج بھی اپنے پیکر کے ساتھ براجمان تھی۔

''ہیلو......؟'' طویل خاموشی پر وہ پھر گویا ہوئی تھیں۔

''جی!'' ان کا لہجہ دھواں دھواں تھا۔

''پری کو میری محبت سے آپ نے دور کر دیا ہے' کتنی محبت کرتے ہیں آپ اس سے......؟ بہت بڑے بڑے دعوے کیے تھے آپ نے کہ آپ اس کو کبھی ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دیں گے' مجھ سے زیادہ خیال رکھیں گے آپ اس کا؟'' مثنیٰ بھرے بادلوں کی طرح برسنے لگی تھیں اور وہ ایک طویل عرصے کے بعد ان کی آواز سن کر عجیب کیفیت کا شکار ہو گئے تھے۔ ''کیا خوب خیال رکھ رہے ہیں آپ اس کا...... میری بیٹی کو کمپلیکس کا شکار کر رہے ہیں؟ آپ کی بیٹی کی منگنی اس وجہ سے ہوئی ہے کہ ان بچیوں کی ماں ان کے پاس ہے اور میری پری کو اس لیے نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ وہ ماں کی ممتا سے دور ہے' اس کی ماں اس کے پاس نہیں ہے؟''

''ایسی بات نہیں ہے' آپ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں' پری مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے پھر اماں جان کی تو پری میں جان ہے۔ تقدیریں اوپر سے بنتی ہیں' حکم بھی وہیں سے ہوتا ہے جب اس کا وقت آئے گا تو کوئی روک نہ سکے گا۔'' وہ بے حد دھیمے لہجے میں بات کر رہے تھے۔

''تقدیر اوپر سے بنتی ہے مگر تدبیر تو زمین پر رہ کر بندوں کو کرنی پڑتی ہے' بغیر تدبیر کے تقدیر نہیں بنتی ہے۔ اگر آپ سے پری کا خیال نہیں رکھا جا رہا ہے تو اس کو میں رکھنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ پھر اس سے کوئی تعلق نہیں

رکھیں گے۔'' مثنیٰ کے لہجے میں سرد مہری و غصہ تھا۔

''نہیں...... نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔ میں پری کو خود سے جدا نہیں کر سکتا' وہ میری روح ہے' میری زندگی ہے وہ...... میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' وہ ایک دم تڑپ کر گویا ہوئے۔

''میں آپ کو آخری وارننگ دے رہی ہوں' پری کے ساتھ میں کوئی ناانصافی برداشت نہیں کروں گی۔'' دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ انہوں نے گہرا سانس لے کر موبائل کو ٹیبل پر رکھا تھا اور کرسی کی پشت گاہ سے سر ٹکا لیا۔ ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ وہ سختی سے ہونٹوں کو دانتوں سے بھینچے ہوئے تھے۔

کتنی دعائیں کی تھیں کہ اب جب وہ ان کی زندگی سے نکل ہی گئی ہیں تو پھر کبھی ان کا ان سے سامنا نہ ہو پائے کہ وہ برداشت نہ کر پائیں گے اور یہی ہوا تھا...... اس آواز نے ان کے درد کو حد سے سوا کر دیا تھا۔ بچھڑنے کا احساس کچھ زیادہ ہی اس وقت مضطرب کرنے لگا تھا۔

میں اداس راستہ ہوں شام کا' مجھے آہٹوں کی تلاش ہے
یہ ستارے سب ہیں بجھے بجھے' مجھے جگنوؤں کی تلاش ہے
وہ جو ایک دریا تھا آگ کا' سبھی راستوں سے گزر گیا
ہمیں کب سے ریت کے شہر میں' بارشوں کی تلاش ہے

وقت و حالات کبھی ہمارے احساسات و جذبات کو کس طرح الٹ پلٹ کر رکھ دیتے ہیں' جن لوگوں سے ہم ملنے کی' ان کو پانے کی دعائیں کرتے ہیں تو کبھی زندگی کروٹ بدلتی ہے اور وہ دعائیں بددعا کی طرح لگنے لگتی ہے۔

وہ اٹھ گئے تھے' طبیعت میں ایسی ہی وحشت ابھری تھی کہ وہ سراسیمہ ہو گئے تھے۔

❁......☆......❁

''مما! میں راحیل سے ملنا چاہتی ہوں۔'' دوسرے ہی دن وہ ان سے مخاطب ہوئی تھی جب وہ لاکر کھول رہی تھیں۔

''تمہارے سر سے ابھی راحیل کا بھوت اترا نہیں ہے' اتنا کچھ ہو گیا ہے پھر بھی تم ایسی بات کر رہی ہو؟'' وہ لاکر سے توجہ ہٹا کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں' جو بڑی ہٹ دھرمی سے ان کے سامنے کھڑی بے خوفی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ''کیا چاہتی ہو آخر تم؟ جو معاملہ خاموشی سے دب گیا ہے اس کی خبر سب کو ہو جائے؟ تمہارا باپ' تمہاری دادی زندہ نہیں چھوڑیں گے تمہیں' اپنا انجام تم سوچ لینا اچھی طرح...... ان کے سامنے میری ایک نہیں چلنے والی۔''

''مجھے انجام کی پروا نہیں ہے' کیا کریں گے یہ لوگ......؟ جان سے مار دیں گے' تو مار دیں۔ راحیل کے بغیر زندگی ویسے بھی موت کے مترادف ہے۔''

''اوہ میرے خدایا! عائزہ! تم جانتی ہو راحیل کس کردار کا حامل ہے؟'' انہوں نے نرمی سے تھام کر اس کو بیڈ پر بٹھایا تھا پھر دروازہ اندر سے لاک کر کے اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی تھیں۔ ''میری بات سمجھنے کی کوشش کرو

میری جان! جب ہم کسی سے دوستی کرتے ہیں تو پہلے اس کی خامیاں دیکھتے ہیں' مزاج پرکھتے ہیں پھر دوستی کرتے ہیں اور شادی تو زندگی بھر کا ساتھ ہوتا ہے یہاں تو ذرا ذرا سی باتوں کو باریک بینی سے دیکھا جاتا ہے۔ لڑکا' خاندان' کردار سب خصوصیات بہترین ہوں تو رشتہ ہوتا ہے ورنہ یہ تعلق نہیں جڑتے ہیں۔" وہ نرم خوئی سے کسی کوڑھ مغز بچے کی مانند اس کو سمجھا رہی تھیں۔

"مما! کیا کمی ہے راحیل میں......؟ وہ ہینڈسم ہے' کسی اچھی فیملی سے اس کا تعلق ہے اور جاب بھی بہت بڑی ملٹی نیشنل کمپنی میں کرتا ہے......"

"کان کھول کر سنو' مرد کا خوب صورت ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا' صرف اس کا چہرہ دیکھ کر زندگی نہیں گزاری جاسکتی ہے۔ مرد کو خوب صورت اس کی جیب اور مضبوط کردار بناتے ہیں اور راحیل کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔" وہ اس کو ضد پر اڑے دیکھ کر غصے سے بولیں۔ "راحیل کی ماں نے جب اس کو جنم دیا تو وہ ان میر ڈھی کسی امیرزادے سے دولت حاصل کرنے کے لیے اس نے ایسا کیا پھر وہ راحیل کو اپنی بوڑھی ماں کے حوالے کر کے کسی آدمی کے ساتھ گھر سے فرار ہوگئی تھی اس کے بعد اس کی کوئی خبر ہی نہیں ملی کہ وہ کہاں گئی......؟"

"مما! اس میں راحیل کا کیا قصور ہے؟ اپنی ماں کے کردار کا وہ ذمے دار نہیں ہے تو پھر اس کو کیوں سزا ملے؟ یہ انصاف نہیں ہے۔"

"تم سمجھنے کی کوشش تو کرو عائزہ! وہ اسی جگہ ہی جوان ہوا ہے کون نہیں جانتا اس کو یہاں پر......؟ تم سے پہلے بھی محبت کا جھانسہ دے کر وہ کتنی لڑکیوں کی زندگی تباہ و برباد کرچکا ہے۔ شکر ہے کسی نیکی کے عوض تم اس کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی بچ گئی ہو' طغرل کسی فرشتے کی طرح ہماری زندگی میں آیا ہے۔"

"طغرل؟ ہونہہ! نام مت لیں ان کا میرے سامنے...... نفرت ہے مجھے ان سے...... یہاں آکر بڑے نیک فرشتے بن رہے ہیں' آسٹریلیا میں رہ کر کیا کیا گل نہیں کھلائے ہوں گے انہوں نے یہ کون جانے...... یہاں آکر سب ہی اپنی پارسائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دودھ کا دھلا کوئی نہیں ہوتا ہے۔ کالک رسوائی کی دامن کے کسی نہ کسی حصے پر ضرور لگی ہوتی ہے سب کے' جو کسی کی نظر آتی ہے اور کسی کی نہیں۔"

"اس بحث سے مقصد کیا ہے تمہارا؟" وہ پریشانی سے گویا ہوئی تھیں۔ عائزہ کے بگڑے تیور ظاہر کررہے تھے وہ کسی سمجھوتے پر تیار ہے نہ ہوگی۔

"مجھے راحیل سے ملنا ہے کیونکہ اس لاکر کی تمام جیولری اور رقم میں راحیل کو دے چکی ہوں' یہ لاکر خالی ہے۔" اس نے گویا دھماکا کیا تھا۔

❁......☆......❁

سگنل کھلتے ہی اعوان نے کار دوڑا دی تھی اور ماہ رخ نے جھک کر سائیڈ مرر میں دیکھا تھا۔ گلفام کی سائیکل بڑی گاڑیوں کے ہجوم میں گھر کر پیچھے رہ گئی تھی مگر اس کے چہرے پر حیران و پریشان بے یقینی کی کیفیت اتنی شدید تھی کہ کوئی بعید نہ تھا کہ وہ آگے بڑھ کر اس کو چھونے سے بھی دریغ نہ کرتا اگر سگنل آف رہتا تو وہ یک ٹک اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سراسیمہ کیفیت اور حیرانی بھری نظریں اس کے ذہن میں چپک گئی تھیں۔

"تم ٹھیک تو ہو ماہ رخ!" اعوان نے اس کو خاموش اور پریشان دیکھ کر پوچھا اور ساتھ ہی ٹشو پیپر اس کی طرف بڑھایا تھا' کہ وہ پسینے پسینے ہورہی تھی۔

"جی' میں ٹھیک ہوں۔" بڑی مشکل سے وہ لبوں پر مسکراہٹ لانے میں کامیاب ہوئی تھی اور پسینہ خشک کرنے لگی تھی۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری...... یہ ایک دم سے کیا ہوا ہے؟" اعوان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے فکر مندی سے کہا تھا کہ وہ خاصی دیر سے اس کی کیفیت نوٹ کررہا تھا۔ وہ اس سے بات کررہا تھا مگر اس نے سنا ہی نہیں تھا ایک عجیب سی بے چینی و اضطراب اس کے وجود میں پیدا ہوگیا تھا۔

"دراصل' مجھے یاد آیا ہے ابھی گھر پر ڈیڈی کے مہمان آئیں گے' میرا جلد گھر پہنچنا ضروری ہے' مما بھی گھر پر نہیں ہیں' اگر میں بھی گھر پر موجود نہ ہوئی تو ڈیڈی کو غصہ آئے گا' آپ مجھے ڈراپ کردیں۔" اس کے دل میں بے چینی پھیل گئی تھی' وہ جانتی تھی گلفام سیدھا گھر جائے گا اور اگر وہ گھر پر نہ ہوئی تو ہوسکتا ہے وہ حقیقت جان جائے اور ایسا ہوا تو پھر کچھ نہیں بچے گا' خواب' خواہش اور آرزوئیں سب موتیوں کی طرح بکھر جائیں گے اور وہ سب گوارا کرسکتی تھی مگر خوابوں کا سودا ہرگز نہیں۔

"اتنی جلدی......؟ ابھی تو تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔" اس کی سوچوں سے بے خبر وہ کہہ رہا تھا۔

"آج نہیں! مجھے جلدی گھر جانا ہے' اگلی ملاقات میں دل بھر کر باتیں کرنا۔" ماہ رخ نے اس کو تسلی کا لالی پوپ پکڑایا تھا۔

"اوکے' تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں کہ میں اپنے دل پر ظلم کرسکتا ہوں مگر اپنی محبت کو پریشان نہیں دیکھ سکتا۔" ہر بار کی طرح وہ اس کا مان رکھ گیا تھا۔

"آج تو میں تمہیں یہاں نہیں چھوڑوں گا' تمہارے گھر کے آگے ہی ڈراپ کروں گا۔" وہ اپنی مخصوص جگہ پر اترنے لگی تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر گویا ہوا تھا۔ "روز تم اسی جگہ پر اترتی ہو' یہ جگہ مجھے عجیب سی لگتی ہے' تمہارے شایان شان ہرگز یہ جگہ نہیں ہے رخ۔" اعوان نے ناپسندیدہ نظروں سے اردگرد نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا تھا۔ یہ کچی آبادی تھی ٹوٹے پھوٹے گھر' جھونپڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ٹین کی چھتوں والی چھوٹی چھوٹی دکانیں تھیں اور سامنے ہی بھینسوں کا باڑہ تھا' جہاں بھینسیں بندھی جگالی کرتی رہتی تھیں اور اس حصے سے ایک تعفن اٹھتا تھا جو یہاں کی فضا میں رچ بس گیا تھا اور اعوان کو اس جگہ پر سانس لینا بھی ناگوار گزرتا تھا۔

"تم روز یہاں کیوں اترتی ہو' اس جگہ سے تمہارا کیا تعلق ہے؟" وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے سوال پر سوال کررہا تھا اور وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی بڑی مخمور نگاہوں سے...... اعوان کے ہاتھ کی حدت اس کے رگ و پے میں دوڑنے لگی تھی اور یہ خواہش شدت سے اس کے دل میں ہلچل مچانے لگی کہ کاش! وہ اسی طرح محبت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھا رہے اور زندگی تمام ہوجائے۔

"ارے! تم میری کسی بات کا جواب ہی نہیں دے رہی ہو' شاید اپنے ڈیڈ سے بہت زیادہ ڈرتی ہو تم اور میں تمہارا وقت ضائع کررہا ہوں۔" اس کی دھڑکنوں سے بے خبر اس نے جلدی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ بھی گویا ہوش میں آگئی تھی' فوراً بات بناتے ہوئے گویا ہوئی۔

"ڈیڈی! بے حد اصول پرست ہیں ان کی پوری زندگی اصولوں کی پاسداری میں ہی گزری ہے' اس کے

علاوہ وہ ٹائم کے بے حد پابند ہیں اور ہم سے بھی وہ یہی توقع رکھتے ہیں۔"

"اوہ! ہی از اے گریٹ مین! میں بہت جلد ان سے ملنا چاہوں گا۔" اس نے احترام بھرے لہجے میں کہا اور ماہ رخ کو چھوڑ کر چلا گیا۔

حسب عادت ماہ رخ دور تک جاتی اس کار کو وہاں کھڑی دیکھتی رہی تھی کہ یہ اس کا معمول تھا جب تک کار نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جاتی اس وقت تک وہ کھڑی دیکھتی رہتی تھی اور یہ محبت کا تقاضا ہرگز نہ تھا' یہ اس کا خوف تھا' اس کی احتیاط تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی اصلیت سے وہ واقف ہو' اسے ڈر رہتا تھا کہ وہ کہیں چپکے سے آ کر اس کا پیچھا نہ کرے اور چورا ہے پر اس کا بھانڈا پھوٹ جائے۔ کار نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ تیز تیز چلنے لگی تھی تا کہ گلفام کے گھر پہنچنے سے پہلے خود گھر پہنچ جائے۔

☆......

"پری! تمہاری نانو تم سے ملنا چاہتی ہیں' ان کا ڈرائیور دو مرتبہ آ چکا ہے پھر کل آنے کا کہہ کر گیا ہے تم تیاری کر لو کل چلی جانا۔" وہ تیل لگانے کے بعد دادی جان کی چٹیا باندھ رہی تھی جب انہوں نے اطلاع دی۔ "تمہیں ان کے پاس گئے ہوئے بھی کافی عرصہ ہو چکا ہے اور ہو سکتا ہے تمہاری ماں بھی وہاں پر آئی ہوئی ہو۔"

دادی جان کا موڈ خاصا اچھا تھا جو اس کو نا صرف جانے کی اجازت دے رہی تھیں بلکہ اصرار بھی کر رہی تھیں۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سماتی کہ دادی جان اس کی ماں کا نام اچھے انداز میں لے رہی تھیں مگر اس وقت وہ وعدے کی زنجیر میں جکڑی ہوئی تھی اور یہ صرف وعدہ ہی نہ تھا بلکہ اس گھر کی بقا اور عزت کی بات تھی۔ وہ خاموشی سے عائزہ کی نگرانی کر رہی تھی اور اسی دوران اس کو محسوس ہوا عائزہ کے ارادے بالکل بھی نیک نہیں ہیں' وہ پر کٹے پرندے کی مانند پورے گھر میں مضطرب پھرتی نظر آتی۔

"ارے پری! کیا گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھی ہو' جو کسی بات کا جواب ہی تمہارے منہ سے نہیں نکل رہا ہے؟" دادی حیرت سے گویا ہوئی تھیں۔

"اوہ دادی جان! میں کچھ عرصے بعد نانو کے ہاں جاؤں گی ابھی نہیں۔" بالآخر اسے جواب دینا ہی پڑا۔

"ہیں! یہ کایا پلٹ کیونکر ہوئی...... کل تک تو کوئی مذاق میں بھی کہہ دے تو تم یک دم ہی نانو کے ہاں جانے کو تیار ہو جاتی تھیں اور آج خود ہی وہاں جانے سے منع کر رہی ہو؟" ان کو سخت اچنبھا ہوا۔

"دادی جان! آپ کی ٹانگوں میں اتنا درد ہے ہاتھوں میں بھی' اب ایسی حالت میں آپ کو چھوڑ کر جانے کو میرا دل نہیں چاہ رہا۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ دو تین ماہ سے میری صورت دیکھ دیکھ کر اکتا گئی ہیں تو کہہ دیں' میں کچھ دنوں کے لیے آپ کی نظروں سے دفع ہو جاؤں گی...... چلی جاتی ہوں میں۔" وہ شرارت سے گویا ہوئی تھی اور اماں کی تیوری چڑھ گئی تھی۔

"ارے واہ! یہ تو وہی بات ہوئی کہ آ بیل مجھے مار! میں ایسا کیوں چاہوں گی کہ تم مجھ سے دور رہو؟ میرا اختیار اگر چل جائے تو میں تم کو کبھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دوں مگر بیٹا! ان کا بھی حق ہے تم پر اور میں کسی کا حق نہیں مارنا چاہتی۔"

"السلام علیکم دادو!" طغرل نے اندر آتے ہوئے سلام کیا۔

کیسا لگتا ہے

کبھی ہم تم سے پوچھیں گے بتاؤ کیسا لگتا ہے
کسی کا نام سن کر مسکرانا کیسا لگتا ہے
بتاؤ کیسا لگتا ہے کسی کا دل چرانا
چرا کر پھر یونہی انجان بننا کیسا لگتا ہے
کبھی ساحل کنارے بیٹھ کر یونہی اکیلے میں
کسی کا نام لکھ لکھ کر مٹانا کیسا لگتا ہے
خوابوں میں' خیالوں میں' اسے تکنا' اسے چھونا
پھر اک دم آنکھ کا کھلنا' بتاؤ کیسا لگتا ہے
بہت دشوار ہوتا ہے مرادیں دل کی پالینا
اسے پا کر بھی کھو دینا بتاؤ کیسا لگتا ہے
نئی خوشبو' نئی موسم' نئے احباب ہیں لیکن
پرانی چاہتوں کو بھول جانا کیسا لگتا ہے

فاخرہ گل...... اٹلی

غزل

ہم دل سے اتر جائیں گے معلوم نہ تھا
سب خواب بکھر جائیں گے معلوم نہ تھا
اترتے تھے کبھی جھیل سی آنکھوں میں ان کی
ہم ڈوب کے مرجائیں گے معلوم نہ تھا
یہ شمع جلائی تو اجالوں کے لیے تھی
پروانہ ہی جل جائے گا معلوم نہ تھا
ہم جس کے لیے دنیا سے لڑ رہے تھے فراز
وعدوں سے مکر جائے گا معلوم نہ تھا

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

"وعلیکم السلام بیٹا! تم آج کل کہاں رہنے لگے ہو؟" انہوں نے اسے اپنے قریب جگہ دیتے ہوئے لاڈ بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہیں ہوتا ہوں دادو! بلکہ آج کل آپ مجھے لفٹ نہیں کرا رہی ہیں۔ جب بھی دیکھتا ہوں آپ پری سے راز و نیاز میں مصروف رہتی ہیں۔" وہ دادی کے دوسری طرف بیٹھی پری کو دیکھ کر گویا ہوا تھا اس کی بات پر دادی بے ساختہ ہنس پڑیں اور پری نے اس کے انداز میں پھر پہلے والی شوخی و شرارت محسوس کر کے گہرا سانس لیا تھا۔

"یہ کیا بات کی تُو نے طغرل! بات کرنے سے پہلے سوچتے ہیں۔"

"سوچتے وہ ہیں جن میں عقل ہوتی ہے یا کسی کی عزت کا پاس ہوتا ہے۔" پری نے جل کر سوچا تھا۔

"سچ ہی تو کہہ رہا ہوں دادی جان! آپ مجھے کوئی اہمیت نہیں دیتیں۔"

"ارے یہ سب تمہارا وہم ہے' تم کیوں خیال کرتے ہو بلا وجہ ہی......؟"

"پھر آپ ایک بات سچ سچ بتائیں گی بالکل ایمان داری سے......؟" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گیا تھا جب کہ نگاہیں پری کے چہرے پر تھیں۔

"ایمان داری سے......؟" دادی نے اس کو گھورا۔

"دیکھ لیں دادی جان...... یہ آپ کو بے ایمان سمجھتے ہیں۔" پری نے بھی موقع سے فائدہ اٹھانے کی سعی کی۔

"ارے اتنے جوتے لگاؤں گی کہ دماغ درست ہو جائے گا تمہارا طغرل!" ان کا شاہی غصہ عود کر آیا تھا۔

"اوہ! آئی ایم سوری دادی جان! میں نے کوئی غلط لفظ کہہ دیا ہے؟" وہ سچ مچ شرمندہ ہو گیا تھا کہ اس کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا۔

"خیر' بولو کیا بول رہے تھے؟ کس بارے میں حلف لے رہے تھے مجھ سے......؟" اس کا ندامت بھرا انداز

دادی کو نرم کر گیا تو وہ گویا ہوئی تھیں۔

"کچھ نہیں، بس میں پوچھ رہا تھا کہ آپ مجھ سے زیادہ محبت کرتی ہیں یا پری سے؟ آج تو آپ کو یہ بات سچ سچ بتانی ہوگی دادو!"

"پھر وہی بات...... تم کیوں بار بار یہ سوال کرتے ہو؟"

"دیکھیے دادی جان! سیاسی جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ پھر وہی باتیں کرنے بیٹھ گیا تھا جس سے اس کو چڑ تھی۔ وہ خاموشی سے اٹھی تھی اور لان میں چلی آئی تھی۔ دادی نے اس کو کیا جواب دیا اس سے اس کو اب کوئی دلچسپی نہیں تھی، دادی کس سے کتنا پیار کرتی ہیں اس کا اندازہ اس کو بہت اچھی طرح سے تھا اور یہ بات طغرل کو بھی بخوبی معلوم تھی۔ مگر نا معلوم کون سی تشنگی تھی اس کے اندر جو اکثر اوقات اس کو بے کل کرتی تھی اور وہ دادی سے پوچھنے پہنچ جاتا کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتی ہیں، نا جانے وہ محض پری کو تنگ کرنے کا کوئی طریقہ تھا یا اس کی کوئی محرومی؟ اور یہاں آ کر اس کا دل گواہی دیتا تھا کہ وہ صرف اور صرف اس کو تنگ کرنے کا طریقہ ہے ورنہ اس بندے کو محبتوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ اس کی جھولی ہمیشہ ان خوشیوں سے بھری رہی تھی۔

"ناراض ہو گئی ہو؟" بہت قریب سے اس کی آواز آئی تھی، تیز خوشبو کا ایک جھونکا تھا جو ارد گرد پھیل گیا تھا، اس کو جنون تھا ایسے تیز پرفیومز استعمال کرنے کا جس کی مہک احساسات کو بوجھل کرنے لگتی تھی۔ "ہوں، تم تو سچ مچ ناراض ہو۔" اس نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا۔

"طغرل بھائی! میں نے کتنی مرتبہ آپ سے کہا ہے، مجھ سے فاصلے پر رہ کر بات کیا کریں۔" اس نے ایک جھٹکے سے ان کا ہاتھ اپنے کندھے سے جھٹک کر غصے سے کہا۔

"ہم دوست ہیں یار! تم کیوں اتنی معمولی معمولی باتوں پر بھڑکتی ہو...... تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے...... تم خود کو کانچ کی بنی ہوئی سمجھتی ہو کہ کوئی چھوئے گا اور تم ٹوٹ کر بکھر جاؤ گی؟" وہ بہت اچھے موڈ میں اس سے معذرت کرنے آیا تھا مگر جس انداز میں پری نے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا اس سے اس کو بہت اہانت محسوس ہوئی۔

"آپ جہاں سے آئے ہیں وہاں ایسی کوئی حد نہیں ہے لیکن یہاں آپ کو ایسی حرکتیں زیب نہیں دیں گی۔" وہ کہہ کر وہاں سے جانے لگی تھی تب ہی اس نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ بہت سختی تھی اس کے انداز میں، درد کی ایک لہر اس کی رگ و پے میں دوڑ گئی تھی۔ اس نے غصے سے اس کی طرف دیکھا مگر اس کی نگاہوں سے شعلے سے لپکتے محسوس ہو رہے تھے اور چہرہ آگ کی مانند تپ رہا تھا۔ پہلی بار اسے اس سے خوف محسوس ہوا تھا اور گھبرا کے وہ بولی۔ "ہا...... ہاتھ چھوڑیے طغرل بھائی میرا۔"

"ایک بار نہیں، بار بار تم میری عزت نفس، میرے کردار پر وار کر چکی ہو۔ تمہارا خیال ہے میرا وقت آسٹریلیا میں عیاشیوں میں گزرا ہے؟" اس نے ہاتھ پکڑے پکڑے ہی اس کو زور سے جھٹکا دے کر کہا تھا اور اس کو جھٹکا دینے سے کسی بے جان گڑیا کی طرح کانپ اٹھی تھی۔ "تم کو کس نے حق دیا ہے کہ کسی کی عزت نفس اور کردار کو محض اپنی خیالی گندگی سے داغ دار کر دو اور اس پر بدکرداری و بدنیتی کا لیبل چسپاں کر دو؟ بولو...... کس نے حق دیا ہے تمہیں......؟ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے میری بدکرداری کا......؟" وہ ہنسنے مسکرانے والا کھلنڈرا سا نوجوان جس کی شخصیت میں عجب سی کشش اور جاذبیت تھی، لوگ اس سے مرعوب رہتے تھے، وہ جس کو چاہتا اپنا گرویدہ

بنا لینے کا ہنر جانتا تھا مگر اول روز سے پری سے چلنے والی چپقلش میں کمی کی جگہ اضافہ ہوتا ہی جا رہا تھا۔

"میرا ہاتھ چھوڑیں طغرل بھائی! ورنہ میں چیخنے لگوں گی، سمجھے آپ؟" اس کا جنون حد سے بڑھتا دیکھ کر اس نے دھمکی دی۔

"چیخو! مجھے کوئی پروا نہیں ہے مگر تم میرے سوالوں کے جوابات دیئے بغیر نہیں جا سکتیں، مجھے بھی تو معلوم ہونا چاہیے نا، جس لڑکی نے بیس سال مجھ سے بات نہیں کی اور نا ہی کسی سے کچھ پوچھنا گوارا کیا، جو مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہو کہ میرا نام بھی سننے کی روادار نہ ہو تو وہ کس طرح یہ جان سکتی ہے کہ میں نے سات سمندر پار کہاں اور کس طرح زندگی گزاری ہے؟"

"ضروری نہیں ہے کسی کے کردار کو جاننے کے لیے اس کے پیچھے ہمیں سات سمندر پار ہی جانا پڑے۔" پری نے اس کی ہٹ دھرمی محسوس کر کے کہنا شروع کیا تھا۔ "آپ کی بے تکلفی کی کوشش کرنے کا انداز بتا دیتا ہے کہ آپ کس ٹائپ کے انسان ہیں، آپ کی نیچر کیا ہے۔" پری کے انداز میں اتنی کراہت و حقارت تھی کہ اس کے اندر شرارے سے اڑنے لگے تھے۔ دل تو یہی چاہ رہا تھا اس بد دماغ لڑکی کے وجود کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دے، توڑ مروڑ دے مگر......!

اوہ! میں تو بہت گرا ہوا شخص ہوں آپ کی نگاہ میں، جو لڑکیوں سے بے تکلفی کے بہانے ڈھونڈتا ہے، جس میں نہ شرافت ہے اور نہ ہی حمیت اور رشتے کے تقدس کا بھی لحاظ نہیں ہے، ہے نا! یہی جتانا چاہ رہی ہو نا تم!" اس کے انداز میں وحشت تھی، ایسا جنون کہ وہ اقرار میں نہ گردن ہلا سکی نہ کوئی لفظ کہہ سکی تھی۔ اس کا دل بُری طرح دھڑکنے لگا۔ رات کا اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا اور اس وقت گھر میں کوئی بھی تو موجود نہیں تھا ماسوائے دادی جان کے جو کھانا کھا کر نماز و وظائف کی ادائیگی کے بعد لیٹ چکی تھیں۔ صباحت دونوں بیٹیوں کے ہمراہ اپنی بہن کے ہاں گئی ہوئی تھیں اور پاپا کا کوئی ٹائم نہ تھا گھر آنے کا، وہ عموماً دیر سے آتے تھے اور اس وقت چوکیدار بھی اپنے کیبن میں نہیں تھا۔

"طغرل بھائی! میرا ہاتھ چھوڑیں۔" اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

"بہت نیک و پارسا سمجھتی ہو خود کو......؟" وہ اس کی کہاں سن رہا تھا وہ شاید حواسوں میں ہی نہ تھا۔

"طغر...... ل...... بھا...... ئی......!" اس نے دو قدم آگے بڑھائے تھے۔ اس کے انداز میں ایسی وحشت و درندگی تھی کہ وہ چاہنے کے باوجود چیخ نہ سکی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

عزمِ جواں سالار

حمیرا نگاہ

ہر سمت میں کٹی پڑیں پھولوں کی گردنیں
اب کے صبا ہی باغ میں شمشیر بن گئی
جس سمت وہ اٹھی ہے ادھر مڑ گئی حیات
اس کی نظر ہی گردشِ تقدیر بن گئی

"راشد منہاس نے کہا تھا کہ ہم ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتے پھر کیوں نہ ہم اپنی زندگی وطن پر نثار کردیں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا تو اس کے سامنے بیٹھی بہن نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہوں بھائی!" گویا اس نے اپنے بھائی کے حوصلے کو تقویت دی۔

"میں جانتا ہوں آمنہ! لیکن کبھی کبھار ساتھ دینا بہت مشکل لگتا ہے۔" وہ دل گرفتگی سے بولا تو آمنہ پل بھر کو لرزی پھر خود کو مضبوط بناتے ہوئے بولی۔

"میں بھی اسی شہید باپ کی بیٹی ہوں، جس کے بیٹے آپ ہیں۔ یہ دھرتی میری بھی ماں ہے، اگر عزم آپ کا جواں ہے تو ہمت میری بھی پست نہیں، ہمیں صرف اپنے بھائی کے قاتلوں تک نہیں پہنچنا بھائی! بلکہ اس سرزمینِ پاک کی جڑوں کو کھودنے والے ان چوہوں تک پہنچنا ہے جو اندر ہی اندر اس کی جڑیں کترنے میں مصروف ہیں۔" وہ تو اپنے بھائی کی ڈھال تھی پھر اسے بے ہمت کیونکر کرتی۔

"اسی عزم کو تو جواں رکھنا ہے آمنہ! اسی جواں عزم کی مدد سے ہم اس بھڑکتی آگ کو عدل وانصاف کی بارش سے بجھائیں گے۔ بارود سے بھری فضا میں زیتون کی ٹہنیاں بکھیریں گے۔ سلگتے پہاڑوں کے بہتے لاووں پر برف کی چادر بچھائیں گے تاکہ اس ارضِ پاک کی محبت بھری آغوش کی نرم گرم ممتا کو بچاسکیں۔" اس کی آنکھوں میں درد کے جمتے آنسو تھے، جبڑوں کی سختی تلے زبردستی دبائے گئے بین اور ڈوبنے والی شام کا منظر......! ارضِ پاک کی حالتِ زار پر روح تو بے چین تھی ہی دل بھی رو رہا تھا۔

"نہیں بھائی! ہمیں حوصلہ نہیں ہارنا' وہ جو نسیم انور بیگ نے کہا ہے کہ "بعض بدقسمت کشتیاں نہیں ڈوبتیں' انہیں سمندر کی پھٹکار سہنی ہوتی ہے مگر جب ربّ کریم کا رحم ملے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تو طوفانوں میں ڈوبتی کشتیوں کے پاس ساحل آجاتے ہیں۔" بھائی! ہمیں بس تھوڑی سی ہمت اور کوشش کرنی ہے، وطنِ پاک کی کشتی کے لیے وہ ساحل ہم بھی بن سکتے ہیں۔" وہ عطش کے کندھے پر ہاتھ رکھے اسے تسلی دے رہی تھی کہ تسلی کا مرہم ناسور بننے والے زخموں کو بھی کبھی کبھار مندمل ہونے میں مدد دیتا ہے۔

"ہم میں ہمت ہے آمنہ! کیونکہ وہ ہم ہی تھے جو سرحدوں پر کھڑے چٹانیں بن گئے تھے۔ رات کے اندھیرے میں آنے والوں نے سمجھا کہ نظریے اور عقیدت کے نام پر بنائے جانے والے گھر کے محافظ خوابِ غفلت کے مزے لے رہے ہوں گے مگر اس وطن کی مٹی نے گواہی دے ڈالی تھی کہ ہم جاگ رہے ہیں۔ سرفروش تیار ہیں کہ اپنا سب کچھ اس مٹی' اس دھرتی پر

قربان کردیں۔ اللہ عزوجل نے ہمارے جذبوں کو توانائی بھی بخشی تھی اور حوصلوں کو تازہ دم بھی کیا تھا' صرف اس لیے کہ ہم نے کاسۂ گدائی صرف اللہ کے سامنے پھیلا رکھا تھا لیکن آج......" اس کی آنکھوں میں برسات اتر آئی تھی' بہت ٹوٹ کے محبت کرتا تھا وہ ارضِ پاک سے' وطن کے دامن پر پڑنے والا خون کا ایک ایک چھینٹا اسے اپنے دل پر پڑتا محسوس ہوتا تھا۔

"آج ہمیں صرف کشکول کو اٹھانے سے پہلے اسے توڑنے کی تدبیر کرنی ہے' خودی کی موت سے پہلے زندگی کی کوئی رمق' کوئی چنگاری ڈھونڈنی ہے جو شعلہ بن کے ہماری رگوں میں اترتے اندھیروں کو روشن کرسکے' ہماری خودی کو بے موت مرنے سے بچاسکے۔" اس نے مقدور بھر کوشش کی تھی کہ اپنے بھائی کے اندر امید کی بجھتی شمع کو از سرِ نو روشن کرسکے' اس کے اندر ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا کرسکے جس سے اسے کچھ ڈھارس ہو' کوئی تقویت ملے کہ اگر دل میں جذبہ سچا ہو' نگاہوں میں بلندی اور عزم میں پختگی ہو تو منزل تک پہنچنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔

❁......⌘......❁
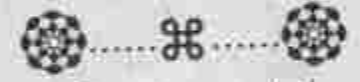
"اچھا امی جان اللہ حافظ!" وہ بیگ لیے کمرے سے نکلا تو سامنے بیٹھی ماں کی طرف لپکا۔

"فی امان اللہ بیٹا!" ماں نے دعاؤں میں بیٹے کو رخصت کیا۔ باہر گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز ہوئی تو ماں کے ہاتھوں میں پکڑی تسبیح پل بھر کو رکی' ہونٹ وا ہوئے اور دعاؤں کے پنچھی سفر پر جاتے بیٹے کے لیے آزاد ہوئے۔

"اچھا امی جان اللہ حافظ!" پیچھے کھڑی آمنہ نے والہانہ عقیدت سے ان کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

"تو کیا تم بھی چلیں؟" وہ محبت آمیز لہجے سے بولیں تو آمنہ نے سر اثبات میں ہلادیا۔

"ناصر شام تک آجائیں تو پھر میں اور وہ کل چکر لگائیں گے۔" وہ مسکرا کر ساری بات کھول گئی تو ماں نے اسے بھی رخصت کرڈالا۔ بیٹیاں تو ویسے ہی پرایا دھن ہیں'

کون جانے کب کہاں دانہ پانی لکھا ہو اور اڑان بھرنے کا حکم آجائے' بوڑھی آنکھوں میں آنسو ٹھہر گئے۔

"آپ رو رہی ہیں دادی جان!" آٹھ سالہ سمیع بھاگم بھاگ ان کی گود میں چڑھ گیا۔

"ارے نہیں میری جان! یہ تو شکرانے کے آنسو ہیں۔" اس لمحے وہ ماں صرف ایک شہید کی ماں بن گئی تھیں۔ شہید کی ماں کہ جس کے چہرے کا جاہ و جلال زندگی کی آخری سانس تک ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

"آپ کو بابا یاد آرہے ہیں نا!" وہ اپنی معصومیت سے ان کے دل میں اترا جارہا تھا۔

"جو دلوں میں زندہ ہوں ہر لمحہ' ہر پل انہیں بھلا یاد کرنے کی کیا ضرورت؟" وہ اپنے ہی خیالوں میں گم بولیں تو سمیع نے نا سمجھنے والے انداز میں سر ہلادیا۔

"چاچو کب آئیں گے؟"

"جلد ہی......" انہوں نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا اور بے اختیار اسے ساتھ لگالیا۔ "صبیح اور عامرہ کدھر ہیں؟" انہوں نے آس پاس متلاشی نظریں دوڑائیں۔

"وہ دونوں......؟" وہ ہنس دیا۔

"کیا ہوا......؟" انہوں نے اچنبھے سے پوچھا تو اس نے بے اختیار ان کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی' ان کی گود سے اترتے ہوئے انہیں اوپر اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ نا سمجھی کے عالم میں اٹھ کر اس کے ساتھ چل دیں' وہ انہیں لے کر پچھلے صحن کی طرف چل دیا۔ سامنے کا منظر واقعی حیران کن تھا۔ دس سالہ صبیح اپنی عید والی شیروانی اور سر پر جناح کیپ پہنے کھڑا پُر زور انداز میں تقریر کررہا تھا' اس کے ساتھ کھڑی اس کی جڑواں بہن بڑا سا دوپٹہ پہنے مؤدب کھڑے تھی اور سامنے بچھی چٹائی پر گاؤں کے سارے بچے بیٹھے اس کی باتیں سُن رہے تھے۔

"ہم الگ نہیں ہیں' ہم تو بند مٹھی کی طرح ہیں۔ ہم بہادری' جرأت اور شجاعت کا حوالہ ہیں۔ یہ ہم ہی تھے جنہوں نے وطن کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اپنے

خون سے ایسی سرحد قائم کی تھی جسے پار کرنا دشمن کے لیے ممکن نہ تھا لیکن آج...... آج ہم صرف گفتار کے غازی ہیں' ہمارے قول و فعل میں بہت بڑا تضاد ہے۔" شبنم سے پاکیزہ و معصوم چہرے پر خفگی کی لہر دوڑ گئی۔ بوڑھی ماں آگے بڑھی اور بڑھ کر انتہائی شفقت سے اسے خود سے لپٹالیا تھا۔ ان کا چہرہ خوشی و انبساط سے چمک رہا تھا اور فرطِ جذبات سے آنکھیں بھیگ گئیں اور دماغ چار سال پہلے شہید ہونے والے جواں بیٹے کی طرف چلا گیا' اس بیٹے کی طرف کہ جس نے خلوص کی قبا پہنی تھی' چاہت کی زبان سیکھی تھی' محبت کا رنگ اپنایا تھا جو سب کے ساتھ مخلص تھا' سچا تھا۔ دھرتی کے ساتھ' ماں کے ساتھ' کاغذوں میں بندھے رشتے کے ساتھ لیکن اسے کون دغا دے گیا تھا' کوئی اس کا سبب نہ جان پایا تھا۔

"میرا بچہ! میرا طلحہ!" وہ اسے خود سے لپٹائے اس کا بوسہ لے رہی تھیں۔

"دادی جان! صبیح محمد علی جناح بنا ہوا تھا اور میں فاطمہ جناح!" عامرہ نے آگے بڑھ کر دادی کو سارا کھیل سمجھایا تو انہوں نے اسے بھی اپنے ساتھ لگالیا اور دھیمے لہجے میں بولیں۔

"میرے بچو! میری دعا ہے کہ خدا تمہیں بے خوف روح' نڈر بدن اور جان عنایت کرے تاکہ بے بس اور کچلے ہوئے لوگوں کے لیے کوئی کمال کرجاؤ۔" وہ کسی مراقبے میں کھوئی ہوئی روح کے وجد کی طرح آہستہ آہستہ لب ہلا رہی تھیں۔ معصوم بچے سمجھے نا سمجھے' قادر مطلق سن بھی رہا تھا اور سمجھ بھی رہا تھا۔

❁......⌘......❁
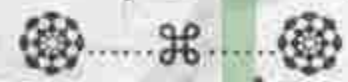
"سر!" وہ جونہی آفس میں داخل ہوا سپاہی نے اسے سیلیوٹ کیا' اس نے اپنے انداز سے جواب دیا اور اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیپٹن قاسم کو بھیجو!" رعب دار آواز گونجی تو سپاہی باہر نکل گیا' دو منٹ کے بعد کیپٹن قاسم اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔ "مشن کہاں تک پہنچا کیپٹن!"

"ان شاء اللہ سر! جلد ہی مکمل ہوجائے گا۔" وہ مستعد بیٹھا انہیں اطلاع دے رہا تھا۔

"دوسری طرف کا کیا حال ہے؟"

"سر! ابھی تک وہاں کی کوئی خبر نہیں ملی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے کہ مشن جلد ہی مکمل ہوجائے گا لیکن......؟"

"لیکن سر! دوسری طرف خطرہ زیادہ ہے اور ابھی تک ہمیں کمانڈ کرنے والے شخص کا بھی تو پتا نہیں چلا' پہلے ہی ہمارے ادارے کو بہت بدنام کیا جارہا ہے۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔

"ارضِ پاک کی محبت میں تو کچھ بھی قبول ہے کیپٹن! بدنامی کیا چیز ہے؟ ہر انٹیلی جنس ادارہ اپنے اثاثوں کی حفاظت کے لیے گھٹیا سے گھٹیا ترین طریقے اختیار کرتا ہے اور ہم نے تو آج تک ایسا کچھ کیا ہی نہیں۔"

"مگر سر! ہمسایہ ملک کا پروپیگنڈا......" وہ خاموش ہوگیا۔

"وہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ ہم رک جائیں' خاموش ہوجائیں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ گلاب کے مرجھانے کے بعد بھی اس کی خوشبو نہیں جاتی کیپٹن! اور ہم اپنی شخصیت اور دی گئی قربانیوں کی مہک سے کبھی نہیں مرجھائیں گے۔ یہ گلاب چہرے' مسکراتے ہونٹ' محبت بھرے تھکے تھکے لہجے اور وطن کے لیے محبت و شفقت سے بھرپور پریشانی بھرے اداس انداز کے حامل مجاہد کبھی نہیں رکیں گے' کبھی نہیں!" وہ ایک جذب سے بولا تو کیپٹن قاسم مسکرادیا۔

"بالکل سر! ہم نہ جھکیں گے نہ بکیں گے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اور یہ بھی یاد رکھیے کہ نہ رکیں گے۔" اس نے مسکرا کر کہا تو وہ ہنس دیا اور سیلیوٹ کرکے باہر نکل گیا۔

❁......⌘......❁

"ماموں جی! آپ پریشان نہ ہوں' میں سب کچھ سنبھال لوں گی۔" وہ اپنے ماموں کے ساتھ بیٹھی باتیں

بھی کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ کپڑے تہہ کر کے اٹیچی میں رکھتی جا رہی تھی۔

''تمہارا باپ اس بارے میں کچھ نہیں جانتا کہ تم کیا ہو؟ تمہاری قابلیت کیا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ میری بیٹی ایک عظیم بیٹی ہے' جس کا عزم جواں ہے جب کہ تمہارا باپ......؟'' انہوں نے مزید کچھ کہنے سے قبل اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

''ماموں جی! آپ پریشان نہ ہوں' میں سب کچھ جانتی ہوں یہ بھی کہ مجھے دو خاندانوں کی چار سالہ دشمنی ختم کرنے کے لیے اپنے شوق کی قربانی دینی پڑ رہی ہے اور یہ بھی کہ مجھے کیا کرنا ہے' اگر دشمنی دوستی میں بدل جائے تو یہ قربانی اتنی مہنگی نہیں۔'' وہ بات کرتے کرتے رک گئی شاید اٹیچی بند کرتے کرتے اس میں کوئی کپڑا اپھنس گیا تھا اس لیے اس پر زور لگانے لگی۔

''محترمہ زرناب صاحبہ! اِدھر لائیں! ایک اٹیچی کیس تو سنبھالا نہیں جا رہا' میجر عطش عباسی کو کیسے سنبھالو گی؟'' اس کے ماموں کرنل فیاض زبیری نے اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے اپنی مسکراہٹ چھپالی۔

''آپ کی بھانجی ہوں' سب کچھ سنبھال لوں گی' میجر عطش عباسی کیا چیز ہے' کیپٹن زرناب ملک کے آگے؟'' وہ چٹکی بجا کر بولی تو وہ ہنس دیئے۔

''خدا تمہیں تمہارے ارادوں میں کامیاب کرے' میں تمہیں کبھی نہ جانے دیتا لیکن وہ تمہارا باپ ہے' تم سے بھی اتنی ہی محبت کرتا ہے جتنا کہ سفیان سے اور اٹھارہ سال کی پرورش کا حق تو قرض ہے نا تم پر! اس لیے اس کا حق ہے کہ وہ تم سے کچھ بھی منوا سکے لیکن بیٹا!'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

''جی ماموں بولیں نا!'' وہ ان کے کندھوں پر مضبوطی سے ہاتھ جمائے ہوئے بولی۔

''عطش سے کبھی کچھ مت چھپانا' جو وہ پوچھے سب بتانا' تم اس کی تکلیف کو ختم تو نہیں کر سکتیں لیکن اپنے محبت بھرے جملوں' میٹھی زبان اور اپنائیت سے اسے کم ضرور کر سکتی ہو۔ یہ دوستی کی بنیاد ہے زرناب! اور میں...... میں یعنی کرنل فیاض زبیری دوستی کے بدلے بیٹی کا سودا نہیں کر رہا بلکہ بیٹی کی قربانی دے رہا ہوں۔ میں جو ہمیشہ سے ان فضول رسموں کے خلاف رہا ہوں' کبھی نہ مانتا لیکن جانتی ہو کہ میں کیوں مانا؟'' انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''صرف اس لیے کہ میں تمہارے لیے جیسا جیون ساتھی سوچا کرتا تھا' عطش بالکل ویسا ہی ہے۔ وہ بہت اچھا ہے' سلجھی طبیعت والا اور محبت کے بدلے محبت دینے والا۔'' وہ رونا شروع ہو گئے۔

''مجھے آنسوؤں کی نہیں دعاؤں کی ضرورت ہے ماموں جی! ہمت کی اور حوصلے کی ضرورت ہے۔'' بات کرتے کرتے اس کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کا غبار چھا گیا۔

''پاگل لڑکی! مجھے حوصلہ دیتی دیتی خود رو رہی ہو؟'' وہ اس کے سر کو تھپک کر بولے۔

''آپ نکاح والے دن آئیں گے نا!'' اس نے اپنا سر ان کے کندھے پر رکھ دیا۔

''نہیں' میں نہیں آپاؤں گا۔''

''لیکن کیوں......؟''

''ڈیپارٹمنٹ میں بہت اہم میٹنگ ہے میری' وہ کینسل نہیں کر سکتا۔''

''میں جانتی ہوں' آپ وہ دہلیز پار کرنا نہیں چاہتے جہاں سے آپ کی بہن کو نکالا گیا تھا۔'' وہ جھک کر ان کے قدموں میں آبیٹھی۔

''ہاں شاید ایسا ہی ہو لیکن تم میٹنگ سے متعلق بھی جانتی ہو۔''

''جی جانتی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ میٹنگ رات آٹھ بجے ہے جب کہ نکاح دن میں ہوگا لیکن خیر میں ضد نہیں کروں گی' جیسا آپ بہتر سمجھیں۔'' اس نے اپنا سر ان کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔

''اچھا چلو' تھوڑی دیر آرام کرو۔ میں تمہیں عصر کے ٹائم بازار لے چلوں گا۔ جو کچھ خریدنا ہو' خرید لینا۔'' وہ اس کے سر کو تھپکی دیتے اٹھ گئے تو وہ اپنے آنے والے روز و شب کو کھوجنے لگی۔

❁......⌘......❁

''مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ آج میں دوسری مرتبہ اپنی بہن کو اس چوکھٹ سے رخصت کر رہا ہوں' خدا حافظ بیٹا! سب کا خیال رکھنا۔'' ان کی بوڑھی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

''پلیز ماموں جان! اگر آپ اس طرح کریں گے تو میں کہیں نہیں جاؤں گی۔'' وہ بھی ان کے ساتھ لگی ہچکیوں میں رونے لگی تھی۔

''نہیں ماموں کی جان! میں جانتا ہوں وقت رخصت بہت تکلیف دہ ہوتا ہے یوں لگتا ہے کہ زندہ جسم سے کوئی کھال کھینچ رہا ہو لیکن اس تکلیف دہ مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے اور پھر...... پھر صبر آجاتا ہے۔'' وہ اسے صبر کی تلقین کر رہے تھے لیکن خود صبر کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''میں آپ سے ملنے آؤں گی ماموں جی! کیونکہ میرا میکہ آپ ہی ہیں۔ جس شخص کی دہلیز سے مجھے رخصت ہونا ہے' اس سے کبھی بھی مجھے محبت نہیں ہوئی' اس کے ساتھ میرا صرف اتنا تعلق ہے کہ وہ مجھے اس دنیا میں لانے کا سبب بنا۔ آپ اپنا خیال رکھیے گا اور دوائی وقت پر لیجیے گا۔'' وہ ایک ذمہ دار بیٹی کی طرح انہیں نصیحتیں کر رہی تھی۔

''یاد رکھنا زرناب کہ بہادر لوگ آزمائش پر شکوہ اور شکایت نہیں کرتے بلکہ ہمت اور حوصلے سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔'' وہ اسے ساتھ لپٹا کر بولے۔

''جلدی چلو زری! ابا جی انتظار کر رہے ہوں گے۔'' سفیان اندر آ کر بولا۔

''تمہاری ماں کو تم سے بہت محبت تھی سفیان! اور مرتے دم اس نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر کبھی تم زرناب کو لینے آؤ تو میں اسے تمہارے ساتھ بھیج دوں' اس لیے مری ہوئی بہن سے کیا گیا وعدہ نبھا رہا ہوں' میری بیٹی بہت بہادر ہے اس کا خیال رکھنا اور...... اور......'' وہ ہچکیوں میں رو پڑے۔

''ماموں جی! آپ بالکل بھی پریشان نہ ہوں' زری اب میری ذمہ داری ہے۔ میں اس کا خیال بھی رکھوں گا اور اسے آپ کے پاس بھی لاؤں گا' یہ میرا وعدہ ہے آپ سے......'' وہ خود کو ذمہ دار ثابت کرتا بولا جب کہ زرناب کھڑی اپنے آنسوؤں پر قابو رکھے ہوئے تھی۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی اگر وہ کمزور پڑ جاتی تو اس کے جانے کے بعد ماموں اور نڈھال ہو جاتے۔

''اچھا زرناب! خدا حافظ بیٹا! مزنہ سے مل کر جانا' وہ تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔'' انہوں نے اپنی بھتیجی کا ذکر کیا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور انہیں سیلیوٹ کر کے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

''تم ایک بہادر لڑکی ہو اور بہادر لوگ آنسو بہا کر خود کو کمزور ثابت نہیں کرتے' جاؤ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔'' انہوں نے اس پر ایک آخری نظر ڈالی' محبت بھری اور عقیدت بھری نظر......! اور گاڑی کا دروازہ بند کر دیا۔ سفیان کو گلے لگایا اور محبت و عقیدت سے زرناب کو سیلیوٹ پیش کیا۔ سفیان نے گاڑی اسٹارٹ کی تو زرناب نے ایک الوداعی نظر اس گھر پر اور کرنل فیاض زبیری پر ڈالی اور نم آنکھوں سے مسکراتی زندگی کے نئے رستے پر قدم رکھنے کو آگے بڑھ گئی۔

❁......⌘......❁

''ہمیں بس یہ کوشش کرنی ہے کہ زندگی کی آخری سانس تک کبھی بھی اپنے دل' اپنی روح اور اپنے ضمیر کا سودا نہیں کرنا۔'' عطش نے اپنے سامنے بیٹھے اپنے بھائی کے بچوں سے کہا۔

''جی چاچو بالکل! کیونکہ ہم وہ قوم ہیں جس کا ایمان شہادت اور مشعلِ راہ یقینِ کامل ہے۔'' دس سالہ صبیح اس لمحے بولتا اس کو بالکل فلائٹ لیفٹیننٹ طلحہ عباسی لگا تھا۔

''ہاں میرے بچو! مسلمان ہمیشہ خطرات میں اپنی

انتہائی بلندیوں کو پہنچتا ہے۔" وہ صبیح کو اپنے گلے لگاتے بولا۔اس لمحے اس کی آنکھوں میں چمکنے والے موتی شہید بھائی کی یاد میں نہ تھے بلکہ جان سے عزیز بھائی کے بچوں کے جوش، ولولے اور حب الوطنی پر خوشی کے تھے۔"اچھا یہ بتاؤ میری ایک ماہ کی غیر حاضری کے دوران کس نے کتنی نمازیں چھوڑیں۔" وہ شاید بچوں کا ذہن کہیں اور لگانا چاہ رہا تھا اس لیے بات بدل کر بولا۔

"ٹھہریں چاچو! میں ابھی آیا۔" سمیع اندر بھاگ گیا تو وہ تینوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تقریباً دو منٹ بعد سمیع ہاتھ میں ایک چھوٹی سی نوٹ بک پکڑے ان کے پاس کھڑا تھا۔"یہ لیں!" وہ نوٹ بک عطش کی طرف بڑھاتا بولا۔

"یہ کیا ہے؟" عطش نے ناسمجھی کے عالم میں اس کی طرف دیکھا اور پھر نوٹ بک پکڑی۔

"میں سب کی حاضری لگاتا تھا کہ کس نے کس وقت کی نماز پڑھی۔" سمیع معصومیت سے بولا تو عطش کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی جب کہ صبیح اور عامرہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"اچھا......!" اس نے ایک ذومعنی نظر سامنے بیٹھے دونوں بہن بھائی پر ڈالی۔"شاباش! اچھے بچوں کی طرح بتاؤ کہ کس نے کون سی نماز چھوڑی؟"

"چاچو! مجھے دو دن بخار رہا تھا' میں اسکول بھی نہیں گیا تھا۔ بے شک آپ امی سے پوچھ لیں۔" اس کے کندھے سے ٹیک لگائے سمیع بولا تھا۔

"عامرہ! صبیح! میں تم دونوں سے پوچھ رہا ہوں؟" عطش غصے سے بولا تو عامرہ نے ڈرتے ڈرتے اس کی طرف دیکھا۔

"بس چاچو! کبھی کبھار عشاء کی رہ جاتی تھی۔"

"اور تم......؟" اشارہ صبیح کی طرف تھا۔

"کبھی کبھار عشاء کی اور کبھی فجر کی۔"

"صبیح......؟" اس نے افسوس بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے بے اختیار اپنی نظریں جھکالیں۔

"سوری چاچو! آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔" وہ دونوں نظریں جھکائے یکے بعد دیگرے بولے تو اس نے ایک نظر ان کے ڈرے سہمے چہروں پر ڈالی پھر بولا۔

"بیٹا نماز فرض ہے' اگر فجر کی نماز چھوڑ دی جائے تو سارا دن شیطان ہمارے ساتھ لگا رہتا ہے اور ہمارا کوئی بھی کام ٹھیک سے ہونے نہیں دیتا اور اگر عشاء کی چھوڑ دی جائے تو پُرسکون نیند ہم سے دور بھاگ جاتی ہے۔ اللہ نے ہمیں کتنی نعمتیں دی ہیں تو کیا یہ ہمارا فرض نہیں کہ ہم اس کا شکر ادا کریں؟ اسے ہماری عبادت کی ضرورت نہیں ہے بس وہ ہمیں اپنے شکر گزار بندے بنانا چاہتا ہے تاکہ اس کا انعام' ہمیں جنت کی صورت دے سکے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولتا ان کے دل میں الفاظ کی صورت اللہ کی محبت اتار رہا تھا کہ اس کی زندگی کا مقصد دو محبتیں ہی تھیں۔ خدا سے محبت اور وطن سے محبت۔

"ہم وعدہ کرتے ہیں چاچو! آئندہ کوئی نماز نہیں چھوڑیں گے۔" وہ دونوں ایک ساتھ بولے تو اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

❁......⌘......❁
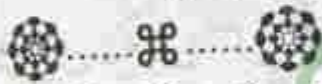
ان تینوں نے میٹرک الگ الگ اداروں سے کیا تھا لیکن ایف ایس سی اور بی ایس سی میں کلاس فیلوز ہونے کے ساتھ ساتھ دوستی بھی ہوگئی۔ وطن سے والہانہ محبت اور دل اسیر چاہت کے سبب تینوں کو ان کا جوش و جذبہ اور جنون پاک آرمی کی طرف لے گیا۔ مزنہ اور زرناب آپس میں کزنز تھیں جب کہ عافیہ عباسی دوست ہونے کے ساتھ ساتھ زرناب کی بھابی بھی بننے جارہی تھی۔ مزنہ نے اپنی جاسوسانہ طبیعت کے سبب آئی ایس آئی کو ترجیح دی تھی جب کہ زرناب ملٹری انٹیلی جنس میں تھی۔ زرناب کے چھوٹے ماموں بھی پاک آرمی میں تھے جب کہ بڑے ماموں اور مزنہ کے والد وطنِ عزیز کی خاطر لڑتے جان سے گزر گئے لیکن وطن کی سلامتی پر سودا نہ کیا اور یہ اس کے ماموؤں کی تربیت ہی تھی کہ اس نے وطن عزیز پر

آنے والی ہر آنچ کو خود پر کھانے کا عہد کر رکھا تھا۔

زرناب کی ماں کو اس کے باپ ملک نواز احمد نے ایک زبان دراز اور جھگڑالو عورت کہہ کر طلاق دے دی تھی۔ زرناب اور سفیان دونوں اس وقت اٹھارہ انیس سال کے تھے۔ ان کی ماں ایسی عورت نہ تھی' اس کا قصور صرف اتنا تھا کہ اس نے غیر قانونی کاموں سے ملک نواز احمد کو روکنا چاہا تھا اور ملک نواز احمد ایک بازاری عورت پر اس بری طرح فریفتہ تھے کہ اپنے دونوں جوان ہوتے بچوں کا بھی خیال نہ کیا اور ان کی ماں کو اس دہلیز سے دھتکار دیا' بچوں کا فیصلہ بچوں پر ہی چھوڑا گیا تھا' سفیان نے باپ کے ساتھ جب کہ زرناب نے ماں کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا۔ نزہت زبیری عمر کے اس حصے میں خود پر لگنے والے الزام پر روتی رہی سسکتی رہی۔ وقت نے مرہم رکھا بظاہر اس نے خود کو بھائیوں کی زندگی میں مصروف کرلیا لیکن اندر ہی اندر کینسر اس کی رگوں میں اندھیر ابن کر اترتا رہا۔ پتا اس وقت چلا جب وہ زندگی کی سانسوں سے ناتا توڑ چکی۔ زرناب چیختی رہی چلاتی رہی لیکن ماں نہ آئی تب ماموں نے اسے اپنی کشادہ آغوش میں یوں سمیٹ لیا کہ زمانے کے گرم و سرد موسم اسے نہ چھو سکیں۔ سفیان بھی بہن سے ملنے آتا' اسے تسلیاں دیتا' اس کا دل بہلاتا۔ کرنل زبیری نے زرناب اور نزہت کی خاطر شادی بھی نہ کی' سب نے انہیں بہت سمجھایا لیکن بہن اور بھانجی سب سے آگے رہیں۔ ان کی دن رات کی محنت کا نتیجہ زرناب کی ایم آئی کی اہم پوسٹ پر تعیناتی تھی۔ زرناب اپنے باپ سے ملتی رہتی تھی اور سفیان کو دیکھ کر تو اسے ایک دم تحفظ کا احساس ہوتا تھا۔ سفیان نے یونیورسٹی آف پنجاب سے ماسٹرز ان جرنلزم کی ڈگری لی تھی' وہ اخبارات میں کالم وغیرہ لکھتا تھا اور اندر ہی اندر اس شخص تک پہنچنے کی تگ و دو میں تھا جس کا پٹھو اس کا باپ تھا۔ ناصر عباسی کی بہن عافیہ عباسی کی منگنی سفیان کے ساتھ ہو چکی تھی۔ ناصر عباسی اور ملک نواز احمد دونوں ایک ہی سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور بزنس پارٹنر بھی تھے' انہوں نے دوستی کو رشتہ داری میں تبدیل کرنا چاہا تھا لیکن فلائٹ لیفٹیننٹ طلحہ عباسی کی شہادت سے سب کچھ کھٹائی میں پڑنے کا اندیشہ پیدا ہو چلا تھا۔ میجر عطش عباسی کے بڑے بھائی کو ملک نواز احمد کے گاؤں جانے والے رستے پر کسی نے شہید کر ڈالا تھا' وہ اسپیشل ہیلی کاپٹر سے اپنے دو ساتھیوں سمیت وہاں کچھ تحقیقات کرنے آئے تھے مگر واپسی سے قبل انہیں موت کے حوالے کر دیا گیا۔ اس سے ملک نواز احمد اور میجر عطش عباسی کے درمیان ایک ان دیکھی دشمنی جنم لینے لگی تھی۔ میجر عطش عباسی کے کزن اور بہنوئی ناصر عباسی کی کوششوں سے یہ دشمنی اس طرح ختم ہوئی کہ ملک نواز احمد کی بیٹی کی شادی عطش سے طے پاگئی۔ زرناب' عافیہ اور مزنہ نے ایک ادارہ ''عزم'' کے نام سے کھول رکھا تھا جو بظاہر ایک این جی او تھا لیکن درحقیقت ایک اہم انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا بازو تھا۔ اس ادارے کے قیام کا بنیادی مقصد صرف اتنا تھا کہ ان وطن دشمن عناصر پر نظر رکھی جائے جو بظاہر دوست نظر آتے ہیں' اس ادارے کا آہنی پنجہ کئی وطن دشمن عناصر کے گرد تنگ ہوتا اور پھر ان کی گردن شکنجے میں کس لیتا۔

❁……⌘……❁

زرناب کا سادگی سے نکاح ہو چکا تھا اور رخصتی بھی...... میجر عطش کی باتیں اسے کہاں سے کہاں لے گئی تھیں' اتنے دنوں سے جو خدشے اس کے دل میں سر اٹھائے ہوئے تھے' وہ اچانک ختم ہوئے تو وہ نہایت پُرسکون ہوگئی۔

''انکل نواز کا یہ کہنا کہ وہ طلحہ کے حادثے سے متعلق کچھ نہیں جانتے مجھے واقعی ابہام میں ڈال گیا ہے' اصل دشمن کوئی اور ہے اور تم...... تم اس بات کا یقین کرلو زرناب کہ میں نے تم سے شادی کسی دشمنی و شمنی کے چکر میں نہیں کی بلکہ صرف اس لیے کہ میں تمہارے ڈیپارٹمنٹ سے متعلق جاننا تھا اب تمہیں اور مجھے مل کر اصل دشمن تک پہنچنا ہے میرا ساتھ دوگی نا زری!'' وہ ایک آس لے کر بولا اور اپنا مضبوط مردانہ ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا جس پر زرناب نے دھیرے سے اپنا نازک سا ہاتھ رکھ دیا۔

''میرے ماموں کہتے ہیں کہ حق کے راہی ہر دور میں اپنی منزل پا لیتے ہیں' فرعون کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو مگر فتح یاب موسیٰ ہی ہوتا ہے۔ یزید کتنا ہی حق دبائے حق اپنا رستہ بنا لیتا ہے۔ زرناب ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہے' ان شاء اللہ ہم مل کر اصل دشمن کو بے نقاب کریں گے۔'' اس نے اس کے حوصلے کو تقویت دی تو وہ مسکرا دیا۔

''آج میری ایک اہم میٹنگ ہے اور مجھے نکلنا ہوگا۔'' وہ جھجک کر بولا۔

''جانتی ہوں اور آپ سے وعدہ بھی کیا ہے کہ میں ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہوں۔'' اس نے اس کے ہاتھ کو تھوڑا سا دبایا۔

''شکریہ زرناب!'' وہ بے ساختہ بولا۔

''پلیز شرمندہ نہ کریں۔ یہ میرے وطن کی سلامتی کا سوال ہے' آپ کو اگر پیکنگ کرنی ہے تو میں......''

''نہیں' تم آرام کرو' مجھے ابھی نکلنا ہوگا۔'' وہ آہستہ سے بولا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

❁……⌘……❁

وہ سب اس وقت جی ایچ کیو میں بیٹھے تھے۔ آئی ایس آئی کے ڈی جی ان سب کو آئندہ لائحہ عمل سے آگاہ کر رہے تھے' انہوں نے فرداً فرداً سامنے رکھی کرسیوں پر بیٹھے افراد پر ایک گہری نظر ڈالی اور پھر بولے۔

''پاکستان اسلام کا وہ مضبوط قلعہ ہے کہ اگر اس قلعے کی بنیادوں میں انہوں نے چھید نہ کیے تو باہر سے کسی کی جرأت نہیں کہ اس کے در و دیوار ہلا سکے۔ ڈیئرز آفیسرز! ہمیں اپنے اندرونی و بیرونی دوستوں اور دشمنوں کی پہچان کرنی ہوگی تاکہ ہم ایک زندہ' غیرت مند' باوقار اور ترقی یافتہ قوم بن کر اقوام عالم میں اپنی آزاد حیثیت کا لوہا منوا سکیں' آزمائشوں اور امتحانوں سے گزر کر ہم ایک ناقابلِ تسخیر قوم بن چکے ہیں' ہم کسی کے مفادات کی بھینٹ نہیں چڑھیں گے اور جہاں تک بات ہمارے ایٹم بم کی ہے تو وہ ہم نے اپنے دفاع کے لیے بنایا ہے' چھپا کر رکھنے کے لیے نہیں...... آفیسرز! ہمیں اپنے دشمن کو صرف اتنا بتانا ہے کہ ہم اپنی عزت اور آزادی پر ہاتھ ڈالنے والے اپنوں کو بھی کبھی معاف نہیں کرتے کجا کہ دشمن کو معاف کریں۔ ہاں' دوستی اور محبت میں ہم اپنے خون کو پانی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ ہمسایہ ملک نے ہم پر جو الزام لگایا ہے' ہم جانتے ہیں کہ اس کا سرغنہ کون ہے' وہی مسلمان کا ازلی دشمن جو کبھی مسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ ہمیں اپنی وردی پر لگی اس سیاہی کو اپنی کوشش سے دھونا ہے......'' انہوں نے چند لمحے توقف کیا اور پھر بولے۔ ''موت کا ایک وقت مقرر ہے وہ نہ تو ایک لمحہ پہلے آتی ہے اور نہ ایک لمحہ بعد...... اگر سارے سازشی دشمن بندوق توپ لے کر چلے آئیں تب بھی ہمیں فکر نہیں کیونکہ ہم لیاقت علی خان کے اس خطاب کو نہیں بھولے جو انہوں نے یونیورسٹی گراؤنڈ لاہور میں ہندوستان سے مخاطب ہو کر دیا تھا۔

''اگر تم نے ہماری پاک سرزمین پر اپنا ناپاک قدم رکھا تو ہم تمہاری ٹانگیں کاٹ دیں گے' اگر تم نے ہماری پاک سرزمین کو اپنی ناپاک آنکھ سے دیکھا تو ہم تمہاری آنکھیں نکال دیں گے' آج کے بعد ہماری فتح کا نشان مکا ہے' ہم ایک قوم ہیں اور ہمیں اپنا دفاع کرنا ہے۔''

''میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا اگر آپ کو اپنے ذہن کی کوئی الجھن رفع کرنی ہو تو پلیز......!'' انہوں نے فرداً فرداً سب کو دیکھا۔

''سر! ہمیں کھل کر کام کرنے نہیں دیا جا رہا'' آئی ایس آئی کے میجر عطش عباسی بولے۔

''نیور مائنڈ آفیسر! پاکستانی انٹیلی جنس دشمن کی آنکھ میں بہت چبھتی ہے۔ ہم چھپ کر وار کریں گے۔ بے شک کہ یہ ایک بزدلانہ اقدام ہے لیکن ہمیں اس پر مجبور کیا جا رہا ہے۔''

''سر اگر آئی ایس آئی کو ''عزم'' کی ضرورت پڑے

تو......!" مزنہ زبیری "عزم کی کارکن اس سے زیادہ کچھ نہ بولی۔

"میں آپ کے جذبے کی قدر کرتا ہوں بہادر لیڈی! "عزم" آئی ایس آئی سے نہ پہلے الگ تھا اور نہ بعد میں کبھی ہوگا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"اوکے آفیسرز! پھر ملتے ہیں، صرف اتنا یاد رکھیں کہ کبھی خود پر گھمنڈ نہ کیجیے گا کیونکہ جب ایسا کرنا شروع کردیں تو پھر واپسی کا سفر شروع ہوجاتا ہے اس لیے نہ تو اپنی طاقت پر اترائیں اور نہ دوسروں کو کبھی کمتر سمجھیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔" وہ کھڑے ہوئے تو سب کھڑے ہوگئے۔ انہیں سیلوٹ کیا اور ایک عزم سے نئے مشن کی تیاری شروع کردی۔

❁......⌘......❁
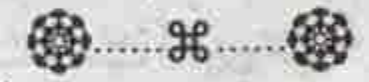
وہ اس وقت علامہ اقبال کے مزار پر کھڑی تھی۔ وہ آج صبح ہی لاہور پہنچی تھی، اسے ہر حال میں ثبوت حاصل کرنے تھے چاہے اس کے لیے اسے جان سے ہی کیوں نہ گزرنا پڑتا۔ اس نے مزار کی پچھلی طرف وسیع و عریض مسجد پر نظر ڈالی جس کے فلک بوس مینار بادلوں سے گفتگو کررہے تھے۔ گنبدوں کے سنہرے کلس پرواز کرتے شاہینوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں پیش پیش تھے، مزار کے سامنے بنی بارہ دردی تھی اس کے پیچھے ایک بہت بڑے قدیم قلعے کا بڑا دروازہ تھا، مزار کے چاروں کونوں میں چھوٹے چھوٹے خوب صورت سائبان تھے، سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے۔ دعا کے لیے اٹھے ہاتھوں پر دو بوندیں گریں، عقیدت کی بوندیں......! رکاوٹیں، اعتراضات، عذرلنگ، بے معنی خدشات، مایوسیوں کی گھٹائیں...... ان سب کے باوجود اس نے خود کو دھرتی پر قربان کرنے اور دشمن کو روندنے کا عزم کر رکھا تھا۔ اس کا سارا جسم پل بھر کو صرف سماعت بن گیا، اس کے اردگرد کسی کی آواز گونجنے لگی تھی، وہ لفظ لفظ سن کر اپنے اندر اتارنے لگی، جملہ جملہ اپنے رستے میں بچھانے لگی۔

"وہ قوم جس نے اپنی خودی اور خودداری اپنے عظیم مذہب سے محبت کی بناء پر اپنا عظیم وطن حاصل کیا، آج اس خودی اور خودداری سے ہاتھ کیوں دھو بیٹھی ہے؟ کبھی آٹا مانگتی نظر آتی ہے، کبھی پیسے پیسے کو ترس کر کشکول ہاتھ میں لے کر خون کے آنسو رلاتی ہے اور کبھی......؟ عزت کی موت اور عزت کی زندگی جن کا شعار تھی، آج وہ خودکشی جیسی حرام موت کیوں قبول کررہے ہیں۔ صرف پیسے کی خاطر انسانی خون اتنا ارزاں کیوں ہوگیا ہے۔ کیوں، آخر کیوں؟" وہ ایک جھٹکے سے اپنی اصل حالت میں آئی تھی۔ عضو عضو جو سماعت بنا تھا اس کی بے چینی میں اضافہ کر گیا تھا۔ کئی آنسو ٹوٹ کر بکھرے تھے جو نہ تو اقبال کی یاد میں تھے اور نہ ہی کسی بے کس و بے آسرا کی فریاد میں...... وہ تو وطنِ عزیز کی حالت پر قربان ہوئے تھے کہ جب اختیارات بے اختیار کردیئے جائیں تو پھر صرف آنسو بچ جاتے ہیں، صرف آنسو......!

❁......⌘......❁
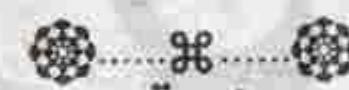
"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی سفیان!" وہ اس وقت سفیان کے روبرو بیٹھی تھی۔

"کیوں، کیا ہوا؟" وہ تو پل بھر کو لرزا بھی نہیں تھا۔

"تم تو بہت معصوم ہو کسی دودھ پیتے بچے کی طرح، کچھ جانتے ہی نہیں۔" وہ دانت کچکچا کر بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"کم آن یار! کیا پہیلیاں بجھوا رہی ہو، سیدھی طرح بات کرو۔"

"تم نے بھی وہی کام شروع کردیا نا جو تمہارا باپ کرتا تھا؟" وہ غصے سے تمتماتے چہرے سے بولی تو اس نے الجھی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا کہہ رہی ہو تم!" وہ شاید کچھ نہیں سمجھا تھا۔

"تم خود کو بہت محبِ وطن سمجھتے ہو نا! تو پھر تمہاری اس حرکت کے پیچھے کون سا جذبۂ حب الوطنی کارفرما ہے؟" اس وقت وہ جس عالم سے گزر رہی تھی، وہی جانتی تھی۔

"کھل کے بات کرو عافیہ! کیا کہنا چاہتی ہو تم!" اب کی بار وہ خود پر لگائی گئی چوٹ سے بپھر اٹھا تھا۔

"کہنا مجھے صرف یہ ہے ملک سفیان احمد کہ تم نے تو مجھ سے عہد کیا تھا کہ اصل دشمن تک پہنچنے میں میری مدد کرو گے تو پھر اب...... اب ایسی کون سی افتاد آن پڑی ہے کہ تم نے اپنے باپ والا راستہ چن لیا ہے؟ صحیح کہا تھا کسی نے کہ سیاست ایک بے رحم کھیل ہے۔ یہ بھائی کو بھائی سے، باپ کو بیٹے سے اور خونی رشتوں کو خونی رشتوں سے جدا کرنے والا کھیل ہے۔ میں تو پھر...... میں تو پھر صرف تم سے محبت کرتی تھی سفیان!" وہ بہت جذباتی ہوکر بولی۔

"بس!" وہ دہاڑا۔ "ایسا کیا تم نے دیکھ لیا کہ بغیر سوچے سمجھے مجھ پر الزامات کی بوچھاڑ کردی؟ میں اقتدار کے ان لالچی لوگوں میں سے نہیں ہوں عافیہ! جنہیں اقتدار کی ہڈی پھینکی جائے تو وہ دم ہلاتے چلے آتے ہیں۔ میں نے محبت کی ہے اس دھرتی سے...... اس ماں سے...... لیلائے وطن کے عشق میں پور پور ڈوبا ہوں میں...... نہ جانے کس نے تم کو مجھ سے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے؟" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے تم سے کوئی بدظن نہیں کرسکتا ملک سفیان احمد! کیونکہ میں حقیقت جان چکی ہوں۔" وہ بھی اٹھ کر اس کے دوبدو بولی۔

"اچھا! تو پھر کیا معلوم ہوا تمہیں؟" اس کا انداز استہزائیہ تھا۔

"یہی کہ تم بھی ملکی معیشت کو نقصان پہنچانے کے اس نیک عمل میں دوسری سیاسی شخصیات کے ساتھ ملوث ہو۔" وہ ایک ایک لفظ دانت پیس کر بولی۔

"تو پھر......؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"تو پھر یہ کہ تم چاہے جو بھی کرو، جس دن قانون نے تمہیں اپنی گرفت میں لے لیا، اس دن تمہارا ایم این اے باپ بھی تمہیں نہیں بچا سکے گا۔" اس نے اس کی مسکراہٹ سے چڑ کر قرینے سے طنز کا تیر چلایا۔

"اور تم...... تم بھی نہیں بچاؤ گے مجھے؟ آخر کار ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔" ایک شریری مسکراہٹ سفیان کے لبوں پر بکھری تھی۔

"ہمیشہ یاد رکھنا سفیان احمد! کہ جو قومیں اپنی روایات، تہذیب اور اپنی اقدار کو بھلا دیتی ہیں۔ تاریخ کے بے رحم صفحات انہیں حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتے ہیں۔ جن قوموں کے پیروں تلے زمین نہیں رہتی ان کے سروں پر تادیر آسمان بھی قائم نہیں رہتا اور جلد ہی وہ ننگے سر رہ جاتے ہیں۔ تم جیسے لوگوں کی وجہ سے آج ہم وقت کی جس گردش اور بھنور میں دھنستے جارہے ہیں تو اس بات کے محرکات صاف اور واضح ہیں اور جہاں تک تعلق تمہیں بچانے کا ہے تو میں وطن دشمن خونی رشتے کی عزت نہیں کرسکتی، تم سے تو صرف دل کا رشتہ تھا۔" اس نے سارا زور آخری لفظ "تھا" پر دیا، اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور اپنا ہی دل پاؤں تلے کچلتی سفیان کے آفس سے باہر نکل گئی، یہ دیکھے بغیر کہ سفیان احمد کی چہرے کی رنگت ایک دم تبدیل ہوچکی تھی۔

❁......⌘......❁
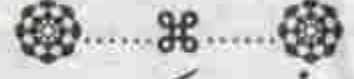
"نہیں عافیہ! یہ نہیں ہوسکتا، سفیان بھلا کس طرح ابا جی کے ساتھ......؟" زرناب عافیہ کی بات سن کر الجھ گئی تھی۔ بے شک کہ وہ صحیح کہہ رہی ہوگی لیکن اس کا دل اس بات کو قطعاً نہیں مان رہا تھا۔

"زری! کیا آج تک "عزم" والوں نے کسی کے خلاف کوئی جھوٹا ثبوت پیش کیا؟ نہیں نا! تو پھر اب ایسے کیسے ہوسکتا ہے۔ میں نے سارے ثبوت اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اور میں آنکھوں دیکھا کیسے جھٹلا دوں؟" عافیہ نہایت شکستہ دلی سے بولی۔ زرناب اس کی کیفیت سمجھ رہی تھی لیکن وہ خود شش و پنج میں مبتلا تھی کہ یقین کرے یا نہ کرے۔

"وہ محض کاغذ کے چند ٹکڑے ہی تو ہیں نا عافی! ہوسکتا ہے کسی نے سفیان کو ٹریپ کرنے کی کوشش کی ہو۔" وہ اتنی جلد امید کے چراغ کو گل نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میرا خیال ہے مسز زرناب عطش عباسی! ہم نے آج تک جتنے بھی آپریشنز کیے ہیں' ان کی بنیاد محض کاغذ کے چند ٹکڑے ہی ہوتے ہیں۔" وہ پوری سنجیدگی سے طنز کی ہلکی رمق لیے بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے عافیہ لیکن......؟" عافیہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"لیکن یہ کہ سفیان تمہارا بھائی ہے اور بھائی کبھی بہنوں کی نظر میں بُرے نہیں ہو سکتے۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں زرناب! تم نے آج تک بڑے بڑے لوگوں کے خلاف ثبوت اکٹھے کر کے انہیں تختۂ دار تک پہنچایا اور آج جب تمہارا اپنا ماں جایا بھی اس ملکی دہشت گردی میں ملوث پایا جا رہا ہے تو تمہیں یقین کرنے میں دشواری پیش آ رہی ہے محض اس لیے کہ تم اتنا حوصلہ نہیں رکھتیں کہ اسے قانون کے حوالے کر سکو؟" اس کی بات سن کر زرناب نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔

"یقین کرنے میں مشکل تو پیش آئے گی نا عافیہ! کیونکہ وہ میرا ماں جایا ہے' ہم دونوں نے ایک ساتھ دنیا میں آنکھ کھولی تھی۔ میں کیسے مان لوں کہ میری ماں کے خون کی تاثیر ختم ہو گئی' اس نے تو میرے سامنے تم سے کہا تھا کہ وہ اصل دشمن تک پہنچنے میں تمہاری مدد کرے گا تو پھر ہو سکتا ہے کہ وہ اسی مقصد کے لیے......؟" اس کے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا' عافیہ کے مایوس دل میں بھی اچانک روشنی کی ایک تیز لکیر داخل ہوئی تھی۔

"ہاں زری! اس پوائنٹ پر تو میں نے سوچا ہی نہیں اور خوامخواہ میں اسے اتنی باتیں سنا دیں۔" وہ تھوڑی پُرسکون تو ہو گئی تھی لیکن ابھی بھی دل کے نہاں خانے میں کوئی الجھن اسے ضرور فکر مند کر رہی تھی۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں شاید وہ تھوڑی دیر کے لیے تمام جھنجٹوں سے آزادی چاہ رہی تھی۔ زرناب نے اسے اس طرح پُرسکون آنکھیں موندے دیکھا تو اٹھ کر کمرے کے پردے گرا دیئے تاکہ وہ اتنے دنوں سے جس ذہنی اذیت کا شکار رہی ہے۔ تھوڑی دیر کو ہی سہی لیکن خود کو اس سے آزاد محسوس کرے۔

❁......⌘......❁

جو ثبوت اسے لاہور سے ملے تھے' وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان پر یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن حقیقت کبھی جھٹلائی نہیں جا سکتی اور وہ بھی آنکھوں دیکھا جھٹلانے کی ہمت نہ رکھتی تھی۔ اس نے بے ساختہ اپنے ڈولتے سر کو سنبھالا اور وہیں لابی کے صوفے پر گر گئی۔

"میم! آپ ٹھیک تو ہیں؟" ایک ویٹر اس کی طرف بڑھا۔

"یس پلیز......!" اس نے اسے پانی کا اشارہ کیا تو ویٹر نے جلدی سے گلاس میں پانی ڈال کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے گلاس منہ سے لگایا اور ایک ہی سانس میں سارا گلاس خالی کر دیا۔ گلاس ویٹر کی طرف بڑھایا اور اسے جانے کا اشارہ کیا۔ اب اسے جلد از جلد اس مقام سے نکلنا تھا۔ اس نے اپنے ہینڈ بیگ پر اپنی گرفت مضبوط کی' اپنا موبائل نکالا' اپنا کام کیا اور ہوٹل سے باہر نکل گئی۔ وہ ٹیکسی کر کے سیدھی اپنے فلیٹ کی طرف گئی تھی' بجلی کی بندش کی وجہ سے لفٹ بند تھی۔ ایک تو پہلے ہی اس کا سر بُری طرح چکرا رہا تھا پھر اتنی سیڑھیاں چڑھ کر تیسری منزل پر واقع اپنے فلیٹ تک جانا جان جوکھم کا کام تھا' اس نے بیگ سے چابی نکالی' لاک میں گھمائی اور کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی لاک کھل گیا' وہ اندر داخل ہوئی' دروازہ بند کیا اور صوفے پر گر گئی۔

"کیا جو میں نے دیکھا وہ حقیقت ہے یا میرا وہم......؟ خدا کرے یہ میرا وہم ہو اور اگر یہ حقیقت ہوا تو نہایت ہی بھیانک حقیقت ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ایسا ہوا تو عافیہ...... اوہ مائی گاڈ! وہ تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتی پھر بھلا یقین کیونکر کرے گی؟" وہ ایک نئی الجھن میں الجھ چکی تھی اور اس کے ہاتھ کوئی سرا نہیں آ رہا تھا۔ وہ سینیٹر کرامت حسین سے ملاقات پر بہت خوش تھی کیونکہ اس کے باوثوق ذرائع کے مطابق سینیٹر کرامت حسین کا شمار بھی انہی کالی بھیڑوں میں ہوتا تھا اور وہ اس کی مدد سے ماسٹر مائنڈ تک پہنچ سکتی تھی۔ وہ ہوٹل لابی میں سینیٹر کرامت حسین کا ہی انتظار کر رہی تھی لیکن جس شخص کو اس نے دیکھا تھا وہ اتنی اچنبھے کی بات نہ تھی کہ وہ اس کے ریکارڈ سے متعلق کافی حد تک معلومات رکھتی تھی لیکن جس شخص کے ساتھ اس نے اسے دیکھا تھا وہ اسے کسی حوالے سے بہت عزیز تھا۔ اس سے قبل کہ وہ رنج و غم کی ملی جلی کیفیات میں مزید الجھ جاتی' موبائل فون کی گھنٹی سے اس کی الجھن کا سلسلہ ٹوٹا۔ اس نے موبائل فون بیگ سے نکالا تو کیپٹن داؤد سہیل کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ اس نے ایک جان دار مسکراہٹ فون سیٹ کی طرف اچھالی اور کال ریسیو کی۔

❁......⌘......❁

مزنہ نے عافیہ سے بات کرنے کے بجائے زرناب کو فون کیا تھا اسے ساری بات بتائی تو وہ نئے سرے سے الجھ گئی اس نے سفیان سے دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا۔

"تم نے ہی کہا تھا نا کہ ہر سیاہ بادل کے پیچھے ایک سنہری کرن ضرور ہوتی ہے تو پھر اب تم خود اس سنہری کرن کو دوبارہ سیاہ بادلوں کے پیچھے دھکیلنا کیوں چاہ رہے ہو سفیان! وہ کل ہی لاہور سے واپس آیا تھا اور زرناب نے موقع غنیمت جان کر اسے اپنے پاس بلایا تھا تاکہ اس سے کھل کر بات کر سکے۔

"میں تو اس سنہری کرن کو سیاہ بادلوں سے چھٹکارہ دلانا چاہتا ہوں زری! تم نے کیسے کہہ دیا کہ میں اسے پھر پیچھے دھکیلنے کی کوشش میں مصروف ہوں؟" اس نے ذومعنی بات کہہ کر اس کی بات کا جواب دینے کی کوشش کی۔

"سفیان! یاد ہے تمہیں جب ہم دونوں آٹھویں کلاس میں تھے اور ہماری ٹیچر مس ماریا نے کہا تھا کہ "قائد سے وفاداری کرنے والوں کو اس مٹی پر کامیابی ملے گی۔" اور ہم دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں عہد کیا تھا کہ کبھی قائد سے غداری کے مرتکب نہ ہوں گے اور جب ہمیں ابا جی کا پتا چلا تھا تو ہم دونوں کتنا روئے تھے کہ دھرتی دینے والے باپ سے وفاداری کریں یا جنم کا باعث بننے والے باپ سے...... لیکن ہمارے فیصلے کو ماموں جی کے صرف ایک جملے نے آسان بنا دیا تھا کہ "قائد سے محبت کرتے ہو تو اس سے وفاداری کرو" ہم تو ابا جی سے بھی محبت کرتے تھے' کرتے ہیں لیکن ان کی شخصیت کا وہ پہلو ہم کبھی جھٹلا نہیں سکتے اور سفیان! تم نے کہا تھا نا کہ ابا جی تو صرف ایک مہرہ ہیں' اصل بساط کسی اور کے ہاتھ ہے تو پھر اب تم خود اس بساط کا مہرہ کیوں بن رہے ہو' کیا قائد سے محبت ختم ہو گئی ہے یا ابا جی سے محبت بڑھ گئی ہے؟" اس نے آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کے ساتھ پوچھا۔

"جو انسان شرفِ آدمیت سے گر جائے اس کے ساتھ کبھی کبھار خود کو بھی درندہ بنانا پڑتا ہے زری! میں اس سے زیادہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" زرناب کو سفیان سے اس قسم کے دو جملہ تبصرے کی توقع نہیں تھی' وہ تو کھل کر ساری بات کرنا چاہتی تھی۔ اگر اس کے اندر حب الوطنی سو گئی تھی تو وہ اسے جھنجوڑ کر بیدار کرنا چاہتی تھی اور اگر وہ کوئی چال چل رہا تھا تو اس کے دم بقدم ہونا چاہتی تھی کہ زندگی کے سارے امتحان انہوں نے ایک دوسرے سے الگ رہ کر بھی ہاتھ تھامے کاٹے تھے' اپنا ہر دکھ سکھ ایک دوسرے سے شیئر کیا تھا اور اب اس لمحے وہ اسے تنہا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔

"تم کیوں کولہو کے بیل بننا چاہتے ہو سفیان کی جس کی زندگی صرف ایک دائرے میں گھومتی ہے' بند آنکھوں سے جو انہیں نظر آتا ہے وہی ان کی زندگی ہوتی ہے۔" وہ چیخ کر بولی۔

"ان کی ساری امیدیں مجھ سے وابستہ ہیں اور میں......" وہ بولتے بولتے خاموش ہو گیا پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھا' چلتے چلتے مڑا اور بولا۔ "میں ان کی امیدیں نہیں توڑ سکتا زری!" زرناب نے حیران و ششدر نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔ "میں ان کا بازو ہوں' تم جانتی ہو کہ میں...... میں کن کی بات کر رہا ہوں۔" وہ جملہ مکمل کر کے باہر نکل گیا اور زرناب دیر تک

اس کے کہے گئے جملے کی بازگشت میں الجھی رہی اور جب اس الجھن سے نکلی تو وہ کمرے میں تنہا تھی۔ نہ جانے وہ کیا کرنے جارہا تھا اور کیوں کرنے جارہا تھا' اس نے اپنی ڈیوٹی جوائن کرنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ وہ اپنے ذرائع سے کچھ تو آگاہی حاصل کرسکے۔

❋

''اچھا اماں جی اللہ حافظ!'' وہ اپنی ساس کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے بولی تو انہوں نے کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا۔

''خدا حافظ بیٹا! خیال تھا بہو آئے گی تو شاید بیٹے کی شکل دیکھنا بھی نصیب ہوجایا کرے گی لیکن اب تم بھی......'' انہوں نے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے خاموشی اختیار کرلی۔

''میں جاب چھوڑ دوں گی اماں جی! ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گی بس آج کل ڈیپارٹمنٹ والے کچھ مشکل میں ہیں اور اس مشکل سے نکلنے کے لیے سب کو قدم بقدم چلنا ہوگا اس لیے میرا جانا ضروری ہے۔'' وہ انہیں تسلی دیتے بولی تو وہ مسکرادیں۔

''اچھا بیٹا! وہاں پہنچ کر فون ضرور کرنا ورنہ وہ تو ایسا نالائق ہے کہ اسے مہینہ مہینہ یاد ہی نہیں رہتا کہ گھر میں کوئی بوڑھی بیوہ ماں بھی ہے۔'' وہ آزردگی سے بولیں تو اس نے ان کا دکھ اپنے دل پر محسوس کیا۔

''میں آپ کو روز فون کروں گی اماں جی! اصل میں عطش کی جاب ہی کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ ہر وقت کالز نہیں کرسکتے۔'' اس نے شرمندگی سے کہا پھر ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور بچوں کی طرف بڑھ گئی' وہ بھی اس کے ساتھ ہی گیراج میں آگئیں۔

''اوکے بہادر بچو! اللہ حافظ!'' وہ تینوں گاڑی کے آس پاس کھڑے تھے۔

''آپ اکیلی جائیں گی چاچی!'' ننھا سمیع اپنی سوچ کے مطابق بولا۔

''نہیں بے وقوف! رمضان بابا ساتھ ہوں گے اور وہاں تو چاچو بھی ہوں گے نا۔'' عامرہ ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی تو زرناب اس کی اس معصومیت پر کھلکھلا کر ہنس پڑی' اماں جی بھی مسکرادیں۔

''میرے لیے دعا کرو گے نا!'' اس نے بیگ سے چاکلیٹ نکالی اور ان تینوں کو ایک ایک تھمائی۔

''پہلے بھی تو کرتے تھے نا لیکن اب...... اب ذرا مشکل ہے۔'' صبیح جو کب سے خاموش کھڑا تھا' چاکلیٹ پکڑنے کے بعد بولا۔

''کیوں' اب کیوں مشکل ہے؟'' اس نے رمضان بابا کو سامان رکھنے کا اشارہ کیا اور ساتھ ہی صبیح سے پوچھا۔

''ہم رشوت لے کر کسی کا کام نہیں کریں گے۔ چاچو نے منع کیا ہے اور اللہ بھی ناراض ہوتا ہے۔'' عامرہ بولی تو زرناب نے شرمندہ ہوکر نظریں جھکالیں۔

''آئی ایم سوری' یہ رشوت تو نہیں ہے' یہ تو میری عقیدت ہے' محبت ہے' چاہت ہے' اس گلشن کے پھولوں سے۔''

''تو پھر ٹھیک ہے' اگر یہ رشوت نہیں تو ہم ہمیشہ دعا کریں گے کہ آپ ہر پل کامیاب رہیں۔'' صبیح مسکرا کر بولا تو اس نے جھکا سر اوپر اٹھایا اور اماں جی کی طرف دیکھا جو نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھیں۔ اس نے مسکرا کر انہیں فوجی سیلیوٹ کیا تو ان تینوں نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا۔ وہ ہنس پڑی۔

''تم لوگوں کی ٹریننگ تو مکمل ہے بس کمیشن کا امتحان پاس کرنا پڑے گا۔'' وہ ہنستے ہوئے نائلہ بھابی کی طرف مڑی جو دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی لاؤنج سے باہر نکلی تھیں۔

''میں کبھی نہ جاتی بھابی لیکن میری ڈیوٹی......'' وہ شاید شرمندگی محسوس کررہی تھی۔

''ہم سے زیادہ اس دھرتی کو اور عطش کو تمہاری ضرورت ہے اس لیے دل پر کوئی بوجھ لے کر نہ جاؤ۔'' انہوں نے اسے گلے سے لگایا۔ وہ ایک دم خود کو ان کی محبتوں تلے دبا ہوا محسوس کرنے لگی۔

''جاؤ' اللہ حافظ۔'' انہوں نے عقیدت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے خدا حافظ کہا تو وہ ایک مرتبہ پھر اماں جی کی طرف بڑھ گئی' ان سے ملنے کے بعد گاڑی میں بیٹھی تو تینوں بچوں نے ایک ساتھ مل کر اسے فوجی سیلیوٹ پیش کیا' وہ اپنی آنکھوں کو محبت کے اس انداز پر چھلکنے سے نہ روک پائی۔

❋

''یہ کیا ہورہا ہے ہمارے ساتھ......؟ لوگ دھوپ سے بچتے ہیں اور ہمیں تو چھاؤں ہی جلا رہی ہے' موت سستی اور زندگی مہنگی ہوگئی ہے' روشن مستقبل کے معماروں کی رگوں میں اندھیرا اتارا جارہا ہے عطش! ہم کب تک مدہوش دماغوں کے ساتھ لاغر وجود گھسیٹتے پھریں گے۔ کب تک......؟'' اس نے فرطِ جذبات سے آنکھوں میں آنسو بھر کے پوچھا۔

''حوصلہ رکھو زری! زندگی کی راہ میں کبھی کبھار ایسے موڑ آجاتے ہیں جہاں سب کو ایک ہی ایکسرے مشین سے گزارنا پڑتا ہے' لیکن رزلٹ آنے کے بعد سب کچھ واضح ہوجاتا ہے۔'' وہ اس کے بہتے آنسو دیکھ کر اسے حوصلہ دینے لگا۔

''میرا دل نہیں مانتا عطش کہ سفیان ایسا کرے گا۔'' وہ بھائی کے ایسے رویے کو جاننے کے لیے بے چین ہورہی تھی۔

''ایسا ہی ہوگا زرناب! سفیان کو آنے دو' ہم دونوں مل کر اس سے بات کریں گے۔'' وہ اس بہادر عورت کو اس طرح دل گرفتہ نہ دیکھ سکتا تھا۔

''آپ کو صرف اس سے بات نہیں کرنی عطش! اسے ہر صورت اس راہ سے واپس لانا ہے اور وہ وجہ جاننی ہے' جو اسے اس راستے کی طرف لے گئی۔ آپ مجھ سے وعدہ کریں' آپ سفیان کو اس رستے پر چلنے نہیں دیں گے۔ پلیز' وعدہ کریں نا!'' وہ ان کا ہاتھ تھامے لجاجت سے بولی۔

''پاگل ہو بالکل! وہ مجھے بالکل طلحہ بھائی کی طرح عزیز ہے اور تم خود اتنی اہم پوسٹ پر ہوکر میری منت کررہی ہو؟'' اس کا رویہ کس قدر حوصلہ افزاء تھا' وہ اطمینان لیے مسکرادی لیکن دل میں جو ایک انی سی گڑی تھی' وہ سفیان کی طرف سے تھی' اگر واقعی ابا جی اسے اس طرح لے آئے تھے تو یہ سراسر بھلائی کا فیصلہ نہ تھا۔

❋

وحشت لٹارہے ہیں یہ سفاک راہبر
باہم ہوئے ہیں ہم کو مٹانے کے واسطے
پہلے گھر کو آگ لگاتے ہیں اور پھر
سیلاب بھیجتے ہیں بجھانے کے واسطے

''تم لوگ جتنی بھی کوشش کرلو سفیان احمد! کبھی ہمیں مٹا نہیں سکو گے کیونکہ یہ دھرتی' یہ وطن' یہ پاکستان تحلیل ہونے کے لیے نہیں بنا۔'' آج کل اس کا لہجہ عجیب تحقیر بھرا ہوتا جارہا تھا اور سفیان احمد کو دیکھ کر تو اس کی شدت میں اضافہ ہی ہوتا تھا۔

''تم میری کنڈیشن کو سمجھنے کی کوشش کرو عافیہ! میری پریشانیوں میں مزید اضافہ نہ کرو۔'' وہ اسی دھیمے لہجے میں بولا جو اس کا خاصہ تھا۔

''اگر تمہیں پریشانی اس انگوٹھی کی ہے جو تم نے میری انگلی میں پہنائی ہے تو ناصر بھائی کو آلینے دو' اس کا فیصلہ بھی ہوجائے گا۔'' وہ دل کے درد پر قابو پاتی بولتی چلی گئی۔

''کیا کہا ہے تم نے......؟ فیصلہ......؟ پھر سے بولو۔'' وہ یکلخت اٹھ کر اس کے سامنے آیا تھا' اسے بازو سے پکڑا اور جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

''ہاں...... ہاں...... فیصلہ......! روز روز کے مرنے سے تو بہتر ہے کہ ایک ہی دفعہ مرجاؤں۔'' وہ چیخ کر بولی تھی۔ سفیان آنکھیں پھاڑے اس کی طرف دیکھ رہا تھا پھر غم زدہ انداز لیے بولا۔

''کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں رہا؟ سفیان پر...... اپنے سفیان پر...... عافیہ!''

''اعتبار......؟ کالے دھندے اور کالے دھن والے سیاہ کاروں پر کون اعتبار کرے۔ تم لوگوں کے چہرے تو

نحوست کی دھول میں اٹے ہوئے ہیں کون اعتبار کرے تم لوگوں کا؟" وہ اپنے بازو چھڑا کر رخ موڑ گئی تھی۔

"ضمیروں کی منڈی اور وفاداریوں کے بازار میں میں نے اپنا ضمیر گروی نہیں رکھا عافیہ! نہ خواہشات کی عبادت کرتا ہوں اور نہ حرص و ہوس کی پوجا...... اور تم کہتی ہو اعتبار کون کرے؟" وہ ٹوٹے لہجے میں بھرائی آواز میں بولا۔

"تم جیسے لوگوں کے پاس صرف لفظوں کی توپیں ہیں یا باتوں کی آگ' یہاں تو ہم جیسے لوگوں کو قلع قمع کرنے کے لیے مارٹر ٹرانسپورٹ اور مقتل گاہ سڑکیں ہی کافی تھیں تم جیسوں کی تو ضرورت ہی نہ تھی یہاں......" جو دکھ اس کے اندر اترا تھا' وہ اسے لفظ لفظ باہر نکال رہی تھی۔

"دیکھو عافیہ! میری بات سنو......!" اس نے نہایت درشتگی سے اس کی بات کاٹی اور بولی۔

"کیا سنانا اور دکھانا چاہ رہے ہو تم مجھے......؟ کیا ہو تم! عوام قوت دشمنوں کے دلال...... اسلام دشمن قوتوں کے بھونپو یا وارثانِ قبر کے تماشائی...... یا پھر عوامی نمائندوں کے مداری...... بولو جواب دو' کیا سمجھتے ہو تم خود کو؟" وہ اس کی طرف دیکھ کر ایک ایک لفظ بول رہی تھی پھر اس کے دل والی جگہ پر انگلی رکھتے ہوئے بولی۔ "اور یہ جو تم لوگوں کے دل ہیں نا! ان میں تو صرف خباثت بھری ہے اور ذہنوں میں میل رکھی ہے' تم لوگ قطب کے بھیس میں چور ہو' رہبر کے روپ میں رہزن ہو' پیٹ بھرے ہوئے ہیں تم لوگوں کے لیکن دماغ...... دماغ خالی ہیں' بالکل غریب عوام کے پیٹ کی طرح......" اسے اچانک احساس ہوا کہ وہ اس کے کتنے قریب کھڑی ہے تو یکلخت اس نے خاموشی اختیار کرلی۔

"اگر تمہارے دل کی بھڑاس نکل گئی ہو تو عافیہ عباسی اب میری سنو!" عافیہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تو سفیان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے کچھ بھی کہنے سے روکا۔ "دولت کی جھنکار اور کرپشن کی پھٹکار سے جمہوریت کو جو گھاؤ لگائے جارہے ہیں اس کے تریاق کے لیے ضروری ہے کہ اخلاقی قدروں کے خستہ مکانوں کو گرنے سے بچایا جائے ورنہ یہاں کچھ نہیں بچے گا۔" اس کا لہجہ رقت آمیز ہوگیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے خود ساختہ نظریات کی حمایت کروں گی؟ قطعاً نہیں! بے بنیاد خیالات مقبوضہ اذہان اور مفتوحہ اجسام پر تو اثر انداز ہوسکتے ہیں لیکن آزاد قوم پر قطعاً نہیں...... اور مجھے یہ کہتے ہوئے کوئی عار نہیں کہ میں آزاد قوم کی فرد ہوں۔" سفیان اپنی جگہ جم کر رہ گیا اس کا خیال تھا کہ شاید وہ اس کی بات سمجھ جائے لیکن وہ تو اپنے مؤقف سے ایک انچ بھی نہیں ہٹی تھی۔ الٹا اس کے اعتماد کو اس کی وطن سے محبت کو ہی شک کی نظر سے دیکھ رہی تھی۔

"تم مجھے کبھی سمجھ ہی نہیں سکتیں عافیہ! کبھی سمجھ ہی نہیں سکتیں۔" وہ افسردگی بھری نم آنکھیں اس پر ٹکا کر بولا اور باہر نکل گیا۔

"میں تمہیں سمجھ لوں گی ملک سفیان احمد! بس کوئی ثبوت ہاتھ لگ جانے دو۔" اس نے چہرے پر لڑھکتے آنسو درشتگی سے صاف کیے اور فون کی طرف لپکی۔

❁......⌘......❁

اس نے دن رات ایک کردیئے تھے اس ماسٹر مائنڈ تک پہنچنے کے لیے اور اب تو اس کے ساتھ زرناب بھی شریک ہوچکی تھی۔ ڈیپارٹمنٹ والوں نے زرناب اور کیپٹن داؤد سہیل دونوں کو اسلام آباد سے لاہور بھیج دیا تھا' مزنہ نے انہیں وہ ساری تصاویر دکھائیں اور پیغامات بھی جو اس نے کیچ کیے تھے اور زرنات کو تو اس لمحے یقین ہی نہ آرہا تھا' مزنہ نے دھیرے دھیرے ساری بات ان تک پہنچائی تھی۔ وہ اس وقت زرناب کی حالت کا اندازہ لگا سکتی تھی۔ وہ خبر ہی ایسی تھی کہ اسے خود شاک پہنچا تھا وہ سب کچھ جان کر اور زرناب تو پھر......

"حقیقت سے آنکھیں چرانا بزدلوں کا کام ہے زرناب! اب رشتہ داروں یا دھرتی میں سے ہمیں صرف ایک فیصلہ کرنا ہے' اگر جھنڈے کو بلند رکھنا مقصود ہے تو قرابت داری کو پس پشت ڈالنا ہوگا اور اگر قرابت داری نبھانا ہے تو پھر جھنڈے کو سرنگوں ہونے سے کون روک پائے گا؟" مزنہ نے اپنی بات مکمل کرکے اس کے چہرے کے تاثرات جانچے تو وہ بالکل سپاٹ نظر آیا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو مزنہ! اور ماموں جی کی دی گئی تربیت کا حق بھی یہی ہے کہ میں حقیقت کو قبول کرلوں۔" آنسو پلکوں کا بند توڑ کر باہر نکلے تھے' مزنہ نے اس کے کندھے پر تسلی دینے والے انداز میں ہاتھ رکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"کرنل صاحب کا فون ہے۔" داؤد اندر آکر بولا تو مزنہ نے اس کے ہاتھ سے وائرلیس پکڑ کر زرناب کے کان سے لگادیا' اسے خود کو سنبھالنے میں چند لمحے لگے تھے لیکن وہ پھر وہی کیپٹن زرناب عباسی بن گئی۔

"ماموں جی! آپ بالکل پریشان نہ ہوں' سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے زرناب لیکن حقیقت اتنی بے رحم ہوسکتی ہے' میں نہیں جانتا تھا۔" وہ کھل کر بات کرنے سے کترا رہے تھے۔

"ماموں جی! کبھی کبھار ناسور بنتے زخم سے چھٹکارہ پانے کے لیے جسم کے اس حصے کو کاٹنا پڑتا ہے اور اب ہمیں بھی ایسا ہی کرنا ہوگا۔" وہ خود پر قابو پاتی بولی۔

"مزنہ سے بات کرواؤ میری......"

"السلام علیکم چچا جانی! کیسے ہیں آپ؟" مزنہ وائرلیس تھام چکی تھی۔

"اے ون...... بہادر لیڈی کیسی ہے؟" وہ محبت سے بولے تو وہ ہنس دی۔

"اے ون سر!" وہ خالص پروفیشنل انداز سے بولی تو وہ ہنس دیئے۔

"آپریشن کب ہوگا؟"

"یہ تو مریض کی حالت پر منحصر ہے چچا جانی! اگر وہ بہتر قوت برداشت کا ملک ہوا تو ڈاکٹرز ذرا جلدی ہی کریں گے نا۔" وہ کوڈ ورڈز میں بولی تو انہوں نے اسے ساری بات سمجھانے کے بعد فون بند کردیا۔ زرناب اپنا سیل نکال کر عافیہ کا نمبر ڈائل کرنے لگی لیکن اس کا نمبر بند جارہا تھا' اس نے پریشان ہوکر مزنہ کی طرف دیکھا لیکن اس نے کندھے اچکادیئے۔

❁......⌘......❁

"یہ کون اتنا احمق تھا کہ انہیں پتا چل گیا۔" وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے تینوں ساتھیوں پر دہاڑا۔

"سر! مہرو گیا تھا۔" ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا تو اس نے اسے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا اور پھر اسے پکارا۔

"تم کچھ دنوں کے لیے غائب ہوجاؤ مہرو!" حکم دیا جاچکا تھا' مہرو نے سر جھکادیا۔

"جو حکم سائیں!"

"السلام علیکم ملک صاحب!" سفیان اندر داخل ہوا تھا۔

"وعلیکم السلام! آؤ سفیان بڑے دنوں بعد چکر لگایا۔" اس نے سفیان سے ہاتھ ملانے کے بعد باقی تینوں کو باہر جانے کا اشارہ کیا تو وہ باہر نکل گئے۔

"یار! تمہارا کام مکمل ہوتا تو لوٹتا نا!" وہ کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

"تو پھر ہوگیا؟"

"ہوگیا اور ایم این اے سے ملاقات بھی ہوگئی۔" وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوا تو ملک سلمان بھی مسکرادیا۔

"ہوں...... اور ٹارگٹ؟" سفیان نے جیب پر ہاتھ رکھا اور پھر چھوٹی چھوٹی تین تصاویر باہر نکال کر اس کے سامنے رکھ دیں' اس نے مسکرا کر تینوں تصاویر پر نظر ڈالی اور پھر ایک نظر سفیان پر ڈالی۔

"شاید ایم این اے کا اسٹرانگ ریلیشن ہے ان سے پھر بھی۔"

"اس دھندے میں یاری اور رشتہ داری نہیں چلتی' جس کا ثبوت یہ چوتھی تصویر ہے۔" اب کی بار سفیان نے جو تصویر نکالی اس نے ملک سلمان کو گھما کر رکھ دیا۔

"یہ......؟ یہ تو میری تصویر ہے۔"

"ہوں، جب تم تینوں ٹارگٹ اچیو کرلو گے تو پھر ہمیں یہ ٹارگٹ اچیو کرنا ہوگا۔" سفیان نے آخری جملے پر اپنی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن کیوں......؟"

"اس "کیوں" کی وجہ تم مجھ سے بہتر جانتے ہو کیونکہ تم ایک عرصہ اس کالے دھندے میں گزار چکے ہو لیکن تمہیں بتانے کا مقصد صرف تمہیں خبردار کرنا ہے۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی؟" اس کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی۔

"اس لیے کہ ہم اچھے دوست ہیں اور اچھے دوست دوستوں کو ان کی طرف بڑھنے والی پریشانی سے ضرور آگاہ کرتے ہیں اور میرا مقصد بھی یہی ہے۔"

"گویا تم......؟" مگر بات کاٹ دی گئی تھی۔

"ہاں، میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ دنوں کے لیے غائب ہوجاؤ اور میں کہوں کہ میری تم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔" سلمان اس کی ساری بات سمجھ چکا تھا۔

"شکریہ دوست!" سلمان نے فون اٹھایا اور کوئی نمبر ملانے لگا۔ سفیان اس کے پاس بیٹھا دل ہی دل میں اس پر ہنس رہا تھا۔

❁......⌘......❁

"تم دونوں سمجھ گئی ہو نا کہ کیا کرنا ہے تم دونوں کو؟" مزنہ اور زرناب اسلام آباد پہنچنے کے بعد اس وقت زرناب کی رہائش گاہ پر تھیں۔ عافیہ کو بھی انہوں نے وہیں بلالیا تھا۔

"ہوں، بالکل...... لیکن اگر......؟" عافیہ نے ڈرتے ڈرتے مزنہ کی طرف دیکھا جو اس کی "اگر" سن کر سائے کڑے تیوروں سے دیکھ رہی تھی۔

"لیکن...... اگر...... مگر...... شاید...... یہ سب خود کو کمزور کرنے کے لفظ ہیں عافیہ! اور ہم کمزور نہیں ہیں۔ ہمیں ایک دفعہ پھر دشمن کو اپنے ہونے کا ثبوت دینا ہے۔" زرناب نے مزنہ کے سوچے گئے الفاظ ہو بہو عافیہ تک پہنچائے تھے۔

"ہوں...... بالکل!" وہ اتنا ہی بول سکی کیونکہ اس کا دماغ بہت دور تک سوچ رہا تھا۔

"اور ایک بات اور......" زرناب دھیرے سے بولی تو عافیہ واپس لوٹ آئی۔

"وہ کیا......؟" عافیہ نے ہی زبان کھولی تھی۔

"وہ یہ کہ تمہیں اب......" وہ خاموش ہوگئی شاید وہ عافیہ کے متوقع ردعمل سے ڈر رہی تھی۔

"کیا مجھے......؟" عافیہ نے ساری توجہ اس کی طرف لگادی۔

"زرناب کا کہنا یہ ہے کہ ہمیں لاہور سے کچھ ایسے ثبوت ملے ہیں عافیہ! جن پر سفیان کے ساتھ ساتھ ناصر بھائی کے بھی سائن ہیں اور اب ہمیں ان کو بھی تحقیقات میں شامل کرنا پڑے گا۔" مزنہ نے اصل بات سے آگاہی دی تو وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔

"لل...... لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟" ایسے الفاظ کے لیے تو اس کی سماعت تیار ہی نہ تھی۔

"یہاں سب ممکن ہے عافیہ! یہاں اس ملک میں امت مسلمہ کے تقریباً سات سو سے زائد جگر گوشوں کو امریکی خوشنودی کے لیے ڈالروں کے عوض بیچ دیا گیا۔ کسی کی کوئی پکار کوئی آہ، کوئی فریاد انہیں نہ روک سکی تو پھر ناصر بھائی...... وہ تو صرف ایک شہید باپ کے بیٹے ہیں اور تم جانتی ہو کہ کبھی کبھار ولیوں کے گھر شیطان بھی جنم لے لیتے ہیں۔" مزنہ نے اس کی "کیسے" کا جواب تفصیلاً فراہم کیا تھا۔

"میں تمہاری بات سے اتفاق کرتی ہوں مزنہ! لیکن ناصر بھائی......! سیاست میں آنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ اپنی اقدار کو بھلادیں، اپنے شہید باپ کے لہو کو بھلادیں؟" وہ آنکھوں میں آنسو بھرے مزنہ کی طرف دیکھتی بولی۔

"عافیہ! یاد کرو تم نے ہی مجھ سے کہا تھا کہ بہنوں کو اپنے بھائی ہمیشہ معصوم اور بے قصور نظر آتے ہیں جیسے تمہیں سفیان۔" زرناب نے طنزیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تم لوگ بے فکر رہو، اگر ناصر بھائی اس سارے معاملے میں ذرا سے بھی قصوروار ہوئے تو عافیہ انہیں بچانے کو آگے نہیں بڑھے گی۔" اس نے اپنا بیگ اٹھایا، انہیں خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئی۔

❁......⌘......❁

"لیکن عطش! تم نے مجھے یہ سب کچھ کیوں نہیں بتایا؟" عطش اور زرناب دو دن کی چھٹی لے کر گاؤں آئے تھے چونکہ ابھی ثبوت مکمل نہ تھے اس لیے انہیں چند دن مزید کوشش کے ساتھ ساتھ انتظار بھی کرنا تھا۔ آمنہ کو عافیہ نے کسی حد تک اس معاملے سے آگاہ کردیا تھا اس لیے آمنہ اب اسی سلسلے میں عطش سے بات کررہی تھی۔

"کیا بتاتا تمہیں...... یہ کہ تمہارا بھائی جو اس مٹی کے بعد سب سے زیادہ محبت تم سے کرتا ہے۔ تمہارے شوہر کے خلاف ثبوت اکٹھے کرنے میں لگا ہے یا یہ بتاتا کہ وہ بھی وطن دشمن عناصر کا ایک ساتھی ہے اور وطن دشمن سرگرمیوں میں ملوث پایا جارہا ہے۔" اس نے بے اختیار نظریں جھکائی تھیں۔

"تم ایک دفعہ مجھ پر اعتماد تو کرتے، تم جان جاتے کہ مجھے اپنے سہاگ سے کہیں زیادہ اس وطن کی سلامتی عزیز ہے۔" وہ آنکھوں سے آنسو صاف کرتی بولی۔

"میں جانتا ہوں آمنہ کہ ارضِ وطن کی پکار پر لبیک کہنے والوں میں تمہارا نام بھی سرفہرست ہوگا لیکن میں ڈیپارٹمنٹ سے کی گئی کمٹ منٹ کے تحت مجبور تھا۔" وہ بہن کی طرف دیکھ کر بولا تو وہ چونکی۔

"تو کیا تم یہ سب بہت عرصے سے جانتے تھے؟"

"ہوں، کچھ کچھ...... لیکن ثبوت نہ ہونے کے باعث ہم لوگ یہ بات ثابت نہ کرسکتے تھے اور جانتی ہو اس سارے معاملے میں سفیان بھی ناصر کے ساتھ ہے۔" دوسری بات سن کر آمنہ کو اپنے ردعمل کے لیے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

"کیا سفیان سے متعلق عافیہ......؟" باقی الفاظ کہیں کھو گئے تھے۔

"ہوں، دیکھو آج عافیہ اور مزنہ دونوں میٹنگ کے لیے گئی ہیں، کیا بات سامنے آتی ہے۔" وہ خاموش ہوگیا تو آمنہ نے بھی سر جھکادیا کہ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ بچا تھا، جب اپنے ہی رشتے ایسے کھوکھلے نکلیں تو دشمن کی ضرورت کہاں رہتی ہے۔

❁......⌘......❁

"آئی ایم سوری سفیان! میں نے تمہیں ذہنی طور پر ٹارچر کیا لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ......" وہ آنسوؤں پر قابو پانے کے لیے خاموش ہوگئی۔

"اٹس او کے عافیہ! اس وطن سے محبت ہمیں اپنوں کو بھی شک کی نظر سے دیکھنے پر مجبور کرتی ہے اور تم بھی اسی وجہ سے مجبور ہوئی ہو، میں تمہیں بتانا چاہتا تھا لیکن تم کچھ سننے پر تیار ہی نہ تھیں تو...... آج بھی اگر ڈی جی صاحب میٹنگ میں مجھے نہ بلاتے تو تمہارا شک تو یقین کی صورت اختیار کرہی چکا تھا۔" سفیان دھیرے سے بولا تو اس نے شرمندگی سے نظریں جھکالیں۔

"میں بہت بری ہوں نا سفیان! کہ اپنے ساتھ ساتھ اس وطن سے بھی تمہاری محبت کو شک کی نظر سے دیکھا؟" اب کی بار وہ اپنی آنکھوں کو چھلکنے سے نہ روک پائی۔ سفیان اس کے آنسو دیکھ کر ایک دم بے چین ہوا تھا۔

"عافیہ! تم پریشان نہیں ہو، ان شاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔" وہ اس کی تسلی صرف چند لفظ ہی بول سکتا تھا۔ اس وقت وہ جس ذہنی کرب سے گزر رہی تھی، اس کا اندازہ وہ بخوبی لگا سکتا تھا۔

"کیسے ٹھیک ہوجائے گا سفیان! میں تو ہر قدم مزنہ اور زرناب کے شانہ بشانہ تھی اب کیسے پیچھے ہٹ جاؤں؟ بھائی نے شہید باپ اور چچا کے لہو کی لاج نہ رکھی تو بہن کے رشتے کی عزت کہاں رکھتے؟" وہ اپنے آنسو صاف

کرتی بولی تو وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس چلا آیا۔

"تم پیچھے نہیں ہٹو گی عافیہ! تمہیں مزنہ اور زرناب کے ساتھ مل کر اصل دشمن تک پہنچنا ہے۔" وہ اس کے پاس بیٹھا اسے حوصلہ دیتا بولا تو اس نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے پیچھے نہیں ہٹنا سفیان! مجھے اپنے بابا کے لہو کی لاج رکھنی ہے' اگر دھرتی ماں کے لاکھوں بیٹوں اور اپنے کروڑوں بھائیوں کو بچانے کے لیے اپنا ماں جایا بھی قربان کرنا پڑا تو بھی عافیہ عباسی پیچھے نہیں ہٹے گی۔" وہ ایک نئے جوش نئے ولولے سے بولی تو سفیان مسکرا دیا۔

"یہی جذبہ تو ہمیں ہماری منزل تک لے کر جائے گا کہ ہم جاگ رہے ہیں' تیار ہیں' اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے۔"

❁......⌘......❁

دن پر دن گزرتے جا رہے تھے' ہر کوئی اپنے کام میں الجھا تھا' اس کے باہر جانے کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے شاید وہ خطرے کی بُو سونگھ چکا تھا۔ اس نے تمام انتظامات مکمل راز داری سے کیے تھے یہاں تک کہ آمنہ اور عافیہ سے بھی اپنے باہر جانے کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا شاید وہ یہ بات اپنے سائے سے بھی چھپانا چاہ رہا تھا لیکن ایسا کرنے والے کبھی کبھار بھول جاتے ہیں کہ گھر کی حفاظت کرنے والے محافظ خواب غفلت کے مزے نہیں لیتے بلکہ جرأت' شجاعت اور بہادری کا ایسا حوالہ بنتے ہیں جو آئندہ نسلوں کے لیے بھی پسندیدہ ہوتے ہیں۔

"عافیہ...... عافیہ......!" آمنہ آہستہ آہستہ عافیہ کے بیڈروم کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی مبادا آواز ناصر تک پہنچے۔ دروازہ ایک کھٹکے سے کھلا تو وہ جلدی سے اندر داخل ہوئی اور دروازہ بند کر دیا۔

"کیا ہوا بھابی! خیریت تو ہے نا!" عافیہ پریشانی سے بولی تھی۔ اس نے گھڑی پر نظر ڈالی تو صبح کے چار بج رہے تھے' دفتری کام کرتے کرتے وہ تقریباً اڑھائی بجے سوئی تھی۔

"خیریت نہیں ہے عافیہ!" وہ سرگوشی میں بولی تو عافیہ کا رُواں رُواں سماعت بن گیا۔

"آج دن گیارہ بجے ناصر کی امریکا کی فلائٹ ہے۔" عافیہ کے سر پر گویا کسی نے دھماکا کیا۔

"آپ کو انہوں نے بتایا......؟ کب بتایا......؟ اور آپ...... آپ مجھے اب بتا رہی ہیں۔" اس نے ایک نظر آمنہ پر اور ایک نظر وال کلاک پر ڈالی اور سوالوں کی بوچھار کر دی۔

"انہوں نے مجھے نہیں بتایا عافی! میں نے لاکر میں ان کا پاسپورٹ اور ٹکٹ دیکھ لیے۔" وہ دھیرے دھیرے بولی تو عافیہ نے بے اختیار اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

"او مائی گاڈ! تو اب وہ بھاگنا چاہ رہے ہیں؟"

"کچھ کرو عافیہ! کچھ کرو کہ چند دن کے لیے ہی سہی ہمیں امن تو مل سکے۔" اس کے ذہن نے تیزی سے کام کرنا شروع کیا' ایک نکتے پر جا کر وہ رک گئی اور آمنہ کو سارا لائحہ عمل سمجھانے لگی۔

❁......⌘......❁
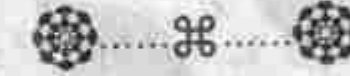
وہ جو کوئی بھی تھا۔ سڑک کے بیچوں بیچ زخمی حالت میں پڑا تھا۔ اس کے آس پاس کافی لوگ کھڑے تھے لیکن کوئی بھی اسے اسپتال پہنچانے کی زحمت گوارا نہیں کر رہا تھا مبادا پولیس کیس نہ بن جائے۔ زرناب نے ایک دم گاڑی روکی تھی اور مزنہ کے روکنے کے باوجود گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ اس نے کچھ سوچ کر اپنا کارڈ دکھایا اور کچھ لوگوں کی مدد سے اسے اپنی گاڑی میں ڈالا مزنہ اسے روکتی رہی لیکن اس پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔

"تم جاؤ اسے اسپتال لے کر' میں ٹیکسی سے چلی جاؤں گی۔"

"مزنہ! ضد نہ کرو۔ دیکھو اس وقت اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔" زرناب کا جی چاہا کوئی چیز اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے۔

"ہمارا بر وقت آفس پہنچنا بہت ضروری ہے زرناب!" وہ چڑ کر بولی۔

"تم چل رہی ہو یا میں ماموں جی کو فون کروں؟" زرناب نے اسے دھمکی دی تو اس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود باہر ہی کھڑے کھڑے عطش کو کال ملا کر ساری صورت حال بتائی اور پھر گاڑی میں آ بیٹھی۔

"تمہاری یہ ہر کسی کی مدد کرنا کسی دن ہمیں بڑے نقصان سے دوچار کرے گا۔" وہ بڑبڑائی تو زرناب نے مسکرا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی لیکن ابھی گاڑی تھوڑی دیر ہی چلی تھی جب وہ بے ہوش شخص ایک دم اٹھ کر بیٹھا تھا۔

"گاڑی کو چپ چاپ واپس لے چلو اور شور کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی چالاکی دکھانے کی۔" اس نے بات مزنہ سے کی اور دیکھا زرناب کی طرف۔

"کون ہو تم......؟" مزنہ صورت حال کو سمجھ کر ایک دم بولی۔

"تمہاری موت......! اور اس سے زیادہ مجھے بتانے کی اجازت نہیں۔" اس نے ہاتھ میں پکڑے پستول کو لہرایا تو مزنہ نے زرناب کو ابرو سے اشارہ کیا تو زرناب نے چپ چاپ واپسی کے لیے ٹرن لیا اور مزنہ نے زرناب کی طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔

"لو اب بھگتو!"

❁......⌘......❁
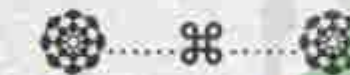
وہ دونوں پُرسکون انداز میں لاؤنج میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں جب ناصر کف لنکس بند کرتا لاؤنج میں آیا۔

"لاکر میں میرا پاسپورٹ پڑا تھا۔" وہ آمنہ سے مخاطب ہوا تو چائے پیتی عافیہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

"آپ کہیں جا رہے ہیں؟"

"ہاں...... نن...... نہیں...... تم آج گئی نہیں؟" وہ ایک دم گھبرایا مگر پھر خود پر قابو پا لیا۔

"میری ڈیوٹی کی جگہ تبدیل کر دی گئی ہے۔" وہ نہایت اطمینان سے بولی تو وہ چونکا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ مائی ڈیئر برادر! میں اب آپ کی نگرانی کروں گی۔" وہ چائے کا کپ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی تو ناصر نے اسے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا۔

"صاف بات کیا کرو' مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ اپنی خفگی چھپانے کو غصے ہوا۔

"اب کی بار تو دیر ہمیں ہوئی ہے' آپ نے تو سارے کام نہایت جلدی کیے ہیں۔"

"یہ کس لہجے میں بات کر رہی ہو تم مجھ سے......؟" وہ دہاڑا۔

"اسی لہجے میں جس لہجے میں تم جیسے لوگوں سے بات کرنی چاہیے ماموں ناصر عباسی المعروف ایم این اے صاحب!"

"عافیہ!" اس سے زیادہ وہ سن نہیں سکتا تھا اس لیے نا صرف دہاڑ کر اسے روکا بلکہ پانچ انگلیوں کا نشان اس کے چہرے پر ثبت کیا۔

"آپ اس طرح مجھے خاموش کروا لیں گے؟ ناممکن!" وہ اس کے دوبدو چیخی۔ "آپ انسان نہیں درندے ہیں' شرفِ آدمیت سے نیچے گر جانے والے درندے! آپ جیسے انسانوں سے تو جنگل کے جانور بہتر ہیں جو کم از کم اپنے ہم نسلوں کو تو نہیں کھاتے لیکن آپ...... آپ تو اپنے ہی جیسے انسانوں کو بارود اور خودکش حملوں کا نشانہ بنا رہے ہیں۔" وہ ناصر کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھتی بولتی چلی گئی۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں عافیہ! کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں بھلا اپنے باپ کی قربانی بھول سکتا ہوں' کیا میں اس وطن عزیز کا قرض بھول سکتا ہوں؟" اس نے محبت سے عافیہ کو پچکارتے ہوئے جذباتی لب و لہجہ اختیار کیا۔

"جو شخص اپنا ضمیر گروی رکھ سکتا ہے وہ اپنے باپ کی قربانی بھی بھول سکتا ہے اور ماں کا دودھ بھی...... وطنِ عزیز کیا چیز ہے' جسے آپ جیسے لوگوں نے وطن لذیذ بنا رکھا ہے۔" عافیہ تنفر سے انگلی اٹھاتے ہوئے بولی۔ "کتنے میں بیچا ہے آپ نے خود کو...... اور کس کے لیے آپ نے

یہ کیا ہے سب کچھ...... کیونکہ اولاد تو آپ کی کوئی نہیں، جس کے لیے آپ یہ سب کچھ کررہے ہیں؟" وہ کسی اژدھے کی طرح پھنکاری تو آمنہ نے اٹھ کراسے گریبان سے پکڑلیا۔

"تم نے مارا تھا نا طلحہ کو...... ہے نا! بتاؤ میرے معصوم بھائی کا قصور کیا تھا؟"

"تمہارے معصوم کا قصور اتنا تھا کہ وہ میری زندگی کے اس راز سے واقف ہوگیا تھا اور اب تم دونوں کی باری ہے۔ میرا پاسپورٹ کدھر ہے؟" وہ خونخوار تیور لیے آمنہ کی طرف بڑھا' وہ سب کچھ سمجھ چکا تھا اس لیے مزید دیر کرنا اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتا تھا۔

"ماموں ناصر عباسی! تمہیں رینجرز نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اس لیے چپ چاپ خود کو قانون کے حوالے کردو۔" داؤد سہیل کی آواز اسپیکر کے ذریعے بآسانی سنی جاسکتی تھی۔ عافیہ کھڑکی کی جانب لپکی تو ناصر نے اسے بازو سے کھینچ کر پیچھے کیا۔

"اگر ایکشن میں آنے کی کوشش کی تو چھ کی چھ گولیاں آمنہ کے دماغ میں ہوں گی۔" اس نے پستول نکالا اور عافیہ سے بولا۔

"نہیں عافیہ! بے شک یہ مجھے قتل کردیں لیکن تم اپنا فرض پورا کرو۔" آمنہ چلائی۔ باہر سے مسلسل داؤد کی آواز آرہی تھی۔ اس نے گنتی شروع کردی تھی' عافیہ کا موبائل بجا تو ناصر نے موبائل فوراً اپنے قبضے میں کیا اور کال ریسیو کرلی ساتھ ہی لاؤڈ اسپیکر کا بٹن بھی دبادیا۔

"ہیلو...... ہیلو عافیہ! تم ٹھیک تو ہو؟" سفیان کی آواز گونجی تھی۔ ناصر نے دل ہی دل میں سفیان کو گالی سے نوازا اور فون کی طرف متوجہ ہوا۔ "عافیہ تم بول کیوں نہیں رہیں...... پلیز بولو نا!" سفیان کا انداز ملتجیانہ تھا۔

"ملک سفیان احمد! تمہارا کھیل ختم ہوچکا ہے' اگر عافیہ کی زندگی چاہتے ہو تو اپنے ماموں سے کہہ کے میرے گھر کے اردگرد سے پہرہ اٹھواؤ۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا تھا تو دوسری طرف موجود سفیان پل بھر کو لرز اٹھا مگر پھر خود کو مضبوط بنائے بولا۔

"یہ تمہاری بھول ہے ماموں ناصر عباسی کہ میں ایسا کچھ کروں گا' انتظار کرو۔ آمنے سامنے بات ہوگی۔" سفیان نے فون بند کردیا۔

"ہوں' کئی دیکھے ہیں اس جیسے......" ابھی لفظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ اس کی پچھلی طرف موجود کھڑکی ایک زوردار آواز سے کھلی اور کسی نے اندر چھلانگ لگائی۔ ناصر اچھل کر آمنہ اور عافیہ کے پاس جا کھڑا ہوا اور ان دونوں کو نشانے پر رکھ لیا۔

"آیئے آیئے میجر صاحب! کہیے کیسے آنا ہوا؟ یقیناً آپ سے معافی مانگنا تو بے کار ہوگا۔" عطش کو دیکھ کر ناصر نے عجیب سا لہجہ اختیار کیا۔

"معافی اور تم جیسے بے ضمیر انسان کے لیے......؟" عطش دوبدو بولا۔

"چالاکی نہیں' اپنے ساتھیوں سے کہو کہ میرے گھر سے ہٹ جائیں ورنہ آمنہ اور عافیہ دونوں نہیں بچیں گی۔" وہ دھمکی دیتے بولا تو میجر عطش کے ہونٹوں پر ایک خوب صورت سی مسکراہٹ رینگی۔

"آمنہ اور عافیہ! میرا خیال ہے اگر تمہاری گرفتاری کے لیے ان کو قربان بھی ہونا پڑا تو یہ انکار نہیں کریں گی کیونکہ آمنہ......!" میجر عطش نے آمنہ کی طرف دیکھا تو وہ مسکرادی۔

❁......⌘......❁

لاؤنج کی صورت عجیب سی تھی' ایک طرف تو ماموں ناصر عباسی بہن اور بیوی پر پستول تانے کھڑا تھا تو دوسری طرف میجر عطش عباسی اپنے چچازاد اور بہنوئی کو نشانے پر لیے ہوئے تھے۔ عافیہ کا دماغ سفیان کی طرف سے الجھا ہوا تھا اور آمنہ! وہ تو فیصلہ کرہی چکی تھی اپنا گھر اپنی جنت یا پھر اپنی دھرتی اپنی ماں...... وہ سب خاموشی سے ایک دوسرے کا جائزہ لے رہے تھے جب فون کی گھنٹی نے اس سکوت کو توڑا۔ ناصر نے نہایت ہوشیاری سے آمنہ اور عافیہ کو گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کال ریسیو کی تھی' دوسری طرف سے بات سن کر اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ رینگی پھر اس نے اسپیکر آن کیا۔

"ہاں مہرو! ذرا میجر صاحب کی بات کرواؤ ان کی مسز سے......" عطش ناصر کی بات سن کر چونکا۔

"عطش! آپ کہاں ہیں؟" زرناب کی آواز گونجی تو عطش کے ساتھ ساتھ عافیہ اور آمنہ کو بھی زمین و آسمان گھومتے دکھائی دیے۔

"ہم ٹھکانے پر پہنچ چکے ہیں زرناب لیکن تم......؟" وہ اگلی بات لبوں میں ہی دبا گیا تھا۔

"آپ پیچھے نہیں ہٹیے گا سر! اور ہماری فکر مت کیجیے گا۔ جان تو ایک دن دینی ہے۔" مزنہ کی آواز آئی تو ناصر کے چہرے پر پل بھر کو ایک سایہ سا لہرایا تھا۔

"میں ابھی ڈیپارٹمنٹ والوں سے رابطہ کرتا ہوں۔" عطش ان کو تسلی دیتا بولا تو ناصر بولا۔

"سنو مہرو! اگر تمہیں اگلے پانچ منٹ تک میرا فون نہ آئے تو کھیل ختم سمجھنا۔" اس نے مہرو کا جواب سننے کی زحمت ہی نہ کی اور فون بند کردیا پھر وہ عطش کی طرف متوجہ ہوا۔

"تو پھر کیا سوچا ہے آپ نے میجر صاحب! تین آفیسرز اور ایک بہن کی زندگی چاہیے یا......" اس نے پستول کی طرف دیکھا اور یہی اس کی غلطی تھی۔ عافیہ کب سے تیار کھڑی تھی' اس نے فلائنگ جمپ لی اور دائیں ٹانگ سیدھی ناصر کے دائیں بازو پر پڑی' پستول ہوا میں اچھلا اور ناصر کے پاؤں سے تھوڑے فاصلے پر گر گیا۔

❁......⌘......❁

"نہ جانے وہاں کیا ہورہا ہوگا؟" مزنہ کو رہ رہ کر وہاں کی فکر ستا رہی تھی پھر زرناب کی طرف منہ کرکے بولی۔

"ویسے آج مجھے ایک بات کا یقین آگیا ہے کہ......" اس نے باقی بات لبوں میں دبائی تھی۔

"کون سی بات؟" زرناب اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہی کہ نیکی کر دریا میں ڈال یا دوسرے لفظوں میں نیکی کا گلے پڑنا!"

"ہوں......! میں تو کچھ اور سوچ رہی تھی۔" زرناب تھوڑا سا مسکرائی اس کی اطمینان بھری مسکراہٹ دیکھ کر مزنہ چونکی۔

"یہی کہ تم کہو گی کہ بے وقوف کی دوستی سے عقل مند کی دشمنی بہتر ہے۔" مزنہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ کونے میں کھڑے مہرو نے چونک کر ان دو لڑکیوں کی طرف دیکھا جو نہایت اطمینان سے بیٹھی باتیں کررہی تھیں ورنہ اس نے تو وہاں آئے مردوں کو ٹسوے بہاتے دیکھا تھا۔

"ویسے شک اس میں بھی نہیں ہے۔" مزنہ مسکرا کر بولی پھر اچانک باہر آتی آوازوں پر کان لگادیے کسی کے بھاری قدموں کی آواز بخوبی سنی جاسکتی تھی' اسی لمحے مہرو کا موبائل بجا تھا۔

"ہیلو! جی سائیں!" اس نے اسپیکر آن کیا تھا۔

"تم لوگوں کے پاس تھوڑی سی مہلت ہے اگر چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو اپنا نقصان خود کرو گی مہرو کو تنہا مت سمجھنا۔" فون بند ہوچکا تھا وہ دونوں کال سن کر مضطرب ہوگئی تھیں۔ انہیں کورڈ ورڈز میں پیغام مل چکا تھا۔ "تھوڑی کوشش کرو" کے تین لفظوں پر زور دیا گیا تھا' ان دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لی' وہ کسی بھی وقت ایکشن میں آسکتی تھیں۔

❁......⌘......❁

"اگر ذرا سی بھی حرکت کی تو چھ کی چھ گولیاں تمہاری پسلی میں ہوں گی۔" عطش نے اپنی پوزیشن واضح کی تھی۔ عافیہ نے لپک کر پستول اٹھالیا تھا لیکن ناصر نے اسی لمحے اور داؤ کھیلنے کا فیصلہ کیا اس نے عطش کی دھمکی کی پروا کیے بغیر آمنہ کو اپنے شکنجے میں لے لیا۔

"اگر بہن کی زندگی چاہتے ہو تو میرے راستے سے ہٹ جاؤ میجر!"

"مجھے دھرتی کے امن کے لیے کئی بہنیں بھی قربان کرنا پڑیں تو کردوں گا۔ یہ تمہاری بھول ہے کہ میں آمنہ کی وجہ سے تمہیں چھوڑ دوں گا۔" عطش اس کی دھمکی سے

قطعاً مرعوب نہیں ہوا تھا۔

''میں صرف تین تک گنوں گا' آمنہ کو چھوڑ دو ورنہ......'' عطش کے موبائل پر آنے والی مس کال اسے دوسری طرف کا پیغام دے چکی تھی۔ وہ کافی حد تک مطمئن ہو چکا تھا۔

''نہیں' اگر میں مروں گا تو تمہاری بہن بھی میرے ساتھ مرے گی۔'' ناصر نے اس کی دھمکی کی کوئی پروا نہ کی۔

''او کے' عافیہ کی گنتی شروع کرو۔'' عطش نے عافیہ کو حکم دیا۔ عافیہ ایک لمحے کے لیے آمنہ کی طرف دیکھ کر مضطرب ہوئی لیکن اس کے چہرے پر پھیلا اطمینان عافیہ کو بھی پُرسکون کر گیا عافیہ نے گنتی شروع کر دی۔

''ایک......!'' ناصر نے ایک طنزیہ مسکراہٹ دونوں کی طرف اچھالی تھی۔

''دو......!'' اب کی بار عطش بولا تھا لیکن ناصر کی مسکراہٹ میں کوئی فرق نہ پڑا۔

''جب میں تین کہوں تو ٹریگر دبا دینا عافیہ!'' میجر عطش نے بہن کے پُرسکون چہرے کی طرف دیکھ کر عافیہ سے کہا۔

''لیکن سر! آمنہ بھابی......!'' خود کو مضبوط کرتی عافیہ کی آنکھیں پانی سے لبالب بھر گئی تھیں۔

''نہیں عافیہ! ڈیوٹی از ڈیوٹی۔ اس وقت میرے سامنے کھڑی آمنہ میری بہن نہیں اس ارضِ وطن کی بیٹی ہے جو خود کو وطنِ پاک کی عزت پر قربان کرنے سے نہ تو ہچکچائے گی اور نہ ہی پاؤں پیچھے ہٹائے گی۔'' عطش کی بات سن کر ناصر کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا جب کہ آمنہ کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

''کبھی کبھی ہوتا ہے نا ایسا کہ جن سے ہم بہت زیادہ محبت کرتے ہیں تو اس محبت میں' جان دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ جسم کا عضو عضو کوئی کاٹ پھینکے' اُف نہیں کرتے۔ زندہ جسم سے کوئی کھال کھینچ لے منہ سے آہ نہیں نکالتے۔ جسم سے کوئی بوٹیاں نوچ لے تو آنکھ سے ایک آنسو نہیں نکلتا۔ صرف اس لیے کہ جن کے لیے پل پل دل دھڑکتا ہے ان پر کوئی حرف نہ آئے۔ عشق کیا ہے تو معتوب نہ ٹھہرائے جائیں۔ بے وفاؤں کی گنتی میں نہ آئیں' جفا کاروں کے زمرے میں ہم نہ ہوں اور پھر اگر پہلا پیار' پہلا عشق ہی پاک دھرتی سے کیا ہو تو سب کچھ لٹا دینے کو دل کرتا ہے۔

''تین!'' دو ٹریگر ایک دم دبائے گئے تھے دو گولیاں سنسناتی ہوئی نکلیں اور......؟

❁......⌘......❁

کسی نے پاؤں کی ٹھوکر دروازے پر ماری اور دروازہ ایک دم کھل گیا۔ جب تک وہ دونوں اندر داخل ہوئے' وہ دونوں مہرو کی رائفل پر قبضہ جمائے اسے اوندھے منہ گرائے اس کے پاس کھڑی تھیں۔

''سلام میم!'' احسان نے ان دونوں کو سلام کیا۔

''باقی ٹھکانے کی تلاشی......؟'' مزنہ نے دانش کی طرف دیکھا۔

''مشن مکمل ہے میم! آپ لوگ چلیں۔'' دانش جواب دینے کے بعد نیچے جھکا اور مہرو کو کندھوں پر ڈال کر باہر نکل گیا۔ وہ سب بھی باہر نکل آئے' احسان نے مزنہ کی گاڑی کا دروازہ کھولا اور ان دونوں کو اندر بٹھانے کے بعد خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی جب کہ باقی تمام لوگ ساتھ لائی گئی دونوں گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے۔

''ہم کدھر جا رہے ہیں؟'' زرناب نے اسے مین روڈ پر گاڑی ڈالتے دیکھ کر پوچھا۔

''اسپتال!'' وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

''اسپتال؟'' وہ دونوں ایک ساتھ بولی تھیں۔

''جی......!'' وہ صرف اتنا ہی بول سکا وہ دونوں اپنی اپنی جگہ بے قرار ہو گئی تھیں۔

''عط...... عطش تو ٹھیک ہیں نا!'' زرناب اپنی بے قراری پر قابو نہ پا سکی۔

''کچھ ٹھیک نہیں ہے میم!''

''کیا ہوا ہے احسان!'' زرناب ایک دم چیخی تھی اسے یوں محسوس ہوا کہ اس کا دل پسلیوں کو توڑ کر باہر آ رہا ہے۔

''کیپٹن عافیہ اور......؟'' اس میں شاید اس سے زیادہ بولنے کی سکت نہیں تھی۔ زرناب نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ مزنہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے خاموش کروا دیا۔

❁......⌘......❁

گاڑی سی ایم ایچ میں پہنچ چکی تھی وہ دونوں اتر کر اندر کی طرف بھاگی تھیں۔ پارک آرمی کے جوان ایک دم مستعد کھڑے تھے۔ زرناب سامنے کھڑے ٹوٹے بکھرے سفیان کی طرف بڑھی تو وہ اس کو ساتھ لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

''وہ بے وفا نکلی زری! بے وفا نکلی......''

''حوصلہ کرو سفیان!'' مزنہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔

''عطش...... عطش کہاں ہیں سفیان!'' زرناب بمشکل پوچھ پائی وہ ان دونوں کو لے کر او پی ٹی کی طرف بڑھا' زرناب کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تھا سفید چادر میں لپٹا وجود باہر نکالا جا رہا تھا مزنہ اپنی جگہ ٹھٹک کر رک گئی تھی۔ زرناب کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی' اس سے قبل کہ زرناب اپنے ہوش و حواس کھوتی' کسی نے اسے اپنے مضبوط حصار میں لیا تھا وہ ایک دم ہوش کی دنیا میں آئی۔

''عطش!'' اس کے لب ہلے اور نگاہیں اوپر اٹھی تھیں' اس کے چہرے پر تکلیف کے شدید آثار تھے' اس کے بازو میں گولی لگی تھی وہ بازو سینے کے ساتھ لگائے دوسرے بازو سے زرناب کو سنبھالے ہوئے تھے' زرناب نے آگے بڑھ کر سفید چادر او پی ٹی سے باہر آنے والے وجود کے چہرے سے سرکائی اسے زمین و آسمان گھومتے دکھائی دیے۔

''آمنہ......!'' الفاظ کھو گئے تھے' قوت گویائی سلب ہو گئی تھی' اس نے مڑ کر عطش کی طرف دیکھا جو صبر و استقامت کا پیکر بنا آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش میں تھا' وہ ایک دم عطش کی طرف پلٹی تھی' اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ سکتے والی کیفیت میں ہو۔ ''عطش! آمنہ چلی گئی......؟ تمہاری ہمت ٹوٹ گئی' عافیہ چلی گئی' میرا عزم ٹوٹ گیا؟'' وہ یہی الفاظ دہرا رہی تھی مزنہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔

❁......⌘......❁

''قبریں تیار ہیں سر!'' داؤد' عطش کے پاس آ کر بولا تھا۔ اسپتال سے لوٹنے والے اور اس عطش میں زمین و آسمان کا فرق تھا' وہاں ٹوٹا بکھرا عطش گھر آ کر انتظار کرتی ماں کو دیکھ کر ایک دم مضبوط ہوا تھا۔ ایک گھر سے دو دو اکٹھے جنازے...... ایک کہرام برپا تھا' وہ عافیہ کو بھی ساتھ ہی لے آیا تھا۔ وہ اندر داخل ہوا' سامنے بیٹھی ماں کو دیکھا' ان کے چہرے پر تو طلحہ کی شہادت کے بعد ویسے ہی ایک رعب و دبدبہ رہتا تھا اور آج ان کی بیٹی اس میں اضافہ کر گئی تھی' وہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھیں تو وہ نظریں جھکا گیا۔

''نظریں مت جھکاؤ' سر اٹھا کر جیو! انہوں نے وہ کیا ہے جو تا عمر کسی عورت نے نہیں کیا اور نہ ہی کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ لے جاؤ! انہوں نے شان سے زندگی گزاری ہے اور ان کی موت بھی اسی شان سے آئی ہے۔'' عطش نے نظریں اٹھائیں اور ماں کے چہرے کو دیکھا جہاں سکون ہی سکون پھیلا تھا۔ اس نے داؤد کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔

❁......⌘......❁

''مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا سفیان! کچھ کھا لو۔'' مزنہ نے مقدور بھر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا مزنہ کہ ساتھ جئیں گے اور ساتھ ہی......'' اگلی بات آنسوؤں سے ادھوری رہ گئی۔

''سفیان! کیا تم جانتے ہو تمہارا یہ رویہ اس کو کتنی تکلیف پہنچا رہا ہوگا' کیا وہ ہماری دوست نہیں تھی......؟ میجر عطش کو دیکھو' دو بہنوں کو ایک ساتھ رخصت کیا ہے

انہوں نے' پھر بھی تمہاری ڈھارس بندھا رہے ہیں' کیا ان کے دل کا غم تم اور میں سمجھ سکتے ہیں؟"

"پلیز مزنہ......!" وہ کراہا۔

"ہاں مزنہ! چھوڑ دو اسے' یہ کیا جانے کہ بہنوں کی جدائی کیسی ہوتی ہے اس کی بہن تو اس کے پاس ہے نا!" زرناب جذباتی انداز میں بولی تو وہ عطش کی طرف لپکا۔

"پلیز بھائی! بتائیے نا اس دن کیا ہوا تھا؟" عطش نے ایک گہری سانس لی اور دھیرے دھیرے بولنا شروع کیا۔

"جب میں نے اور عافیہ نے ایک ساتھ ٹریگر دبائے تو نہ جانے ناصر کے دل میں ایک دم کیا سمائی اس نے آمنہ کو عافیہ کی طرف دھکا دیا اور خود نیچے بیٹھ گیا۔ عافیہ اس حملے کے لیے تیار نہ تھی۔ عافیہ کے پستول کی گولی آمنہ کو لگی اور میرے پستول سے نکلنے والی گولی دیوار میں...... عافیہ اور آمنہ دونوں ایک ساتھ گری تھیں' میرے کچھ سوچنے سے قبل ناصر عافیہ کے ہاتھ سے گرنے والا پستول اٹھا چکا تھا' اس نے مجھے سوچنے کے لیے صرف ایک لمحہ دیا تھا اور پستول کا رخ میری طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ گولی میری دائیں بازو کو چھو کر گزر گئی' میں نیچے گر گیا۔ ناصر نے شاید یہی سمجھا کہ گولی میری سینے میں لگی ہے کیونکہ جتنے فاصلے پر ہم دونوں کھڑے تھے اس گولی کا سینے میں لگنے کے بعد میرا بچنا محال تھا' عافیہ کو اٹھتا دیکھ کر ناصر نے باقی چاروں گولیاں اسی پر چلائی تھیں۔ داؤد اور دیگر لوگ بھی اندر داخل ہو چکے تھے' ناصر کے پاس موجود پستول خالی ہو چکا تھا' اس لیے اب مزید مزاحمت بے کار تھی۔ عافیہ تو موقع پر ہی...... جب کہ آمنہ کی شاید کچھ سانسیں باقی تھیں۔ وہ میری ہمت تھی' میرا عزم تھی۔ میں قدم قدم پر جب بھی ڈگمگایا اس نے مجھے حوصلہ دیا مگر اب......" وہ آنکھیں بند کیے صوفے کے ساتھ ٹیک لگائے انہیں وہ دردناک آپ بیتی سنا رہا تھا۔

"حوصلہ کریں بھائی!" سفیان نے اس کے گلے لگتے ہوئے کہا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا کہ دس دن کا غبار آج آنسوؤں کی صورت باہر آ نکلا تھا۔

❁......⌘......❁

"یہ تمہارا حتمی فیصلہ ہے یا پھر صرف ضد......!" عطش اسے کب سے سمجھا رہا تھا مگر اس کی ایک ہی رٹ تھی کہ وہ عزم کو جوائن نہیں کرے گی۔

"میں نے کبھی ضد نہیں کی عطش! کیا ان پانچ سالوں میں آپ مجھے اتنا بھی نہیں جان سکے؟" اس نے افسوس سے عطش کی طرف دیکھا۔

"میں نے کبھی بچوں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کی کیونکہ میرا خیال ہے کہ اگر بچے سمجھ داری کا مظاہرہ کر رہے ہوں تو انہیں کبھی ٹوکنا یا روکنا نہیں چاہیے کیونکہ اس طرح بچے باغی ہو جاتے ہیں اور باغی بچے صرف ایک گھر کے لیے نہیں بلکہ پورے معاشرے کے لیے خطرہ ہوتے ہیں لیکن اگر......" عطش کی والدہ نے ان دونوں کے چہروں کی طرف دیکھ کر چند لمحوں کا توقف کیا وہ پوری طرح ان کی طرف متوجہ تھے۔ "لیکن اگر بچے نا اہلی اور بے عقلی کا ثبوت دینے لگیں تو انہیں سمجھانا ہم بڑوں کا فرض ہے۔ اگر تمہیں میری کوئی بات بُری لگے تو فوراً ٹوک دینا زرناب!" وہ زرناب کی طرف دیکھ کر بولیں تو وہ اٹھ کر ان کے قدموں میں جا بیٹھی۔

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں اماں جی! آپ تو میری ماں ہیں۔" وہ ان کے گھٹنوں پر سر رکھ کر رونے لگی۔

"تمہیں خدا نے اولاد سے نہیں نوازا اس لیے تم میرا دکھ محسوس نہیں کر سکتیں۔" وہ چونکی اور سر اٹھا کر نم آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا پھر اس کی پیشانی کا بوسہ لینے کے بعد بولیں۔ "یہ عامرہ ہے۔ آمنہ کی بھتیجی' عافیہ کی چھوٹی سی دوست...... شاید ہی ہم میں سے کوئی اس کا دکھ محسوس کر سکے۔ میں اسے تمہاری سرپرستی میں دیتی ہوں کہ عزم اس کے پاس بھی اپنے شہید باپ اور پھوپی کا سا ہے۔" زرناب نے ناسمجھی کے عالم میں عامرہ کے ساتھ بیٹھی نائلہ بھابی کی طرف دیکھا تو انہوں نے سر اثبات میں ہلا دیا' زرناب اٹھی اور عامرہ کے ماتھے پر ایک محبت اور عقیدت بھرا لمس چھوڑا۔

"یہ میری بیٹی ہے اماں جی! اور فیصلہ بھی میں کر چکی ہوں۔" ان سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا جو ایک پل میں کسی فیصلے پر پہنچ چکی تھی۔ "یہ 'عزم' والوں کی امانت ہے میرے پاس...... اور اسے بھی وہی کچھ کرنا ہے جو میں اور عطش کر رہے ہیں۔ اسے ہمیشہ عزم کو جوان رکھنا ہے اسے کبھی ٹوٹنے نہیں دینا' کبھی جھکنے نہیں دینا۔" اس کی باتیں سن کر اماں جی نے اٹھ کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا' وہ ان سے علیحدہ ہونے کے بعد نائلہ بھابی کی طرف بڑھی اور ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"شکریہ بھابی!"

❁......⌘......❁

سیکڑوں کے حساب سے سامنے بیٹھے حاضرین و شائقین میں وہ بھی تھے۔ وہاں بیٹھے تمام لوگ پُرسکون تھے' خوش و مطمئن تھے۔ وہ سب اس وقت کیڈیٹس کی پاسنگ آؤٹ دیکھنے آئے تھے۔ آج ان کیڈٹس کو ان کی محنت کا صلہ ملنے والا تھا جو کئی سال سے اس خواہش کی آبیاری کرتے آئے تھے کہ ارض پاک کے محافظوں میں کبھی ان کا بھی نام آئے گا پاک آرمی کا ایک سپاہی زور سے پکارا تھا۔

"کیڈٹ نمبر ٹوئنٹی' عامرہ عباسی!"

وہ پاک دھرتی کی وردی تن پر سجائے من میں ان گنت خواب رکھتے اٹینشن چلی آ رہی تھی۔ چیف آف آرمی اسٹاف اسے اس کی شیلڈ سے نوازنے والے تھے' ایک ہی رو میں رکھی کرسیوں پر بیٹھی سات نفوس اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ یہ ان کا سیلوٹ تھا' مستقبل کی اس بہادر عورت کو جسے آنے والے وقت میں پاک دھرتی کی حفاظت کرنا تھی' جسے عزم کو ہمیشہ جواں رکھنا تھا۔ سب تالیاں بجا رہے تھے۔ کرنل عطش عباسی کے چہرے پر اطمینان پھیلا تھا تو لیفٹیننٹ کرنل زرناب عباسی کے خوابوں کو تعبیر ملی تھی۔ کیپٹن صبیح کا جوش و خروش دیدنی تھا اور شہید فلائٹ لیفٹیننٹ طلحہ عباسی کی بیوہ نائلہ عباسی کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔ سفیان ان کے ساتھ کھڑا تھا' وہ خصوصی طور پر اس پاسنگ آؤٹ کی کوریج کے لیے لاہور سے اسلام آباد آیا تھا۔ سمیع چند دن قبل ہی انجینئرنگ کی اعلیٰ ڈگری کے لیے یو کے گیا تھا۔ مزنہ اور بریگیڈیئر داؤد دونوں میاں بیوی کوئٹہ اسٹاف کالج میں تعینات تھے۔ ان کے دونوں بچے ماہم اور عباس خصوصی طور پر شرکت کے لیے آئے تھے۔ وہاں موجود سب لوگوں کے چہروں پر جو الوہی چمک تھی وہ تاابد رہنے والی تھی کہ عزم جواں ہو تو منزل خود بخود مل جایا کرتی ہے' اس لمحے زرناب کو یقین آ گیا تھا کہ عزم میں پختگی ہو تو وہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا اور اگر عزم کی بنیاد میں اپنا لہو شامل کر دیا جائے تو نہ وہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی جھکتا ہے۔ ہاں اگر تھوڑا مشکل وقت آ بھی جائے تو ربّ رحمٰن کے رحم سے آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں' وہاں موجود سب لوگوں کا عزم ایک ہی تھا۔

اپنے خون سے تجھے رنگین فسانے دیں گے
اے وطن! آنچ کبھی تجھ پہ نہ آنے دیں گے
گلستاں تیرے کھلائیں گے لہو سے اپنے
ہم تجھے اپنی محبت کے خزانے دیں گے
اپنی بانہوں سے بنائیں گے تیرے گرد حصار
کوئی طوفان تیری سمت نہ آنے دیں گے
جن کے ارماں میں ہے تو دیدۂ حیراں کی طرح
تیری آنکھوں کو وہی خواب سہانے دیں گے
جو قدم اٹھے ہیں بڑھتے ہی چلے جائیں گے
اب کمی اپنے ارادوں میں نہ آنے دیں گے
تیری تعمیر میں مصروف رہیں گے ہر آن
رائیگاں وقت کو اب اور نہ جانے دیں گے

ان شاء اللہ!

رحمۃ اللہ علیہ

اور اناثیا ملک ساکت سی ماں کو تک رہی تھی۔

''کیا ہوا اناثیا!'' ممی نے اسے جھنجوڑا۔

''اسپتال سے فون تھا' ڈیڈی کی حالت ٹھیک نہیں ہے' ہمیں ابھی اسپتال جانا ہوگا۔ میں نانا کو جگاتی ہوں۔'' وہ ان سے کہتی باہر نکل گئی۔ زائرہ ملک کتنی دیر اسی سکتے میں بیٹھی رہی تھیں۔ کہیں وہ وقت آن تو نہیں پہنچا اور...... اس سے آگے ان سے کچھ سوچا ہی نہیں گیا تھا۔ دل جیسے رکنے سا لگا تھا۔ محبت آج بھی دل کے کسی کونے میں اسی طرح بکل مارے بیٹھی تھی جو اس کے آنے کی منتظر تھی اور اب جب وہ آ گیا تھا تو اسے کھونے کا حوصلہ دل میں کب تھا۔

''اے خدا! جہانگیر ملک کو زندگی دے۔'' بے ساختہ لبوں سے ایک دعا نکلی۔

❁......☆......❁

پارسا چوہدری بہت خاموشی سے کھڑی تھی جب وہ اس کے پاس آن رکا تھا۔

''تم اپنے ابا کا سامنا کیوں نہیں کر رہیں پارسا!'' اس نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

قسط نمبر 25

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

دن کو سورج تو دیے جلتے ہیں شب بھر کے لیے
پھر بھی اندھیارے ہیں انسان کے اندر کتنے
لوگ ہنس ہنس کے دلاتے ہیں وفاؤں کا یقین
اور ہاتھ میں لیے پھرتے ہیں پتھر کتنے

''مجھ میں ہمت نہیں ہے' رات بھر میں سو بھی نہیں سکی عدن! اس گھر میں گزاری جانے والی یہ رات مجھے بہت عجیب لگی۔ یہ گھر' اس کے در و دیوار' سب بہت پرائے لگے...... کیا کسی مقام پر لوٹنا اتنا دشوار ہوتا ہے...... اور جب لوٹ کے قدم واپس اسی جگہ رکھ دیئے جائیں تو گزرے احساس روح سے بندھ کیوں جاتے ہیں...... جیسے جان مشکل میں گھر جاتی ہے' ایک ایک گزرا پل دل پر دستک کیوں دینے لگتا ہے؟ میں ساری رات اسی کیفیت میں رہی۔ یہاں' وہاں...... ہر لمحہ مجھے وہ گزرے پل دکھائی دیتے رہے۔ وہاں میں ابا کی انگلی تھام کر چل رہی تھی تو یہاں اماں کی گود میں تھی۔ وہاں سلو بھائی کے ساتھ شرارتیں کر رہی تھی تو اس ستون کے پیچھے چھپی کھڑی اماں کو ستا رہی تھی۔ یہ یادوں کا سلسلہ لامتناہی کیوں ہوتا ہے...... نا رکنے والا' میں سمجھ نہیں پائی عدن بیگ! میں ان رشتوں سے اس طرح جڑی ہوں تو پھر یہ رشتے مجھ سے پرائے کیسے ہو گئے' اتنے اجنبی کیسے ہو گئے؟' میں سو کیوں نہیں سکی' اس احساس سے کہ میں ان کے اتنے قریب ہوں مگر پھر بھی بہت دور ہوں یا پھر اس احساس سے کہ میں ان کے ساتھ کبھی جڑ کر نہیں رہ سکوں گی۔ یہ سب جیسے کوئی

خواب ہے اور پھر جب آنکھ کھلے گی تو سارا منظر خواب جیسا ہو جائے گا۔ میں کب تک اس ہونے اور نہ ہونے کے خوف میں مبتلا رہوں گی' یہ سراب کب تک میرے گرد حصار باندھے رہے گا؟'' وہ مدہم لہجے میں کہتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ عدن بیگ نے اسے خاموشی سے دیکھا۔

''میں تھک گئی ہوں عدن بیگ! مجھے اس تھکن کو اپنے کاندھوں سے کسی بوجھ کی طرح اتارنا ہے مگر یہ بوجھ میرے شانوں سے اترنے کو تیار ہی نہیں۔ کبھی کبھی تو لگتا ہے میں اسی بوجھ تلے آخر کبھی دب جاؤں گی' اس کی خبر بھی کسی کو نہیں ہوگی' یا پھر ہوگی؟'' وہ سوالیہ نظروں سے اس کی سمت تکنے لگی۔

''تم یہ تھکن مجھے کیوں نہیں دے دیتیں پارسا چوہدری! میں اس بوجھ کو بانٹنے کے لیے توانا ہوں۔ مجھ میں ہمت ہے کہ میں تمہیں اس تھکن کے بوجھ تلے آنے سے بچا سکوں یا پھر تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟'' عدن بیگ نے مدہم لہجے میں پوچھا۔ پارسا چوہدری کھوئے کھوئے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔ ''ایسے کیا دیکھ رہی ہو پارسا چوہدری! کیا تمہیں یقین نہیں کہ میں ایسا کر سکوں گا؟'' وہ اس کے اندر کے احساس کو پڑھتے ہوئے بولا۔ پارسا چوہدری کوئی جواب نہیں دے پائی تھی۔ ''تمہارے اندر جو بے یقینی ہے سب سے پہلے اسے ختم کر دو پارسا چوہدری! پھر اس کے بعد باقی سب خود بہ خود ٹھیک ہو جائے گا۔ میں سد باب کرنے کو تیار ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم موقع دو اور اعتبار بھی کرو۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم اپنے کل میں کیسے جیتی رہیں یا تمہارا آج تمہیں کتنی بے رخی سے دیکھتا ہے' میرے لیے تمہارا آج اہم ہے اور اس کے آگے کوئی چیز میں نہیں دیکھتا۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا۔ پارسا چوہدری خالی خالی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی پھر جیسے خود کلامی میں بولی۔

''عدن! ایک لڑکی تھی جو اپنے اندر ایک جہاں آباد رکھتی تھی۔ اسے زمانوں سے سروکار تھا نہ ارد گرد سے واسطہ...... اپنے آپ میں مگن رہتی تھی...... پھر ایک دن ایک جادوگر آ گیا' اس نے اپنا سحر پھونکا' خواب دکھائے' وہ لڑکی ان خوابوں میں قید ہونے لگی اگرچہ اس نے ٹھان رکھی تھی کہ خوابوں سے ناتا نہیں جوڑے گی مگر جادوگر کا جادو چلا تو جیسے کچھ ہوش ہی نہ رہا۔ اس جادوگر نے کہا وہ اس کے لیے ایک ہتھیلی پر چاند رکھے گا اور دوسری پر سورج اور اگر وہ دن کو رات کرنے کو کہے گی تو وہ چاند اور سورج دونوں کو بجھا دے گا۔ وہ لڑکی انجان تھی' اسے لگا وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ سو وہ اعتبار کرنے لگی۔ مگر ایک دن وہ اعتبار ٹوٹ گیا۔ اس دن وہ لڑکی اپنے خوابوں کے ساتھ تنہا کھڑی تھی۔ وہ جادوگر غائب تھا وہ اس کے لیے ایک ہتھیلی پر چاند اور دوسری پر سورج رکھ نہیں سکا تھا' لفظ دھندلے ہو گئے اور خواب...... خواب جیسے سراب تھے اور سرابوں کی حقیقت صرف خیالوں میں ہوتی ہے مگر اس لڑکی کے خوابوں نے اسے بہت توڑ دیا تھا' اتنا کہ وہ کسی سے نظر نہیں ملا سکی تھی اور چپ چاپ اپنے پیاروں کو چھوڑ کر خود کو سزا دینے دور نکل گئی تھی۔ وہ دن سیاہ بخت تھا' بالکل اس لڑکی کے نصیب کی طرح...... کیا خواب دیکھنے کی سزا اتنی کڑی ہوتی ہے؟ اور اعتبار اگر ایک بار ٹوٹ جائے تو کیا کبھی کسی دوسرے پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟'' وہ اس کی سمت دیکھ رہی تھی اور آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹ کر بہت آہستگی سے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ ''وہ لڑکی میں تھی عدن بیگ! میں نے خواب کچی عمر میں دیکھے تھے۔ وہ عمر جو شاید خوابوں کے لیے نہیں تھی۔ مگر ان خوابوں سے ایک داغ میرے خاندان کی عزت پر لگا تھا' جسے اتنے برس گزر جانے کے بعد بھی میں نہیں دھو سکی۔ اپنے ابا کی لاڈلی تھی میں...... مگر اس روز ابا نے میری ایک نہیں سنی تھی۔ سلو بھائی ان دنوں گھر میں نہیں تھے شاید ہوتے تو میری کچھ حمایت کرتے۔ میں بس راہ بھٹک گئی تھی' مگر اس راہ بھٹکنے کی سزا بہت کڑی تھی! ابا نے مجھے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا تھا مگر میں نے ایک غلطی کی تو میرا ہاتھ تھام کر وہ مجھے اس گھر کی دہلیز کے باہر کھڑا کر آئے تھے اور اس گھر کے دروازے سختی سے بند کر دیئے تھے۔ کیا تم اتنے عظیم ہو کہ اس لڑکی سے محبت کا کوئی دعویٰ کر سکو جس کو اس کے والے ایک بوجھ سمجھ کر برسوں پہلے اتار پھینک چکے ہیں؟ قصور میرا تھا یا نہیں...... کسی نے میری اس وقت نہیں سنی تھی مگر تم سب جانتے بوجھتے اس سچ کو لے کر میرے ساتھ زندگی جی سکو گے؟ تمہیں میرے خواب دیکھنے کی عادت ابھی نہیں پڑی عدن! بڑی فضول ہوتی ہے یہ عادت! خواب دیکھنے والی آنکھیں بہت کڑی سزا پاتی ہیں پھر اس کے بعد سب سناٹا ہوتا ہے اور ایک گہری تاریکی! میں نہیں چاہتی تم خواب دیکھو' یا محبت کاشت کرو۔ وہ بھی میرے لیے...... بہت خسارے کا سودا ہوگا' تم جاننا چاہتے ہو میرے بارے میں......؟ تمہیں گلہ تھا میں راز کیوں بن کر رہتی ہوں تو آج میں وہ سارے راز تمہارے سامنے رکھ دینا چاہتی ہوں۔ میرے لیے تم میرے دوست ہو اور اس ناتے میں تم سے یہ آدھا سچ بانٹنا چاہتی ہوں' باقی کے آدھے سچ کی کھوج تم خود کرنا کیوں کہ آدھا سچ ہمارا ہوتا ہے اور باقی کا آدھا سچ دیکھنے والا صرف اپنے زاویئے سے اخذ کرتا ہے۔ سو بے اعتبار اپنا نکتہ نظر ہوگا کہ تم میرے آدھے سچ کو جاننے کے بعد باقی کے آدھے سچ کی کھوج کیسے کرتے ہو؟'' پارسا چوہدری بولی اور عدن بیگ اسے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔

☆

وہ سیڑھیوں پر بیٹھی تتلیوں کو بغور دیکھ رہی تھی جب وہ اس کے قریب آن رکا تھا۔

''گلابو سنو! مجھے بہت افسوس ہے تمہیں چوٹ میری وجہ سے لگی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم سیڑھیوں سے پھسل کر گر جاؤ گی اور......'' گلابو نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ پُر ملال سا کھڑا اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ کل اس کے ساتھ بارش میں بھیگتے ہوئے وہ ایک جو نیا احساس اس کے اندر جاگا تھا اس پر وہ اب تک حیران تھی' اب بھی اسے حیران سی تکتی ہوئی وہ سوچ رہی تھی کہ وہ کیسے اس کے متعلق اس زاویے سے سوچ سکی۔ ایسا کیا تھا اس ایک لمحے میں یا پھر اس کی باتوں میں...... وہ کیونکر اس کے زاویے بدل سکا اور کیسے اس تک پہنچ سکا؟

''تم ایسے کیوں دیکھ رہی ہو گلابو! کیا ہوا؟'' یلماز کمال نے پوچھا۔ گلابو کے پاس جیسے کوئی جواب نہیں تھا۔ بہت کھوئی کھوئی سی دکھائی دے رہی تھی' وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ ''کہیں کچھ کھو تو نہیں گیا گلابو! تم اس طرح کھوئے کھوئے انداز میں کیوں دیکھ رہی ہو؟'' یلماز کمال نے پوچھا تو وہ چونکی نہیں تھی یوں جیسے کسی خواب میں تھی۔ یلماز کمال نے بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھا تھا اور وہ یوں چونکی تھی جیسے کوئی چوری کرتے پکڑی گئی ہو۔ اس کے ہاتھ کے لمس کا احساس اسے محسوس ہوا تھا کہ جیسے کسی انگارے نے اسے چھو لیا ہو۔ ''تمہیں محبت تو نہیں ہوئی گلابو!'' وہ مسکرایا تھا۔ ''تم اتنی عجیب کیوں لگ رہی ہو آج...... ایسا کیا ہو گیا؟ سارے آثار تو یوں ہی بتاتے ہیں کہ تمہارے اندر کوئی انقلاب آیا ہے کیونکہ یہ تبدیلیاں کسی بیرونی تبدیلی سے نہیں آ سکتیں۔'' وہ جیسے اسے سطر سطر پڑھ رہا تھا۔ وہ حیران تھی اسے کیا ہو گیا تھا وہ اس طرح کیونکر محسوس کر رہی تھی یا اس کا سامنا کیوں نہیں کر پا رہی تھی۔ یلماز کمال نے اسے خاموشی سے دیکھا' پھر ایک گہری سانس خارج کرتا ہوا اس کے پاس وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا تھا اور بہت آہستگی سے بولا تھا۔ ''محبت ہو گئی نا گلابو!'' اس سرگوشی میں ایسا کیا تھا کہ گلابو نے جیسے کوئی جادو اپنی چاروں اور پھیلتا محسوس کیا تھا۔ ''کب ہوئی' کیسے ہوئی اور مجھے اس کی خبر کیوں نہیں ہونے دی' تم اچانک سے اتنی سیانی کیسے ہو گئیں کہ چھپانے لگو؟'' وہ سوال پر سوال کر رہا تھا' گلابو نے سر اٹھا کر اس کی سمت نگاہ نہیں کی تھی۔

''میری طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھو گی گلابو!'' وہ مدہم سرگوشی سے بولا۔ ''میری طرف نگاہ نہیں کرو گی تو میں کیسے جانوں گا' وہ تمام قصے جو تم نے اب تک مجھ سے نہیں کہے اور جنہیں کہنے کی ہمت بھی تم میں نہیں ہے اگر نہیں بولو گی تو میں کیسے جان پاؤں گا کہ محبت تمہارے اندر بھی سانس لیتی ہے۔ مجھے اس محبت کا گمان تو ہے مگر کیا تم نہیں چاہو گی کہ میں یقین بھی کروں؟'' وہ کسی اسم کا ورد کر رہا تھا جیسے اس ورد کا طلسم اسے اپنے اندر سرایت کرتا محسوس ہو رہا تھا۔ یہ جادو

اسے چاروں طرف سے گھیرنے لگا تھا۔

وہ یک دم اس کی جانب دیکھے بنا جانے کے لیے اٹھی تو اس نے ہاتھ تھام لیا۔

''تمہیں جس آتش نے آج گھیرا ہے' کیا تم سننا نہیں چاہو گی کہ میں اس میں کب گرا؟'' اس کی آواز نے اس کے اردگرد حصار باندھا تھا اور وہ گردن موڑ کر حیرت سے اس کی سمت تکنے لگی تھی۔ ''اس محبت کی خبر تمہیں آج ہوئی گلابو! اور مجھے تو اسی روز ہوگئی تھی جس روز تم سے پہلی بار ملا تھا' تمہاری نظروں میں جھانکا تھا' تمہاری نگاہوں میں کیا تھا گلابو! تم نے کیا اسم پھونکا تھا کہ مجھے پھر اپنی خبر نہیں رہی تھی۔ تم نے ایک ہی پل میں میری روح کو اپنے سنگ کیسے باندھ لیا گلابو! تمہیں یہ اسلوب کیسے اور کیونکر آئے؟'' وہ سرگوشی میں پوچھ رہا تھا۔ گلابو کو لگا تھا اگر وہ یہاں رکے گی تو سارے راز یک دم ہی نکل جائیں گے سو وہ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر ایک لمحے میں وہاں سے بھاگ گئی۔

''اس محبت کی خبر تمہیں آج ہوئی گلابو!'' تنہائی میں جب وہ اپنے کمرے میں چھپ کر بیٹھی تھی تو کتنی ہی دیر وہ ایک مدہم سرگوشی اس کے اردگرد گونجتی رہی تھی۔

''تو کیا اسے بھی......؟'' وہ سوچ کر ہی حیران تھی۔ ''اسے محبت کیسے ہوئی؟'' وہ جو اسے ہمیشہ چڑاتا رہتا تھا اور غصہ دلاتا تھا۔ اس کا خون جلاتا تھا تو کیا واقعی اسے محبت ہوئی تھی اور اس اول دن کی ملاقات سے...... وہ تو اس سے بہت روڈ رہی تھی۔ ہمیشہ غصے میں ملی تھی۔ اکھڑے لہجے میں بات کی تھی' ایک حد بندی ہمیشہ رکھی تھی تو......

''اف گلابو! یہ ٹھیک نہیں۔'' اس نے ایک پل میں خود کو ملامت کیا تھا۔ ایک پل کو ابا اور سلو بھائی کا خیال ذہن میں آیا تھا تو ساری عزت و ناموس دھیان میں آ گئی تھی۔ کن راستوں پر چلنے لگی تھی...... کیا خاندان رتبے اور عزت کا کوئی پاس نہیں تھا۔ ایک لمحے کو آنے والا وہ خیال اتنا قوی تھا کہ وہ اس سے اگلے کئی دن یلماز کمال کا سامنا نہیں کر سکی تھی۔

''تمہیں مجھ سے محبت ہے نا!'' اس شام راہداری سے گزرتے ہوئے سامنا ہو گیا تھا تو اس نے راہ روک لی تھی۔ وہ سر اٹھا کر بہت پُراعتماد انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

''محبت کچھ نہیں ہوتی' صرف بے وقوفی ہوتی ہے اور میں اس بے وقوفی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ میری راہ روکنا چھوڑ دو۔'' پارسا چوہدری اپنی روایات کے خلاف نہیں جا سکتی۔ اپنے خاندان کی عزت و ناموس سے کھیل نہیں سکتی' محبت وحبت سب فضول کی باتیں ہیں۔ میں جس عمر میں ہوں وہاں ہر چمکتی چیز سونا لگتی ہے مگر میں اتنی بے وقوفی نہیں کر سکتی کہ اس گمان کو سچ مان لوں۔'' وہ بہت اعتماد سے سر اٹھائے کھڑی کہہ رہی تھی۔ یلماز کمال اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''محبت پر بند باندھو گی؟ بے وقوف ہو تم!'' وہ اس پر افسوس کر رہا تھا۔

''تم جو بھی کہو مگر مجھے تم سے محبت نہیں......!'' پارسا چوہدری نے سر انکار میں ہلایا تھا۔

''اور محبت ہو بھی گئی تو؟'' وہ خدشات ظاہر کر رہا تھا۔

''تو کیا؟'' وہ جیسے ہار نہ ماننے کی ٹھان چکی تھی۔

''تم عجیب لڑکی ہو گلابو!'' وہ جیسے تھک کر بولا تھا۔ وہ خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔ یلماز کمال نے بہت آہستگی سے سر جھکا کر اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

محبت اب نہیں ہوگی
یہ کچھ دن بعد میں ہوگی

ایک مدہم سرگوشی نے اس کے گرد حصار باندھا تھا۔

''محبت تو ہونا ہی ہے گلابو! تم ڈر ڈر کر جھوٹ بولو' نہ اقرار کرو۔ محبت تو ہو کر رہے گی۔ بے شک تم کتنا بھی انکار کرو اور

دور نکل جاؤ' یہ محبت تمہارا تعاقب کرے گی اور تمہیں ڈھونڈ نکالے گی۔ یقین نہ ہو تو آزما لو۔'' وہ بہت یقین سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا اور ہاتھ چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ کتنی دیر اس بازگشت کو اپنے گرد محسوس کرتی رہی تھی۔

''محبت تمہارا تعاقب کرے گی اور تمہیں ڈھونڈ نکالے گی۔ محبت تو ہو کر رہے گی' بے شک تم کتنا بھی انکار کر لو۔''

اسے لگا تھا یلماز کمال کا وہ لمس جو اس کے ہاتھ پر رہ گیا تھا' اب تک زندہ ہے۔ اس کی حرارت سے اس نے اپنا وہ ہاتھ جلتا ہوا محسوس کیا تھا اور دل...... وہ کیوں اتنی شدت سے دھڑک رہا تھا؟ آج سے پہلے تو ایسا نہیں ہوا تھا۔ کیوں وہ اپنی دھڑکنوں کو بھی شمار نہیں کر پا رہی تھی...... کیوں اس دل کو سنبھال نہیں پا رہی تھی...... یہ اتنا اضطراب اندر کہاں سے آ گیا تھا...... کیا یہی محبت تھی؟

''اوہ! کیا یہ محبت ہے؟ خدایا! میں کیا کروں؟ یہ محبت اتنی طاقت ور شے کیوں ہے' میں کیوں ہار رہی ہوں' کیوں دل اتنے اضطراب میں گھرا ہے' کیا یہ واقعی محبت ہے؟'' وہ حیران سی خود اپنے آپ سے پوچھ رہی تھی اور اگر یہ محبت تھی تو وہ اس کے لیے اتنی خوف زدہ کیوں تھی......؟

یلماز کمال اگلے دو تین دن دکھائی نہیں دیا تھا اور اس نے شکر ادا کیا تھا مگر وہ سمجھ نہیں پائی تھی اس کی نگاہ اسے ہر طرف ڈھونڈ کیوں رہی تھی اور وہ کیوں خود کو روک نہیں پا رہی تھی۔ کیوں بار بار کھڑکی کو کھول کر کھڑے ہو کر اس آؤٹ ہاؤس کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں وہ قیام پزیر تھا۔

''گلابو! کتابیں لے کر بیٹھ' کچھ پڑھ لے۔ وہ بے چارا بچہ تو کچھ بیمار ہے۔ مجھے تو خبر نہیں ہوئی۔ اس کی والدہ کا فون آیا تو اس کے کمرے میں گئی تب پتا چلا وہ دو تین سے بھوکا بخار میں تپتا ہوا اس کمرے میں تنہا پڑا تھا۔ ٹھنڈ اتنی پڑ رہی ہے اور وہ بتا رہا تھا کہ وہ نہر میں گر گیا تھا۔ کتنا برف سا پانی ہوتا ہے نا سردیوں کی صبحوں میں......؟ بے چارے کو راستوں کی خبر تو ہے نہیں...... وہ فیقا ہے نا! چاچا ہاشم کا بیٹا...... وہی اسے گھر چھوڑ کر گیا تھا۔ میں نے کہا کہ بتایا کیوں نہیں اگر اتنی طبیعت خراب تھی' تو بولا کہ مجھے تکلیف دینا مناسب نہیں لگا۔ بے چارے کا بُرا حال تھا۔ میں نے فوراً فون کر کے ڈاکٹر کو بلا لیا۔ مجھے ڈر ہے کہیں نمونیا نہ ہو گیا ہو۔ ڈاکٹر نے دوائیں دی ہیں۔ خدا خیر کرے کہیں بچے کو کچھ ہو نہ جائے۔ گھر سے اتنی دور ہے اس کی ذمہ داری تو ہم پر ہی عائد ہوتی ہے نا!'' اماں نے بتایا تو اس کے اردگرد کوئی بازگشت سی گونجنے لگی تھی۔

محبت اب نہیں ہوگی
محبت اب نہیں ہوگی

اُف! اس نے اس آؤٹ ہاؤس تک کا فاصلہ طے کیا تھا اور عجیب بے دھیانی سے اطراف میں دیکھنے لگی تھی۔ وہ وہاں کیسے بے خودی چلی آئی تھی۔ جیسے سب اختیار سے باہر ہو اور کیا واقعی بہت کچھ اختیار سے باہر تھا؟ اس نے ہولے سے قدم اس آؤٹ ہاؤس کے اندر رکھے تھے اور اس تک کا سفر کرنے لگی تھی۔

کیا محبت واقعی اتنی قوی شے ہے؟

اسے دور سے کھڑے ہو کر اس نے بغور دیکھا تھا۔ شاید وہ غنید میں تھا' وہ دروازے پر کھڑی خاموشی سے اسے تکتی رہی تھی پھر واپس پلٹنے لگی تھی' جب ایک آواز نے اس کا تعاقب کیا تھا۔

''گلابو! اندر نہیں آؤ گی؟'' وہ چونک کر مڑی اور آہستگی سے آگے بڑھ آئی تھی۔

''اب کیسی طبیعت ہے؟'' اس نے مروتاً پوچھا۔

''ٹھیک نہیں ہوں' بالکل ٹھیک نہیں ہوں۔ میرے مسیحا سے کہو مجھے ٹھیک کر دے۔ میری بیماری کا حل ان

دوائیوں میں نہیں ہے۔‘‘ وہ بہت مدہم لہجے میں بولا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی کو چھوا تھا اور ہاتھ جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

’’اُف! تمہیں تو بہت تیز بخار ہے‘ تم نے دوائیں نہیں لیں؟‘‘ اس نے ہاتھ یک دم اس کی پیشانی سے ہٹانا چاہا تھا جواَب یلماز کمال کی گرفت میں آچکا تھا۔

’’بیٹھو میرے پاس‘ کیا کچھ دیر دیکھنے بھی نہیں دو گی؟ اتنی خوف زدہ کیوں ہو گلابو!‘‘

’’مجھ...... مجھے جانا ہے‘ میں اماں کو بتا کر نہیں آئی‘ میں دوبارہ آجاؤں گی۔‘‘ اس نے یونہی بات بنائی تھی۔ اسے خوف تھا اگر یہاں اسے کسی نے دیکھ لیا تو کوئی کہانی نہ بن جائے۔ سو وہ ہاتھ چھڑا کر فوراً بھاگی تھی۔ پھر وہ اماں سے اس کی خیریت کی بابت پوچھتی رہی تھی جب تک کہ وہ بھلا چنگا نہیں ہو گیا تھا۔

’’تم اس روز جب مجھے ملنے آئی تھیں تو جیسے میرے اردگرد کوئی نور کا ہالا سا پھیل گیا تھا۔ مجھے گمان ہوا تھا تم خواب میں ملنے آئی تھیں۔ کیا وہ واقعی کوئی خواب تھا یا تم سچ میں...... مجھے بس اتنا یاد ہے تم نے پیشانی پر ہاتھ رکھا تھا اور اس کی تاثیر میں نے اپنی روح تک میں محسوس کی تھی اور اس سے اگلے پل مجھے لگا تھا جیسے میں کبھی بیمار ہوا ہی نہیں تھا۔ محبت میں اتنی طاقت کیسے ہوتی ہے گلابو! کہ میں نے خود کو ایک پل میں توانا محسوس کیا تھا؟‘‘ وہ اس کی سمت تکتا کہہ رہا تھا اور وہ حیران سی اسے دیکھ رہی تھی۔ ’’کیا محبت واقعی کوئی بہت عجیب شے نہیں؟‘‘ یلماز کمال نے پوچھا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اور پلٹ آئی تھی مگر اندر کی بے چینی کچھ اور سوا ہو گئی تھی اور اس دن جب وہ نوٹ بک پر آڑی ترچھی لکیریں کھینچ رہی تھی‘ وہ بولا تھا۔

’’گلابو! میری طرف دیکھو یا نا دیکھو‘ کچھ کہو یا نہ کہو‘ میں تمہاری اس چپ کو بھی سن سکتا ہوں اور تمہاری آنکھوں میں یہ اپنے لیے رکی محبت دیکھ سکتا ہوں۔ میں ان تمام خرابیوں سے بھی واقف ہوں جو تمہاری آنکھیں میرے لیے بُن رہی ہیں پھر مجھ سے یہ بھاگ دوڑ کیوں......؟ تم مجھ سے خوف زدہ کیوں ہو گلابو! کیا تمہیں لگتا ہے کہ تمہیں محبت کسی غلط شخص سے ہوئی ہے یا غلط لمحے میں؟‘‘

’’مجھے تمہاری باتیں سمجھ نہیں آتیں یلماز کمال! میں نہیں جانتی یہ محبت ہے بھی یا نہیں‘ یا محبت ہو بھی سکتی ہے یا نہیں مگر میں اپنے خلاف نہیں جا سکتی۔ میرے لیے یہ ناممکن ہے۔ تم میری نظر سے چیزوں کو نہیں دیکھتے اگر دیکھتے تو مجھ سے یہ سوال نہ کرتے۔ میں لڑکی ہوں اور بہت سی ذمے داریاں میرے کمزور شانوں پر آن پڑتی ہے۔ میں کسی کی طاقت بن سکتی ہوں یا نہیں مگر میں اپنے خاندان کی کمزوری نہیں بن سکتی۔ میں وہ قدم نہیں اٹھا سکتی جس سے میرے خاندان کی عزت کی طرف کوئی انگلی اٹھے سو میں اس راہ سے بھی گزرنا نہیں چاہتی۔‘‘ وہ سر جھکا کر بولی۔

’’کیسی باتیں کر رہی ہو تم گلابو! تمہیں لگتا ہے محبت کوئی گناہ ہے؟‘‘

’’میرے لیے یہ گناہ ہی ہے۔‘‘ وہ صاف گوئی سے بولی۔

’’تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں...... تمہیں لگتا ہے میں کوئی فضول سا بندہ ہوں؟ اگر تم کسی بڑے خاندان سے ہو تو میرا بیک گراؤنڈ بھی معمول نہیں پھر یہ کیسی تفریق؟‘‘ وہ حیران سا اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

’’میں کوئی تفریق خاندانی پس منظر کو لے کر نہیں کر رہی یلماز کمال! تم اپنے خاندان کے بیٹے ہو اور میں اپنے خاندان کی بیٹی۔ تم بیٹی ہونے کے احساس کو نہیں سمجھ سکتے۔ ابھی محبت کی باتیں کرنا فضول ہے۔ میری عمران باتوں کے لیے نہیں اور تم بھی کوئی اتنے بڑے نہیں۔ میرے لیے محبت کا مفہوم ساتھ چلنا ہے‘ ساتھ جینا اور زندگی بسر کرنا ہے۔ یہ چھپ چھپ کر ملنا میرے نزدیک چوری اور بے ایمانی ہے۔ خود سے بھی اور اپنے خاندان سے بھی...... میں اس کی

مرتکب نہیں ہو سکتی۔ مجھے ابھی محبت نہیں کرنی تم نے ٹھیک کہا تھا‘ محبت اب نہیں ہو گی اور مجھے یقین نہیں کہ یہ تم سے ہو گی بھی یا نہیں...... یا پھر کسی اور سے...... مگر اتنا طے ہے کہ یہ محبت شادی کے ساتھ شروع ہو گی اور دن بہ دن اور بڑھے گی۔ کبھی کم نہیں ہو گی۔‘‘ گلابو نے کہا تھا اور وہ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

’’اُف گلابو! تم کیسی بوسیدہ باتیں کرتی ہو؟ سترہ کی نہیں ستر برس کی لگتی ہو اپنی اس سوچ سے......‘‘ وہ بہت حیرت سے کہہ رہا تھا اور وہ کتابیں سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اس روز وہ اپنی دوست نمرہ کے ساتھ کھڑی تھی جب فیقا آ گیا تھا۔

’’مجھے تم سے بات کرنا ہے گلابو!‘‘

’’بولو نا چاچا! کیا بات ہے؟‘‘ فیقا اگرچہ صرف ستائیس برس کا تھا مگر وہ اسے چاچا ہی کہتی تھی کیونکہ وہ ابا کو اپنا بڑا بھائی سمجھتا تھا اور مانتا تھا۔ اکثر گھر آتا جاتا تھا‘ ابا اسے بہت سی ذمے داریاں سونپ دیتے تھے۔ فصلوں کو منڈی لے جانے اور خرید و فروخت کرنے کی۔ فیقا نے نمرہ کے جانے کا انتظار کیا تھا اور پھر بولا تھا۔

’’گلابو! تو بہت سمجھ دار لڑکی ہے‘ تجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں مگر میں نے کچھ باتیں سنی ہیں‘ جن کی وجہ سے تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔‘‘ فیقے نے تمہید باندھی تھی‘ وہ چونکتے ہوئے فیقا کو دیکھنے لگی تھی۔

’’بولو چاچا!‘‘

’’گلابو! میں نے سنا ہے اور مجھے اچھا نہیں لگا‘ تُو میرے لیے میرے بڑے بھائی کی بیٹی ہے۔ سو میری بھتیجی ہے۔ اپنی بھتیجی کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں سن سکتا‘ وہ جو شہر سے لڑکا آیا ہے نا! تُو اس سے محتاط رہ...... وہ مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگتا‘ وہ گاؤں کے لڑکوں کو تیرے بارے میں غلط سلط بتا رہا تھا کہ تیرا کوئی چکر چل رہا ہے اور......!‘‘ فیقا نے اس سے آگے زبان روک لی تھی۔ وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ فیقا اس کے سر پر ہاتھ رکھتے بولا تھا۔

’’دیکھ گلابو! یہ عزت جو ہوتی ہے نا! بڑی نازک چیز ہوتی ہے۔ کتابیں میں نے بھی پڑھی ہیں اور کتابیں تُو بھی پڑھ رہی ہے۔ میں نے زیادہ نہیں پڑھا مگر مجھے زمانے کی پہچان تجھ سے زیادہ ہو گئی ہے۔ ایسے لوگوں سے میل جول نہ رکھ جو تیرے لیے نقصان کا باعث بنیں‘ بھائی جی کو تو جانتی ہے اور سلو کا مزاج بھی تھوڑا گرم ہے۔ یہ نا ہو بات ان کے کان تک بھی پہنچے اور وہ ہوش کھو بیٹھیں اور بات بڑھ جائے۔ ایسا نہیں کہ ہمیں تجھ پر کوئی شک ہے‘ تو بہت بھولی اور معصوم ہے اور زمانہ اتنا اچھا نہیں۔ تُو دل لگا کر پڑھ اور ٹھیک سے امتحان دے اور اچھے نمبروں سے پاس ہو جا۔ اگر کوئی بات ہو تو مجھے بتانا‘ میں کوشش کروں گا اپنے طور پر تجھے مدد دے سکوں۔‘‘ فیقا‘ چاچا ہونے کی ذمے داری نبھا رہا تھا‘ اس کے سر پر ہاتھ رکھے کھڑا وہ بہت ذمے دار لگا تھا۔ پارسا چوہدری کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

’’فیقا چاچا! وہ غلط کہہ رہا ہے۔ آپ تو مجھے جانتے ہیں نا! میں ابا اور خاندان کی عزت کی پاسداری ہمیشہ کروں گی۔ میں کچھ غلط نہیں کر رہی۔‘‘

’’کہا نا یقین ہے گلابو! اب آنسو کیوں بہا رہی ہے؟ کہا نا میں کوئی بات بھائی جی یا سلو کے کانوں تک پہنچنے نہیں دوں گا۔ میں اس لڑکے سے خود بات کروں گا‘ تُو بس محتاط رہ۔‘‘ فیقا نے اسے سمجھایا تھا۔ وہ کھوئے کھوئے انداز میں گھر آ گئی تھی۔

کیا یہ محبت تھی...... محبت ایسی ہوتی ہے؟ وہ اس کے سامنے جا رکی تھی اور اسے ساکت نظروں سے تکنے لگی تھی۔

’’کیا ہوا گلابو! تُو مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہے؟‘‘ یلماز کمال نے کہا تھا۔

’’تم گاؤں کے لڑکوں سے کیا ذکر کر رہے ہو۔ میرا تمہارا چکر چل رہا ہے؟ کیا بکواس ہے یہ...... تم اتنی گھٹیا باتیں

کیسے کرسکتے ہو؟ بولو......!'' وہ بھرپور اعتماد سے اس کے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھی اور وہ دنگ رہ گیا تھا۔

''تمہیں کیسے پتا چلا؟ آئی مین تمہیں کس نے بتایا؟'' یلماز کمال نے پوچھا تھا۔

''مجھے فیقا نے بتایا' وہ ابا کی عزت بڑے بھائی جیسے کرتے ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا تم اس طرح کی حرکتیں کرو گے اور فیقا چاچا مجھے اس طرح خبردار کریں گے۔ تم ٹھیک انسان نہیں ہو مجھے تم سے محتاط اور دور رہنے کی ضرورت ہے۔ میں ابا سے کہہ دوں گی کہ مجھے تم سے ٹیوشن نہیں لینی۔'' کہتے ہی وہ پلٹی تو وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا تھا۔

''گلابو سنو! یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تم کسی اور پر اعتبار کیسے کرسکتی ہو تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟'' وہ اس کے پیچھے آیا تھا۔

''مجھے تو وہ فیقا ٹھیک آدمی نہیں لگتا' تم نے دیکھا نہیں کتنا عجیب ہے وہ...... بارہ جماعتیں پڑھ کر وہ خود کو سقراط سمجھتا ہے' اگر اتنا ہی عالم فاضل ہے تو کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتا یہاں تمہارے ابا کی جی حضوری کررہا ہے۔ جانتی ہو کیوں؟'' یلماز کمال نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ ''صرف اس لیے کہ اس کی نظر تمہارے خاندان کی جائیداد پر ہے۔ تم مجھ پر شک کررہی ہو؟ تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے متعلق کسی سے کوئی غلط بات کرسکتا ہوں؟ میں تم سے محبت کرتا ہوں گلابو! تم نے کیسے سوچا کہ میں تمہارے خلاف جاسکتا ہوں اور گاؤں کے ان پرلے درجے کے فضول لڑکوں سے تمہارا ذکر بھی کرسکتا ہوں؟ میرا ان لڑکوں سے کیا لینا دینا...... وہ میری کلاس' میرے اسٹیٹس کے پاسنگ بھی نہیں۔ تمہیں لگتا ہے میں ان کے ساتھ کوئی میل ملاپ رکھتا ہوں گا جن سے میرا اسٹیٹس بھی میل نہیں کھاتا؟'' وہ بہت غصے میں کہہ رہا تھا۔ گلابو اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

حقیقت کیا تھی۔ وہ جو کہہ رہا تھا یا پھر وہ جو فیقے نے بتائی تھی؟

''گلابو! تم انجان ہو بھولی ہو۔ کوئی اگر تمہارے کان بھرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں تم اس کی سن بھی لو۔ کون دشمن ہے اور کون دوست' تمہیں اس کے بارے میں پتا ہونا چاہیے۔ مجھے تم سے محبت ہے اور محبت کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمہاری عزت کو مٹی میں ملادوں۔ مجھے تمہاری عزت کا پورا پاس ہے' محبت غلط روش پر چلنے پر مائل نہیں کرتی۔ تم نے کیسے سوچا کہ میں تمہارے خلاف یا تمہاری عزت کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤں گا؟ میں پڑھا لکھا ہوں' آزاد خیال ہوں مگر اس کا مطلب یہ نہیں میں غلط روش پر چلنے کا قائل ہوں۔ میری بھی فیملی ہے' میں سمجھتا ہوں عزت کے معنی...... تم اس فیقے سے محتاط رہنا۔ میں تمہارے ابا سے خود بات کروں گا' اسے کام پر رکھنا اور اس کا حویلی میں آتے جاتے رہنا مناسب نہیں۔ وہ ٹھیک آدمی نہیں ہے۔'' یلماز کمال بولا تھا اور وہ ساکت سی تکنے لگی تھی۔ سچ اور جھوٹ کا پتا لگانا بہت مشکل تھا مگر یہ ہوا تھا کہ گلابو اس کے بعد محتاط ہوگئی تھی۔ محبت کی جو ایک لہر آئی تھی تو اب وہ عقل کے ساتھ کہیں دب گئی تھی۔ وہ محبت کو اتنا حاوی ہونے دینا نہیں چاہتی تھی کہ عزت پر کوئی حرف آئے۔ تبھی اس نے فیقے پر نظر رکھنا شروع کردی تھی۔ جب وہ گھر میں آتا تھا' وہ اسے بغور دیکھتی تھی۔ کیا وہ واقعی مشکوک تھا یا واقعی کوئی سازش کا جال بن رہا تھا؟ یا پھر یلماز کمال غلط تھا؟ اس کا ذہن اتنا بڑا نہیں تھا کہ وہ سازشوں کی اتنی پہچان رکھتی یا اسے احساس ہو پاتا کہ کون غلط ہے اور کون صحیح...... مگر جانے کیوں لگتا تھا کچھ غلط ہونے والا ہے۔

......☆☆☆......

اس رات وہ نیند سے بُری طرح چیختی ہوئی جاگی تھی۔ آج سے پہلے اس نے اتنا بُرا خواب نہیں دیکھا تھا۔ اماں بھاگتی ہوئی اس کے کمرے میں آگئی تھیں۔

''کیا ہوا' کوئی بُرا خواب دیکھ لیا؟'' اماں نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ وہ ساکت سی اماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''اماں! بہت بُرا خواب دیکھا۔ آج سے پہلے پہلے کبھی اتنا بُرا خواب نہیں دیکھا۔'' اماں نے اسے پانی پلایا تھا اور

سدرہ شاہین

السلام علیکم! آنچل کے پیارے سویٹ اینڈ کیوٹ قارئین اور آنچل کو محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ ماںبدولت کو سدرہ شاہین کہتے ہیں۔ میرا تعلق پنجاب کے شہر خانیوال سے ہے لیکن رہائش پیرووال کی ہے۔ میں 20 جون 1995 کو بغیر کسی سفارش کے اس دنیا میں تشریف لائی۔ میرا اسٹار (Gemini) ہے ہم تین بہن بھائی ہیں۔ سب سے بڑی آپی کا نام مسکان چوہدری ہے وہ I.U.B سے ریگولر انگلش میں ماسٹرز کررہی ہے۔ ان سے چھوٹی میں ہوں۔ میں فرسٹ ایئر میں ہوں اور سب سے چھوٹا بھائی جو آٹھویں کے پیپرز دے کر فارغ ہے اور رزلٹ کا انتظار کررہا ہے۔ مجھے شاعری کا بے حد جنون ہے۔ فیورٹ شاعروں میں وصی شاہ' احمد فراز' پروین شاکر اور محسن صاحب ہیں۔ فیورٹ کلر بلیک اینڈ ریڈ لباس میں شلوار قمیص پسند ہے مجھے مغرور لوگ بہت برے لگتے ہیں۔ مجھے جیولری میں انگوٹھی اور چوڑیاں بے حد پسند ہیں۔ فیورٹ سنگر میں اکرم راہی بہت پسند ہے کیونکہ مجھے سیڈ گانے پسند ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے سنگرز کے گانے سن لیتی ہوں۔ مثلاً عاطف اسلم' راحت فتح علی خان وغیرہ۔ فیورٹ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' سعدیہ امل کاشف اور سمیرا شریف پسند ہیں۔ کھانے کے معاملے میں' میں کمزور ہوں کوئی خاص پسند نہیں۔ میری سب سے اچھی دوست سعدیہ بشیر ہے۔ وہ بہت اچھی ہے مجھے بہت برداشت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ میری اور بھی بہت سی فرینڈز ہیں جن میں شہناز شکیل' اقرأ حنیف' کرن شہزادی' عابدہ پروین' مسرت شاہین' رفعت آرا اور شمائلہ پروین ہیں۔ میں بہت حساس اور نرم دل کی مالک ہوں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت رونا آجاتا ہے۔ کسی کو روٹھا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ اگر کوئی مجھ سے ناراض ہوجائے تو جلد منالیتی ہوں۔ میری اک خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر کا حج کرنے کی سعادت نصیب فرمائے آمین۔

لوگ کہتے ہیں کہ مجھے غصہ بہت آتا ہے لیکن کیا کروں مجھ سے ایسی ویسی بات برداشت نہیں ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ اب مجھے اجازت لینی چاہیے کیونکہ آپ لوگوں نے مجھے بہت برداشت کیا۔ اللہ حافظ

پھر ساتھ لگا کر تھپکا۔

''میں یہیں ہوں تیرے پاس...... تُو فکر نہ کر۔ چل سونے کی کوشش کر...... کچھ نہیں ہوتا۔ ہوجاتا ہے ایسے...... مگر ہر خواب اپنی تعبیر نہیں رکھتا۔ صبح جب اٹھے گی تو وہ خواب تجھے یاد بھی نہیں ہوگا۔'' اماں نے اسے ساتھ لگا کر پیار سے تھپکتے ہوئے کہا تھا' وہ ابھی تک خوف زدہ تھی۔

''اماں میں نے دیکھا کوئی بہت بڑا اژدھا اپنا منہ کھولے مجھے نگلنے کو تیار ہے' میں بہت اونچی جگہ پر بیٹھی ہوں مگر اچانک پاؤں پھسلا اور میں گرتی چلی گئی تھی' میں شاید اس اژدھے کے منہ میں چلی جاتی مگر میری آنکھ کھل گئی۔'' اس کی آواز خوف سے کانپ رہی تھی۔

''کچھ نہیں ہوگا' میں ہوں نا! تیرے ابا بھی ہیں' ہم کسی کو تجھے نقصان پہنچانے نہیں دیں گے۔'' اماں اسے پیار سے سمجھا رہی تھیں۔

وہ رات گزر گئی۔ صبح اتنی خوف ناک نہ تھی مگر اب اس کا دل پتے کے سرکنے پر بھی ڈرنے لگا تھا۔

''کیا ہوا گلابو! تمہارا رنگ اتنا زرد کیوں پڑ گیا ہے اور تم مجھ سے ٹیوشن بھی نہیں لے رہیں آج کل...... کمرہ بند کرکے کیوں بیٹھی رہتی ہو؟'' یلماز نے پوچھا تھا۔ اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''میں اسٹڈی پر کونسنٹریٹ کررہی ہوں یلماز! مجھے ڈسٹرب مت کرو۔'' وہ کہہ کر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

محبت اتنے خوف کیسے اپنے ساتھ لاسکتی ہے...... کیا محبت ایسی ہوتی ہے......؟ ڈری سہمی اور خوف میں دبکی ہوئی!

بھلا محبت ایسی کیسے ہوسکتی ہے؟ وہ کتنی بار خود سے پوچھ چکی تھی۔

اس شام وہ مٹھائی کے ڈبے کے ساتھ آ گیا تھا۔ سب کو کھلانے کے بعد وہ اس کی طرف آیا اور اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم مجھ سے ناراض ہونا گلابو! میں جانتا ہوں تم بہت خفا ہو اور بدگمان بھی...... مگر اس سے تمہارے لیے میری محبت ختم نہیں ہوتی۔ ایک دن اسی حویلی میں دلہا بن کر آؤں گا اور تمہیں ڈولی میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور تمہیں تب یقین آئے گا کہ میری محبت جھوٹی نہیں تھی نا میں کوئی غلط آدمی ہوں۔ اگر تم شادی کے بعد کی محبت پر یقین رکھتی ہو تو میں وہ ایک ہونا چاہوں گا جس کے ساتھ تم اپنی زندگی گزارو اور وہ محبت دن بدن بڑھے۔ کیا تم مجھے یہ موقع دوگی کہ وہ "ایک" بن سکوں؟" وہ اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ وہ ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی جب اس نے گلاب جامن اس کے منہ میں ڈال دیا تھا۔

"یہ کس لیے؟" وہ چونکی۔

"میرا ایڈمیشن باہر کی ایک یونیورسٹی میں ہوگیا ہے۔ پانچ سال بعد اپنی اسٹڈی کمپلیٹ کر کے لوٹوں گا تو سب سے پہلے تمہاری طرف آؤں گا اور تب تمہارے ابا اور سلو بھائی سے تمہارا ہاتھ مانگوں گا۔" وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں گلابو نے بغور دیکھا تھا جہاں اسے صرف محبت دکھائی دی تھی۔ وہ کتنی دیر اسے جانچنے والی نظروں سے دیکھتی رہی تھی اور وہ مسکرا دیا تھا۔

"کیا اب بھی شک کرو گی گلابو!" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا کہہ رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی اسے کیا کہنا چاہیے۔ وہ کچھ کہے بنا سر جھکا گئی تھی اور تبھی وہ بولا تھا۔

"تمہارے دل میں اتنے وہم ہیں تو کیا ابھی گھر والوں کو بھیج کر تمہارا ہاتھ مانگ لوں؟" اس کے کہنے پر اس نے چونک کر دیکھا تھا۔ "ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ منگنی یا نکاح؟" وہ یک دم نگاہ جھکانے پر مجبور ہوگئی تھی۔ یہ کیسی باتیں کر رہا تھا وہ۔ کس طرح مسکرا رہا تھا۔ پہلی بار اسے بے حد شرم محسوس ہوئی تھی۔ "ایسے شرماؤ گی تو مجھے جواب کیسے دو گی گلابو! چلو جلدی سے بتاؤ۔ آگے کیا کرنا ہے؟ میرے جانے میں زیادہ دن نہیں ہیں مگر جانے سے پہلے تمہیں اپنے ساتھ باندھ کر جانا چاہتا ہوں۔" وہ اس کی چھوٹی سی ناک دبا کر بولا تھا اور وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ زندگی ایسے پل بھی لے کر آتی ہے......؟ اس کا یقین کرتی یا فیقے کی باتوں کا......؟ اس پل اسے دنیا کی کوئی اور سچائی یاد نہیں رہی تھی اور باقی تمام سچائیاں ہیچ لگی تھیں۔ یلماز کمال کے لفظوں میں بہت سچائی محسوس ہوئی تھی۔ "مسکراؤ اب تمہاری ایک مسکراہٹ دیکھنے کے لیے میں اپنی تمام سانسیں رہن رکھ سکتا ہوں۔" یلماز کمال بولا اور اس نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ بے ساختگی میں کیا گیا عمل بعد ازاں اسے شرمندہ کر گیا تھا جب یلماز نے وہی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ "گلابو! تم میرے لیے بہت قیمتی ہو۔ بہت، بہت زیادہ اور تمہیں کھونے کے بارے میں، میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں آج ہی ممی ڈیڈی سے بات کروں گا۔" وہ بہت یقین سے کہہ رہا تھا اور گلابو کو یقین کرنا پڑا تھا۔

اس دن دل سے ایک بوجھ سرک گیا تھا۔ اس نے فیقے کی باتوں کو دوبارہ نہیں سوچا تھا۔ دل خوش تھا اور مطمئن بھی اور جب دل اعتبار کر رہا تھا تو وہ کیوں کر اعتبار نہ کرتی......؟ اس شام وہ بہت خوش تھی اور مسکرا رہی تھی۔ اسی شام نمرہ اپنی بہن کی شادی کا دعوت نامہ دینے آئی تھی اور اس سے شرکت کرنے کی تاکید بھی کی تھی۔ اس نے وعدہ کر لیا تھا۔ جس دن وہ نمرہ کی بہن کی مایوں میں جانے کے لیے تیار کھڑی تھی تبھی یلماز کمال نے ایک رقعہ لکھ کر ملازمہ کے ہاتھ بھیجا تھا۔

"تمہیں یاد ہے آج کیا دن ہے؟ مجھے باہر ملو۔" یہ کیا پیغام تھا وہ حیران ہوگئی تھی مگر اسے چونکہ یلماز پر اس کی محبت پر

اعتبار تھا سو باہر آ گئی تھی۔ حویلی کی پچھلی طرف وہ گاڑی لیے کھڑا تھا۔ اسے ہاتھ سے پکڑ کر فرنٹ سیٹ پر بٹھا لیا تھا۔

"یہ کیا ہے یلماز! یہ گاڑی کس کی ہے اور مجھے یہاں کیوں بلایا؟" وہ بیٹھتے ہی پوچھنے لگی تھی۔

"سانس تو لو گلابو! دراصل مجھے تمہیں دیکھنے کا دل چاہ رہا تھا اور وہاں حویلی میں تو لگی بندھی روٹین ہے۔ تمہیں پڑھاتا ہوں تو چہرہ تک دیکھ نہیں پاتا کیونکہ تم پورا ٹائم اپنی کتاب یا نوٹ بک پر جھکی رہتی ہو۔" گلابو نے اس کے بازو پر ہاتھ کا ایک مکا بنا کر مارا تھا، وہ مسکرا دیا تھا۔

"محبت ایسی ہوتی ہے، مجھے یقین نہیں تھا۔ عجیب حال کر دیا ہے اور تم صورت بھی نہیں دکھاتیں۔ میں جب چلا جاؤں گا تو پھر تمہیں پتا چلے گا۔ جب دن گن گن کر میرا انتظار کرو گی اور راہ دیکھو گی اور میں وہاں سے ایک گوری میم لے کر آ جاؤں گا۔" وہ چھیڑ رہا تھا، گلابو نے اسے گھورا تھا۔

"پروا نہیں، لے آؤ گوری میم!" وہ شانے اچکا کر بولی۔

"مذاق کر رہا تھا یار! تمہارے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبا ہوا ہوں، تمہیں لگتا ہے اب کسی اور کے بارے میں سوچ بھی سکتا ہوں؟" وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"وہ پرچی پر کیا لکھا تھا تم نے...... آج کیا دن ہے؟" وہ پوچھنے لگی۔

"آج میرا برتھ ڈے ہے گلابو!" وہ اطمینان سے بولا۔

"تمہارا برتھ ڈے! اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں...... ہیپی برتھ ڈے۔ مینی مینی ہیپی ریٹرنز!" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"ایسے نہیں گلابو! میری برتھ ڈے ہمارے فارم ہاؤس پر ہے اور میں تمہیں وہیں لے جانے آیا ہوں۔ میرے سارے دوست موجود ہیں اور ممی ڈیڈی بھی آنے کا کہہ رہے تھے۔ میں تمہیں ان سے ملوانا چاہتا ہوں۔ وہ فارم ہاؤس یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ میں تمہیں کچھ دیر بعد واپس چھوڑ جاؤں گا۔" یلماز کمال بولا۔ وہ الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگی تھی۔

"مگر یلماز میں نے گھر میں نہیں بتایا، میں نمرہ کی آپا کی مایوں کی تقریب میں شرکت کے لیے نکلی تھی۔ گھر میں سب کو یہی پتا ہے کہ میں وہاں گئی ہوں۔ مجھے جھوٹ بولنا نہیں اچھا لگتا۔ یہ ٹھیک نہیں ہے، میں اماں کو بتا کر آتی ہوں۔" وہ گاڑی سے اترنے لگی۔

"نہیں گلابو! بہت دیر ہو جائے گی۔ میں اماں کو فون کر کے بتا دوں گا کہ میرے ساتھ ہو اور میں تمہیں کسی مقصد سے لے کر جا رہا ہوں۔ وہ برا نہیں مانیں گے۔" وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ "ایسے کیا دیکھ رہی ہو گلابو! مجھ پر اعتبار نہیں؟" یلماز بولا اور وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"ایسی بات نہیں یلماز! اچھا ٹھیک ہے مگر زیادہ دیر مت کرنا، واپسی میں مجھے نمرہ کی طرف ڈراپ کر دینا۔" وہ آمادہ ہوگئی تھی۔ یلماز مسکرا دیا تھا۔ گلابو نے گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا اور سیٹ بیلٹ باندھا تھا۔ یلماز نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے بغور دیکھا تھا۔

"تمہیں مجھ سے بہت محبت ہے نا گلابو!" وہ پوچھنے لگا تھا۔

"ایسے کیوں پوچھ رہے ہو؟" وہ جھینپ کر بولی۔

"تمہارے چہرے پر بہت گلال ہے۔ یہ چمک، یہ رونق محبت سے ہی ہوسکتی ہے۔ میری محبت تمہارے چہرے پر ہے گلابو! تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔ ممی ڈیڈی تمہیں دیکھتے ہی پسند کر لیں گے، مجھے یقین ہے انہیں اپنی بہو بہت پسند

آئے گی۔'' یلماز نے کہا اور وہ شرماتے ہوئے چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔ چہرے پر بہت خوب صورت مسکراہٹ تھی۔
کتنی خوشی دیتی ہے محبت!

اس برتھ ڈے پارٹی میں سب سے مل کر وہ یلماز کی سچائی کی اور بھی قائل ہوگئی تھی۔ اس کے ممی ڈیڈی بہت پیار سے ملے تھے' اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا' اس تقریب میں اس کی اہمیت تھی کیونکہ وہ یلماز کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی' کیک کٹتے ہی اس نے کہا تھا۔

''یلماز! تقریب تو شاید دیر تک چلے' پلیز! مجھے ڈراپ کروادو۔ وقت زیادہ ہورہا ہے' اماں پریشان ہورہی ہوں گی اور نمرہ کی بہن کی مایوں......!''

''ششش!'' یلماز نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی تھی۔ ''آج کوئی فکر نہیں' کوئی پریشانی نہیں۔ بے فکر ہوجاؤ' تم میرے ساتھ ہو اپنی سسرال میں...... آج کے دن تو دل کو اطمینان سے رہنے دو اور دماغ کو بریک دے دو۔ میں ہوں نا! تمہیں گھر پہنچادوں گا۔'' وہ اسے بے فکر رکھنے کو مسکرایا تھا۔

''تم نے اماں کو فون کر کے نہیں بتایا؟'' وہ چونکی تھی۔

''اوہ گاڈ! مجھے دھیان نہیں رہا' یہاں آتے ہی بزی ہوگیا تھا' اچھا میں فون کر کے مطلع کرتا ہوں۔'' اس نے کہہ کر فون ملایا تھا۔ ''اوہ! نمبر انگیجڈ ہے شاید وہ لوگ سلو بھائی سے امریکا میں بات کر رہے ہیں۔ اچھا میں تھوڑی دیر بعد فون کر کے بتادیتا ہوں' تم فکر مت کرو۔'' یلماز کمال نے کہا تھا۔

''آؤ تمہیں ایک جگہ دکھاؤں' میں اکثر جب یہاں آتا ہوں تو وہاں سے کھڑے ہو کر اطراف کو دیکھتا ہوں' بہت دلکش دکھائی دیتا ہے سب...... میں چاہتا ہوں تم سب وہ میری نظروں سے دیکھو۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا۔ وہ اس کے ساتھ کھنچی چلی گئی تھی۔

''یلماز...... سنو تو......!'' وہ دیر ہونے پر پریشان ہورہی تھی' بار بار گھڑی دیکھ رہی تھی' اسی بے دھیانی میں وہ اس ستون سے ٹکرائی تھی۔ سر پر شدید ضرب کے احساس نے ایک لمحے میں آنکھوں کے سامنے تارے جگمگا دیئے تھے۔ شدید درد کا احساس ہوا تھا اور اس سے آگے اسے کچھ یاد رہا تھا نا ہوش!

آنکھ کھلی تو جانے کتنے پہر بیت چکے تھے۔ کھڑکی سے روشنی چھن کر آرہی تھی۔ اس نے یک دم اٹھ کر اطراف کو دیکھا تھا۔ وہ کمرے میں تنہا تھی۔

''اوہ خدایا! پوری رات گزر گئی تھی؟'' وہ دنگ رہ گئی تھی۔ اپنی پیشانی پر لگی چوٹ پر اب بھی شدید درد محسوس ہورہا تھا جہاں شاید یلماز نے کوئی پٹی باندھ دی تھی۔ ''یلماز......!'' اس نے الجھ کر پکارا تھا۔ تبھی دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ گلابو نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا' وہاں فیقا کھڑا تھا۔

''تم......!'' وہ چونکی تھی۔

''تمہیں کہا تھا گلابو محتاط رہنا' تم نے سنا نہیں نا!'' وہ شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ الجھ گئی تھی۔

''تم......! تم یہاں کیسے؟ اور یلماز کہاں ہے؟ میں تو اس کے ساتھ اس کی برتھ ڈے پارٹی میں شرکت کے لیے گئی تھی اور......!'' فیقا پر افسوس نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا پھر بولا۔

''تمہیں بتایا تھا گلابو! وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔ وہ تمہیں ایک غلط جگہ لے گیا تھا' وہ پارٹی اس کی برتھ ڈے پارٹی نہیں تھی۔ وہ اس کی معمول کی ایک پارٹی تھی۔ جس میں اس کے ممی ڈیڈی نے شرکت نہیں کی تھی۔ وہ کوئی اور تھے جنہیں اس نے تم سے ملوایا۔ میں زیادہ تو نہیں جانتا مگر مجھے خبر دیر سے ہوئی۔ میں وہاں تب پہنچا جب کچھ دیر ہوچکی تھی مگر میں تمہیں

اس وقت گھر واپس لے کر نہیں جاسکتا تھا۔ اس لڑکے کا مزاج ایسا ہی ہے۔ وہ ایسی پارٹیاں ارینج کرنے کا عادی ہے۔ اسے نت نئی لڑکیوں کا شوق ہے۔ ایک بگڑا ہوا لڑکا ہے وہ...... اور تمہیں اس نے اپنے جال میں بہت خوبی سے پھانسا...... میں بھائی جی سے نگاہ ملانے کے قابل نہیں ہوں۔ انہیں بھائی کہتا تھا میں' میں تمہیں بچا کر نہیں رکھ سکا۔ اگر مجھے اس فارم ہاؤس پر پہنچنے میں دیر نہ ہوگئی ہوتی تو......''

''اوہ خدا یہ کیا ہوگیا تھا؟'' اس کی آنکھیں دھندلانے لگی تھیں۔ ''میں ابا سے ملنا چاہتی ہوں' مجھے گھر جانا ہے۔'' وہ بھرائی آواز میں بولی تھی۔

''وہاں جو لوگ تھے وہ کہاں گئے' جب آپ وہاں پہنچے تھے تو وہاں کون تھا؟'' وہ پوچھنے لگی تھی۔

''وہاں کوئی نہیں تھا گلابو! اس فارم ہاؤس پر تو اکیلی تھی اور بے ہوش پڑی ہوئی تھی تب میں تجھے گاڑی میں ڈال کر یہاں لے آیا تھا۔ اس وقت اگر تجھے حویلی لے جاتا تو کہرام مچ جاتا۔ چل میں سب سے کہہ دوں گا کہ تو نمرہ کے گھر رک گئی تھی تبھی میں چھوڑنے آ گیا۔'' فیقا ابا کا وفادار تھا' وہ ابا کو اپنا بڑا بھائی کہتا تھا اور سمجھتا بھی تھا۔ آج اس نے اس کی عزت کا مان رکھا تھا۔ وہ حیران تھی' یہ زخم صرف پیشانی پر نہیں اس کی روح پر لگا تھا۔ وہ فیقا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی۔ جب وہ حویلی کے لیے نکلی تھی تو آنسو آنکھوں سے بہتے جارہے تھے۔ کس کس بات کا ملال کرتی وہ...... کتنا بڑا دھوکا کھایا تھا اس نے...... محبت اتنی دھوکے باز بھی ہوسکتی تھی...... اس نے کیسے اسے شیشے میں اتارا تھا' کیسے خواب دکھائے تھے۔ کیسے یقین دلایا تھا اور اس نے اعتبار کرلیا تھا۔ کیسی میٹھی چھری سے مارا تھا اس نے اسے......

محبت ایسی کیسے ہوسکتی تھی؟

وہ کہیں بھاگ چکا تھا' اسے خواب دکھا کر اور اس کے نام اندھیرے لکھ کر...... اسے راہوں میں تنہا چھوڑ کر...... یہ محبت تھی؟ وہ وعدے' وفا نہیں ہوئے تھے۔ وہ سارے عہد ادھورے رہ گئے تھے۔ موسم کی طرح بدل گیا تھا۔ کیا وہ خواب تھا...... اور وہ ایسی بے وقوف کیسے ہوسکتی تھی؟

اگر وہ اس پر ہنس رہا ہوگا تو وہ اسی لائق تھی۔ جس طرح اس نے آنکھیں بند کر کے اس پر اعتبار کیا تھا' اس کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔ وہ گھر جا کر بتائے گی تو کون اس کا یقین کرے گا...... اگر کر بھی لیں گے تو کیا انہیں دھچکا نہیں لگے گا؟

کتنا اعتبار کیا تھا سب نے اس پر...... اس نے تو سب کو دھوکا دیا تھا۔ سلو بھائی کے دوست کا بھائی تھا وہ...... اس نے تو سلو بھائی کو بھی دھوکا دیا تھا' اماں کتنا پیار کرتی تھیں اسے' کتنا خیال رکھتی تھیں اس کا۔ اس نے کیسا صلہ دیا تھا سب کو ان کی محبت کا...... اس نے تو کسی کا کوئی خیال نہیں کیا۔ رات کی تاریکی میں منہ چھپا کر کہیں بھاگ گیا اور......

فیقے نے گاڑی حویلی کے سامنے روکی تھی جہاں وہ اسے ابا کے ساتھ کھڑا دکھائی دیا تھا۔ وہ دنگ رہ گئی تھی اور فیقے کی طرف دیکھا تھا' فیقا بھی اسے وہاں دیکھ کر حیران تھا۔

''مجھے لگتا ہے یہ بہت بڑا کھیل کھیل رہا ہے گلابو! تجھے محتاط رہنا ہوگا۔ اگر یہ یہاں موجود ہے تو اس کا مطلب ہے یہ کوئی بڑا پلان اپنے دماغ میں رکھتا ہے اور اس پر عمل کر رہا ہے۔ تُو فکر مت کر' میں دیکھتا ہوں۔ بھائی جی ضرور میری بات پر یقین کریں گے۔''

''چاچا! مجھے ابا کے ارادے اچھے نہیں لگ رہے' وہ بہت غصے میں دکھائی دے رہے ہیں۔ آپ پہلے مجھے گاڑی سے اترنے دیں' میں ابا کو اس لڑکے کا اصل چہرہ دکھاؤں گی' انہیں مجھ پر اعتبار کرنا ہوگا۔'' وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر نکلی تھی مگر فیقے کو ابا کے آدمیوں نے گھیرے میں لے لیا تھا اور اسے مارنے لگے تھے۔

''ابا! کیا کر رہے ہو' چاچا کو کیوں مار رہے ہو؟ اس نے آپ کی بیٹی کو بچایا ہے اس درندے سے...... آپ کو کوئی خیال نہیں...... وہ آپ کا محسن ہے۔ ابا! فیقا چاچا کی بات تو سنو' وہ مجھے وہاں سے لے کر آئے ہیں جہاں یہ مجھے چھوڑ آیا تھا۔ ابا میری بات تو سنو!'' وہ چیخ رہی تھی۔ حلق سے آواز پتا نہیں نکل رہی تھی کہ نہیں۔ ابا کے بندے فیقے کو پیٹ رہے تھے' فیقا چیخ رہا تھا' درد سے کراہ رہا تھا' مگر کوئی سن نہیں رہا تھا اس کی۔ گلابو نے نگاہ اٹھا کر سامنے کھڑے یلماز کمال کو دیکھا تھا جو اس کی سمت اطمینان سے دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

''میں تمہیں دلہن بنا کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا گلابو! مگر تم تو فیقے کے ساتھ...... اوہ! مجھے تو سوچ کر ہی شرم آرہی ہے' تم اتنی گری ہوئی حرکت کیسے کرسکتی ہو؟'' اسے ملامت کررہا تھا' وہ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ یہ شخص کتنے چہرے رکھتا تھا۔

''اماں! میرا یقین کرو' مجھے یہ لے کر گیا تھا' اس کی برتھ ڈے پارٹی تھی' اس نے کہا تھا یہ آپ کو فون کرکے بتادے گا اور......''

''مگر یہ تو کہیں نہیں گیا گلابو! یہ تو یہیں تھا آؤٹ ہاؤس میں...... صبح اسے میں نے خود جا کر جگایا تھا اور تجھے تلاش کرنے کو کہا تھا۔ نمرہ کی بہن کی تقریب سے کہاں غائب ہوگئی تھی تُو؟'' اماں نے کہا تھا اور اس کی عقل دنگ رہ گئی تھی۔ کوئی اتنا بڑا جال کیسے بُن سکتا تھا؟ اتنا بڑا کھیل کیسے کھیل سکتا تھا؟ وہ حیران تھی' بہت حیران!

''اماں پلیز! میرا یقین کرو' یہ لڑکا اچھا انسان نہیں ہے' فیقا چاچا نے بچایا مجھے' وہ وہاں سے لے کر آئے مجھے' وہ محسن ہیں اس خاندان کے...... انہیں بچاؤ پلیز! ابا اسے جان سے ماردیں گے۔'' وہ چیخ رہی تھی' رو رہی تھی۔ کوئی اس کی سُن کیوں نہیں رہا تھا۔

''جان سے تو وہ تجھے بھی ماردیں گے گلابو! کتنا گرا ہوا کام کیا تُو نے...... اس نیچ کے ساتھ چلی گئی؟ بے اوقات کے ساتھ...... تجھے کوئی اور نہ ملا؟ اس فیقا کی کیا اوقات ہے؟ تیرے ابا نے اسے بھائی سمجھا اور اس نے پیٹھ میں چھرا گھونپا! یہ ہوتی ہے رشتے داری...... یہ ہوتی ہے انسانیت...... کیسا گرا ہوا کام کیا اس نے' بھتیجی لگتی تھی تُو اس کی رشتے میں...... اسے شرم بھی نہ آئی؟ وہ تو اچھا ہوا یلماز نے پتا کرکے ڈھونڈ نکالا اسے ورنہ یہ تو تجھے لے کر نکل جاتا۔'' یہ اماں ابا کو کیا داستان سنائی گئی تھی؟ فیقے نے ٹھیک کہا تھا' اسے محتاط رہنا چاہیے تھا۔ اس کے لیے بہت بڑی سازش بنی گئی تھی اور وہ اس میں پھنستی چلی گئی تھی۔ اماں کے ساتھ وہ کھڑا اطمینان سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جو اس سب کا باعث تھا وہ اس گھر میں کھڑا تھا۔ اس نے اسے سب کی نظروں میں گرادیا تھا مگر خود سر اٹھائے اس کے پیاروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ سب اس کی سن رہے تھے' اس کی مان رہے تھے اور کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ وہ ابا کے قدموں میں لپٹی چیخ رہی تھی۔

''ابا پلیز! فیقا چاچا کو مت مارو' انہوں نے کچھ نہیں کیا' انہوں نے مجھے بچایا ہے' میری عزت بچائی ہے۔ انہوں نے بھائی ہونے کا فرض نبھایا ہے' آپ ان کے ساتھ ایسا کیسے کرسکتے ہیں؟ پلیز فیقے کو چھوڑ دیں۔ ایک رشتے کو داغدار مت کریں۔ ابا! خدا کے لیے فیقے کو چھوڑ دو' اس نے میری عزت بچائی' اس نے مجھے بچایا۔ اس نے آپ کی بیٹی کو بچایا۔'' کتنی دیر وہ چیختی رہی تھی مگر کوئی نہیں سن رہا تھا اس کی اور وہ روتے روتے چیختے ہوئے بے حال ہوکر گرگئی تھی۔ فیقے کے ساتھ ابا کے آدمیوں نے کیا کیا تھا' وہ جان نہیں پائی تھی۔ اس کی کسی نے نہیں سنی تھی۔ نا اماں نے' نا ابا نے۔

''تم نے اس گھر کی عزت کو مٹی میں ملادیا گلابو! تمہیں گولی ماردینے کو دل کرتا ہے۔ تم نے نہ اپنی عزت کا مان رکھا نا اس خاندان کی۔ تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟'' اس کے ہوش میں آنے پر ابا اسے سرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے غصے سے کہہ رہے تھے۔ اس نے ابا کا یہ انداز کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ نرمی کہیں غائب تھی۔ وہ پیار کہیں نہیں تھا' وہ لہجے کی

حلاوت سرے سے ناپید تھی' وہ محبت کہیں نہیں تھی۔ جیسے وہاں اس کے ابا نہیں کوئی اور کھڑا ہو۔ رشتے اپنا مفہوم بدل چکے تھے' اژدھے نے اپنا منہ کھول دیا تھا اور اسے نگل لیا تھا۔ وہ بلندیوں سے گرگئی تھی اور سب کی نظروں میں بھی...... اور جو اس سب کی وجہ تھا' اسے وہ اپنے پہلو میں بٹھائے بیٹھے تھے۔ اس کا دل چاہا تھا اس شخص کا منہ نوچ لے' وہ اٹھی تھی' اس پر جھپٹی تھی' مگر ابا نے اسے تھام لیا تھا۔

''اس پر اپنا غصہ مت نکال گلابو! اس نے سب بتا کر ہمارے ہمدرد محسن اور نمک حلال ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ یہ اتنے دنوں یہاں رہا' اس نے اس گھر کی عزت کی حفاظت کی' یہ غلط نہیں ہوسکتا۔ فیقے نے ہمارا اعتبار توڑا۔ ہمیں نہیں پتا تھا' وہ یوں پیٹھ میں چھرا گھونپے گا۔'' ابا اس کی اب بھی نہیں سن رہے تھے اور وہ ایسے میں کیا کہتی...... نا ایاں اس کی طرف تھیں نا ابا! سلو بھائی وہاں ہوتے تو اس کی سنتے...... مگر وہ یہاں نہیں تھے۔ اُف خدایا! وہ کہاں پھنس گئی تھی۔

''اماں! میرا یہاں رہنے کا کوئی مقصد نہیں رہا۔ اتنی بے عزتی کے بعد میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ میں گھر واپس جارہا ہوں۔'' یلماز کمال ابا اور اماں سے مل کر وہاں سے اپنا سامان لے کر نکل رہا تھا۔

اوہ خدا! کوئی اس کی کیوں نہیں سن رہا تھا؟ وہ اس کا قاتل! اس کے سامنے اس کے اپنوں سے گلے مل رہا تھا مگر کوئی اس کی سن ہی نہیں رہا تھا۔

''اپنا خیال رکھنا گلابو! چلتا ہوں۔'' وہ وہاں سے چلا گیا تھا' اسے اندھیروں میں دھکیل کر...... اسے بلندی سے گرا کر...... وہ وہاں سے کتنے آرام سے جارہا تھا۔

''ابا! آپ میری بات سنیں۔'' وہ آنسوؤں کے ساتھ بولی۔

''سلو کی ماں! کہہ دو اسے میری نظروں کے سامنے سے چلی جائے۔ مجھے خود پر کنٹرول نہیں رہے گا' گولی ماردوں گا میں اسے...... یا خود کو گولی مارلوں گا۔'' ابا سختی سے بولے تو اماں اسے پکڑ کر ایک کونے میں لے آئیں۔

''میری بوا کے پاس چلی جاؤ' کچھ دنوں کے لیے...... تمہارے ابا کا غصہ جیسے ہی ٹھنڈا ہوگا ہم تمہیں گھر واپس لے آئیں گے۔ اس وقت وہ بہت غصے میں ہیں' کچھ کر نہ بیٹھیں۔'' اماں نے سمجھایا۔ وہ ناسمجھ تھی' کم عمر تھی' نادان تھی۔ کسی پر اندھا اعتبار کرنے کی غلطی ہوئی تھی اس سے...... مگر اس کی سزا کڑی تھی۔ اسے گھر سے نکال دیا گیا تھا۔ کیا وہ ان کے جسم کا ناسور تھی؟ اور اس بچارے فیقے کی کیا غلطی تھی' وہ جو اسے بھتیجی سمجھتا تھا...... سزا ان دونوں نے بھگتی تھی اور دونوں قصوروار نہیں تھے۔ فیقا کو تو شاید مار پیٹ کرکے چھوڑ دیا گیا ہوگا مگر اسے جلاوطن کردیا گیا تھا۔ اس کے اپنوں نے اس کی نہیں سنی تھی۔ سنی اس کی تھی جو اس کا قاتل تھا۔ اس کا چیخنا بے کار گیا تھا۔ رونا کام نہیں آیا تھا۔ اس کے روح کے زخم کسی کو دکھائی نہیں دیئے تھے۔ کوئی سازش کسی کو دکھائی نہیں دی تھی۔ سب کو وہ مجرم دکھائی دی تھی۔ وہ اس دہلیز سے پاؤں باہر نکالتے ہوئے رو رہی تھی۔ کتنی عمر تھی اس کی...... صرف سترہ برس! اس نادان عمر کی خطائیں کیا معافی کے قابل نہیں ہوتیں اور کیا خطا تھی اس کی...... صرف یہ کہ اس نے کسی پر اعتبار کیا تھا اور محبت کی تھی؟ محبت ایسی ہوسکتی تھی۔ اتنی پست...... اتنی بے حس...... اتنی چالباز اور مکار......

محبت ایسی کیسے ہوسکتی تھی اور اس کے اپنوں کی محبت......؟ وہ کیسے بدل گئی تھی۔ کیا انہیں دکھائی نہیں دی تھی' وہ سچائی اس کی آنکھوں میں' اس کے چہرے پر...... ابا اتنے بے حس کیسے ہوگئے تھے اور اماں نے تو اس کی سنی ہی نہیں تھی۔ ماں جو دعویٰ کرتی ہے کہ وہ بچے کی من کی بات سمجھ سکتی ہے تو اس کی ماں نے اس کی وہ من کی سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

گلابو وہ دہلیز پار کر آئی تھی۔ اس کے بعد اسے کوئی لینے نہیں آیا تھا' اماں نے اپنے لفظ نہیں نباہے تھے' وہ اسے ابا کا غصہ ٹھنڈا ہونے پر لینے نہیں آئی تھیں یا پھر ابا کا غصہ ٹھنڈا ہی نا ہوا تھا۔ وہ اب بھی سوچتے تھے وہ فیقے کے ساتھ بھاگ

گئی تھی اوران کے خاندان کی عزت کا پاس نہیں کیا تھا اور وہ بتا ہی نہیں پائی تھی کہ سچائی کیا تھی اور کوئی اسے سن بھی نہیں رہا تھا۔ کوئی سننے پر مائل نہیں تھا۔ کسی کو یہ جاننے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی کہ کوئی سازش ہوئی اور جال کسی نے بنایا پھر گلابو کی کوئی غلطی نہیں اور اسے سکیپ گوٹ بنایا گیا تھا اور ساری غلطی اس کی مانی گئی تھی یا پھر بے چارے اس فیقے کی۔ جو اسے اپنی بھتیجی ماننے کا دعوے دار تھا اور جس نے ثابت بھی کیا تھا۔ جس نے چپ چاپ بڑے بھائی سے مار کھائی تھی' درد سہا تھا اور ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا کیونکہ معاملہ اس کی بھتیجی کی عزت کا تھا۔

گلابو بوا کے پاس کچھ مہینوں تک رہی تھی۔ زندگی سے دور' اپنے کمرے میں قید۔ اس دوران وہ بہت روئی تھی۔ سب سے دور رہنے کا تصور اس کی زندگی میں نہیں تھا' مگر وہ ان سے دور اور ان کے بغیر جی رہی تھی اور پھر اس نے جینا سیکھ لیا تھا۔ آنسو سوکھ گئے تھے پھر آنکھوں سے بہاؤ کا عمل رک گیا تھا اور اب وہ آنسو دل پر گر رہے تھے' جو دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وہ بوا کے پاس سے کراچی آ گئی تھی اور ہاسٹل میں رہنے لگی تھی۔

کیا اسے اب بھی یلماز کمال سے محبت تھی؟

اس کا دل اس معاملے میں انکاری تھا۔ اس نے جس کیمپس میں ایڈمیشن لیا تھا وہ نہیں جانتی تھی وہ بھی وہیں ہوگا مگر وقت نے ایک بار پھر اسے اس کا سامنا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ محبت اب باقی نہیں رہی تھی' اس کے اندر صرف غبار تھا۔ غصہ تھا اور وہ گہری نفرت اپنے اندر محسوس کر رہی تھی۔ محبت پر یقین کرنا اب اس کے لیے ممکن نہیں رہا تھا' وہ کل کی گلابو وقت کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی مگر اب کچھ محتاط ہو گئی تھی۔

......☆......

''تم نے اتنا درد تنہا کیسے سہا پارسا!'' عدن بیگ نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

''تم نے کہا' تم بہادر نہیں مگر تم میری نظر سے دیکھو تو تم بہت بہادر لڑکی ہو۔ تم نے تمام مظالم کو تنہا سہا ہے۔ میں تم سے صرف محبت کرتا تھا مگر اب یہ احساس اس محبت سے بہت آگے کا ہے۔ میں تمہاری عزت پہلے بھی کرتا تھا مگر اب تمہیں بہت بلندی پر کھڑا محسوس کرتا ہوں' تم کسی بلندی سے گری نہیں ہو' میری نگاہ میں تم بہت اوپر' بہت بلندی پر کھڑی ہو۔'' عدن بیگ نے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ پارسا کی نگاہ اس پر اٹھی تھی۔ آنکھوں سے دو نمکین پانی کے قطرے ٹوٹے تھے اور رخساروں پر بہہ گئے تھے۔ عدن بیگ نے ہاتھ بڑھا کر بہت آہستگی سے ان آنسوؤں کو چن لیا تھا۔ ''میں تمہیں کھوکھلے لفظ نہیں دینا چاہتا پارسا! مگر میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں۔ تم تنہا نہیں ہو' اگر تم مجھے اچھا سمجھتی ہو تو میں تمہارا اعتماد بحال ہونے تک تمہارا دوست بن کر رہوں گا۔ میں ابا سے بات کروں گا' اماں سے کہوں گا کہ وہ اپنی گلابو کو اور سزائیں نہ دیں۔'' وہ مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''عدن بیگ! ہم اپنے محاذ پر تنہا خود آپ لڑتے ہیں۔ اس میں کسی کی مدد قبول نہیں کی جا سکتی۔ تم ابا کو نہیں جانتے' وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہیں اعتبار تھا میں ان کی عزت کبھی اس طرح خراب نہیں کروں گی۔ قصور ان کا نہیں ہے ان کے سامنے فیقے کو اس طرح پیش کیا گیا کہ انہیں قصور وار میں ہی لگی۔ میں انہیں یا ان کی نفرت کو قصور وار نہیں مانتی۔ اس کے لیے قصور وار کوئی اور ہے۔'' وہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔ اس کی پلکیں آنسوؤں سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا تھا۔

''تم رونا چاہتی ہو۔'' وہ آنکھیں جھکائے بیٹھی رہی تھی۔ کچھ نہیں بولی تھی اور تب اس نے اپنا کندھا پیش کر دیا تھا۔ پارسا جیسے بہت تھک چکی تھی اور صبر کرتے کرتے بھی بند ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے اس کے شانے پر سر رکھا اور اپنے اندر کا وہ سارا درد بہا دیا تھا۔ وہ سات برس کا سارا کرب اس کے شانے پر منتقل کر دیا تھا' وہ رو رہی تھی۔ اپنے اندر کے اس غبار کو

باہر نکال رہی تھی اور عدن بیگ اس کا سر آہستگی سے تھپک رہا تھا۔

......☆......

وہ بہت خاموشی سے کھڑی تھیں جب انائیا ملک نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''سب ٹھیک ہے ممی! ان کی حالت اب بہتر ہے' ڈاکٹر نے بتایا ہے انہوں نے کیور کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈیڈی بہتر ہیں' وہ جلد ٹھیک ہو جائیں گے اور ہم مل کر اپنی زندگی کا آغاز کریں گے۔ ایک مکمل فیملی کے ساتھ۔۔۔ جس میں آپ ہوں گی' میں اور ڈیڈی ہوں گے اور......'' زائرہ ملک نے اسے دیکھا۔

''انائیا! میں نہیں جانتی یہ کیا ہو رہا ہے؟ جہانگیر ملک کس چیز کی سزا بھگت رہا ہے' کس بات کی سزا دی اس نے خود کو...... ساری عمر ہم سے دور رہے اور اب آئے بھی ہیں تو ہمارے ساتھ نہیں...... کس کی بددعائیں ہمارا پیچھا کر رہی ہیں...... یہ کیسی سزا ہے؟''

وہ جانتی تھی یہ کس بات کی سزا ہے اور کس باعث ہے۔ اس نے وہ آدھی بات جانی تھی۔ پوری جاننے کی خواہش رکھتی تھی مگر اسے موقع ہی نہیں ملا تھا کہ وہ باقی کی ڈائری پڑھ کر جان سکے۔ وہ ایک بات تو جان گئی تھی کہ اسے تختہ مشق بنایا گیا تھا اور یہ فقط اس باعث تھا کیونکہ ماضی کا کوئی حساب نکلتا تھا جسے بے باق کرنے کے لیے اسے دانستہ نشانہ بنایا گیا تھا مگر آگے کی کہانی کیا تھی' وہ جاننا چاہتی تھی۔

''ممی! ڈیڈی ٹھیک ہو جائیں گے' کبھی کبھی بہت سی سزائیں جرم نہ کرنے پر ملتی ہیں۔ ضروری نہیں ڈیڈی نے کوئی جرم کیا ہو یا گناہ کیا ہو۔ میں ڈیڈی کی پچوئشن اب سمجھ سکتی ہوں۔ میرے اندر اس رشتے کے لیے کوئی احساس نہیں تھا کیونکہ میں نے اس رشتے کو جانا یا برتا نہیں تھا مگر اب میں اس شخص کے لیے اپنے اندر ایک احساس رکھتی ہوں۔ یہ خون کا رشتہ ہے۔ جس کا احساس ہر رشتے سے زیادہ مضبوط ہے۔ مجھے ڈیڈی سے ہمدردی ہے' میں جانتی ہوں اس کی کوئی وجہ ضرور رہی ہوگی جو انہوں نے خود کو ہم سے دور کر لیا۔ پہلے میں انہیں قصور وار سمجھتی تھی۔ انہیں اندر ہی اندر الزام دیتی تھی مگر اب نہیں...... اب میں ان کے خلاف نہیں رہی۔'' وہ جانتی تھی وہ کس ضمن میں بات کر رہی تھی۔ اب جب اس نے ناکردہ کی سزا کاٹی تھی تو وہ سمجھ سکتی تھی ڈیڈی نے کیسا درد محسوس کیا ہوگا۔ ''اب میں اس درد کو محسوس کر سکتی ہوں۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔ کوئی خود کلامی تھی یہ جیسے...... ''آپ بیٹھیں ممی! میں کینٹین سے آپ کے لیے کچھ جوس وغیرہ لے کر آتی ہوں۔'' ماں کی نڈھال سی حالت دیکھ کر وہ بولی تھی۔ وہ کل شام تک خود کو بہت کمزور سمجھ رہی تھی مگر آج جیسے اس کے اندر بہت توانائی سی محسوس ہو رہی تھی شاید ہم اپنوں کو تکلیف میں دیکھ کر خود کی تکلیف بھول جاتے ہیں۔ وہ بھی اپنی تکلیف بھول گئی تھی۔ ممی کو اس وقت اس کی ضرورت تھی اور اسے ان کا سہارا بننا تھا اور طاقت بھی۔ تبھی اس نے کوئی بات زائرہ ملک سے شیئر نہیں کی تھی۔ وہ انہیں مزید کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی۔

......☆......

دل نے طے کر لیا کہ اب
نہیں جانا ہے پیچھے خوابوں کے
تتلیوں کا تعاقب بھی نہیں کرنا
نہیں جانا پیچھے کواڑوں کے
نہ پچھلے دن شمار ہیں کرنا
تو پھر اک بے کلی سی کیوں ہے اب

تو پھر یہ ملال سا ہے کس بات کا
پھر تو طے کر لیا ہے کہ تجھے یاد بھی نہیں کرنا
گزرے پلوں کو اب شمار بھی نہیں کرنا
کسی بھید کی چپ کے معنی
نہیں کھوجنے بیتے زمانے
تو پھر اضطراب مسلسل ہے جاں میں کیوں
تو پھر یہ دل کے دھڑکنے کا ہے اسباب بھی کیوں؟
جو ٹھان لی ہے اب راہ بدل لینا ہے
ملنا ہے نہ بات کرنا ہے نہ ساتھ چلنا ہے
تو پھر یہ اضطراب سا ہے میرے اندر کیوں
تو پھر یہ جنوں سا ہے کیوں پیروں میں لپٹا
مجھے خبر ہے میں سارے باب سمیٹ آیا ہوں
اک پھانس سی دل میں جو تھی نکال آیا ہوں
تو پھر یہ احساس زیاں سا ہے کیوں؟
تو پھر یہ ملال سا جسم و جان میں ہے کیوں
یہ کس بات کا جنوں ہے جو تھمتا نہیں
یہ کس خیال کا فسوں ہے جاں میں
میں کیسے دور رہوں
کیسے بات بھی نہ کروں
اب کیسے دور رہوں
کیسے بات بھی نہ کروں

"معارج! تم وہاں اندھیرے میں کیوں کھڑے ہو؟" ممی کی آواز پر اس نے ان کو پلٹ کر دیکھا۔

"کچھ نہیں ممی! یونہی......!" اس نے بات بنائی تھی۔ "سردیوں میں ٹہلنا اچھا لگتا ہے نا! میں اس سکون کو اپنے اندر محسوس کر رہا تھا۔" معارج تغلق نے کہا۔ ممی نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"اس سکون کو یا سکوت کو...... یہ کس بات کا پچھتاوا ہے تمہیں...... تم سو کیوں نہیں رہے......؟" ممی نے پوچھا تھا۔

"نہیں، میں سو گیا تھا پھر آنکھ یک دم کھل گئی تو میں اٹھ گیا۔ اچھا میں اپنے کمرے میں جاتا ہوں، آپ بھی سو جائیں۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔

ممی اسے جانچتی نظروں سے دیکھتی رہی۔

❁......☆......❁

"تمہیں کیا لگتا ہے انابیتا بیگ! ہم میں کتنی چیزیں یکساں ہیں اور ہم کتنے اچھے جیون ساتھی بن سکتے ہیں؟" حیدر مرتضیٰ نے کہا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں تم سے اس دن کے لیے معذرت کرنا چاہتا تھا۔ آئی ایم سوری! اگر میں نے کسی طرح سے تمہارا دل دکھایا

بیٹیاں

آنگن کی چڑیاں ہوتی ہیں یہ بیٹیاں
کانچ کی گڑیاں ہوتی ہیں یہ بیٹیاں
گھر بھر میں چہچہاتی پھرتی ہیں
نازک اور کومل سی ہوتی ہیں یہ بیٹیاں
ہیں بھائیوں کا مان اور ماں باپ کی جان
چاہت کا عنوان ہوتی ہیں یہ بیٹیاں
ان کے ہی دم سے گھر میں ہے رونق اور رحمت
ماں باپ کا ارمان ہوتی ہیں یہ بیٹیاں

مصباح مسکان

میں صاف بات کرنے کا عادی ہوں اور یہاں آنے اور تم سے ملنے کا مقصد یہی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جان لیں۔ بات کرنے سے ہی بات بنتی ہے، تم مجھے جان رہی ہو اور میں تمہیں جان رہا ہوں، یہی طریقہ ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں تم اچھی لڑکی ہو اگر تمہارا کوئی ماضی ہے تو تمہیں اسے مجھ سے شیئر کرنا چاہیے۔" وہ ملائمت سے بول رہا تھا۔

"بات کرنے کا سلیقہ ہوتا ہے حیدر مرتضیٰ! میں اس طریقے کو پسند نہیں کرتی جسے تم صاف گوئی کہتے ہو اگر میرا کوئی ماضی ہے بھی تو اس سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔ کسی کو زندگی میں لینے کا مطلب ہے آپ اسے عزت دیں پورے دل سے...... وہ رشتہ بن پاتا ہے۔ مجھے تمہاری ماضی کی کوئی پروا نہیں ہے تمہارا کوئی ماضی ہے بھی تو مجھے اس سے سروکار اس لیے نہیں کیونکہ مجھے تمہارا مستقبل بننا ہے اور زمانہ حال ساتھ بسر کرنا ہے، ماضی نہیں......" وہ مدھم لہجے میں بولی تو حیدر مرتضیٰ مسکرا دیا۔

"تم بہت متاثر کرتی ہو جب بات کرتی ہو میری سوچوں سے بڑھ کر بولتی ہو اور یہی بات مجھے اب تک اچھی لگ رہی ہے، تم بہت ذہین لڑکی ہو اور مجھے ذہین لوگ پسند ہیں۔" وہ مسکرایا، مگر انابیتا بیگ مسکرا نہیں سکی تھی۔ اسے وہ اچھا لگا تھا...... بہت اچھا لگا تھا...... یا بالکل اچھا نہیں لگا تھا؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی مگر وہ اتنا جانتی تھی کہ اسے شادی کرنا تھی اور وہاں سے موو کرنا تھا اب وہ حیدر مرتضیٰ ہو یا کوئی اور...... اس سے کیا فرق پڑتا تھا؟

"تم کیا سوچ رہی ہو انابیتا بیگ! تمہیں اچھا نہیں لگا میں؟" وہ چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے مسکرایا۔

"میں چیزوں کو ٹٹولتی نہیں ہوں، جو جیسا ہے، ہمیں اسے اسی طرح قبول کرنے کی عادت ڈالنا چاہیے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"آہ! گریٹ......! تو تم مجھے بدلنا نہیں چاہو گی؟" وہ لطف لے کر بولا۔ وہ جواباً خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"اور اگر میں تمہیں بدلنا چاہوں تو؟" وہ چونکی تو وہ مسکرا دیا۔ "چلو واک کرتے ہیں۔ مجھے اچھا لگتا ہے جب تم کچھ کہنا چاہتی ہو اور کہہ نہیں پاتی ہو۔ اب میں تمہیں کچھ کچھ سمجھنے لگا ہوں اور مجھے اچھا لگ رہا ہے۔" اس نے اپنا ہاتھ اس کی سمت بڑھایا۔ جسے کچھ دیر تک وہ دیکھتی رہی تھی پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھی وہ اپنے خالی ہاتھ کو لے کر کچھ خجل سا ہو گیا۔

❁......☆......❁

دامیان سوری چپ چاپ سا سر جھکائے بیٹھا تھا جب مسز بیگ نے اس کے سامنے کافی رکھی تھی اور وہ کافی سے اٹھتی ہوئی اس بھاپ کو دیکھ رہا تھا۔

''تم شب سو نہیں پائے نا!'' اس کی آنکھوں کو دیکھ کر مسز بیگ نے پوچھا۔
''آپ کو کیسے پتا چلا ممی!'' وہ چونکا۔
''میں انا کو جانتی ہوں اور میں تمہیں بھی جانتی ہوں۔ مجھے نہیں پتا تم دونوں ایسی بے وقوفیاں کیوں کر رہے ہو۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تم جانتے ہو ایسا کر کے نقصان ہو سکتا ہے تو پھر وہ قدم اٹھانا بھی کیوں؟ یہ کیوں کر رہے ہو تم دونوں؟''
''ممی! میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے مگر انا کے پاس شاید مجھے رد کرنے کا کوئی جواز ضرور ہوگا۔ آپ اس سے بات کریں' ہو سکتا ہے جو بات وہ مجھ سے نہیں کر رہی ہے' وہ آپ سے کر لے۔ میں ایک بات ٹھان چکا ہوں کہ اس معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہوگی۔ اگر انائیا مجھ سے انٹرسٹڈ نہیں ہے تو میں بھی اس کے بارے میں نہیں سوچوں گا۔ میں نے باہر کی ایک یونیورسٹی میں اپلائی کر دیا ہے۔ جیسے ہی ایڈمیشن ہوگا میں فلائی کر جاؤں گا۔ ابھی شادی کی عمر نہیں اور تجربات کے لیے زمانے کافی نہیں ہوتے شاید میں غلط تھا۔ چیزیں اس طرح ورک نہیں کرتیں اور محبت اس طرح نہیں ہوتی۔'' وہ سر جھکا کر پُر ملال انداز میں بولا۔
''تم دونوں بڑے کب ہو گے؟ یہ بے وقوفی ہے سراسر...... اسے لگتا ہے تم اس سے محبت نہیں کرتے اور صرف اسے نیچا دکھانے کو یہ پرپوزل بھجوا رہے ہو اور تم سوچتے ہو یہ محبت نہیں یا محبت ایسے نہیں ہوتی؟'' مسز بیگ نے ڈپٹا۔
''ممی! یہ سب فضول کی باتیں ہیں۔'' وہ کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے بولا۔ انابیتا تبھی اپنے کمرے سے نکلی تھی شاید وہ کہیں باہر جا رہی تھی۔ نگاہ ملی' وہ اجنبی بن گئی تھی۔
''ممی! حیدر مرتضیٰ کا فون آیا تھا؟'' اس نے پوچھا۔
''نہیں' کوئی فون نہیں آیا۔ انابیتا! تم بیٹھو یہاں...... مجھے لگتا ہے تم دونوں کو بات کرنی چاہیے۔'' ممی نے کہا۔ وہ چونکی اور آگے بڑھ گئی تھی۔ دامیان سوری اسے بغور دیکھنے لگا۔
''بات کرنے کو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے ممی! ہم دوست تھے مگر جب زندگی آگے بڑھتی ہے تو پھر دوست کہیں بہت پیچھے چھوٹ جاتے ہیں۔ گئے زمانوں کی طرح خواب بن جاتے ہیں۔ میری زندگی آگے بڑھ رہی ہے اور اس میں دوستوں کے لیے اب وقت نہیں ہے۔'' وہ کھردرے لہجے میں بولی۔ دامیان سوری نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ان نظروں میں کیا کیا تھا...... انابیتا کے لیے کیا چھپا تھا...... کیا وہ دیکھ نہیں پا رہی تھی؟
''تم بیٹھو!'' انداز حکم دیتا ہوا تھا' وہ جانے کیوں ان کی اس خواہش کو رد نہیں کر سکی تھی اور اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی تھی۔ مسز بیگ کو لگا تھا' انہیں بات کرنے کی ضرورت ہے تبھی وہ وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔
''انابیتا بیگ! مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنا تھی۔'' وہ تمہید باندھتے ہوئے بولا۔ اس کے لہجے میں ایسا کیا تھا کہ انابیتا اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔ کیا وہ اس کے لہجے پر اعتبار کر رہی تھی۔ اس لیے اسے سننے پر مائل ہو گئی تھی؟

❁......☆......❁

چلتے چلتے
جب راستے پیچھے چھوٹ جائیں تو
واپس پلٹتے نہیں
کوئی موڑ کہیں پر جا نکلے
یا کوئی پاس آ جائے
یا پھر دور چلا جائے

فرق جب کچھ نہیں پڑتا تو پھر
ملال اک جان و دل میں
چپ چاپ سا کیوں ستاتا ہے

معارج تغلق گاڑی پارک کر کے اندر آیا تو لاؤنج میں بیٹھی دکھائی دی۔
''مجھے تم سے بات کرنا ہے۔''
''اب کیا بات کرنا باقی رہ گئی ہے معارج تغلق!'' اس نے چونک کر پوچھا۔
''بہت کچھ ختم ہو جائے تو کچھ باقی پھر بھی رہ جاتا ہے انائیا ملک! تمہیں بتایا تھا کہ میری ممی چاہتی ہیں کہ تم واپس آ کر وہاں رہو۔ جب تک کہ مناسب وقت نہیں آ جاتا۔ ہر بات ہونے کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وہ سمجھتی ہیں جس طریقے سے میں نے تمہیں گھر سے نکالا وہ غلط تھا سو......''
''انہیں لگتا ہے وہ طریقہ غلط تھا۔ یعنی تم سمجھتے ہو تمہیں سزائیں دینے کے لیے وہ عرصہ کم ملا؟ اگر کچھ اور ملتا تو تم اور اچھے طریقے سے سبق پڑھا اور سکھا سکتے؟'' وہ مدہم مگر جتاتے ہوئے انداز میں بولی۔ اس کے انداز میں ایسا کیا تھا کہ وہ مسکرا دیا تھا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔
''انائیا ملک! تم ایسے حالات اور اس کیفیت میں بھی ایسی حس مزاح والی دلچسپ باتیں کر سکتی ہو؟ مجھے یقین نہیں آ رہا۔ خیر' ممی کا کہا ماننا اچھی بات ہے۔ ہمیں بڑوں کا کہنا ماننا چاہیے۔ تم جو کچھ لینا چاہتی ہو لے لو' میں انتظار کرتا ہوں۔ تم ابھی میرے ساتھ چل رہی ہو۔'' معارج تغلق سمجھ رہا تھا کہ سب کچھ اس کی مرضی سے ہوگا۔ وہ اسے اس کی بے حسی پر حیرت سے دیکھ رہی تھی۔
''معارج تغلق! تمہیں کہانی ختم کرنے کے بعد پھر سے آغاز کرنے کی عادت ہوگی۔ مگر میں تمہیں کسی بات کا مزید ایڈوانٹیج لینے نہیں دے سکتی۔ تمہیں اس وقت میری ضرورت نہیں۔ تمہارے خاندان کو اپنی سیاسی اور سماجی ساکھ بچانے کی پڑی ہے اور اس کے لیے میں تمہیں فیور کروں؟ مگر میں یہ فیور دینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ تم نے کہا تھا ہم بڑے ہو گئے ہیں سو کھیل کھیلتے رہنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں نے کوئی کھیل نہیں کھیلا' تم یہ بھول گئے؟ سارے کھیل تم نے کھیلے۔ تم نے ہی فیصلے کیے...... اور تم نے ہی اقدامات کیے۔ آج کے اس دن کا فیصلہ اگر میرے ہاتھ ہے تو میں اسے تمہارے ساتھ پھر سے اس قید خانے میں جانے پر صرف کرنا نہیں چاہوں گی۔ اگر یہ فیصلہ میرے ہاتھ ہے تو آج میں کسی بھی رشتے کو جاری رکھنے سے انکار کرتی ہوں۔ جو رشتے سمجھوتوں پر بنیں' وہ واقعی ٹھیک نہیں ہوتے۔ میں ایک بار ایک ان چاہا رشتہ بھگت چکی ہوں' اب جب اس کا بوجھ میرے کاندھوں سے اتر چکا ہے تو میں وہ بوجھ پھر سے لادنے کو تیار نہیں۔ محبت ہوتی تو کوئی بات بھی تھی مگر جب محبت نہیں ہے۔ سو میں یہ طوق بھی گلے میں نہیں ڈال سکتی۔ اپنا سر کٹانے کو گردن نہیں جھکا سکتی۔ محبت ہوتی تو شاید کوئی گنجائش نکل سکتی تھی مگر ایسے سمجھوتے والے رشتوں میں اس بات کے لیے گنجائش نہیں نکلتی۔ میں کھیل کھیلنے کی عادی نہیں۔ معارج تغلق! میں رشتوں کی اہمیت کو سمجھتی ہوں مگر تم یہ رشتہ ڈی زرو نہیں کرتے' جو شخص اپنی بیوی سے کوئی ناروا سلوک روا رکھ سکتا ہے اسے شوہر کہلانے کا کوئی حق نہیں۔ میں اس رشتے سے آج اور ابھی انکار کرتی ہوں۔'' وہ بہت پُر سکون انداز میں بولی اور معارج تغلق خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

❁

من کا موسم

عائشہ خان

نہیں نگاہ میں منزل تو جستجو ہی سہی
نہیں وصال میسر تو آرزو ہی سہی
نہ تن میں خون فراہم نہ اشک آنکھوں میں
نمازِ شوق تو واجب ہے بے وضو ہی سہی

مومنہ......! کچھ مشکل سا نہیں ہے تمہارا نام......؟ خیر ویسے تو تم خود بھی کچھ کم مشکل نہیں ہو۔ اس عمر میں تم جیسی آدم بے زار لڑکی کم از کم میری نظر سے تو پہلے کبھی نہیں گزری۔ ویسے تمہارا کوئی نِک نیم نہیں ہے؟"

"ہے نا! موی۔" بے اختیار ہی اس کے منہ سے نکلا۔ ساتھ ہی اس نے کاغذ پر آڑی ترچھی لائنیں کھینچنے کا عمل ترک کر کے نگاہیں اٹھائیں اور پھر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ حیرت سے منہ کھولے وہ مہ جبیں کا حلیہ دیکھ رہی تھی۔

یہ کیا وہی لڑکی تھی جو کل اسے بار بار ٹہوکا دیتے ہوئے اس کی توجہ ستارہ کی طرف مبذول کروا رہی تھی۔

"ہائے مومنہ! ذرا دیکھنا یہ ستارہ ہی ہے نا؟ واہ بھئی واہ دو دن میں ہی ان محترمہ کی تو کایا پلٹ گئی۔ دو دن تو خوب منہ سر لپیٹے رکھا اور آج......! کمال ہے بھئی۔"

لٹ الجھی سلجھا جا رے بالم۔

وہ اس کے رخسار پر جھولتی بالوں کی لٹ پر نگاہ جمائے ہوئے تھی اور مومنہ کا مارے کوفت کے برا حال تھا۔

اور آج یعنی اس سے اگلے ہی دن۔

اسے جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ستارہ پر تنقید کرنے والی اس کا تمسخر اڑانے والی مہ جبیں جو پورے ایک ہفتے سے سر سے پاؤں تک لمبا گاؤن پہنے اور سر پر اسکارف پہنے ہوئے تھی۔ اس وقت بغیر گاؤن کے جدید تراش خراش کا سوٹ پہنے گلے میں دوپٹا ڈالے اس کے سامنے تھی۔ تراشیدہ بال چہرے کے اطراف میں جھول رہے تھے۔ وہ ابھی ششدر سی اسے دیکھ رہی تھی کہ دور سے کسی لڑکی نے مہ جبیں کو آواز دی تھی کہ اس کے بھائی جان اسے لینے آئے ہیں اور اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔

"ہائے صوفیہ میری اچھی بہن، پلیز ذرا بھاگ کر جاؤ کلاس روم سے میرا گاؤن تو لا دو۔" ہوائیاں اڑتے چہرے کے ساتھ اس نے کہا تھا اور مومنہ کی حیرت میں اک گہرا تاسف بھی شامل ہو گیا۔

کیسی عجیب لڑکیاں تھیں یہ......! اسی لیے تو پورا ہفتہ گزر گیا تھا اور دوستی تو دور کی بات تھی، اس کی کسی سے بے تکلفی بھی نہیں ہو سکی تھی۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یوں سب سے الگ تھلگ رہ کر دو سال گزارنا ناممکن تھا مگر کسی سے بات کرنے کو اس کا دل ہی نہیں چاہتا تھا۔

ہر ہر قدم پر اسے اپنا کالج میں گزارا وقت یاد آتا تھا۔ وہاں کی کلاس فیلوز، اساتذہ سب کتنے مہذب اور باحیا تھے۔ وہاں کا صاف ستھرا ماحول، روشن اور ہوادار کمرے بڑے بڑے خوب صورت باغات کچھ بھی تو بھلانے والا

نہیں تھا۔ کالج چھوڑنے کا دکھ تو پہلے بھی تھا لیکن پہلے دن جب وہ یہاں سے کلاس لے کر واپس گئی تھی تو ساری شام اپنے کمرے میں تکیے میں منہ دیے روتی رہی تھی۔ اس شام شدت سے اس کا دل چاہا تھا کہ وہ بھائی جان کے سامنے جا کر کھڑی ہو جائے اور ان سے پوچھے کہ جب ان کے اپنے بچے معیاری اسکولوں میں پڑھ سکتے ہیں اور ان کے لیے وہ بہترین ٹیوٹرز رکھ سکتے ہیں۔ تو وہ کیوں وہاں سے ماسٹرز کرے جہاں ایک دن جانا بھی اسے مشکل محسوس ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے تو اس سے کوئی بات کی ہی نہیں تھی۔ ہاں بی اے میں فرسٹ ڈویژن پر اسے مبارک باد دی تھی اور پھر جیسے بھول ہی گئے تھے کہ اس نے آگے بھی کچھ کرنا ہے اور بھابی نے کتنے آرام سے کہہ دیا تھا۔

''مومنہ! تمہارے بھائی کہہ رہے تھے' کالج کا پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ جو کلیش چل رہا ہے تو اس کی وجہ سے اس کی ڈگری کو بھی پتا نہیں مانا جاتا ہے یا نہیں۔'' تو کیا فائدہ اتنی فیس دینے کا؟ پھر پک اینڈ ڈراپ کا مسئلہ علیحدہ۔ کہاں ماڈل ٹاؤن اور کہاں جیل روڈ کم از کم ماہوار آٹھ ہزار روپے کا پیٹرول اور روزانہ دو گھنٹے لازمی چاہیں آنے جانے کے لیے۔ مبالغہ آرائی کی حد تھی۔ ''کسی وقت یہ فارم فل کر لینا۔ اچھی یونیورسٹی ہے اور پیدل کا راستہ ہے۔ گاڑی فارغ نہ بھی ہو تو کوئی مسئلہ نہیں پانچ منٹ کا راستہ ہے۔'' حسب عادت وہ نرم لہجے اور سپاٹ انداز میں کہہ رہی تھیں اور وہ خاموشی سے سن رہی تھی اور ایک اسی بات پر کیا موقوف' وہ ان کی ہر بات ہی یونہی خاموشی سے سن لیا کرتی تھی۔ شاید اسی لیے وہ ہر بات سکون سے اس کے سامنے ہی کہہ جایا کرتی تھیں۔

''پتا نہیں پاپا نے کیا کیا ہے؟ کس طریقے سے خرچ کرتے رہے ہیں کہ مومنہ کے لیے کچھ نہیں بنایا۔ کچھ بھی نہیں بچایا۔ گنتی کے چند ہزار روپے ہیں بینک میں۔''

اسے ان کی بات کا یقین نہیں آتا تھا۔ اس کے بابا تو بے حد سمجھ دار نہیں اور دور اندیش تھے۔ ایسی عاقبت نا اندیشی کی توقع تو وہ ان سے کر ہی ہیں سکتی تھی۔ مگر بھابی سے کچھ کہنا یا کچھ پوچھنا اس کے بس کی بات نہیں تھی اور ہوتی بھی تو وہ اس سے عمر میں رشتے میں اتنی بڑی تھیں کہ وہ ان سے سوال و جواب نہیں کر سکتی تھی۔ وہ تو ان سے بولتی بھی ناپ تول کر تھی۔ ہر وقت یہ خوف دامن گیر رہتا تھا کہ اگر یہ نرم لہجہ تلخ اور یہ دھیمی آواز اونچی ہو گئی تو......!

❖☆/☆/☆❖

''مومنہ...... او مومی...... توبہ ہے' بیٹھے بیٹھے سو گئی ہو کیا؟ جلدی سے میرے بیگ کی سامنے والی جیب سے سیفٹی پن تو نکالنا۔'' مہ جبیں کی پھرتیاں دیکھنے کے لائق تھیں۔

''پتا نہیں لوگ اس طرح کیسے کر لیتے ہیں کہ جس کام پر دوسروں پر تنقید کرتے ہیں' ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ وہی کام جب خود کرتے ہیں تو انہیں ندامت بھی نہیں ہوتی۔ یہ خیال بھی نہیں آتا کہ اس طرح ان کا تاثر دوسروں کی نگاہ میں کس قدر مسخ ہو کر رہ جائے گا۔ جانے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے ان کا معیار اس قدر مختلف کیوں ہوتا ہے۔'' تیز تیز قدموں سے جاتی ہوئی مہ جبیں کو دیکھتے ہوئے اس نے حیرت سے سوچا تھا۔ اسے اس پر غصہ آ رہا تھا اور افسوس بھی ہو رہا تھا۔ کیسے اس نے خود کو دو کوڑی کا کر لیا تھا۔ یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ پوری یونیورسٹی میں سب لڑکوں کے درمیان بغیر پردے کے گھوم کے اپنے روپ کے جلوے بکھیر کے گھر جاتے ہوئے جب اس نے یہ بہروپ دھارا تھا تو دیکھنے والوں نے اس کے بارے میں کیا کیا نہ سوچا ہوگا۔ اسے کیسی لڑکی سمجھا ہوگا۔ ایک دم اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ ایک اچٹتی سی نگاہ چائے کے کپ پر ڈالتے ہوئے بیگ اور فائل اٹھاتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ابھی کچھ دیر قبل اسے چائے کی شدید طلب محسوس ہو رہی تھی مگر اب نہیں تھی۔ پتا نہیں طلب خود بخود کیسے مٹ جاتی ہے' خواہش خود بخود کیسے ختم ہو جاتی ہے۔ ضرورت پوری نہیں ہوتی مگر باقی بھی نہیں رہتی۔ نہ سمجھ میں آنے والا عجیب گورکھ دھندا ہے یہ۔ کتنا

اچھا ہو اگر انسان کو محبت کی طلب بھی نہ رہے۔ توجہ کی خواہش بھی ختم ہو جائے۔ ایک جگہ سے ایک بار توقع پوری نہ ہو تو وہ دوبارہ توقعات لگانا چھوڑ دے۔ ذرا ذرا سی بات پر افسردہ اور رنجور ہونا اور جلنا اور کڑھنا شاید خود ہی چھوٹ جائے۔

ناک کی سیدھ میں چلتی' ارد گرد سے مکمل بے خبر' اپنے ہی خیالات میں محو وہ سوچتی رہی تھی۔ جب اچانک اسے پتھر سے ٹھوکر لگی تھی اور وہ گرتے گرتے بچی تھی۔ انگوٹھے کے ناخن میں ویسے ہی ایک دو دن سے تکلیف تھی۔ ایک دم سے اسے جان سی نکلتی محسوس ہوئی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ گھر میں دو دو گاڑیاں تھیں اور وہ پیدل آتی جاتی تھی۔ کیا تھا اگر کبھی بھائی یا بھابی اسے چھوڑ دیتے یا واپسی پر لے لیتے۔ دل میں ایک دم سے شکوہ سا ابھرا تھا اور پھر جیسے ایک دم چونکتے ہوئے وہ طنزیہ سے انداز میں مسکرا دی تھی۔

''تو مومنہ بی بی جلنا اور کڑھنا تمہارا مقدر ہے۔ اس لیے جی بھر کہ کڑھو۔'' اس نے بے حد تپتے ہوئے خود سے کہا تھا اور پاؤں کی تکلیف کی پروا نہ کرتے ہوئے تیز تیز قدم اٹھانے لگی تھی۔

لاؤنج سے گزرتے ہوئے بھابی کی بے حد ناراض سی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی اور قدم بے اختیار ہی آہستہ ہو گئے۔

''آپا......! دل تو چاہتا ہے دوبارہ مر کر بھی نہ جھانکوں وہاں لیکن کیا کروں' پاپا کی معذوری تڑپا کر رکھ دیتی ہے آپ کو پتا ہے بھابی صاحبہ کیا کہہ رہی تھیں وقار سے؟ ہر دوسرے دن پوری فیملی کے ساتھ آ براجمان ہوتی ہے آپ کی بہن۔ مہارانیوں کی طرح ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھی رہتی ہے حکم چلانے کے لیے' اوپر سے ان کے بچے انتہائی بدتمیز ہیں۔ ابھی پورا گلاس پیپسی کا گرا دیا تھا قالین پر اور ساتھ ساتھ پورا فرمائشی پروگرام نشر کر رہے ہیں۔ آنٹی یہ بنوا دیں' وہ بنوا دیں۔ آپ کو کچھ خبر بھی ہے ایک دن میں پورا بجٹ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ کبھی کبھار کا

مہوش رباب خان

السلام علیکم! آپ لوگ مجھے جانتے ہوں گے کیا نہیں جانتے؟ بڑی بری بات ہے چلیں میں اپنا تعارف خود کرواتی ہوں۔ میرا نام مہوش خان ہے۔ ضلع وہاڑی کے شہر میلسی میں رہائش ہے۔ زمیندار گھرانے سے تعلق ہے۔ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ میرے نزدیک اکلوتا ہونا سب سے بڑا عذاب ہے۔ بہن بھائیوں کی کمی بہت شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ کسی سے دکھ شیئر نہیں کر سکتے اور اماں ابا کی امیدیں بھی آپ سے وابستہ ہوتی ہیں۔ خیر اپنی امی کی لاڈلی بیٹی ہوں۔ لباس میں ساڑھی بہت پسند ہے۔ سرخ رنگ پسند ہے شاعری سے لگاؤ ہے۔ گھر کے کاموں میں دلچسپی بہت ہے۔ کوکنگ بیکنگ کر لیتی ہوں۔ سلائی بھی کر لیتی ہوں۔ فارغ بیٹھنا پسند نہیں۔ اپنی امی کی سگھڑ بیٹی ہوں۔ اپنے منہ میاں مٹھو۔ پھولوں میں گلاب کی کلی اچھی لگتی ہے۔ میٹھا میں شوق سے نہیں کھاتی۔ اس لیے تھوڑی سی کڑوی ہوں۔ دوستی ہر کسی کے ساتھ کر لیتی ہوں۔ گھومنے پھرنے کا بہت شوق ہے۔ اپنی امی سے اور ماموؤں کے بچوں سے بہت پیار کرتی ہوں۔ اللہ کا کرم ہے کہ کچھ ماہ پہلے عمرہ ادا کر کے آئی ہوں۔ خامیاں تو خیر بہت ہیں مجھ میں بہت ضدی' غصے کی تیز اور انا پرست ہوں۔ حالانکہ یہ غلط ہے منہ پر سچی بات کہہ دیتی ہوں۔ جس کا خمیازہ بہت بڑا بھگتنا پڑتا ہے اور منہ پھٹ کا لقب دے دیا جاتا ہے۔ حساس بہت ہوں۔ چھوٹی چھوٹی بات پر آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف آنچل سے رشتہ تب ہوا جب بڑی مامی نانا ابا کے آنگن میں آئیں اور ساتھ اتنے سارے ڈائجسٹوں کا بنڈل لائیں مجھ سے تو خیر چھپا کر رکھتی تھیں مگر میں بھی چوری کر کے پڑھ لیتی تھی۔ 5 سال چھپا کر پڑھا لیکن جب سیکنڈ ایئر کے پیپر دے کر سب کے سامنے آنچل پڑھنا شروع کیا میری امی کا کہنا ہے کہ اس لڑکی کو کھانا نہ دو لیکن آنچل پکڑا دو اسے اچھا جی اس سے پہلے کہ آپ لوگ نکالیں ہم خود ہی اس چھوٹی سی بات سے اجازت چاہتے ہیں۔

''کسی پر اعتبار کرو تو اس بچے کی طرح جس کو آپ ہوا میں اچھالیں تو وہ ہنستا ہے ڈرتا نہیں۔ کیونکہ وہ جانتا ہے آپ اسے گرنے نہ دو گے۔''

آنا جانا ہوتو بندہ سہہ لے یہاں تو ہر دوسرے دن چڑھتی آتی ہے۔ غضب خدا کا! پورے پندرہ دن کے بعد گئی تھی میں اور پندرہ دن میں ایک چکر کو وہ "ہر دوسرے" کہہ رہی تھیں۔" غصے سے کہتے کہتے ایک دم وہ روہانسی ہوگئی تھیں۔

"یہی بھابی تھیں خاطریں کرتی نہ تھکتی تھیں اور اب جب سے پاپا کو فالج کا اٹیک ہوا ہے اور وہ بے بس ہو کر گھر پڑے ہیں' ان کی تیوریوں کے بل ہی نہیں مٹتے۔ پندرہ دن میں ہمارا ایک وقت کا کھانا ان کا بجٹ ختم ہو جاتا ہے۔ اب کیا کریں' ہم ماں باپ کے پاس جائیں تو دو گھڑی بیٹھیں بھی نہیں؟" ان کے دل گیر لہجے پر اس کے دل میں جیسے ٹھنڈک سی پڑ گئی تھی۔ اس کا دل چاہا تھا آگے بڑھ کر کہے......

"جس ظرف کا مظاہرہ آپ نہیں کر سکیں بھابی! اس کی توقع دوسروں سے کیوں رکھتی ہیں؟" مگر ابھی وہ ایسی طرم خان نہیں ہوئی تھی کہ ان کے سامنے یہ کہہ سکتی' اس لیے چپ چاپ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

یک دم ہی اسے شدید بھوک کا احساس ہوا تھا شاید صبح ناشتا نہیں کیا تھا یا کچن سے اٹھتی اشتہا انگیز خوش بوؤں نے بھوک چمکا دی تھی۔ دوپہر کا کھانا عموماً وہ اکیلے ہی کھایا کرتی تھی۔ وہ لوگ اس کے آنے سے پہلے ہی کھانا کھا چکے ہوتے تھے لیکن آج وہ جلدی آ گئی تھی۔ اسے یہ خیال نہیں رہا تھا۔ اب ٹھٹک کر رکتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ آگے جائے یا واپس پلٹ جائے تبھی نومی کی نگاہ اس پر پڑ گئی تھی۔

"آنٹی نے بڑے مزے کا حلوہ بھیجا ہے پھوپو! جلدی سے آ جائیں۔ اس سے پہلے کہ یہ سنی سارا ختم کر جائے۔" اس نے آواز لگائی تھی۔ اس نے بھابی کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اسی کی طرف متوجہ تھیں اور بس اس کے قدموں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔

"ایک منٹ سونو! ابھی آئی۔" کہتی وہ اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ سامنے ہی امی اور بابا کی بڑی سی تصویر تھی۔ کتنی ہی دیر وہ ایک ٹک اس تصویر کو دیکھتی رہی تھی۔ یہاں تک کہ آنکھوں میں بھر آنے والے نمکین پانی کے پار وہ پیارے نقوش دھندلا گئے تھے۔

بابا کہا کرتے تھے "بیٹا! اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے۔ یہ ہم بندے نہیں جانتے' مگر ماں باپ جیسی عظیم ہستیوں کو اس سے چھین کر اسے یوں بے سہارا اور بے آسرا کر دینے میں اس کی کیا مصلحت تھی؛ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی یا پھر یہ اس کی سیاہ بختی تھی جو انہیں کھا گئی تھی۔ کھوئے کھوئے سے انداز میں انگلیوں کی پوروں سے نادیدہ گرد شعور کے شیشے پر سے صاف کرتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

وہ سات سال کی تھی۔ جب امی راہی عدم ہوئیں اگر چہ اپیا نے امی کی کمی پوری کرنے کی ہر ممکن سعی کی مگر ماں کی ممتا کا نعم البدل کہاں ممکن ہے ہاں' اپیا کی ہر لمحے کی بھرپور توجہ اور محبت نے اسے کسی بڑے دکھ اور کرب سے دوچار نہیں ہونے دیا لیکن ایک کمی' ایک خلش اور کسک ہمیشہ ساتھ رہی۔ مگر بابا کا ناگہانی چلے جانا' ان سے جدائی......آہ......! کس قدر کرب ناک ہے اور کتنا مشکل ہے اسے سہنا۔ وجود پاش پاش ہو جاتا ہے۔ بابا اپیا کے سدھارنے کے بعد اس کے واحد ساتھی تھے' گو اپیا کی شادی پر بھائی جان بھی مستقل پاکستان آ گئے تھے' مگر بزنس اور بیوی بچوں کی مصروفیت میں انہیں اس کا خیال کم ہی آتا تھا۔ بھابی کی ماشاءاللہ اتنی بڑی فیملی تھی کہ ان کا ملنا ملانا ہی ختم نہیں ہوتا تھا۔ نومی' سنی جیسے والدین سے بھی زیادہ مصروف تھے۔ اسکول سے آ کر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ کرکٹ کھیلنے کلب چلے جاتے تھے۔ وہاں سے واپسی کے چند ہی منٹ بعد ان کے ٹیچر آ جاتے تھے۔ وہ جوان کی آمد پر بے حد خوش تھی' چند ہی دن میں سمجھ گئی تھی کہ ہمیشہ سب کچھ ویسا نہیں ہوتا جیسی ہم امید رکھے ہوتے ہیں۔ بس بابا ہی تھے جو اس کو بہلانے کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔ کالج سے آ کر ان کے ساتھ ہی وہ کھانا کھاتی' شام کی چائے پیتی پھر واک کرتی تھی یا لان میں بیٹھ کر انہیں سارے دن کی روداد سناتی تھی۔ ایسے میں کبھی کبھی اس کے دل میں خیال آتا تھا۔ اگر خدانخواستہ بابا نہ ہوتے تو وہ تو مر جاتی' مگر پھر بابا بھی نہیں رہے تھے لیکن وہ نہیں مری تھی۔ ہاں' کبھی کبھی وہ حیران ہو کر سوچتی تھی کہ جن کے بغیر زندگی کا تصور نہیں ہوتا' پھر کیسے ہم ان کے بغیر جی لیتے ہیں۔ کیوں ختم نہیں ہوتے۔

"مومنہ!"

"ارے بھابی اور اس کے کمرے میں......؟" بری طرح چونکتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالنے کی سعی کی تھی۔

"کھانے کے لیے نہیں آئیں تم؟" انہوں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"بس آ رہی تھی۔" وہ اور کیا کہتی۔

"مومنہ! خالہ جان کا تو لگتا ہے ارادہ بدل گیا ہے۔ دو ماہ ہونے کو آئے ہیں انہوں نے دوبارہ اس موضوع پر بات ہی نہیں کی۔ جب کہ واصل کے گھر والے بار بار اصرار کر رہے ہیں۔ ہر روز تائی اماں اور صبا آپا کا فون آتا ہے۔ میرے خیال میں تو یہ ایک بہترین رشتہ ہے۔ باقی حتمی فیصلہ تو تمہیں ہی کرنا ہے۔ اچھی طرح سوچ کر کل تک مجھے بتا دینا۔" حسب عادت مختصر لفظوں میں اپنی بات مکمل کرتے ہوئے انہوں نے ساتھ ساتھ اپنی رائے دی تھی اور کمرے سے نکل گئی تھیں' مگر یوں جیسے اس کی جان بھی نکال کر لے گئی تھیں۔ مہروز احمد بھابی کا وہ مغرور آنکھوں اور اکڑی گردن والا کزن جسے چاہنا اور پانا کسی بھی لڑکی کے لیے ایک اعزاز ہو سکتا تھا۔ جانے کس لمحے اسے اس قدر اچھا لگنے لگا تھا کہ جب اس کا رشتہ اس کے لیے آیا تو وہ حیرت اور خوشی سے گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ تو اسے پانے کا خواب تک دیکھنے کی جرأت نہیں کر پائی تھی پھر یہ کیسے ممکن تھا......؟ کیا وہ اتنی خوش نصیب ہو سکتی تھی کہ وہ یوں بن چاہے اور بن مانگے اسے مل جاتا؟ یہ سوال گزشتہ کئی دنوں میں بارہا اس نے خود سے کیا تھا اور آج اسے جواب مل گیا تھا اور وہ خود کو ملامت کر رہی تھی۔ وہ پہلے ہی کیوں نہیں یہ جواب جان گئی تھی۔ وہ تو شروع سے ہی بد بخت تھی۔ سیاہ نصیب تھی......پھر......یہ......خوش نصیبی کیسے اس کے در پر دستک دے سکتی تھی۔ اسے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا۔ بالوں کو مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے وہ دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ دروازہ بند کیا تھا اور پھر اچانک پتا نہیں کیا ہوا تھا۔ زمین و آسمان جیسے گردش میں آ گئے تھے کہ کمرا اور اس میں رکھی ہر چیز گول گول گھومنے لگی تھی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ اگر اس نے دروازے کا ہینڈل نہ تھام رکھا ہوتا تو یقیناً اب تک زمین پر ڈھیر ہو چکی ہوتی۔ بہ مشکل زمین پر قدم جمائے لڑکھڑاتے ہوئے وہ آگے بڑھی تھی اور بیڈ پر گر گئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی۔ مگر کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ ہر منظر جیسے دھندلاتا چلا گیا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ ہوش و خرد سے بے گانہ ہو چکی تھی۔

جانے کتنی دیر یونہی بے سدھ پڑے رہنے کے بعد خود بخود اس کے حواس بحال ہوئے تھے۔ اس نے اُٹھنے کی کوشش کی تھی مگر اٹھا نہیں گیا تھا اور تب اس نے نڈھال سی ہو کر سر دوبارہ تکیے پر ڈال دیا تھا۔

موت مانگنے والا اللہ کی ناراضی کو دعوت دیتا ہے۔ موت مانگنے سے مصیبتیں آتی ہیں بیٹا! وعدہ کرو دوبارہ یہ جملہ نہیں بولو گی۔" وہ اس قدر فکر مندی اور پریشانی سے کہہ رہے تھے کہ اس نے فوراً وعدہ کر لیا تھا اور آج اس نے یہ وعدہ فراموش کر دیا تھا تو وہ جیسے اسے یاد کروا رہے تھے۔ اللہ کی ناراضی کے خیال سے وہ کانپ اٹھی تھی اس خالق و مالک کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں کی موجودگی میں موت کی تمنا کر رہی تھی اور اگر وہ ان نعمتوں میں سے صرف ایک نعمت اس کے جسم میں دوڑتی وہ طاقت و توانائی چھین لیتا جس کے بل پر وہ چلتی پھرتی تھی' ہر وہ کام جو وہ کرنا چاہتی تھی کرتی تھی اگر جو وہ ایسے ہی لیٹی رہ جاتی جیسے اس وقت لیٹی تھی تو......اف......!"

ایک دم اس کے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے۔ جسم پر

لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ دل یوں دھڑکنے لگا تھا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ وہ جیسے عالم وحشت میں اپنی تمام تر ہمتیں مجتمع کرتی ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی اور بیٹھتے ہی دل جیسے ایک دم شانت ہو گیا تھا۔ رواں رواں اللہ کا شکر ادا کرنے لگا تھا۔ دل و روح تشکر کے احساس سے لبریز تھے۔ صرف ایک پل...... ایک لمحہ تھا جس نے اس کے اندر اور باہر کی دنیا بدل کر رکھ دی تھی۔ وہ جو ہر وقت اللہ سے شکایات کرتی رہتی تھی اب اس کی عنایات گن رہی تھی اور ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی اللہ تبارک و تعالیٰ سے معافی کی خواستگار تھی اور وہ دونوں جہانوں کا مالک! کل کائنات کا خالق، دنیا کے صاحب اقتدار و اختیار کی طرح نہیں کہ سائل و طالب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔ اسے ذلیل کرے یا دھتکار دے۔ وہ تو یوں دامانِ رحمت میں پناہ دیتا ہے، یوں سمیٹ لیتا ہے کہ بندہ خود حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ وہ بھی اس وقت کچھ ایسی ہی کیفیت میں تھی۔ دل جیسے ہر فکر، ہر پریشانی اور ہر دکھ سے آزاد ہو گیا تھا۔ کچھ ایسا سکون ایسی طمانیت تھی جو اسے قبل کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ اس نے شاور لیا تھا تو دل و روح کے ساتھ جسم بھی ہلکا پھلکا ہو گیا تھا کچھ دیر پہلے والی کمزوری اور لاغری کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ یونہی بے خیالی میں چلتی ہوئی وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ پہلی مرتبہ اسے اپنا آپ بے حد اچھا لگا تھا۔ اسے اپنے اللہ پر بے حد پیار آیا تھا جس نے اسے اس قدر مکمل بنایا تھا۔ ایک جذب کے عالم میں اپنے ایک ایک نقش کو چھوتی وہ اپنے خالق کا شکر ادا کر رہی تھی اور حیران تھی کہ اندر کا موسم بدلنے سے ہر چیز اسے کس قدر بدلی بدلی، انوکھی اور بے حد اچھی لگ رہی تھی۔

پورے کمرے پر طائرانہ نگاہ دوڑاتے ہوئے وہ دریچے میں آ کھڑی ہوئی تھی۔

''ارے یہ پردے کتنے اُجلے اُجلے اور نکھرے نکھرے لگ رہے ہیں۔'' قدرے حیرانی سے اس نے پردے کو دونوں ہاتھوں میں تھاما تھا اور تب اسے یاد آیا تھا کہ ابھی گزشتہ ہفتے سب کمروں کے پردے ڈرائی کلین ہوئے تھے اور سب کے ساتھ اس کے کمرے کے بھی کروائے گئے تھے اور یہ کس نے کروائے تھے؟ ظاہر ہے بھابی نے۔ سب کمروں میں ہیٹر لگے تھے تو اس کے کمرے میں بھی لگوایا تھا۔ کتنی عجیب بات تھی کہ اس نے کبھی ان باتوں پر توجہ ہی نہیں دی تھی کیونکہ اس کا دھیان تو نہ ملنے والی چیزوں پر رہتا تھا کاش...... ! انسان جو نہیں ملتا اس پر واویلا کرنے کے بجائے جو مل جاتا ہے اس پر شکر ادا کرنے والا بن جائے۔ دوسروں میں خامیاں ڈھونڈنے کے بجائے اپنی خامیوں اپنی کوتاہیوں کو دیکھے۔ ان کی اصلاح کرے تو یقیناً وہ خود بھی خوش رہے اور دوسروں کو بھی خوش رکھ سکے اور اسے تو غور کیے بنا ہی تلاش کیے بغیر ہی خود میں بہت سی خامیاں نظر آ رہی تھیں۔ اسے بھابی سے اجنبیت کا گلہ تھا مگر اپنائیت کا کوئی مظاہرہ بھی نہیں تھا۔ اسے ان سے دور دور رہنے کی شکایت تھی، مگر اس نے خود بھی کبھی ان کے قریب ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ جب سے وہ آئی تھیں اس نے خود کو ہر معاملے سے علیحدہ کر لیا تھا۔ کبھی کسی کام میں ان کی مدد نہیں کی تھی۔ یہ سوچ کر کہ سارے کام تو ملازمین کرتے تھے یہ غور بھی نہیں کیا تھا کہ نگرانی تو وہ خود کرتی تھیں۔ حقیقت پسندی سے حالات کا جائزہ لیتی وہ اپنا محاسبہ کر رہی تھی۔ جب زرینہ نے آواز دیتے ہوئے کمرے کا دوازہ کھولا تھا۔

''باجی جی! مہروز صاحب آئے ہیں، آپ کو بلا رہے ہیں۔''

''مجھے......؟'' اس نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

''جی...... آپ کو......!'' زرینہ نے اس کا حیرانی سے کھلا منہ دیکھ کر بہ مشکل مسکراہٹ دبائی تھی۔

''مومنہ بی بی کیسی ہیں آپ؟''

''مومنہ بی بی......!'' اس طرز تخاطب پر اس کے منہ میں ایک دم جیسے کڑواہٹ سی گھل گئی تھی۔

''آپ نے مجھے بلایا تھا؟''

''جی ہاں آپ کے ہاں خود بخود تو مہمان کو کمپنی دینے کا رواج نہیں۔ خیر مجھے چند باتیں کرنی ہیں آپ سے۔''

''کیا؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔

''تمہارے خیال میں کتنا عمر کا فاصلہ ہوگا تمہارا اور میرا؟''

''جی......!'' اس نے حیران نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''مومنہ بی بی! میں نے کوئی پہیلی نہیں بجھوائی۔ سیدھی سی ایک بات پوچھی ہے جس کا سیدھا سا جواب چاہتا ہوں۔''

''اپنی تاریخ پیدائش بتا دیں ابھی جواب دے دیتی ہوں۔'' اس نے خاصا جل کر کہا تھا۔

''چلو میں خود ہی بتا دیتا ہوں۔ تم سے چھ، سات سال بڑا ہوں میں۔ اب بتاؤ تمہیں اس پر اعتراض ہے؟''

''جی......!'' اس نے بری طرح چونک کر، حیران ہوتے ہوئے ان کی جانب دیکھا تھا۔

''جی کے علاوہ اگر کوئی لفظ آتا ہو تو اسے بھی تکلیف دے دو۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میرا پروپوزل رد کر کے واصل کو شرفِ قبولیت بخشنے کی وجہ کیا ہے یہ کہ میں تم سے سات سال بڑا ہوں یا اس کی جہیز کے خلاف چلائی گئی مہم سے تم بھی اپنی بھابی جان کی طرح اس قدر متاثر ہو گئی ہو کہ وہ تمہیں کوئی دیوتا قسم کی چیز نظر آنے لگا ہے؟''

''جی۔'' بے اختیار اس کے منہ سے نکلا تھا۔ آنکھیں جیسے حیرت سے پھٹنے کو تھیں۔ وہ بھوری آنکھیں جن میں ایک عجیب سی بے نیازی اور غرور ہوا کرتا تھا۔ ان میں سرد مہری تھی، غصہ تھا، خفگی تھی۔

''پھر جی......!'' ہاتھ میں تھامی ہوئی کتاب بری طرح میز پر پٹخ دی گئی تھی۔

''پتا نہیں آپ کیا کیا کہتے جا رہے ہیں۔ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ کی امی جان دوبارہ آئیں ہی نہیں، نہ انہوں نے اس سلسلے میں کوئی بات کی تو بھابی جان کا خیال تھا کہ ان کا ارادہ بدل گیا ہے اس لیے...... مو...... مجھے......!''

جلدی جلدی کہتے کہتے ایک دم اس کی زبان لڑکھڑا سی گئی تھی۔ وہ آنکھیں جو ابھی کچھ دیر پہلے غصے اور خفگی سے بھری ہوئی تھیں، اب عجب سکون و طمانیت لیے خوشی سے دمکتی بے پناہ شوق اور وارفتگی سے اسے تک رہی تھیں۔

''یہ تو بھابی کہہ رہی تھی نا! تم کیا کہہ رہی تھیں؟''

بھاری گمبھیر لہجہ، دھیمی سی آواز۔

''مم...... مجھے نیند آ رہی ہے۔'' سرخ چہرے اور دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

''شام کو آئیں گی امی، تمہارا یہ گلہ دور کرنے ویسے سن لو کہ وہ تو دس بار آتیں۔ یہ تمہاری بھابی جو ظالم سماج کا کردار ادا کر رہی تھیں۔'' دروازے سے نکلتے ہوئے اس نے سنا تھا۔ مگر ہمیشہ کی طرح جلنے اور کڑھنے کے بجائے اس نے سوچا تھا کہ انسان کو حقیقت پسند ہونا چاہیے اگر بھابی نے یہ سوچا تھا کہ واصل سے اس کی شادی کی صورت میں اخراجات نہیں ہوں گے تو اس میں کوئی ایسی قابلِ اعتراض بات بھی نہیں تھیں۔ ہر انسان خود کے لیے نفع ہی سوچتا ہے۔ آخر کو وہ انسان ہی تو تھیں، فرشتہ تو نہیں اور انسانوں میں خامیاں تو ہوتی ہی ہیں۔ خود اس میں بھی تھیں اور اسے ان خامیوں کو دور کرنا تھا۔ بے حد حقیقت پسندی سے اس نے سوچا تھا اور سرشار سے انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

”تو پھر کیا بتایا تم نے بھائی جان کو؟“

”کچھ نہیں! صرف تمہارے بارے میں بتایا کہ تم مجھے پسند ہو اور میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“

”اتنی جلدی تم نے بھائی جان سے یہ بات کہہ دی۔“

”جلدی سے کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”فاریہ یہ فیصلہ تو میں نے اسی روز کرلیا تھا جس روز پہلی بار تم سے ملاقات ہوئی تھی اور میری زندگی میں کوئی بات بھائی جان سے پوشیدہ نہیں ہے پھر بھلا اتنی بڑی بات میں کیسے ان سے چھپا سکتا تھا؟“

”انہوں نے کیا کہا پھر؟“ وہ آہستہ سے پوچھنے لگی۔

”یہی کہ اپنی تعلیم مکمل کرلو پھر وہ اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھائیں گے۔“

”یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ اگر تمہارے بھائی جان کو میرے گھر والوں نے مایوس لوٹا دیا تو میں کچھ نہیں کرسکوں گی۔ یہ بات میں تمہیں اس لیے بتا رہی ہوں بعد میں مجھے الزام نہ دو۔“

”میرا خیال ہے وہ ہماری محبت کو دیکھتے ہوئے انکار نہیں کریں گے۔“

”اگر تمہیں تقدیر پر اتنا یقین ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ابھی بھی واپسی کا سفر آسان ہے۔ ابھی راستے اتنے دشوار نہیں ہیں۔ تم لوٹ جاؤ پلیز...... لوٹ جاؤ۔ میری فکر نہ کرو تم۔ میں خود کو سنبھال لوں گی۔“

”فاریہ! کیسی باتیں کرتی ہو تم؟“ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ ”میری واپسی مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے اور خدا کے لیے تم مایوسی کی باتیں کرکے مجھے کمزور مت کرو۔ میرے حوصلے پست نہ کرو۔“

”میرا مقصد تمہارے حوصلے پست کرنا نہیں ہے۔ صرف حقیقت سے آگاہ کرنا ہے۔“

”مجھے آزمانا چاہتی ہو؟“

”نہیں! بلکہ میرے اندر ایک انجانا سا خوف ہے جو مجھے کسی لمحے چین نہیں لینے دیتا۔ اگر ہم نہ مل سکے تو......؟“ فاریہ کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔

”وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ وقت سے پہلے خود کو پریشان کیوں کریں ہم۔ تم پریشان نہ ہو۔“

امجد کے سنگ گزری شامیں، بیتے لمحے اپنے اندر ڈھیروں فسوں لیے ہوئے تھیں۔ جن کا عکس اس کے چہرے پر نظر آتا۔ اس کی آنکھوں میں قندیلیں سی جلنے لگتیں۔ کبھی کبھی ان کی باتوں کا رُخ جدائی کی طرف مڑ جاتا تو وہ بہت خوف زدہ سی ہوکر رو دیتی۔ وہ اسے حوصلہ دیتا، سمجھاتا۔ اس وقت وہ بہل جاتی مگر پھر اک انجانا سا

خوف وجود کے گرد حصار باندھ لیتا۔ وہ اس سے جدا نہیں ہوسکتی تھی۔ نہ ہی اس سے جدا ہوکر زندہ رہ سکتی تھی۔

وہ اس کا کلاس فیلو تھا۔ وہ پہلے دن ہی اس کے دل میں اُتر گئی تھی۔ بہت کم وقت میں وہ ایک دوسرے کے دل کے مہمان بن بیٹھے۔ ایک پَل دور رہنا عذاب معلوم ہوتا۔ فاریہ آنے والے وقت سے بہت خوف زدہ ہوگئی تھی۔ اسجد اسے حوصلہ دیتا اور بہلاتا بھی۔ مگر کبھی کبھی وہ بھی سوچتا اگر فاریہ کی سوچ سچ ثابت ہوگئی تو وہ اس کے بنا کیسے جی پائے گا، لیکن اگلے ہی لمحے وہ مایوسی کے حصار سے نکل آتا۔ اسے اپنے اللہ کے بعد بھائی جان پر بہت بھروسا تھا۔ وہ کہتا تھا فاریہ میری ہے اور میری ہی رہے گی، وہ نا امید نہیں ہوتا تھا۔

☆......☆......

"چلو! تمہاری بھائی جان سے ملاقات کراؤں۔" اس روز اسجد نے اس سے کہا۔

"میری......؟" وہ بے یقینی سے گنگ سی رہ گئی۔

"میں نے ان سے کہا تھا تمہاری ملاقات کرواؤں گا۔ جب وہ چھٹی پہ آئیں گے تو۔ اچھا چلو ابھی تمہاری بات کرواتا ہوں۔"

"میں بات نہیں کرسکوں گی۔"

"کیوں؟"

"اچھا نہیں لگتا۔ پتا نہیں وہ کیا سوچیں گے؟"

"وہ کچھ نہیں سوچیں گے۔ بس تم بات کرلو۔ میری خاطر پلیز۔ وہ بُرا نہیں سمجھتے۔"

"لیکن میں تو سمجھتی ہوں، مجھے شرم آئے گی۔ نہیں کرسکوں گی میں بات۔ پلیز اسجد مجبور مت کرو مجھے۔"

"آخر بات کرنے میں بُرائی کیا ہے؟"

"تم اتنے بضد کیوں ہو؟"

"اس لیے کہ میں ان سے کہہ چکا ہوں۔"

"مجھ سے پوچھے بنا ہی......؟"

"ہاں مجھے یقین تھا تم میری بات نہیں ٹالو گی۔" وہ بڑے مان سے بولا۔ "یاد ہے پندرہ اپریل کا وہ خوب صورت دن، ہنستی مسکراتی صبح میں تمہارا کھنکتا لہجہ۔ فاریہ میں وہ دن کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس صبح کا ایک ایک لمحہ میرے دل میں قید ہوکر رہ گیا ہے اور میں اکثر تنہائی میں ان لمحات کو سوچتے ہوئے کھو جاتا ہوں۔ تمہارے لہجے میں سمٹ آنے والی وہ شوخ و چنچل ہنسی، جس نے مجھے اسیر کرلیا تھا۔ تم کچھ نہیں کہو گی اس دن کے حوالے سے؟"

"کیا کہوں؟ مجھے تو بس اتنا یاد ہے کہ تمہارے بار بار میرے سامنے آنے سے میں نے خوف زدہ ہوکر تمہارا سامنا ہی کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ان دنوں میں تمہاری یاد سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ جب تمہارا خیال آتا تو سر جھٹک کر اپنے آپ کو کاموں میں مصروف کرلیتی۔"

"کیا اس طرح تم میرے خیال سے دامن بچا پائیں، مجھے بھلانے میں کامیاب ہوئیں؟"

"پتا نہیں۔" اس نے نظر جھکا کر کہا۔

"یہی بات میری آنکھوں میں دیکھ کر کہو۔" اسجد نے ہاتھ سے اس کی تھوڑی اوپر اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"اسجد پلیز......" وہ روہانسی ہوگئی۔

"اقرار کرنے سے ڈرتی کیوں ہو؟" اس نے پیار بھری سرگوشی میں کہا تھا۔

"جب تم سب جانتے ہو تو پھر ضد کیوں کرتے ہو؟" فاریہ نے سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر وہ اس کی جذبے لٹاتی نگاہوں میں پَل بھر بھی نہ دیکھ سکی اور رُخ دوسری جانب پھیرلیا۔

"میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

اسجد کے لہجے میں تمام تر شدتیں سمٹ آئی تھیں۔ اس کا پیار بھرا انداز لب کھولنے پر مجبور کرگیا۔

"تمہارے پیار کا پھول آج بھی میری ہتھیلی پر رکھا ہوا ہے اور اس کی مہک میری سانسوں میں بسی ہوئی ہے۔ وہ خوش بُو مجھے تمہارے ہونے کا، تمہاری محبت کی شدتوں کا احساس دلاتی ہے۔ میں اگر چاہوں بھی تو تمہاری محبت سے منہ نہیں موڑ سکتی۔"

"فاریہ! تم یقین رکھنا۔ ہماری محبت کا وہ پھول ہمیشہ

تمہاری ہتھیلی پر کھلا رہے گا اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں۔ میرے پیار میں کبھی کہیں کوئی کمی نہیں آئے گی۔"

"اسجد! میں اب بھی خوف زدہ ہوں اپنی روایتوں سے نظریں نہیں چُرا سکتی۔ ان زنجیروں کو شاید کبھی نہ توڑ سکوں......"

"میرا ساتھ پاکر بھی خوف زدہ ہو؟" وہ درمیان میں بول پڑا۔ "اپنے دل سے سارے ڈر خوف نکال دو کہ تمہارے راستے کی ساری سختیاں خود پر جھیل جاؤں گا لیکن تم پر آنچ نہ آنے دوں گا اور تم تو پہلے ہی قدم پر حوصلہ ہار بیٹھی ہو؟ میں تمہیں بغاوت پر نہیں اُکساؤں گا، یہ میرا وعدہ ہے۔ تمہارے گھر والوں کی رضامندی سے حاصل کروں گا تمہیں۔ میں نے تم سے محبت کی ہے کوئی کھیل یا دل لگی نہیں کہ چار دن بعد بھول جاؤں گا۔"

اسجد کو اس کی آنکھوں میں پھیلا خوف دیکھ کر تکلیف ہوئی تھی۔ وہ اسے اپنی تمام تر سچائیوں اور ایمان داری سے چاہتا ہے۔ یہ بات فاریہ بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ اسجد کے جذبوں میں کھوٹ نہیں، لیکن اس کے ہاتھ پاؤں رواجوں کی اَن دیکھی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ چاہتے ہوئے بھی ان زنجیروں کو کاٹ نہیں سکتی تھی۔ وہ تو کسی اچھے وقت کے انتظار میں تھی جو اس کی تقدیر میں اسجد کا ساتھ لکھ دیتا۔ کیونکہ اسجد سے الگ ہونا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

☆......☆......

اماں کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی، لالہ حیدر اس کو لینے کے لیے آگیا۔ تو وہ اسجد سے ملے بغیر ان کے ساتھ گاؤں آگئی تھی۔ وہ اتنی جلدی میں آئی تھی کہ اس کو اطلاع بھی نہ دے سکی تھی کہ وہ گاؤں جارہی ہے اماں کے لیے پریشان تھی تو اسجد کا دھیان بار بار آرہا تھا کہ وہ اس کے یوں اچانک گاؤں آجانے پہ کتنا پریشان ہوگا لیکن جانا بھی ضروری تھا۔

"لالہ حیدر! اماں ٹھیک تو ہے؟"

"ہاں پتر! اماں ٹھیک ہے۔ ذرا سی طبیعت بگڑی تو تیری یاد ستانے لگی کہ تجھے شہر سے لے آؤں۔ تُو جانتی ہے اماں کو ذرا سا تاپ چڑھ جائے تو گھبرا جاتی ہے۔ میں نے اماں کو حوصلہ دیا کہ تُو دل چھوٹا نہ کر میں آج سویرے ہی نکل جاؤں گا اور دوپہر تک تجھے شہر سے لے آؤں گا تو اماں کو تسلی ہوئی۔" فجر کی نماز پڑھ کر لاہور کے لیے گھر سے چل پڑا۔

لالہ حیدر اس سے پانچ سال بڑا تھا۔ اس کی شادی کو چار سال ہوگئے تھے۔ مگر اولاد جیسی نعمت سے ابھی تک محروم تھے۔ لالہ حیدر فاریہ کو اپنی دھی سمجھتا تھا اور ابے کی طرح اس کو پتر کہہ کر بلاتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ فاریہ میری بہن ہی نہیں بیٹی ہے۔ اس کا ہر طرح سے خیال رکھتا تھا۔ جب وہ اچھے نمبروں سے ایف ایس سی میں پاس ہوگئی تو لالہ حیدر کی کوشش سے ہی وہ میڈیکل میں داخل ہوئی تھی کیونکہ اماں، ابا اس کا بیاہ کردینا چاہتے تھے لیکن لالہ حیدر اور بھرجائی نے ان کو سمجھا لیا تھا کہ بیاہ کے لیے ساری عمر پڑی ہے۔ اگر وہ ڈاکٹر بن جاتی ہے تو ہم سب کے لیے بہت خوشی کا مقام ہوگا۔ یوں ان دونوں کے سمجھانے پر اماں، ابا نے اجازت دے دی تھی۔ جب وہ پڑھائی کے لیے شہر جارہی تھی تو اماں نے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا تھا۔

"فاریہ پتر! تیرا لالہ اور بھرجائی ضد کرکے تجھے شہر پڑھنے کے لیے بھیج رہے ہیں۔ مگر تُو دھیان رکھنا، اپنی ریت، رسم رواجوں کا۔ تجھے اپنی روایتوں کو بھولنا نہیں ہے اور برداری میں ہماری ناک اونچی رکھنی ہے۔ بس پتر تُو اپنے پیو تے ویر دی لاج رکھیں۔"

"اماں تُو کیوں بھول رہی ہے، تیری دھی نے پہلے کبھی تیرا سر نیچا ہونے دیا ہے؟ تیری دھی ہمیشہ تیرا مان قائم رکھے گی۔" فاریہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"فاریہ دی اماں! تُو نے میری دھی کو بھی رُلا دیا۔ وہ شہر پڑھنے جارہی ہے، اس کو ہنسی خوشی وداع کر، نہ کہ پریشان کردیا۔ تُو رو نہ میری دھی! تو بڑی سمجھ دار ہے۔ تجھے کچھ سمجھانے کی لوڑ نہیں۔ تیری اماں تو جھلی ہے۔ آپ وی رو رہی ہے اور تجھے وی رُلا دیا۔ چل چپ کہ جا میرا پتر۔"

ابے نے اس کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا تو وہ بکھری گئی۔ پہلی بار گھر سے، گھر والوں سے الگ ہو رہی تھی۔

''ابا تُو میرا اعتبار رکھنا۔ مجھے تیری عزت اپنی جان سے وی پیاری ہے۔''

''چل پتر لاری کا ویلا ہو رہا ہے۔ یہ نہ ہو کہ لاری نکل جائے۔'' لالہ حیدر نے صافہ کندھے پر ڈالتے ہوئے اس کا سامان اٹھالیا تھا۔

وہ بھرجائی کے گلے لگ کر رو پڑی تھی اور لالہ حیدر کے پیچھے آنسو صاف کرتی چل پڑی تھی اور اب فاریہ کا میڈیکل میں آخری سال تھا۔

......☆......

وہ گھر پہنچی تو اماں کی طبیعت بگڑ چکی تھی۔ یوں لگ رہا تھا اماں صدیوں سے بیمار ہے۔ وہ اماں کے سینے پر سر رکھ کر رو پڑی تھی۔ اماں کو دمے کی شکایت تھی۔ ٹھنڈ لگ گئی تھی۔ مگر اس بار تو وہ بہت کمزور ہوگئی تھی۔ لالہ حیدر اماں کو شہر لے گئے تھے۔ اماں کو دوائی دلا کر لے آئے تھے۔ فاریہ کے آنے سے اماں کچھ سنبھل گئی تھی۔ لیکن اب اماں کو اس کی شادی کی فکر لگ گئی تھی۔ پتا نہیں اس بار اماں اتنا گھبرا کیوں گئی تھی۔

''حیدر پُتر! میں اپنی زندگی میں فاریہ پتر کو اپنے گھر میں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ اب جانے کتنے سانس باقی رہ گئے ہیں۔ میں اپنی دھی کو ووہٹی بنی دیکھنا چاہتی ہوں۔ تیری خالہ رفاقت کے لیے آئی تھی، رفاقت اس کا اکلوتا پُتر ہے وہ بھی اس کی خوشیاں دیکھنا چاہتی ہے۔ نمانی آپ وی ٹھیک نہیں رہتی۔ میں نے اس کو راضی خوشی بھیج دیا ہے۔ بہن تسی ویاہ دے دن رکھ دو۔''

''لیکن اماں رفاقت تو اَن پڑھ ہے اور فاریہ ڈاکٹر بن گئی ہے۔ تھوڑے دن ہی رہ گئے ہیں اس کی ڈاکٹری میں۔ ان دونوں کا کوئی جوڑ نہیں۔'' اس کے حق میں پہلی آواز بھرجائی نے اُٹھائی تھی۔

''تُو یہ کیوں بھول رہی ہے کہ فاریہ رفاقت کی بچپن دی منگ ہے۔ اگر انکار ہوا تو میری بہن دا رشتہ وی ٹوٹ جائے گا اور برادری والے بھی تھو تھو کریں گے۔''

''لیکن اماں یہ تو سوچ ایک۔ اَن پڑھ بندے کے ساتھ فاریہ کا کیسے گزارا ہو سکتا ہے؟''

''حیدر پُتر تُو اپنے ریت رواج بھول گیا ہے یا تجھے اپنی ذات برادری کی پابندیاں یاد نہیں رہیں؟''

''میں جانتا بھی ہوں اور یاد بھی ہیں، لیکن اماں یہ تو سوچ ایک جاہل کے ساتھ وہ کیسے رہ سکے گی؟ ساری حیاتی اس کے پیر دباتے اور گالیاں کھاکے گزار دے گی۔ تُو جانتی ہے کہ رفاقت کی عادتیں کیسی ہیں۔ اماں جو بھی ہو پر میں اپنی فاریہ پتر کو ایک گنوار بندے کے ساتھ نئیں ویاہ سکدا۔ ابا مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ میں فاریہ پُتر کا ویاہ کسی اور اچھی جگہ کردوں۔''

''پُتر! تیری اماں اور برادری...... مجھ میں ہمت نہیں ہے اگر تُو حوصلہ رکھتا ہے تو جیسا چاہے کرلے۔ مگر سب کام خیر خوبی سے ہونا چاہیے۔''

''فاریہ کے ابا......''

''جھلی زمانہ بدل گیا ہے اور ہم نے بھی زمانے کے ساتھ چلنا ہے۔ اپنی دھی کو پڑھا لکھا کر کسی ایسے بندے کے کھونٹے سے تو نہیں باندھ سکتے جو ساری حیاتی اس کو جانور سمجھ کر مارتا رہے۔''

''فاریہ کے ابا! جو بھی ہو میں اپنی بہن کو نہیں چھوڑ سکتی اور برادری والے یہ ہی کہیں گے، دھی کو پڑھنے شہر بھیجا تھا، جن تو چڑھنا ہی تھا۔''

''اماں یوں نہ بول، فاریہ پتر نے کچھ نہیں کیا۔ وہ ہماری دھی ہے، ہم اس کا بھلا ہی سوچیں گے۔'' بھرجائی کی آواز میں بہت اعتماد تھا۔

اور فاریہ کو یوں لگا تھا جیسے کسی نے اسے گہری کھائی میں دھکا دے دیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں پھیلا کاجل، بادلوں کے رنگ کی طرح اور گہرا ہوگیا تھا۔

''فاریہ!'' وہ چولہے میں لکڑیاں سلگا رہی تھی۔ ان سے نکلتا دھواں اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گیا تھا۔ وہ اس لکڑی کی طرح سلگ سلگ کر راکھ ہو رہی تھی۔

''تجھے کیا ہوگیا ہے، رو کیوں رہی ہے؟''

''بھرجائی! رو تو نہیں رہی، دھواں آنکھوں میں گھس گیا ہے۔''

''دھوئیں کی آڑ کیوں لیتی ہے۔ جو دل میں ہے بول کیوں نہیں دیتی؟ دل کھول کر رو لے، لیکن اس کے بعد کبھی نہ رونا۔ تو کیا سمجھتی ہے میں جھلی ہوں کچھ نہیں سمجھتی؟ تُو نے منہ سے کچھ نہیں کہا لیکن تیری آنکھیں سب کچھ کہہ گئی ہیں۔ ان میں نظر آتا عکس بڑا من موہنا سا ہے۔ جس کا بھی ہے، بہت ہی پیار کرنے والا ہے۔ جس نے ہماری فاریہ کی جنڈڑی بدل کر رکھ دی ہے۔ جوانی خوب صورت ہوگئی ہے کہ نظر نہیں ٹکتی تیرے چہرے پر۔ شالہ نظر نہ لگے تجھے، چل آ تیری نظر اُتار دوں۔'' یہ بھرجائی کی محبت کا اثر تھا کہ وہ اس کے سامنے دل کھول گئی تھی۔ اس نے ایک ایک بات بتادی تھی۔

''بھرجائی! میں امجد کے بنا نہیں جی سکتی۔ یوں محسوس ہوتا ہے اگر اس سے ایک پل بھی دور ہوئی تو ایک سانس بھی نہیں آئے گی اور بھرجائی اس کا کیا بنے گا؟ یہ سوچ کر سر پھٹنے والا ہوگیا ہے۔ میں اس کو خود سے جدا کیسے کر پاؤں گی؟'' وہ بھرجائی کے گلے لگ کر تڑپ اٹھی تھی۔

''جب تک تیری بھرجائی زندہ ہے تجھے کوئی دُکھ نہیں پہنچ سکتا۔ وہ ہی ہوگا جو تو چاہے گی۔ تُو بے فکر ہوجا۔ اب ساری فکریں میری ہیں۔''

''بھرجائی! جو بھی ہو میں آپ سب کا اعتبار نہیں ٹوٹنے دوں گی۔ آپ نے اماں کی بات سنی تھی؟ مانا کہ دل پر اختیار نہیں رہتا۔ لیکن خود پر اختیار تو ہے نا! آپ جہاں چاہیں، جس سے چاہیں شادی کردیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' لالہ حیدر کب ان کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔ ان کو پتا نہیں چلا تھا۔

''فاریہ پتر! ابھی تیرا لالہ زندہ ہے۔ فیصلہ وہ ہوگا جو میں چاہوں گا۔ تیرا لالہ اپنی جان پہ کھیل جائے گا مگر اپنی پُتر کی ساری خوشیاں خود اپنے ہاتھوں سے تیرے نصیب میں لکھے گا۔''

''لالہ......'' اس نے کہا [illegible] ہی نہیں تھا۔ بس ان کے گلے لگ کر رو پڑی تھی۔ اسی [illegible] میں واپس شہر آگئی تھی۔ گو کہ بھرجائی اور لالہ حیدر نے اس کو بہت حوصلہ دیا تھا، لیکن وہ جانتی تھی یہ سب ممکن نہیں اور نہ ہی اتنا آسان ہے۔

''کیوں چلی گئی تھیں تم بنا بتائے؟''

آج وہ اس کے سامنے بیٹھا تھا اور ان پندرہ دنوں میں بہت بکھر گیا تھا۔

''جانتی ہو کتنا مس کیا تمہیں؟ دن رات پریشان ہوتا رہا۔ میرے پاس کوئی نمبر نہیں تھا کہ تمہاری خبر لے لیتا اور تمہیں خیال بھی نہیں آیا کہ خود ہی خبر کردو۔''

''اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ بس اچانک ہی جانا پڑ گیا۔ میں بتانا چاہتی تھی لیکن گاؤں میں یہ سہولت نہیں اور میں الجھنوں میں ہی رہی ہوں اور رہا خیال تو تمہارا خیال مجھے ہر لمحہ رہا۔ کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرا کہ تمہیں یاد نہ کیا ہو۔'' اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔

''آج پندرہ دنوں بعد تمہیں دیکھا ہے اور یہ پندرہ دن پندرہ صدیاں بن کر گزرے ہیں اور بھائی جان آئے تھے تم سے ملنے لیکن تم گاؤں جاچکی تھی۔ اگر وہ مجھے بتا کر آتے تو میں ان کو منع کردیتا۔ تم نے ان سے بات بھی نہیں کی اور وہ تمہارے گھر آنا چاہتے ہیں۔ تم بتاؤ کب بھیجوں؟''

''امجد......'' پھر وہ رو پڑی تھی۔ اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

''تم رو کیوں رہی ہو؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟''

''امجد ہم شاید کبھی نہ مل سکیں۔'' اس نے روتے ہوئے ساری بات بتادی تھی۔

''تم اتنی مایوس کیوں ہو؟ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ میں ابا سے، لالہ حیدر سے بات کروں گا۔ یقیناً بھرجائی میرا ساتھ دیں گی۔ فاریہ میں اماں کے پاؤں پکڑ لوں گا۔ تم فکر نہ کرو سب ٹھیک ہوجائے گا۔ رو رو کر خود کو ہلکان مت کرو پلیز......'' وہ خود بھی پریشان ہوگیا تھا لیکن پھر بھی اسے تسلی دے رہا تھا۔

''کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔ خود کو سنبھالو پلیز۔''

اتنے میں اسجد کے سیل پر بیل ہوئی تھی۔ اس نے سیل دیکھا تو بھائی جان کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ اسجد نے ان کو ساری بات بتادی اور آخر میں سیل اس کے ہاتھ میں تھمادیا تھا۔ فاریہ نے ایک نظر اسجد کو دیکھا تھا اور سیل کان سے لگالیا تھا اور پھر وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''بھائی جان میں اسجد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ میں مرجاؤں گی۔'' پھر وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رو پڑی تھی، آج پہلی بار اس نے بات کی تھی ان سے اور بات بھی کیا تھی۔

......☆......

اِدھر لالہ حیدر نے برادری سے ٹکر لے لی تھی۔ وہ ان سب کے سامنے ڈٹ گیا تھا۔ اماں نے جب ان تینوں کو ایک موقف پر ڈٹے دیکھا تو وہ بھی ان کا ساتھ دینے پر مجبور ہوگئی تھیں۔ برادری نے بائیکاٹ کردیا تھا لیکن لالہ حیدر کو اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ اپنا کھاتا کماتا تھا۔ اس کا ایمان تھا رزق دینے والی ذات صرف خدا کی ہے۔ جب تک وہ نہ چاہے تو کسی کا بُرا نہیں ہوسکتا اور ہمارے مذہب میں ذات برادری کی کوئی پابندی نہیں۔ فوقیت صرف تقویٰ کی بنا پر دی گئی ہے۔

اس صبح وہ فاریہ کو یہ خوش خبری سنانے کے لیے جانا چاہتے تھے کہ اسی روز اسجد اپنے بھائی جان کو لے کر آ گیا تھا۔

''میں فاریہ بہن کے لیے سوالی بن کر آیا ہوں۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے بنا جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ اسجد کو میں نے پال پوس کر جوان کیا ہے۔ یہ بہت چھوٹا تھا جب پاپا کی وفات ہوئی اور پھر ان کے کچھ عرصے بعد مما بھی چل بسیں۔ میں نے اس کو ہر خوشی دینے کی کوشش کی ہے اور میں نے اسجد سے وعدہ کیا تھا اگر مجھے آپ لوگوں کے پاؤں بھی پکڑنے پڑے تو پکڑ لوں گا۔ لیکن مجھے میرے بھائی کی خوشیاں دے دیں۔ یہ میرا آپ لوگوں سے وعدہ ہے فاریہ بہن کو کبھی کوئی کمی نہیں ہونے دوں گا۔ اسجد اس کا بہت خیال رکھے گا۔ آپ کی جو شرط بھی ہو میں ماننے کے لیے تیار ہوں۔ مانا کہ ہم غیر برداری کے لوگ ہیں۔ مگر ایک عزت دار خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ معاشرے میں ایک باعزت مقام ہے ہمارا اور رشتوں کا تقدس رکھنا آتا ہے ہمیں اور کسی قسم کی تحقیق یا کوئی جانچ پڑتال کرنا ہو تو آپ کرسکتے ہیں لیکن میری ایک ہی درخواست ہے کہ آپ انکار مت کرنا۔

''ہمایوں پُتر! یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے کہ فاریہ پتر کو اتنا اچھا رشتہ مل رہا ہے۔ جو ہماری دھی کو بہت پیار بھی کرتا ہے۔ انسان کی انسانیت دیکھی جاتی ہے دولت جائیداد نہیں اور اس کا کردار ہی اس کی جائیداد ہوتی ہے۔ ہماری طرف سے ہاں ہے اور فاریہ آپ لوگوں کی امانت۔'' ابا نے ہمایوں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا تھا۔ درحقیقت انہوں نے ان کی جھولی بھر کر فاریہ کی خوشیاں فاریہ کو لوٹادی تھیں۔

اماں جو غیر برادری کے خلاف تھیں۔ اتنے خوب صورت، پڑھے لکھے لڑکے کو دیکھ کر پھولے نہیں سمارہی تھیں۔ یہ تو ان کی فاریہ کی خوش قسمتی تھی کہ اتنا اچھا ساتھی اس کے مقدر میں لکھا تھا اور جب برادری والوں نے سنا تو رشک کیے بنا نہیں رہ سکے تھے۔ وہ سب بھی فاریہ کے مقدر پہ شکر بجالائے تھے۔

جب فاریہ کو معلوم ہوا کہ لالہ حیدر نے اس کی خواہش پوری کردی ہے تو وہ اپنے ربّ کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا۔ وہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ سجدۂ شکر ادا کرنے بیٹھ گئی تھی۔ یہ سب اتنی آسانی سے ہوجائے گا اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ اسجد فاریہ کو بتائے بنا ہی بھائی جان کو لے کر اس کے گاؤں پہنچا تھا۔ اگر وہ اسے بتا کر جاتا تو وہ کبھی نہ جانے دیتی۔ یہ سب اس کی لاعلمی میں ہی ہوا تھا۔ اسجد نے جیسا اسے کہا تھا وہ کر دکھایا تھا۔ اسجد کی محبت پر اس کا یقین پختہ ہوگیا تھا۔ اللہ نے کتنا خوبرو، پیار کرنے والا ساتھی اس کے نصیب میں لکھا تھا۔ یہ سب اس کے والدین کی دعاؤں کا صلہ تھا کیونکہ وہ ان کی فرماں بردار بیٹی تھی۔

اور اب دو دن سے وہ ہاسٹل میں چھپی ہوئی تھی۔ اسجد کا سامنا کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی مگر کب تک گریز کرتی ایک نہ ایک دن تو جانا تھا، کلاس میں۔

بہار کا موسم تھا۔ ہر طرف رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے اور فضا میں ان کی بھینی بھینی خوش بُو رچی بسی ہوئی تھی۔

''میں نے تم سے کچھ کہنا ہے۔'' اسجد نے گلاب کا پھول توڑتے ہوئے کہا۔

فاریہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''تمہاری خاموشی اس بات کی گواہ ہے کہ میں جو کہنا چاہتا ہوں کہہ دوں۔ مجھے تم سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کوئی تمہید باندھے بنا کہنا چاہتا ہوں۔''

اس کی آنکھوں میں پھیلی اجنبیت دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔

''تمہیں مجھ سے اجازت لینے اور کوئی تمہید باندھنے کی ضرورت کب سے پیش آ گئی؟''

''وقت کا کچھ پتا نہیں ہوتا کب اپنا رُخ بدل لے۔''

اسجد کے ہونٹوں پر شرارت سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔

تھوڑے وقفے بعد وہ بولا۔ ''فی الحال مجھے یہ کہنا ہے کہ میں آج بھی تم سے محبت کرتا ہوں، شدید محبت...... اب تم یہ بتاؤں کہ دو دن سے کہاں غائب تھیں؟''

''کہیں نہیں...... یہیں تھی۔''

''پھر نظر کیوں نہیں آئیں۔''

''میں خوف زدہ تھی اگر دوبارہ تم سے سامنا ہوگیا تو مجھے بہت ستاؤ گے۔ اسی لیے خود کو ہاسٹل میں مقید کرلیا۔''

''تم جانتی ہو مجھ پر کیا گزری؟ اب بھی میری نظروں سے اوجھل نہ ہونا، جی نہیں پاؤں گا۔''

''ایسا کبھی نہیں ہوگا اور اب تو تمام جملہ حقوق اپنے نام لکھوانے جارہے ہو، پھر پریشانی کیسی؟''

وہ دھیرے سے مسکرادیا۔

''میں اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر کہتی ہوں، میرے جذبے خالص اور کھرے ہیں اور آخری سانس تک اتنے ہی کھرے رہیں گے اور تم بھی وعدہ کرو، کبھی بدلو گے نہیں۔''

''نہیں بدلوں گا جناب کبھی نہیں۔ جس نے تمہیں اتنی کوششوں سے حاصل کیا ہو، وہ بدل سکتا ہے بھلا؟''

''تم یوں ہی خوف زدہ تھیں اور مجھے بھی ڈرا رہی تھیں۔ میں نے کہا تھا نا سب ٹھیک ہوجائے گا۔ مجھے ایک بار ٹرائی کرنے دو اور تم نے دیکھا تمہیں بغاوت پر اُکسائے بغیر ہی اللہ نے ہماری سُن لی۔ اگر جذبے کھرے ہوں سچی لگن ہو تو ناممکن چیز بھی ممکن ہوجاتی ہے اور بھائی جان نے اپنا حق ادا کردیا ہے، اب تو مل لوں ان سے۔''

''ہاں اسجد میں بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے تم جیسا پیار کرنے والا ساتھی ملا اور لالہ حیدر اور بھرجائی کی کوششوں کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔''

''ہاں یہ ساری کوششیں اس لیے کامیاب رہیں کہ ہمارا ملن لکھا تھا۔''

قریبی پودے سے گلاب کا پھول توڑ کر اسجد نے اس کے ہاتھ میں تھمادیا تھا اور وہ رشک بھری نظروں سے اس کو دیکھے گئی تھی۔

موسم بہار اپنے جوبن پر تھا بہار ان کے لیے خوشیوں کا پیغام لائی تھی اور ان کی زیست میں خوشیاں پھول اور پیار ہی پیار لکھ دیا تھا۔

جذبے اگر خالص اور کھرے ہوں تو ہر ناممکن بات کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ بات ہمت، حوصلے، جذبے اور سچی لگن کی ہوتی ہے۔

پتھروں کی پلکوں پر

نازیہ کنول نازی

تو جس میں آسودۂ وفا تھا
وہی سنہرا محل رہی ہوں
کنارہ بھی احترام سے کر
تری دعاؤں کا پھل رہی ہوں

رات کے شہر میں، کھیل ہی کھیل میں
کھو گئے ہم کہیں، وقت کی لہر میں
آگ ایسی لگی، خواب تک جل گئے
نیند کے قہر میں، رات کے شہر میں
اک مسافر لٹا، روشنی کھو گئی
راستہ گم ہوا ایک کھڑکی کھلی
کوئی در وا ہوا......
چھوڑ کر جسم کو کوئی سایہ گیا
ٹوٹ کر شاخ سے ایک پتا گرا
بے صدا نہر میں رات کے شہر میں
دور سیٹی بجی کالے انجن کے سنگ ریل گاڑی چلی
ایک آنسو گرا آخری پہر میں
رات کے شہر میں

دروازے پر دستک کی صدا ابھری تھی۔ آمنہ کپڑے سمیٹتی بیرونی دروازے کی طرف چلی آئی۔

"کون؟"

"ایان، صاعقہ کا بھائی۔"

"ایان بھائی۔" اسے جیسے باہر سے اس جواب کی امید نہیں تھی تبھی قدرے حیران ہوتے ہوئے اس نے فوراً دروازہ کھول دیا۔
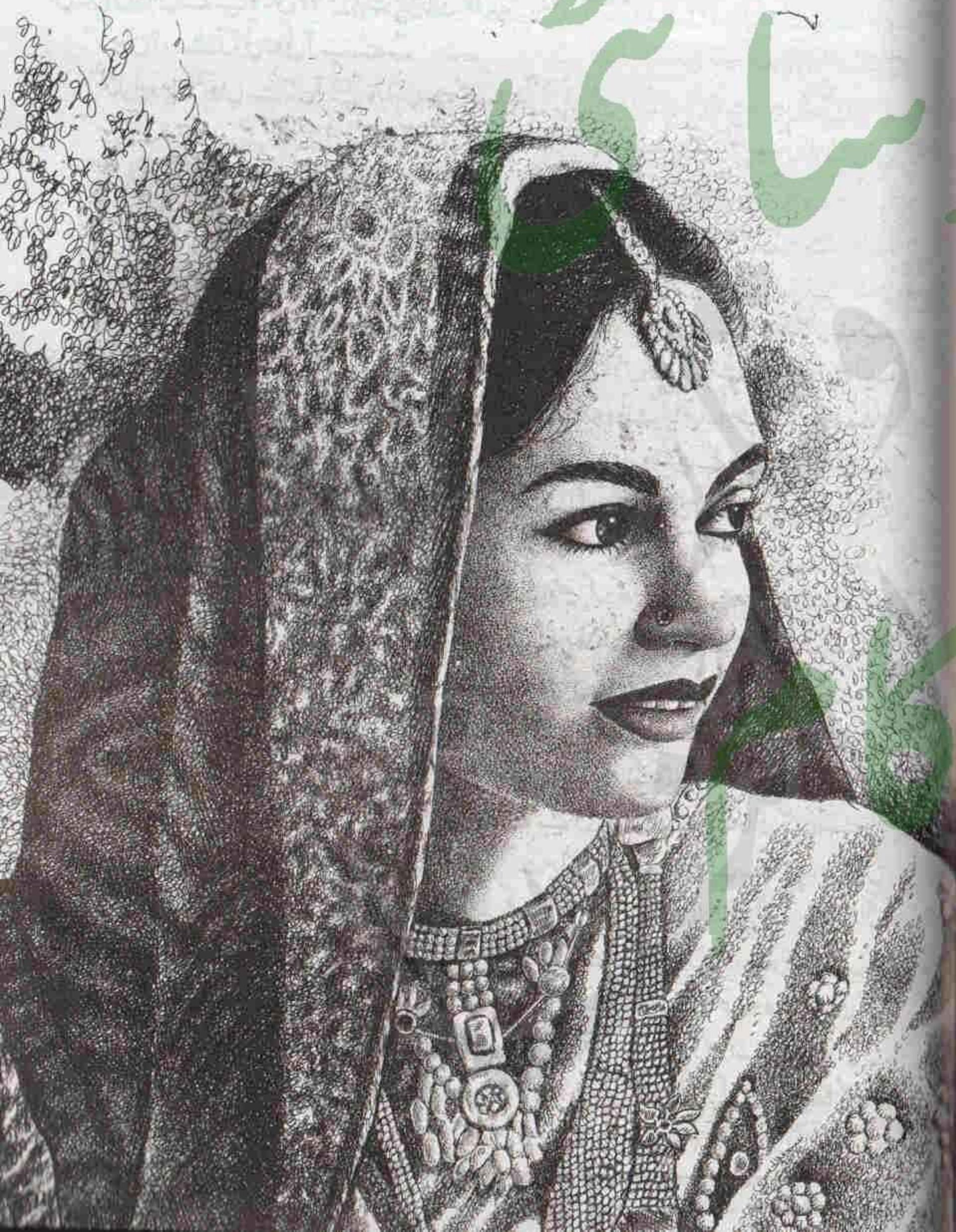
''السلام علیکم! ایان بھائی آپ۔''

''جی وہ گھر لاکڈ تھا سوچا آپ سے پوچھ لوں یہ لوگ کہاں گئے ہیں؟''

''پتا نہیں ایان بھائی۔ صاعقہ نے یہ گھر تبدیل کیا تھا پھر کسی وجہ سے وہاں سے بھی شفٹ کر گئی۔ کافی مشکلات کا شکار ہیں آپ کے گھر والے' میں نے ایک دو بار صاعقہ کے ساتھ جانے کی کوشش کی مگر وہ لے کر ہی نہیں گئی۔ اس کے لیے تو میں خود بھی بہت پریشان ہوں۔''

''کیوں؟ وہ ملنے تو آتی ہوگی آپ سے۔''

''نہیں' دو چار ہفتوں سے نہیں آ رہی' ناراض ہے مجھ سے۔''

''میرے خدا تو اب میں کہاں ڈھونڈوں انہیں؟ پہلے ہی بہت مشکل سے ملے تھے یہ لوگ۔''

''میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ آپ کو یوں بتائے بغیر انہیں گھر چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔''

''شوق سے نہیں گیا تھا' مجبوری میں گیا تھا تاکہ ان کے لیے کچھ کر سکوں۔''

''پھر کیا کیا ہے آپ نے ان کے لیے۔''

''معذرت ابھی یوں گلی میں کھڑے کھڑے نہیں بتا سکتا۔ بہرحال اب چلتا ہوں۔ یہ میرا رابطہ نمبر ہے جیسے ہی صاعقہ آپ کو ملے یہ نمبر اور یہ کچھ پیسے اسے دے دیجیے گا۔ میں پھر آؤں گا۔'' سرعت سے پیسوں کا ایک لفافہ اور ایک چھوٹی سی چٹ جس پر اس کا موبائل نمبر لکھا تھا اسے پکڑا کر وہ پلٹ گیا تھا۔ آمنہ اسے صدا دے کر روکتی رہ گئی۔ اماں اس وقت گھر پر نہیں تھی وگرنہ وہ اسے اندر ضرور بلاتی۔ دروازہ بند کر کے وہ پلٹی تھی اور اس کے ساتھ ہی اس تنگ بوسیدہ گلی کے کئی ادھ کھلے کواڑ بھی بند ہوئے تھے۔ اگلی صبح تک اس محلے میں ایک نئی کہانی جنم لے چکی تھی۔

آمنہ کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی اور اس کے کردار کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی گئیں۔ چور نگاہ رکھنے والی اس محلے کی ایمان فروش کچھ خواتین نے ایان سے پندرہ منٹ دروازے پر ملاقات اور اس سے چٹ و لفافہ تھامنے کو اپنی مرضی کے معنی پہنا کر اسے رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ اپنی صفائی میں قسمیں کھاتی رہ گئی مگر......! چھوٹی چھوٹی تنگ گلیوں کے اس بوسیدہ محلے میں بسنے والے لوگوں کے ذہن بھی اتنے ہی تنگ تھے۔ اگلے چند روز میں اس کی منگنی کا سامان بھی واپس آ گیا تھا۔ صف ماتم بچھے اس چھوٹے سے گھر میں پہلی بار اسے اس کی ماں نے خوب مارا تھا اور یہ مار بھی ایسے جرم کے لیے تھی جو اس سے سرزد ہوا ہی نہیں تھا۔ وہ تو صرف سمعان کو پسند کرنے کی سزاوار تھی۔ اس کے برے حالات پر اس کے گھر والوں کے لیے اپنے دل میں ہمدردی رکھتی تھی۔ تیسری کوئی بات تو تھی ہی نہیں درمیان میں مگر...... پھر بھی اس کا کردار داؤ پر لگ گیا تھا۔ رائی سے پہاڑ بنا اور پہاڑ بھی ایسا بلند کہ وہ اس کے نیچے دب کر سانس لینے سے بھی معذور رہی۔ اپنے ہی گھر میں بنا کسی گناہ کے وہ جیسے اچھوت بن کر رہ گئی تھی۔ نہ کوئی اس کی طرف دیکھتا تھا نہ بات کرتا تھا۔ وہ کھانا کھاتی' نہ کھاتی کوئی پروا نہیں تھی کسی کو۔ اسے بدن پر لگے زخموں کا کوئی ملال نہیں تھا تکلیف تھی تو صرف اپنے رشتوں کی بے اعتباری کی۔ کتنا گرا دیا تھا ان لوگوں نے اسے یوں کہ وہ زندہ جاوید ہنستی کھلکھلاتی لڑکی سے چپ کا مجسمہ بن کر رہ گئی تھی۔ ماؤں کی نیندیں تو شاید بیٹیوں کے جنم لیتے ہی اڑ جاتی ہیں۔ وہ بیٹی تو پھر جوان بھی تھی رسوا بھی اور منگنی ٹوٹی ہوئی بھی۔ اس کی ماں کی نیند اڑنا لازمی بات تھی۔ بہت دنوں کی کوششوں کے بعد بالآخر ایک جاننے والی کے توسط سے اس کے لیے ایک پہلے سے شادی شدہ ادھیڑ عمر شخص کا رشتہ آ گیا تھا۔ جو بچوں کی خاطر دوسری شادی کرنا چاہ رہا تھا۔

محلے میں بیٹی کے ہاتھوں ہوئی رسوائی کا داغ دھونے کے لیے آمنہ کی ماں نے یہ رشتہ منظور کر لیا تھا۔ سادگی سے ساری تیاری ہوئی اور اسی روز وہ بابل کی دہلیز سے رخصت بھی ہو گئی مگر یہ رخصتی ایسی ہی تھی جیسے کسی گھر سے جنازہ نکلتا ہے۔

سمعان کو کسی دوست کی معرفت اس شادی کی خبر ملی تھی۔ چند لمحوں کے لیے تو جیسے وہ ساکت ہی رہ گیا۔ یقین ہی نہ آیا تھا کہ ہر مشکل میں ساتھ نبھانے کا دعویٰ کرنے والی وہ لڑکی یوں بنا بتائے کسی اور کے سنگ چپ چاپ رخصت ہو کر بھی جا سکتی ہے۔ سڑک کے کنارے لگے بجلی کے پول تلے کھڑا وہ کتنی ہی دیر اپنی کٹی ہوئی ٹانگ اور پھٹے ہوئے کپڑوں کو دیکھتا رہا تھا آنکھیں بھر آنے کو بے تاب تھیں۔ سارا شہر دوڑتی بھاگتی' گاڑیوں میں سوار جیسے زندگی کی دوڑ میں ایک دوسرے سے مقابلے پر تلا ہوا تھا۔ مگر ایک اس کا دل تھا کہ وہاں جیسے دور دور تک سناٹا بکھر گیا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا وہاں اس کے دکھ پر رونے کی فرصت کسی کے پاس نہیں تھی۔ اس روز اس نے اپنا پہلا گردہ بیچا تھا۔ شب کی تاریکی میں شکستہ دل سے اگلے دو روز کے بعد گھر واپس پلٹتے ہوئے وہ اپنے ساتھ کھانے پینے کا خاصا سامان لایا تھا۔ ہلکے سانولے چہرے پر پھیلی پیلاہٹ ماں کے بیر دباتی صاعقہ نے خصوصی نوٹ کی تھی۔ مگر وہ جان ہی نہیں سکی کہ جس درد نے اس کا دل اجاڑ ڈالا تھا آج اسی درد کی گرفت میں اس کے سادہ دل بھائی کا دل بھی مسمار ہو چکا ہے۔

زندگی جب امتحان لینے پر آتی ہے تو سارے مشکل سوال ایک ساتھ تقدیر کے پنے میں لپیٹ کر آپ کے سامنے رکھ دیتی ہے۔ اس رات سمعان کے ساتھ ساتھ صائمہ اور صاعقہ بھی صبح تک جاگتی رہی تھیں۔ صاعقہ کے ذہن میں رہ رہ کر واصف علی ہمدانی کا خیال آ رہا تھا۔ اگر وہ اس کی آفر قبول کر لیتی تو اس کے گھر والے ایک بہترین زندگی گزار سکتے تھے مگر یہ آفر کسی کو دھوکا دینے کی تھی۔ محبت کے نام پر بے وقوف بنانے کی اور اس کے نزدیک دنیا کا سب سے بدترین شخص وہی تھا جو کسی پرخلوص دل کو محبت کے نام پر فریب دیتا ہوا اپنے گھر والوں کے لیے ہی سہی' مگر وہ کسی کو وہی تکلیف کیسے پہنچا سکتی تھی جو خود اس کے دل نے بہت پاش پاش ہو کر مشکل سے جھیلی تھی۔

زندگی میں بہت کچھ بکھر کر رہ گیا تھا بالکل اس کے گھر کے سامان کی طرح!

سوچیں' دل' خیالات' خوب......! کس کس کا واویلا کرتی وہ...... کس کس کو روتی؟ اس رات گلی میں بکھرے سامان اور اپنے خوابوں میں کوئی فرق محسوس نہ کرتے ہوئے بہت مجبور ہو کر اس نے خود غرض بننے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

❖......☆......❖

سر درد' یہ الجھا لہجہ
کھوئی آنکھیں' ٹھنڈے ہاتھ

بے رنگ چہرہ، بداخلاق
دیکھو تم بن کون ہوں میں؟

اگلے روز بہت سوچ و بچار کے بعد وہ واصف علی ہمدانی کے آفس چلی آئی تھی۔ وہ میٹنگ کے لیے نکل چکا تھا وگرنہ اس کی آمد کی اطلاع پا کر شاید ساری مصروفیات ہی ملتوی کر دیتا۔ صاعقہ کی مجبوری نے اسے وہاں اڑھائی گھنٹے انتظار کروایا تھا۔ واصف میٹنگ کے بعد گھر جا رہا تھا جب اس کی سیکریٹری نے اسے صاعقہ کا پیغام دیا جواباً وہ گھر جانے کا ارادہ ملتوی کر کے فوراً آفس چلا آیا۔ صاعقہ خاصی شکستہ سی اس کے کمرے میں آئی تھی۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام۔'' ''بہت معذرت محترمہ کہ آپ کو میرا انتظار کرنا پڑا اگر آپ یہاں آنے سے پہلے مجھے مطلع کر دیتیں تو میں ہرگز کہیں نہ جاتا۔'' وہ خوش بھی تھا مطمئن بھی صاعقہ حیرانی سے اسے دیکھے گئی۔

''کیا لیں گی آپ کافی یا کولڈ ڈرنک۔''

''کچھ نہیں بس آپ کا تھوڑا سا ٹائم مل جائے یہی بہت ہے۔''

''شرمندہ کرنے والی باتیں نہ کریں محترمہ! میں کافی منگواتا ہوں۔'' سیٹ سنبھالتے ہوئے اس نے ریسیور اٹھایا تھا۔ وہ خاموشی سے سر جھکا گئی۔ کافی آرڈر کرنے کے بعد وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''جی اب بتائیے کیسی ہیں آپ۔''

''ٹھیک ہوں۔''

''پھر کیا فیصلہ کیا آپ نے۔''

''وہی جو آپ کی خواہش تھی۔''

''گڈ! میں واقعی بہت خوش ہوں۔ یہ تصویر دیکھیے آپ کیسی ہے؟'' مسرور ہوتے ہوئے اس نے میز کی دراز سے ایک تصویر نکال کر صاعقہ کے سامنے رکھ دی تھی۔ صاعقہ کی نظریں جونہی اس پر پڑیں وہ حیران رہ گئی۔

''ارے یہ تو میری تصویر ہے۔''

''جی نہیں، یہ میرال ہے میرال حسن۔''

''مگر اتنی مشابہت۔''

''جی، کبھی کبھی ہو جاتا ہے ایسا۔ بہت سے چہروں کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں لگتا ہے جیسے ہم نے پہلے بھی انہیں کہیں دیکھا ہے۔ آپ کو پہلی بار دیکھ کر مجھے بھی ایسا ہی لگا تھا۔ بہرحال آپ غور سے دیکھیں گی تو کچھ فرق بھی واضح ہو جائیں گے میرال کے بال آپ کے بالوں سے میل نہیں کھاتے جسامت میں بھی وہ آپ سے ذرا سی صحت مند ہے۔ آپ کے اور اس کے رنگ میں بھی واضح فرق ہے۔ وہ ہمیشہ شارٹ شرٹ اور جینز یا اسکرٹ پہنتی تھی مگر آپ مکمل مشرقی ملبوس میں رہتی ہیں۔ ہاں ایک چیز آپ دونوں میں مشترک ہے۔''

''کیا؟''

''آواز۔'' جانے وہ اسے کیا بتانے جا رہا تھا۔ صاعقہ توجہ سے اسے دیکھتی رہی۔

''اب کہاں ہے وہ۔''

''یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا۔ مگر غالب امکان یہی ہے کہ وہ مر چکی ہے۔''

''کیا مطلب۔'' اسے جیسے دھچکا لگا تھا۔

''دو سال پہلے اپنے یونیورسٹی فیلوز کے ساتھ ٹرپ پر گئی تھی وہ راستے میں اس کی گاڑی پھسل گئی اور اب تک نہ اس کا کچھ پتا چلا نہ گاڑی کا۔''

''مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ دوستوں کے ساتھ گئی تھی تو۔''

''جی وہ دو دوستوں کے ساتھ گئی تھی مگر اپنی گاڑی میں اسے ڈرائیونگ کا جنون تھا۔ ہر وقت کہیں نہ کہیں جانے کو بے قرار رہتی تھی۔ اس وقت بھی سب کے منع کرنے کے باوجود وہ اپنی فرینڈز کے ساتھ یونیورسٹی کی گاڑی میں بیٹھنے کے بجائے اپنی گاڑی پر نکلی تھی جس یونیورسٹی میں وہ پڑھ رہی تھی۔ حسن انکل اس کے پرنسپل تھے۔ ابھی پچھلے سال ریٹائر ہوئے ہیں۔''

''پھر کیسے پتا چلا اس کا؟''

''پتا کہاں چلا اس ٹرپ میں میں اور مصحف بھی تھے میں چاچو کا بیٹا ہوں اس کا اور مصحف پھوپو کا۔ ہم لوگ صبح تک مری پہنچ گئے تھے سنو فال دیکھنے مگر وہ دن چڑھے تک نہیں پہنچی تھی۔''

''پھر کسی سے پتا تو کیا ہوگا آپ نے؟''

''آپ کو کیا لگتا ہے نہیں کیا ہوگا؟ اکلوتی بیٹی تھی وہ حسن انکل کی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے انکل اور آنٹی اسے پچھلے دو سالوں سے کوئی ادارہ کوئی جگہ، کوئی شہر نہیں چھوڑا انہوں نے جہاں اسے نہ تلاشا ہو مگر وہ نہیں ملی۔'' واصف علی ہمدانی کے لہجے میں افسردگی تھی۔

صاعقہ کا سر جھک گیا۔

''آنٹی تو اب کسی کو پہچانتی بھی نہیں ہیں، ہر آہٹ پر پاگلوں کی طرح بستر سے اٹھ کر گیٹ کی طرف بھاگتی ہیں۔ مگر میں آپ سے ان کی بات نہیں کروں گا۔'' بہت سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے سگریٹ جلا لیا تھا۔

صاعقہ نے بے ساختہ سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''پھر؟''

''یہ تصویر دیکھیں، یہ اذلان حیدر ہے۔ میرا جگری یار۔'' ایک بہت ہینڈسم لڑکے کی تصویر میز پر اس کے سامنے رکھتے ہوئے وہ اسے بتا رہا تھا۔

''اربوں کی جائیداد کا تنہا وارث ہے۔ یہ آفس جہاں ہم بیٹھے ہیں۔ اسی کا ہے، میرال کے چاہنے والوں میں انکل آنٹی کے بعد اس کا نام آتا ہے۔ جب تک میرال تھی دیوانوں کی طرح اسے چاہتا تھا مگر اب وہ نہیں ہے تو اس کے ذکر سے بھی نفرت کرتا ہے۔''

''کیوں، ویسے کیوں تو مجھے پوچھنا ہی نہیں چاہیے۔ یہ تو مرد کی فطرت کا حصہ ہے جیسے پانی ہمیشہ نشیب کی طرف بہتا ہے ایسے مرد بھی ہمیشہ اچھائی سے برائی کی طرف جاتا ہے۔ کوئی زندہ رہے یا مر جائے کوئی فرق نہیں پڑتا اسے۔''

''ممکن ہے آپ درست کہہ رہی ہوں مگر میرا پیار ایسا نہیں ہے۔''

کافی آگئی تھی' واصف نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ملازم کے جانے کے بعد صاعقہ کو کپ پکڑاتے ہوئے وہ بولا۔

''جس روز ہمارا ٹرپ گیا تھا اس روز اذلان اور میرال کے بیچ بہت شدید جنگ ہوئی تھی۔ میں وجہ نہیں جانتا مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میرال کی موت اور اذلان کی اس سے اچانک نفرت میں کہیں نہ کہیں اس جھگڑے کا تعلق نکلتا ہے وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں ہے کہ میرال مرگئی ہے۔''

''پھر اب آپ کیا چاہتے ہیں۔''

''اذلان کی زندگی۔''

''کیا۔''

''ہاں' بہت تیزی سے ختم کر رہا ہے وہ خود کو۔ یہ بات صرف میں جانتا ہوں اور کوئی نہیں جانتا۔''

''سوری میں سمجھی نہیں۔''

''میں ابھی آپ کو سمجھا بھی نہیں سکتا۔ مگر آپ کو اسے زندگی کی طرف واپس لانا ہے۔ اس کی وہ تمام الجھنیں سمیٹنی ہیں جو اسے اندر ہی اندر گھن کی طرح کھائے جا رہی ہیں۔''

''مگر یہ کیسے ممکن ہوگا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس سے میرال کر ملوں؟''

''نہیں' وہ اتنا پاگل نہیں ہے کہ آپ میں اور میرال میں فرق کو محسوس نہ کرسکے مگر آپ کو دیکھنے کے بعد وہ پتھر پگھل ضرور سکتا ہے۔ اس بات کا یقین ہے مجھے۔''

''کیا میرال اس سے محبت کرتی تھی۔''

''پتا نہیں' بہت گھنی لڑکی تھی وہ' اس کی نہ خوشی کا پتا چلتا تھا نہ غم کا' اپنی کوئی بھی بات سوائے انکل آنٹی کے اور کسی سے شیئر نہیں کرتی تھی' اذلان حیدر سے بھی نہیں' مگر پھر بھی وہ اسے چاہتا تھا۔ بے حد! بے تحاشا! اسی کی ضد پر دونوں کی منگنی ہوئی تھی۔ مگر اب اس کی یہ بے تحاشا نفرت میری سمجھ سے باہر ہے۔''

''تو آپ اس الجھی ہوئی کہانی کا سرا ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔''

''ہاں۔''

''تو ٹھیک ہے میں ان سے ملوں گی مگر بدلے میں مجھے ایک بہت اچھا سا گھر چاہیے جہاں میں اپنی فیملی کے ساتھ رہ سکوں۔''

''ٹھیک ہے کل پرسوں تک انتظام ہو جائے گا۔''

''کل پرسوں تک نہیں واصف صاحب! آج ہی۔''

''ٹھیک ہے آج ہی انتظام کروا دیتا ہوں' کب شفٹ ہونا ہے۔''

''آج رات یا کل صبح۔''

''او کے' جتنے پیسے چاہیے ہوں وہ بھی بتا دیجیے گا۔ میں حساب کتاب اور سودے بازی کے معاملے میں بے ایمان آدمی نہیں ہوں۔''

''اچھی بات ہے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے بھی ایمان دار ہی پائیں گے۔''

''گڈ!'' وہ کافی ختم کرچکا تھا مگر صاعقہ نے ایک گھونٹ بھی نہیں بھرا تھا۔

''اب چلتی ہوں میں کل دوبارہ آؤں گی۔''

''مگر آپ نے کافی تو پی ہی نہیں آپ بیٹھیں پلیز! میں دوسرا کپ منگواتا ہوں۔''

''نہیں' اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کافی ذرا کم ہی پیتی ہوں۔ کل سہی۔'' شائستگی سے معذرت کرتے ہوئے وہ اس کے آفس سے نکل آئی تھی۔ راستے میں اسے لگا جیسے عباد اس پر ہنس رہا ہو۔

''تو اب تم بھی کسی کو محبت کے نام پر دھوکا دینے جا رہی ہو؟ ہاہاہاہا کیا فرق رہا مجھ میں اور تم میں صاعقہ' مجھ سے نفرت کرتی ہو تو خود سے بھی کرو۔''

''جسٹ شٹ اپ تمہارے فریب نے مجھ سے زندہ دلی کو چھینا ہے میرا فریب کسی کی جان نہیں لے گا۔ سمجھے تم!'' اپنے دھیان میں بولتے ہوئے وہ چلائی تھی۔ جواب میں آس پاس سے گزرتے لوگوں نے رک کر خاصی حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

''لگتا ہے پاگل ہے دیکھنے سے پتا ہی نہیں چلتا۔'' قریب سے گزرتے ہوئے کسی نے رائے دی تھی۔ اس کی آنکھیں پھر آنسوؤں سے بھر آئیں۔

''ظاہری دیکھنے سے بھلا پتا لگتا ہی کہاں کہ کون کیسا ہے۔ کاش انسان کا باطن اس کے چہرے پر لکھا ہوتا تو کبھی کوئی دھوکا نہ کھاتا' نہ یوں پاگل کہلاتا۔''

زخمی سی مسکراہٹ لبوں پر پھیلاتے ہوئے وہ بڑبڑائی تھی۔

وہ ہم سفر تھا مگر اس سے ہم نوائی نہ تھی\
کہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی\
عداوتیں تھیں' تغافل تھا' رنجشیں تھیں مگر\
بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا بے وفائی نہ تھی

❖......☆......❖

ایان احمد نے علیزہ ملک سے نکاح کیا تھا مگر اسے اب اس میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اسے توڑنے اور ذلیل و رسوا کرنے کے لیے وہ اس سے سڑکوں پر بھیک منگوانا چاہتا تھا مگر پھر اچانک اس کا ارادہ بدل گیا۔ وہ اس وقت بدتر حالات کا شکار تھا اور ایسے حالات میں علیزہ ملک جیسی سونے کی مرغی اس کے بہت کام آسکتی تھی۔ اس کا ایک دوست حال ہی میں کویت سیٹل ہوا تھا اور اب اس کا ارادہ بھی کویت جانے کا تھا۔ اسی مقصد کے لیے اس نے علیزہ ملک کے گھر والوں سے تاوان کا مطالبہ کیا تھا۔ حویلی میں بڑے ملک کی طبیعت علیزہ کی دوبارہ گمشدگی کی وجہ سے بہت خراب ہوگئی تھی۔ ایسے حالات میں' چھوٹے ملک کو بنا کوئی ہوشیاری دکھائے اپنی عزت ساکھ اور باپ کی زندگی بچانے کے لیے ایان کا مطالبہ تسلیم کرنا پڑا تھا۔

پانچ لاکھ کی خطیر رقم کے تاوان کے بعد علیزہ حویلی آگئی تھی مگر بے حد ٹوٹی بکھری ہوئی۔ کیا رہ گیا تھا۔ اس کے پاس' کچھ بھی تو نہیں۔

ایان کڑی جدوجہد اور کوشش کے بعد کویت چلا گیا' جانے سے قبل اس نے آمنہ سے ملنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ علیزہ جس وقت اس کے گھر سے رخصت ہو رہی تھی اس نے کہا تھا۔

"جاؤ' آزاد کر رہا ہوں تمہیں مگر یاد رکھنا میری ضد اب بھی وہی ہے۔ گاؤں سید والا کی گلیوں اور چوراہوں کو تمہارے لیے شجر ممنوعہ بنا کر رہوں گا۔ یہ رہائی عارضی ہے۔ واپس آ کر سارے حساب کتاب برابر کروں گا تم سے۔"

وہ واپس آ گئی تھی مگر سرتا پیر بدل کر صاحبہ اسے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ ایک منٹ سکون سے نہ بیٹھنے والی لڑکی کے لبوں پر عجیب سی چپ لگ گئی تھی۔

"علیزہ! تو ٹھیک تو ہے نا۔" حویلی کے کشادہ صحن میں دھوپ ڈھلنے لگی تھی۔ وہ مضمحل سی اٹھ کر اندر کمرے میں آئی تو صاحبہ بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کر اندر چلی آئی۔ علیزہ نے ایک نظر سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر نگاہ پھیر لی۔

"ہاں' ٹھیک ہی ہوں' مجھے کیا ہونا ہے؟"

"مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی' کیا سانول شاہ کی وجہ سے دکھی ہو۔"

"نہیں۔"

"پھر کیا بات ہے' کیا چاچا کی طبیعت کی وجہ سے پریشان ہو۔"

"ہوں' شاید یہی وجہ ہو۔" بنا اس کی طرف دیکھے اس نے تسلیم کیا تھا۔ پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے صاحبہ کو ساری بات بتا دی کہ اس سے کچھ بھی چھپانا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔

"یا اللہ! یہ سب کیسے اور کب ہوا۔ کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا اس نے تجھے۔"

"نہیں' میری طرف تو دیکھا بھی نہیں وہ' پھر بھی' پھر بھی میں اس سے نفرت نہیں کر پا رہی۔ صاحبہ! کاش میں اس سے نفرت کر سکتی۔" بہت بے بسی سے وہ کہہ رہی تھی۔ صاحبہ پریشان سی اسے دیکھے گئی۔

"اب کیا ہو گا علیزہ! چاچا تو تیری فوری شادی کی تیاری کر رہے ہیں۔"

"جانتی ہوں' میرے پاس ایان کے گھر والوں کا پتا ہے' میں وہاں جا سکتی ہوں۔ مگر اس سے پہلے میں بابا سے بات کروں گی۔ بہت پیار کرتے ہیں وہ مجھ سے' میرے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دیں گے۔" اسے اپنے باپ پر مان تھا تبھی پر یقین لہجے میں کہہ رہی تھی۔ صاحبہ سرد آہ بھرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو' میں چلتی ہوں اب رات سے بھوری (گائے) کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ سوچ رہی ہوں آج بابا کے ہاتھ شہر بھجوا دوں۔ تو پریشان نہ ہو' رب سوہنے نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ اس کی عزیز دوست ہی نہیں مخلص غمگسار بھی تھی۔ تبھی اسے تسلی دیتی رخصت ہو گئی۔ علیزہ بڑے ملک کے کمرے کی طرف آئی تو وہاں اس کے بھائی زور و شور سے اسی کے متعلق بحث کر رہے تھے۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے بابا! آپ کا لاڈ پیار اپنی جگہ' مگر یہ لڑکی کئی بار ہماری عزت کا جنازہ نکال چکی ہے۔ ہم سے جو ہو سکے گا اسے دے دیں گے مگر زمین کی ایک پائی پر حق نہیں بنتا اس کا۔"

"چپ کرو میری بیٹی ہے وہ' تمہاری مرتی ہوئی ماں سے اسے ہمیشہ پھولوں کی طرح رکھنے کا وعدہ کیا تھا میں نے' مجھے پتا ہے وہ کیسی ہے اس کا قصور نہیں ہے۔ اس لڑکے ایان احمد کا قصور ہے سارا۔ وہ گناہ گار ہوتی تو ہر بار اسے ہمارے ہاتھوں ذلیل نہ کرواتی۔ بہت یقین ہے مجھے اپنی بیٹی پر۔ جو اس کا حصہ ہے وہ اسے مل کر رہے گا۔" بیماری کے باوجود بڑے ملک کی آواز میں دبدبا تھا علیزہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ بھائیوں سے اپنا حصہ نہیں لے گی۔ اسے زمین جائیداد سے زیادہ رشتے عزیز تھے جنہیں خود سے دور کرنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ڈھلتے دن کے ساتھ سردی کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے بستر میں دبک کر بیٹھ گئی۔

"نہیں لکھ کر رکھ لے علیزہ' شادی کروں گا تو تجھ سے۔ نہیں تو تیری حویلی کے سامنے خود کو گولی سے اڑا لوں گا۔ دیکھ لینا۔"

بے ساختہ شہزاد عباس کی یاد ہوا کے جھونکے کی طرح اس کے تصور کے پردے پر جھلملائی تھی۔ وہ پڑھا لکھا روشن خیال نوجوان تھا۔ جسے گاؤں کے قدرتی ماحول سے جنون کی حد تک پیار تھا۔ علیزہ کو اس کے بارے میں محض اتنا پتا تھا کہ وہ شہر میں یونیورسٹی میں پڑھتا ہے اور بے حد لائق طالب علم ہے اس کا مستقبل روشن تھا۔ وہ اس کی دوست صاحبہ کا خالہ زاد تھا اور گاؤں کی فطری زندگی دیکھنے ان کے گاؤں آیا تھا۔ علیزہ شروع میں اس سے بہت خار کھاتی تھی اور اسے اپنے منگیتر سانول شاہ کی بہادری اور کارناموں کے قصے سنا سنا کر متاثر کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی مگر وہ کبھی کسی سے متاثر ہوتا ہی نہیں تھا۔ علیزہ کو پتا ہی نہ چلا اور وہ اس سے متاثر ہوتی گئی۔ اکثر تینوں کھیتوں کی سیر کو نکل جاتے کبھی آم اور مالٹوں کے باغات میں گھس کر سارے پھلوں کا ناس کر آتے بڑے ملک تک اس کی شرارتوں کی شکایات پہنچتی رہتی تھی۔ مگر انہوں نے کبھی اسے نہیں ڈانٹا۔

شہزاد کی چھٹیاں ختم ہو گئی تھیں مگر وہ پھر بھی جانے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ علیزہ کو اس نے بتایا تھا کہ وہ حکومتی ویزے پر مزید تعلیم کے لیے ملک سے باہر جانا چاہ رہا ہے۔ وہ اس کے لیے دعا کرے اور علیزہ اس کی خوشی کے لیے بنا دل میں اٹھتے خدشات کی پروا کیے ہر نماز میں اس کی کامیابی کے لیے دعا کرنے لگی تھی۔ جس روز علیزہ نے اچھے نمبروں کے ساتھ میٹرک پاس کیا' وہ بہت خوش تھا۔ شہر میں اس نے علیزہ کے لیے بہت سی شاپنگ کی تھی۔ چند روز کے بعد ہی کینیڈا کے لیے اس کا اسٹوڈنٹ ویزا لگ گیا۔ وہ اتنا خوش تھا کہ قدم زمین پر لگتے ہی نہیں تھے۔ علیزہ بھی اس کی خوشی میں خوش تھی مگر جدائی کے مرحلے پر اس کی خوشی آنسوؤں میں ڈھل گئی۔ کتنے وعدے اور کتنی قسمیں تھیں جو شہزاد عباس نے اسے اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لیے کھائی تھیں۔ بقول اس کے وہ مر سکتا تھا مگر کسی اور لڑکی کا اس کی زندگی میں آنا ممکن نہیں تھا۔ مگر کینیڈا جانے کے بعد اسے نہ اپنا کوئی وعدہ یاد رہا نہ قسم پہلے وہ پابندی سے اسے خط لکھتا تھا مہینے میں ایک آدھ بار فون پر بات بھی کر لیتا تھا پھر یہ سلسلہ بھی جاتا رہا۔ وہ دنوں کسی چکور کی مانند بے قرار صرف اس کے خط کا پتا کرنے صاحبہ کے گھر کے چکر لگاتی رہتی تھی۔ بہت دنوں کے بعد اسے پتا چلا کہ شہزاد کو کینیڈا میں اپنی ایک کلاس فیلو سے محبت ہو گئی ہے اور وہ اسی سے شادی کا خواہاں ہے۔

علیزہ کے دل پر اس خبر سے بجلی گر پڑی تھی۔ وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھی کہ کوئی اپنی قسمیں بھی بھلا سکتا ہے۔ کیا کیا نہیں سوچ لیا تھا اس نے شہزاد عباس کے لیے کیسے کیسے خواب وابستہ نہیں کر لیے تھے اس سے مگر

سب کچھ بکھر گیا۔ بہت بڑا صدمہ تھا۔ یہ اس کے لیے اسے سمجھ ہی نہیں آتی تھی کہ شہزاد عباس نے کسی اور لڑکی کو اس پر فوقیت کیوں دی؟ وہ خوب صورت، پڑھی لکھی، مال دار لڑکی تھی اس کے ہاتھ میں ہر ہنر وہ اس سے بے حد مخلص اور وفادار تھی پھر اور کیا چاہیے تھا اسے جس کی تلاش میں وہ اس کے خواب روند کر کسی اور لڑکی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

بے یقینی سی بے یقینی تھی، غم وغصے نے جیسے پاگل سا کر چھوڑا تھا اسے۔ تبھی وہ بکھرتی گئی تھی۔ ایک شہزاد عباس کے ہاتھوں ملنے والی شکست کا غم بھولنے کے لیے اس نے ہر مرد کو کھلونا سمجھ لیا تھا۔ کہاں کہاں تک نہیں گئی تھی وہ اس کھیل میں۔ خود اپنی نظروں سے بھی گر گئی تھی۔ سانول شاہ کو بھی کھو دیا اس نے اور اب......! اب سامنے پھر چٹیل میدان تھا۔

جانے ابھی اور کون سے حساب کتاب تھے جو وہ قرض رکھ کر چلا گیا تھا۔

❖......☆......❖

"انوشہ......!" صدا دوبارہ ابھری تھی۔ انوشہ نے اپنے چکراتے سر کو بہ مشکل تھامتے ہوئے پلٹ کر دیکھا اور پھر جیسے حیران رہ گئی۔ سر زمان اس سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"سر آپ......؟" انہیں دیکھتے ہی اسے اپنی تکلیف بھول گئی تھی۔

"جی ہاں، کیسی ہیں آپ۔"

"میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"

"آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوں۔ خود ہی دیکھ لیجیے۔" وہ بہت خوش اور مطمئن لگ رہے تھے۔ انوشہ کی نظریں ان کے چہرے پر ٹکی رہیں۔

"پاکستان کب آئے آپ۔"

"ایک ماہ ہو گیا ہے۔ آپ اگر مصروف نہ ہوں تو کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"

"جی۔" وہ انہیں منع کرنا چاہتی تھی مگر اس سے انکار ہو ہی نہ سکا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ریستوران میں ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے تھے۔

"میری شادی ہو گئی ہے انوشہ، بہت اچھی لڑکی ہے۔ سارا نام ہے اس کا پاکستان دیکھنے کی بہت شوقین تھی اسی کی ضد کی وجہ سے مجھے آنا پڑا ورنہ آپ کی شادی کے بعد حقیقت میں اس ملک سے میرا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ بہر حال آپ سنائیے۔ کیا مصروفیات ہیں آج کل، کبھی یاد ہی نہیں کیا آپ نے؟" وہ شاید گلہ کر رہے تھے۔ انوشہ نے نظریں جھکا لیں۔

"میری بھی شادی ہو گئی سر! عبدالصمد کی وفات کے بعد شاہ زر آفندی نے مجھے اپنے نکاح میں لے لیا، اسی کے پاس رہ رہی ہوں۔ آج کل۔"

"او، عبدالصمد کی وفات کب ہوئی، ویسے شاہ زر بہت اچھا لڑکا ہے۔"

"ہرگز نہیں، عبدالصمد کی موت میں بھی اس کا ہاتھ ہے۔ وہ شخص میرے نصیب کی سیاہی بن کر میری پیشانی پر درج ہو چکا ہے۔ سر! آپ نہیں جانتے میں اس سے کتنی نفرت کرتی ہوں۔"

"کسی حد تک جانتا ہوں مگر وہ واقعی اچھا لڑکا ہے انوشہ! جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے وہ آپ کو بہت پسند کرتا ہے۔ یونیورسٹی لائف میں آپ کو اس پر ترجیح دیتا تھا تو اس کے چہرے کا رنگ دیکھنے والا ہوتا تھا۔ ہوتے ہیں کچھ لوگ ایسے، جنہیں جاننا، سمجھنا بہت مشکل ہوتا ہے شاہ زر آفندی بھی انہی لوگوں میں سے ایک ہے۔"

"آپ اس کی وکالت کیوں کر رہے ہیں۔"

"وکالت نہیں کر رہا انوشہ! آپ کو سچ بتا رہا ہوں۔ کچھ ایسے طالب علم ہوتے ہیں جنہیں ہم اساتذہ چاہیں بھی تو اپنی یادداشت سے نکال نہیں پاتے۔ ایک اچھی یاد، ایک فخریہ حوالہ بن کر جو ہمیشہ ہماری یادوں میں محفوظ رہ جاتے ہیں۔ آپ اور شاہ زر بھی ایسے ہی طالب علم ہیں جنہیں میں فراموش نہیں کر سکا۔ بہت قابلیت ہے اس لڑکے میں ظاہری طور پر وہ جیسا بھی ہو گا مگر میں جانتا ہوں اس کا باطن بہت پیارا ہے۔"

"میں اب چلتی ہوں سر! مجھے کہیں جانا تھا۔ آپ پلیز مجھے اپنا رابطہ نمبر دیجیے۔ جب تک آپ پاکستان میں ہیں میں آپ سے رابطے میں رہنا چاہوں گی۔" شاہ زر کے اس سے زیادہ قصیدے سننا اس کی برداشت سے باہر تھا۔ تبھی سامنے رکھی چائے کے فقط دو گھونٹ بھر کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سر زمان اس کی اس حرکت پر مسکرائے تھے۔

"کیوں نہیں، یہ تو خوشی کی بات ہے آئیے میں ڈراپ کر دوں آپ کو۔"

"نہیں، میں چلی جاؤں گی۔ یہاں پاس میں ہی گھر ہے میرا۔"

سہولت سے معذرت کرتے ہوئے وہ ان کا کارڈ لے کر وہاں سے نکل آئی تھی۔ گھر میں داخل ہوئی تو ملازمہ کے سوا اور کسی کی شکل نظر نہ آئی۔

"السلام علیکم بی بی جی! اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" ملازمہ اسے دیکھتے ہی قریب آئی تھی۔

"وعلیکم السلام ٹھیک ہوں چاند کہاں ہے۔"

"وہ جی شاہ صاحب کے ساتھ باہر گئے ہیں۔ صبح شاہ صاحب ڈاکٹر لے کر آئے اور آپ چلی گئیں؟ بہت غصہ ہو رہے تھے صاحب۔"

"ہونے دو۔ میں اپنے کمرے میں ہوں۔ چاند آئے تو میرے پاس اوپر بھیج دینا۔"

"جی بیگم صاحبہ! جیسی آپ کی مرضی۔" شاہ زر کے لیے اس کا ایسا روکھا رویہ ملازمہ کی سمجھ سے باہر تھا۔

انوشہ کو لگا جیسے شاہ زر اس کے بیٹے کو اس سے چھین کر اسے بالکل اکیلا کر دینا چاہتا ہو وہ چاند کو رفتہ رفتہ خود سے بہت دور ہوتا محسوس کر رہی تھی۔ اگر چاند شاہ زر کا ہو جاتا تو بھلا اس کے پاس کیا رہ جاتا۔ ہر رشتہ تو وہ کھو چکی تھی۔ اب یہ آخری ایک رشتہ رہ گیا تھا۔ جسے وہ کسی طور کھونے کے لیے تیار نہیں تھی۔ چاند کی گھر واپسی تک وہ بری طرح کڑھتی رہی تھی۔ وہ اس کے پاس کمرے میں آیا تو انوشہ نے اس سے منہ پھیر لیا۔

"مما! کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟" اس کے بخار سے تمتماتے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے وہ پریشان ہوا تھا جب وہ بولی۔

"ہاں۔"

"مگر کیوں میں نے کیا کیا؟"

"کیا کیا ہے؟ میں بتاؤں یہ تمہیں کہ تم نے کیا کیا ہے کان کھول کر سن لو چاند! اگر آئندہ مجھ سے پوچھے بغیر تم اپنے پاپا کے ساتھ کہیں باہر گئے یا ان کے کمرے میں گھسے تو میں تمہیں پھر سے چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔ اور کبھی واپس نہیں آؤں گی۔"

"ایسا کیوں کہہ رہی ہیں مما! میں اکیلا تھا اس لیے پاپا باہر گھمانے لے گئے۔"

"کچھ بھی ہو تم دوبارہ شام کے بعد نا ان کے کمرے میں جاؤ گے نا کہیں باہر سمجھے تم۔" وہ سخت اضطراب کا شکار تھی چاند اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

"اوکے مما! آئی پرامس میں شام میں پاپا کے پاس نہیں جاؤں گا۔ اب تو آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گی نا۔"

"نہیں۔" بنا چاند کے چہرے کی طرف دیکھے وہ مطمئن ہوئی تھی۔

اگلے روز اسے آفس سے واپسی میں دیر ہوگئی۔ چاند لان میں بیٹھا تنہا کھیل رہا تھا جب شاہ زر آفس سے واپسی پر گاڑی گھر کے پورٹیکو میں کھڑی کرنے کے بعد اس کی طرف چلا آیا۔

"السلام علیکم چاند! کیا ہو رہا ہے۔"

"کچھ نہیں پاپا! پھوپو کو یاد کر رہا تھا۔ وہ کب آئیں گی۔"

"ایک دو روز میں آ جائیں گی آپ اتنی ٹھنڈ میں یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ کمرے میں چلتے ہیں۔"

"نہیں پاپا! مما نے کہا تھا اگر میں شام کے بعد آپ کے کمرے میں گیا تو وہ مجھے چھوڑ کر چلی جائیں گی۔" چاند کے چہرے پر اداسی تھی شاہ زر ساکت رہ گیا۔

کیا وہ لڑکی اپنی نفرت میں اس حد تک بھی جا سکتی تھی؟ اسے یک لخت انوشہ رحمٰن پر بے تحاشا غصہ آیا۔

"آپ چلو میرے ساتھ، مما ہم دونوں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتیں۔" جھک کر زبردستی چاند کو بانہوں میں بھرتے ہوئے اس نے کہا اور اپنے کمرے میں لے آیا۔

"آپ کے پاپا آپ کو آپ کی دادو، دادا اور شافی پھوپو کی تصویریں دکھائیں گے دیکھو گے؟"

"جی پاپا!" بچہ ایک دم سے خوش ہوا تھا۔

شاہ زر اسے پیار کر کے وارڈ روب سے اپنا سوٹ نکال کر واش روم میں گھس گیا۔ پانچ منٹ کے بعد وہ بیڈ پر چاند کے پہلو میں لیٹا اسے اپنا فیملی البم دکھا رہا تھا۔

بہت سی تصویروں میں انوشہ بھی تھی۔ چاند ایک ایک تصویر کو دیکھتے ہوئے بہت خوش ہو رہا تھا۔ تبھی انوشہ گھر چلی آئی تھکن سے اس کا حال برا ہو رہا تھا۔

"السلام علیکم! بی بی جی آج اتنی دیر کر دی آپ نے؟" ملازمہ اسے دیکھتے ہی کچن سے نکلی تھی۔ انوشہ نے اسے جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔

"چاند کہاں ہے؟"

"وہ جی شاہ صاحب کے ساتھ ہے ان کے کمرے میں۔" اطلاع کیا تھی، اس کے تھکے ہوئے اعصاب کے لیے کوئی طوفان تھا۔ سیڑھیوں پر دھرے اس کے قدم واپس پلٹے تھے اور سیدھے شاہ زر کے کمرے کی

طرف اٹھ گئے۔ شاہ زر چاند کی کسی بات پر ہنس رہا تھا۔ اسے دروازہ دھکیل کر کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو ایک دم سے سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا کر رہے ہو یہاں، منع کیا تھا نا میں نے کہ یہاں نہیں آنا۔ پھر کیوں آئے تم یہاں؟" لپک کر چاند کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے اسے جھنجوڑا تھا۔

چاند اس کی آمد پر بری طرح سہم کر رہ گیا تھا۔

"سوری مما! وہ پاپا زبردستی اٹھا لائے تھے۔"

"چٹاخ۔" اس کی پوری بات سنے بغیر اس نے اسے تھپڑ جڑ دیا تھا۔

شاہ زر اس کی اس سنگ دلی پر بھنا اٹھا۔

"اپنی حد میں رہو انوشہ رحمٰن! ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں شوٹ کر ڈالوں۔"

"خاموش! تم رہو اپنی حد میں...... اگر تم سمجھتے ہو کہ تم میرے بیٹے کو مجھ سے دور کر دو گے تو یہ تمہاری بہت بڑی بھول ہے۔"

"بکواس بند کرو اپنی اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"

"دفع ہو جانے کے لیے ہی آئی ہوں، چلو چاند......!"

"چاند کہیں نہیں جائے گا۔ یہیں سوئے گا اسی کمرے میں میرے پاس...... تم جاؤ یہاں سے۔"

"نہیں پاپا! مما ہمیں چھوڑ کر چلی جائیں گی۔" چاند رو دیا۔ شاہ زر کا اشتعال قدرے کم ہو گیا۔

"تم فکر مت کرو بیٹا! کہیں نہیں جا سکتی یہ کھوکھلی انا کی ماری مُردہ دل لڑکی!" بناء اس کی حالت کی پروا کیے اس نے دل جلایا تھا۔ انوشہ بے بس سی آنسو پیتی فوراً واپس پلٹ گئی۔

کمرے میں آ کر بلک بلک کر روئی۔ کتنا ذلیل کر رہا تھا وہ شخص اسے...... کسی بھی موقع پر نہ اسے اس کی اوقات یاد دلانا بھولتا تھا نہ اس کے زخم ادھیڑنا......!"

اگلے روز آفس کے بعد وہ پھر اس کے کمرے میں تھی۔ چاند کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ شاہ زر نے آفس سے چھٹی کر لی۔ اس وقت بھی وہ اسی کو بہلا رہا تھا، سامنے ٹیلی ویژن اسکرین پر ٹام اینڈ جیری کے کارٹون لگے تھے، انوشہ نے ایک نظر اس پر ڈالنے کے بعد نگاہ پھیر لی۔

"خیریت!" شاہ زر نے قدرے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"جی ہاں! خیریت ہی ہے، کچھ قرض تھا آپ کا وہی ادا کرنے آئی ہوں، یہ لیجیے!"

"کیا ہے یہ......؟" ابرو اچکا کر خاصی اجنبیت سے اس نے انوشہ کی بند مٹھی کو دیکھا تھا۔

"کرایہ ہے آپ کے اس خوب صورت محل میں رہنے کا...... مگر اب مزید میں اور میرا بیٹا یہاں نہیں رہیں گے۔"

"اچھا؟ ویری گڈ...... کتنا کرایہ ہے؟"

"دس ہزار!"

"بس......؟" طنزیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ ہنسا تھا۔ "بہت شکریہ! مس انوشہ یہ یاد دلانے کا کہ

آپ ایک کرائے دار کی حیثیت سے یہاں رہ رہی ہیں اور یہ بھی کہ آپ پر میرا کوئی قرض ہے‘ میں تو بھول ہی چکا تھا۔ داد دینی پڑے گی آپ کی خودداری کی‘ بہرحال! آپ ابھی بھی بہت کچھ بھول رہی ہیں۔ چلو خیر کوئی بات نہیں‘ میں یاد دلاتا ہوں۔“ اس کا انداز سراسر توہین آمیز تھا۔ انوشہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ ”مجھے تو پتا ہی نہیں تھا آپ اپنی جان پر میرا کوئی احسان لے کر مرنا نہیں چاہتی ہیں‘ چلو آج سارے حساب بے باق کر لیتے ہیں۔“ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر وہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔ ”دیکھیے مس انوشہ! آپ کے سابق شوہر مسٹر عبدالصمد صاحب نے اپنے کاروبار کی گری ہوئی ساکھ سنبھالنے کے لیے مجھ سے بیس لاکھ روپے بطور قرض لیے تھے جس کی تاحال ادائیگی نہیں ہوسکی‘ کچھ زیور لائے تھے وہ آپ کے میرے پاس مگر میں نے وہ نہیں لیے‘ صرف آپ کے لیے...... میں کیا جانتا تھا اسے؟ مگر آپ کی خوشیوں اور آسائشوں کے لیے میں نے اسے اتنی بڑی رقم بنا واپسی کی امید کے‘ بطور قرض دی۔ اس کے بعد چلو آپ کی بات کرتا ہوں۔ چھ ماہ ہوگئے آپ کو یہاں رہتے ہوئے‘ بجلی گیس کے بلوں کو چھوڑ دیتے ہیں‘ صرف کمرے کے کرائے کی بات کریں تو پانچ ہزار ماہانہ بنتے ہیں‘ اس حساب سے چھ ماہ کی ادائیگی کے تیس ہزار روپے ہونے چاہیے مگر آپ کیا دے رہی ہیں‘ صرف دس ہزار......؟“ ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر پھیلائے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

انوشہ دس ہزار کی رقم مٹھی میں دبائے‘ آنکھ میں امڈ آنے والے آنسوؤں کو چھپانے کے لیے فوراً سر جھکا گئی۔

”اور بھی بہت قرض واجب ہیں میرے آپ پر‘ کبھی فرصت میں ٹائم نکال کر آئیں گی تو بتاؤں گا‘ فی الحال صرف یہی کہنا ہے‘ یہ نفرت اور انا آج تک کسی کو سرخرو نہیں کرسکی‘ جو انہیں اپناتا ہے‘ وہی ٹوٹ کر رہ جاتا ہے لہٰذا پلیز نکل آؤ اس جنگ سے اور دیکھو ہماری زندگی اس کے بغیر کتنی خوب صورت ہے۔“

”تمہارے ساتھ میری زندگی کبھی خوب صورت نہیں ہوسکتی‘ سنا تم نے۔“ بھیگی آنکھوں میں چھلکتی نفرت کے ساتھ وہ پھنکاری تھی۔ شاہ زر بے ساختہ مسکرا دیا۔

”پتھر دل لڑکی ہو تم‘ پتا نہیں کب سدھرو گی؟“

”میں یہاں تمہاری بکواس سننے نہیں آئی۔“

”اچھا! تو بتا دیتیں ناں یار! میں چائے پانی کا پوچھ لیتا۔“ اس بار اسے تنگ کرتے ہوئے اس نے اس کا آنچل تھام لیا تھا۔ انوشہ بھنا کر رہ گئی۔

”اپنی حد میں رہو شاہ زر آفندی! فضول میں میرے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”کیوں؟ تم میں ایسے کون سے سرخاب کے پَر لگے ہیں‘ لگے بھی ہوتے تو خدا کی قسم ایک پل بھی جدا نہ ہوتا تم سے۔“

”شٹ اپ!“

”اوں ہوں...... اتنی بد دماغی اچھی نہیں ہوتی۔ تمہیں یاد ہے‘ ساحل کی شادی میں ایک بار میں نے تمہیں اپنا سر دبانے کے لیے کہا تھا مگر جواب میں اپنی چوڑیاں تڑوا کر بھی تم نے میری بات نہیں مانی تھی‘ الٹا یہ کہا تھا کہ جس دن میں تمہیں خرید لوں اسی دن آ کر رعب جماؤں اور پتا ہے میں نے جواب میں کیا کہا تھا؟“ انوشہ کا

آنچل اب بھی اس کی گرفت میں تھا اور وہ اس کی چہرے کی بدلتی رنگت سے لطف لے رہا تھا۔

”مجھے نہیں پتا...... میں تم پر لعنت بھی نہیں بھیجتی۔“

”یہ تو تم نے کہا تھا یار! میں نے تو کچھ اور کہا تھا۔“ انوشہ نے اپنا آنچل اس کی گرفت سے نکال لیا۔

”بات سنو...... ایک اور قرض بھی واجب ہے میرا تم پر......“ اس کے آنچل چھڑانے پر وہ پھر سنجیدہ ہوا تھا۔

انوشہ نے سر اٹھا کر استفہامیہ نگاہیں اس پر گاڑ دیں۔

”کون سا قرض؟“

”تمہیں نہیں پتا؟ کتنے ماہ ہوگئے ہماری شادی کو...... ایک ایک دن‘ ایک ایک رات کا قرض واجب ہے تم پر...... کب تک یونہی اپنی نفرت کی سولی پر لٹکائے رکھو گی مجھے؟“

انوشہ کو امید نہیں تھی کہ وہ ”اس قرض“ کی بات کرے گا‘ تبھی سٹپٹا کر نگاہیں پھیرتے ہوئی واپس پلٹ گئی۔

”پاپا...... مما آپ سے اتنی ناراض کیوں ہیں؟“ چاند ایک بار پہلے بھی اس سے یہی سوال کر چکا تھا۔ اب پھر پوچھ رہا تھا۔ شاہ زر سر کھجا کر رہ گیا۔

”پتا نہیں یار! آپ چھوڑو مما کی ناراضگی کو...... چلو ڈاکٹر انکل کے پاس چلتے ہیں۔“

”نہیں پاپا! مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔“

”کیوں‘ میرے بہادر بیٹے کو کیوں ڈر لگتا ہے ڈاکٹر انکل سے؟“

”وہ...... ان کے پاس انجکشن ہوتا ہے نا اس لیے۔“

”تو کیا ہوا یار! بہادر ماں کے بہادر بیٹے ہو آپ‘ ایک انجکشن کیا بگاڑ لے گا ہمارا‘ رات میں طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو مسئلہ ہو جائے گا۔“ اس کا بخار چیک کرتے ہوئے وہ پریشان ہو رہا تھا۔

”نہیں پاپا! مما مجھ سے صلح کر لیں گی تو میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔“

”شیور؟“

”جی پاپا شیور......!“

”چلو ٹھیک ہے‘ پھر ہم اپنے بیٹے کو مما کے کمرے میں چھوڑ آتے ہیں‘ صلح بھی کروا دیں گے آپ کی‘ ٹھیک ہے؟“ چاند کا بوسہ لیتے ہوئے اس نے اسے گود میں اٹھا لیا تھا۔ وہ خوش ہوگیا۔

”پاپا! آئی لو یو سو مچ۔“ بازو شاہ زر کے گلے میں حمائل کرتے ہوئے اس نے جوابی کارروائی کی تھی۔ انوشہ اس وقت وارڈ روب کھولے کھڑی تھی جب شاہ زر ہلکے سے دروازے پر دستک دے کر اندر چلا آیا۔

”انوشہ!“ وہ از حد حیرانی کے عالم میں پلٹی تھی۔

”چاند کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے‘ کل رات بھی ٹھیک سے نہیں سو سکا‘ سے اپنے پاس سلا لو اور پلیز بہت خیال رکھنا اس کا...... ابھی بخار نہیں ہے اگر رات میں ہو جائے تو مجھے بلا لینا‘ میں آ جاؤں گا ٹھیک ہے؟“ کتنی فکر مندی تھی اس کے لہجے میں...... وہ خاموش کھڑی رہی۔ شاہ زر چاند کو بیڈ پر سلانے کے بعد‘ اسے پیار کر کے ایک نظر خاموش کھڑی انوشہ پر ڈالتے ہوئے اس کے کمرے سے چلا گیا۔ انوشہ اس کے جانے کے بعد پھر سے اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھی۔

❖......☆......❖

بارش گزرتے ہر پل کے ساتھ تیز ہورہی تھی تبھی اچانک دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے چونکا دیا۔ ''ہیلو! گڈ مارننگ!'' انتہائی خوش گوار موڈ کے ساتھ ہادیہ ناشتے کی ٹرے اٹھائے اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ وہ مضطرب سا کھڑکی سے پلٹ کر بیڈ کی طرف چلا آیا۔

''گڈ مارننگ!''

''رات مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ اتنی دیر تک تمہارے کمرے کا دروازہ بجاتی رہی مگر تم نے کوئی رسپانس شو نہیں کیا' کیا جلدی سو گئے تھے؟''

''ہاں......'' عباد کی آنکھیں خوب سرخ ہورہی تھیں' ہادیہ اس کے صاف جھوٹ پر مسکرادی۔

''کچھ پتا چلا تمہاری گرل فرینڈ کا؟'' کپ میں چمچ ہلاتے ہوئے اس نے پوچھا تھا' عباد نے لب بھینچ لیے۔

''صرف گرل فرینڈ نہیں ہے وہ میری...... محبت کرتا ہوں میں اس سے۔''

''وہ تو مجھ سے بھی کرتے ہو عباد! اس کا کیا؟''

''اس کی محبت تمہاری محبت سے زیادہ زور آور ہے۔''

''اب ہوگئی ہوگی ورنہ چند روز پہلے تک تو تمہارا بس نہیں چلتا تھا کہ شام سے پہلے نکاح کر کے مجھے اپنے گھر لے آؤ۔'' وہ سچ کہہ رہی تھی مگر عباد نے ناگواری سے رخ پھیر لیا۔

''میں آج تک نہیں سمجھ سکی عباد! یہ تم مرد لوگ محبت کو کیا سمجھتے ہو؟ ہر اگلے قدم پر' ہر نئے چہرے کے ساتھ محبت ہوجاتی ہے تمہیں...... کتنے کچے گھروندے ہیں تمہاری محبتوں کے' بادِ مخالف بھی نہیں چلتی اور گر کر چکنا چور ہوجاتے ہیں۔''

''ہادیہ پلیز! میں اس وقت تم سے بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

''بحث کون کر رہا ہے؟ تمہیں لگتا ہے تم مجھے رد کرو گے پھر بھی میں تم سے شادی کروں گی' زبردستی تمہاری زندگی کا حصہ بن کر تمہاری ایک نگاہِ التفات کو ترسوں گی' نہیں عباد! ہم لڑکیوں کی محبت کچے گھروندے جیسی نہیں ہوتی' ہر اگلے قدم پر ایک نیا چہرہ ہمیں اپنی طرف نہیں کھینچتا۔ ہم تو پاگل ہوتی ہیں' جو ایک بار نگاہ و دل کو اچھا لگ جائے بس پھر اسی کے نام کی تسبیح پھیرتی رہتی ہیں۔ اچھے سے اچھا پا کر بھی ہماری زندگی میں اس ایک شخص کی کمی ہمیشہ رہتی ہے جو پہلی بار دل و نگاہ کو اچھا لگتا ہے۔ میری زندگی میں بھی تمہاری کمی ہمیشہ رہے گی' وہ سارے خواب جو میں نے تم سے منسوب کر رکھے تھے' میری آنکھوں سے کبھی ہجرت نہیں کریں گے۔ تمہیں جو ٹھیک لگتا ہے تم کرو' مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں لیکن اپنا خیال تو رکھو عباد! ہم دوست ہیں اور ایک دوست کی حیثیت سے میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ تم دکھی رہو۔'' اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ اٹھی تھی۔ عباد ہنوز لب بھینچے بیٹھا رہا۔

''چلو چائے پیو پھر آفس کے لیے نکلتے ہیں' او کے!''

''نہیں' میں آج آفس نہیں جاسکوں گی۔''

''ٹھیک ہے' میں چلی جاؤں گی لیکن تم ناشتا کرو پلیز!''

''میں کر لوں گا' تم جاؤ پلیز!'' اس کے لہجے میں ابھی تک بے زاری تھی۔ ہادیہ ضبط کا مظاہرہ کرتی خاموشی سے واپس پلٹ گئی۔ آگے آنے والے دنوں میں عباد نے کافی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا مگر ایک چپ جو اس کے ہونٹوں پر ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گئی تھی اس کا کسی طور خاتمہ ممکن نہیں ہوسکا تھا۔

❖......☆......❖

''بُریرہ!'' کمرے میں مکمل اندھیرا کیے وہ گھٹنوں میں سر چھپائے بیٹھی تھی جب سائلہ بیگم نے اس کے کمرے کی لائٹ جلاتے ہوئے اسے پکارا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تبھی وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی تھیں۔

''سرمد کا فون آیا ہے۔ شام میں کہیں جانا ہے اسے کہہ رہا تھا تمہیں ساتھ لے کر جائے گا۔ اٹھ جاؤ اب...... کتنے دنوں سے کچھ نہیں کھایا تم نے۔''

''تو کیا ہوا' مر تو نہیں گئی میں...... اور مجھے کہیں نہیں جانا' آپ اسے کہہ دیں یہاں نہ آئے۔''

''میں آ گیا ہوں محترمہ! اور آپ چل رہی ہیں میرے ساتھ' سمجھیں۔'' بالکل اچانک دروازہ کھول کر سرمد اندر آیا تھا۔ بُریرہ نگاہ پھیر گئی۔

''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے' میں نہیں جارہی کہیں۔''

''میں کچھ نہیں جانتا' تم میرے ساتھ چل رہی ہو' بس۔''

''ضد مت کرو سرمد! میرا دل نہیں چاہ رہا۔''

''سارے مسئلے ہی دل کے ہیں' علاج کرواؤ اپنے دل کا...... ویسے کتنی خود غرض لڑکی ہو تم! اس روز میں ساری رات تمہارے لیے جاگتا رہا اور تم مزے سے سوتی رہیں۔ اب میں کہہ رہا ہوں کہ تمہیں ساتھ چلنا ہے تو تم انکار کر رہی ہو' یہ ٹھیک نہیں ہے بری!''

''مما! آپ سمجھائیں اسے...... فضول ضد کر رہا ہے۔''

''جو کہنا ہے خود کہو' میں تمہارے کسی بھی معاملے میں بولنے کی مجاز نہیں ہوں۔'' سائلہ بیگم اس سے خفا تھیں لہٰذا اٹھ کر کمرے سے نکل گئیں۔ بُریرہ اس لمحے خود کو سرمد کے سامنے قطعی بے بس محسوس کر رہی تھی۔

''تم کیوں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے ہو سرمد! میں کبھی بھی تم سے پیار نہیں کرسکتی۔ میرا دل ہمیشہ شاہ زر کا مسکن رہے گا خواہ وہ اس میں آباد ہو یا نہ ہو۔''

''تو کیا ہوا؟ میں نے کب مجبور کیا تمہیں کہ تم مجھے چاہو۔ یہ میرا مسئلہ ہے کہ میں تمہیں پیار کروں یا نہ کروں اور تم اس معاملے میں مجھ پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتیں' سمجھیں!'' کتنا استحقاق تھا اس کے لہجے میں...... بریرہ نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

''تم کیوں نہیں سمجھتے سرمد کہ میری ذات اب ایک خالی مکان سے زیادہ کچھ نہیں۔ کیا کرو گے اس اجڑے ہوئے خالی مکان کو حاصل کر کے......؟''

''پھر سے آباد کروں گا' اپنی چاہت اور توجہ کے پھولوں سے سجاؤں گا' سنواروں گا۔''

''نہیں...... یہ سب افسانوی باتیں ہیں' اب ایسا نہیں ہوتا' مجھ جیسی عورت کے لیے' تم جیسا شان دار کوئی بھی مرد ایسا نہیں کرسکتا' میں جانتی ہوں' مجھے اپنانے کے بعد تم بھی چار دن ہمدردی جتاؤ گے پھر...... گھر کے کسی

کونے کھدرے میں ڈال کر بھول جاؤ گے‘ کسی جھوٹے برتن کی طرح تمہارا بھی دل مجھے استعمال میں لانے نہیں چاہے گا‘ طعنے دو گے تم مجھے میرے ماضی کی ناکامیوں کے‘ میری بدکرداریوں کے...... سب پتا ہے مجھے تم بھی ایسا ہی کرو گے۔“ بُریرہ رحمٰن کے لہجے میں گہرا درد تھا۔ سرمد لبوں پر پھیکی سی مسکان سجاتے ہوئے رخ پھیر گیا۔

”کاش تم میری پہلی محبت‘ میری پہلی خواہش نہ ہوتیں بری! پھر میں تمہیں دکھاتا‘ میں کتنا مضبوط اور ذرا بے نیاز قسم کا مرد ہوں‘ ابھی جتنی بڑی بات تم نے کہہ دی ہے‘ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے ایک تھپڑ لگاؤں مگر لگا نہیں سکتا کیونکہ تھپڑ کھانے کے بعد اگر تم روئیں‘ تو مجھ سے برداشت نہیں ہوگا۔“ اس کے لبوں پر مسکراہٹ کے باوجود آنکھوں میں درد تھا۔

بُریرہ کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔

”میں نہیں جانتا بری! مرد کے لیے محبت کیا ہوتی ہے کیا نہیں‘ وہ کسی عورت کے لیے وفادار ہوتا ہے یا نہیں میں تو صرف خود کو جانتا ہوں یا پھر تمہیں...... ہوسکتا ہے میری آنکھوں میں‘ میرے دل میں‘ جو خوب صورتی تمہارے لیے ہے وہی شاہ زر کی آنکھوں اور دل میں انوشہ کے لیے ہو‘ یہ اختیاری فعل نہیں ہے بری! بعض اوقات انسان ایسے معاملات میں قطعی بے بس ہوجاتا ہے۔“

”مگر وہ بے بس نہیں ہے‘ وہ فریبی ہے‘ مکار ہے‘ دھوکا کیا ہے اس نے میرے ساتھ...... میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی سرمد! کبھی بھی نہیں......“

”او کے‘ مت کرنا مگر ابھی اٹھو‘ میرے دوست کی شادی کی سالگرہ ہے‘ ہم دونوں کو مدعو کیا ہے اس نے‘ اگر تم نہیں جاؤ گی تو میں بھی نہیں جاؤں گا۔“ اب وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھا رہا تھا۔ بُریرہ بے بسی سے اس کی طرف دیکھتی بالآخر اٹھ کھڑی ہوئی۔

❖......☆......❖

وہ نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہا تھا جب انزلہ سے ٹکراؤ ہوگیا۔

”السلام علیکم!“ اسے دیکھتے ہی وہ مسکرائی تھی۔ سانول جواب میں گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

”وعلیکم السلام! تمہیں اپنے گھر میں سکون کیوں نہیں ہے؟ ہر وقت گاؤں کی گلیوں میں دندناتی پھرتی ہو۔“

”تو تمہیں کیا تکلیف ہے‘ میرے اپنے پاؤں ہیں‘ جہاں دل چاہے گا جاؤں گی۔“

”ایسی کی تیسی تمہارے دل کی...... گھر بیٹھا کرو ٹک کر۔“

”نہیں بیٹھتی کیا کرلو گے؟“

”بہت کچھ کرسکتا ہوں مگر کروں گا نہیں‘ کیونکہ اب میں قیس ہوگیا ہوں۔“

”شکل دیکھی ہے اپنی قیس والی‘ صبح فجر کی نماز کیوں نہیں پڑھی؟“

”آنکھ ہی نہیں کھلی یار! رات سینے میں بہت درد تھا‘ دیر سے نیند آئی تھی۔“

”کیوں...... درد کیوں تھا؟ اور وہ بازو والی گولی تنگ تو نہیں کرتی نا!“

”نہیں‘ تنگ کرنے کا اختیار صرف انزلہ شاہ کے پاس ہے۔“ مسکرا کر سینے کے درد کو اس نے نظر انداز کردیا

تھا۔ انزلہ شاہ اسے گھور کر رہ گئی۔ وہ شخص جو سارے گاؤں کے لیے دہشت اور نفرت کی علامت تھا خواتین جسے دیکھ کر راستہ بدل لیا کرتی تھیں‘ اسی سانول شاہ کو انزلہ شاہ کی محبت نے انسان بنادیا تھا۔

سارا گاؤں حیران تھا کہ آخر اسے ہوا کیا ہے مگر وہ ہر بات سے بے نیاز اپنے حال میں مست تھا۔ دونوں آج کل گاؤں میں سالوں سے بند پڑے اسپتال کو دوبارہ فعال بنانے کے لیے کوشش کررہے تھے۔ وہاں گاؤں میں ہر سال بہت سی خواتین ڈیلیوری معاملات میں بروقت طبی سہولیات دستیاب نہ ہونے کے سبب انتہائی بے بسی کے عالم میں دم توڑ جاتی تھیں‘ ابھی چند روز قبل انزلہ نے چھنو کی دوست کو درد سے تڑپتے‘ گدھا گاڑی پر جان دیتے دیکھا تھا اور تب سے ہی وہ بے چین تھی۔ سانول محض اس کی خوشی کے لیے شہر میں اپنے تعلقات استعمال کرتے ہوئے وہاں سے ڈاکٹرز کو لانے اور دیگر معاملات کو ٹھیک کروانے کی کوششوں میں مصروف تھا لوگ ان دونوں کو حیرت سے دیکھتے اور اپنی مرضی کے تبصرے کرتے مگر انزلہ کو کسی کی پروا نہیں رہی تھی۔ فی الوقت جو اسپتال تھا وہ ”شاہ ولا“ سے تیس چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا‘ گاؤں کی غریب مزدور خواتین‘ ڈیلیوری معاملات بگڑنے کی صورت میں گدھا گاڑی پر ڈال کر اسپتال پہنچائی جاتی تھیں‘ جس کے باعث بہت سی خواتین اسپتال پہنچنے سے قبل راستے میں ہی دم توڑ جاتی تھیں۔ وہاں ان غریب مزدور خواتین کے لیے کسی ایمرجنسی گاڑی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ بہزاد علی مراد کو ان تمام معاملات کی خبر تھی‘ فی الحال وہ ملک سے باہر تھا مگر انزلہ سے بے خبر نہیں تھا۔ ابھی دو روز قبل اس نے انزلہ کو فون پر کہا تھا۔

”تم میری محبت نہیں انزلہ! نہ ہی میری ضد ہو مگر پھر بھی میں تم سے شادی کروں گا کیونکہ تم میرے ماں باپ کی پسند اور ان کی خواہش ہو‘ بچپن کی منگ ہو میری...... اور ہم جاگیر دار‘ سب کچھ چھوڑ سکتے ہیں مگر اپنی بچپن کی منگ کو نہیں...... خواہ اس کے دل و دماغ پر کوئی اور ہی کیوں نہ قابض ہو۔“

وہ خاموش رہی تھی کیونکہ یہ سب وہ خود بھی جانتی تھی مگر اس نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔ سانول شاہ کو محبت کے رستے پر لانے کے بعد وہ کسی صورت اسے اکیلا چھوڑنے کا تصور نہیں کرسکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ دونوں آج کل ایک دوسرے کا سایہ بنے ہوئے تھے۔ سانول فی الحال اپنی آپا کے ساتھ رہ رہا تھا مگر شادی کے بعد اس کا ارادہ شہر شفٹ ہوجانے کا تھا۔ اس کے ماتحت ملازم دربدر ہوگئے تھے۔ کچھ اب بھی اس کی محبت اور وفاداری کا دم بھرتے تھے جب کہ کچھ اس سے غداری کرتے ہوئے اس کے بڑے بھائی سے جا ملے تھے۔ انزلہ جانتی تھی کہ سانول کا اس گاؤں میں مزید رہنا ممکن نہیں ہے۔ قدم قدم پر اس کی مردانگی زخمی ناگ کی مانند بل کھاتی اسے اذیت سے دوچار کرتی تھی‘ بھولے سے بھی اس کی نگاہ حویلی جانے والے راستوں پر پڑ جاتی تو اس کی رگوں میں جوش مارتا خون پھر سے ابلنے لگتا‘ اس کی اندر کے ضدی اور باغی انسان کو پھر سے وحشت پر مائل کرنے لگتا تب انزلہ اسے اپنی محبت اور توجہ سے بمشکل ٹھنڈا کرتی۔ اسے بہلاتی۔

وہ اس منظر سے ہٹنا چاہتا تھا تبھی اس نے شہر شفٹ ہونے کا فیصلہ کیا تھا اور انزلہ اس کے فیصلے سے خوش تھی۔ سانول کی طرح وہ بھی جینا چاہتی تھی‘ ہر غم و فکر سے پاک‘ خوب صورت خوش گوار زندگی‘ جس کے ہر موڑ پر اس کا محبوب اس کے ساتھ تھا۔

❖......☆......❖

"زمان انکل!" وہ سونے کی کوشش کر رہے تھے جب عدنان کی پکار پر آنکھوں سے بازو ہٹاتے ہوئے فوراً اٹھ بیٹھے۔

"عدی؟ آؤ بیٹا! کیسے ہو......؟"

"میں ٹھیک ہوں آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا؟"

"ارے نہیں یار ڈسٹربنس کیسی؟ سارا نے بتایا تھا کہ تم آؤ گے' میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا' طلال کیسا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ سارا آنٹی کہاں ہیں؟"

"کسی فرینڈ کی طرف گئی ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے...... تم سناؤ' پریشان کیوں ہو؟"

"کچھ خاص نہیں انکل! میں اصل میں شادی کرنا چاہ رہا ہوں۔"

"ارے واہ! یہ تو اچھی بات ہے' کون ہے وہ خوش نصیب لڑکی؟"

"گوری نام ہے اس کا' یہیں اسی شہر میں رہتی ہے آپ کسی انوشہ رحمٰن کو جانتے ہیں؟"

"انوشہ رحمٰن...... ہاں! بہت قابل اسٹوڈنٹ رہی ہے میری...... مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"وہ...... جس لڑکی سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں' وہ انہی کی کچھ لگتی ہیں۔ میں نے پرسوں آپ کو ان خاتون کے ساتھ ریستوران میں دیکھا تھا۔"

"ہاں...... وہ تھی میرے ساتھ...... مگر تم اس کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟"

"جاننا پڑتا ہے انکل! جس چیز کو آپ حاصل کرنا چاہیں اس کے بارے میں ساری معلومات اکٹھی کرنی پڑتی ہیں۔ میں یہ سب اپنے گھر والوں سے شیئر نہیں کر سکتا نا مجھے ان سے کوئی توقع نہیں ہے مگر میں جانتا ہوں آپ میری مدد کر سکتے ہیں۔" وہ بیڈ پر ان کے قریب ہی بیٹھا تھا' مسز زمان اس کے الفاظ پر مسکرا دیئے۔

"تم میرے دوست سے فضول میں خائف ہو عدی! اور کوئی بات نہیں۔"

"انکل پلیز! میں اس وقت یہاں آپ کے دوست کو ڈسکس کرنے نہیں آیا۔"

"ٹھیک ہے برخوردار! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے' میں انوشہ سے بات کرلوں گا۔"

"صرف بات نہیں انکل! آپ نے انہیں راضی بھی کرنا ہے' میں ذاتی طور پر خود بھی مل چکا ہوں ان سے...... مگر میری بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ٹھیک ہے' اللہ نے چاہا تو ویسا ہی ہوگا جیسا تم چاہتے ہو' میں کل ہی انوشہ کے آفس میں ملتا ہوں ان سے...... خوش!"

"بہت خوش انکل! یو آر ریئلی سو گریٹ۔" دبے دبے جوش میں ممنونیت سے ان کے ہاتھ دبانے کے بعد وہ فوری اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "اب چلتا ہوں' دوست انتظار کر رہے ہوں گے' سارا آنٹی آئیں تو میرا سلام کہیے گا۔"

"ارے...... یہ کیا بات ہوئی؟ بیٹھو ابھی تھوڑی گپ شپ کرتے ہیں۔"

"پھر سہی انکل! ابھی فوری کہیں جانا ہے آپ آرام کیجیے پلیز!" سرعت سے ہاتھ ہلا کر وہ فوری وہاں سے نکل گیا تھا۔

اس رات اس نے پھر کمرا بند کر کے بہت ڈرنک کی تھی۔

بھیس

چاہتوں کے سفر میں
محبتوں کے دیس میں
کسی اور بھیس میں
جو تمہیں ملا تھا
وہ میں نہیں
کوئی اور تھا

(اومان دانش)

نظم

تیری آواز تیرا گمبھیر لہجہ
میری سماعتوں میں آج بھی
اس طرح مقید ہے جاناں!
جیسے چاند میں چاندنی
پھول میں خوش بُو

(یاسمین عندلیب...... شور کوٹ کینٹ)

❖......☆......❖

گوری ایک ہفتہ جماعت کے ساتھ شہر سے باہر رہ کر گھر واپس آگئی تھی۔ انوشہ نے آفس ٹائمنگ کے بعد پارٹ ٹائم جاب بھی شروع کر دی تھی۔ شاہ زر آفندی کے تمام قرض کی ادائیگی کی دھن نے اسے جیسے مشین بنا دیا تھا۔ اس وقت بھی تھکن سے بے حال وہ بیڈ پر آڑی ترچھی لیٹی تھی۔ جب گوری دو کپ چائے کے ساتھ اس کے کمرے میں چلی آئی۔

"السلام علیکم بھابی! کیسی ہیں آپ؟"

"ٹھیک ہوں' تم کب آئیں؟" گوری کی صدا پر ناچار اسے اٹھنا پڑا تھا۔

"آج صبح ہی واپسی ہوئی ہے' بھائی بتا رہے تھے آپ نے پارٹ ٹائم جاب شروع کر دی ہے' کیوں؟"

"بس یونہی یار! گھر میں دل نہیں لگتا۔"

"لگ بھی کیسے سکتا ہے' بھائی سے آپ کی بنتی نہیں اور چاند کی آپ پروا نہیں کرتیں۔"

"کون کہتا ہے نہیں پروا کرتی اس کی؟ اسی کے لیے تو سب کر رہی ہوں۔"

"کیا کر رہی ہیں؟ اسے پیسے کی ضرورت نہیں ہے بھابی! آپ کی محبت اور توجہ کی ضرورت ہے۔"

"فی الحال میں اس پر بحث نہیں کرنا چاہتی گوری! پلیز!" درد سے پھٹتے سر کو دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے دباتے ہوئے اس نے بےزاری ظاہر کی تھی۔

گوری خاموشی سے چائے میں چمچ چلانے لگی۔

"مجھے تم سے کسی اور مسئلے پر بات کرنی تھی' کیا تم فارغ ہو ابھی؟"

"جی! عشاء کی نماز میں ابھی وقت ہے' آپ کہیے' کیا بات کرنی ہے؟" انوشہ کی طرح گوری کا لہجہ بھی سنجیدہ تھا' انوشہ بات شروع کرنے کے لیے لفظ ڈھونڈنے لگی۔

"ایک لڑکا ہے عدی! عدنان نام ہے اس کا' تم سے شادی کرنا چاہتا ہے' میرے استاد سر زمان اس کے پاپا کے بہت اچھے قریبی دوستوں میں سے ہیں' وہی پرپوزل لے کر آئے تھے میرے پاس...... میں نے ابھی انہیں کوئی امید نہیں دلائی مگر بہتر ہوگا گوری اگر تم یہ پرپوزل قبول کر لو۔"

"کیوں......؟ آپ شاید اس لڑکے کے بیک گراؤنڈ سے واقف نہیں ہیں بھابی! ورنہ شاید یہ مشورہ کبھی نہ دیتیں۔"

"میں اس کے بیک گراؤنڈ سے واقف ہوں، مجھے پتا ہے وہ کیوں شادی کرنا چاہتا ہے تم سے۔"

"آپ سب جانتی ہیں، پھر بھی......؟"

"ہاں، پھر بھی۔" گوری کی حیرانی پر اس نے شدت دکھائی تھی۔ وہ دکھ سے کٹ کر رہ گئی۔

"میں اچھی بیوی نہیں ہوں، نا ہی اچھی ماں اور بیٹی ثابت ہوسکی شاید اچھی بہن بھی نہیں رہی میں، پھر بھی...... پھر بھی میں تمہاری بربادی نہیں چاہتی گوری! میں نہیں چاہتی کہ ضد اور انتظار میں ایک مرد کی انا نے جو کھیل میری زندگی کے ساتھ کھیلا، تم بھی اپنی تمام تر معصومیت اور پاکیزگی کے ساتھ کسی ایسے ہی کھیل کا حصہ بنو۔"

"آپ کم زور ہوں گی انوشہ بھابی! میں کم زور نہیں ہوں، میں نے خود کو اپنے ربّ کی پاک ذات کے سپرد کر رکھا ہے، بے شک وہی میری عزت اور جان کی حفاظت کرنے والا ہے۔"

"بے شک! مگر پھر بھی تم یہ شادی کرلو گوری! پلیز!" انوشہ رحمٰن کے لہجے میں اس کی آنکھوں میں اس لمحے عجیب سا درد تھا۔ گوری حیرانی سے اسے دیکھتی رہی۔

"وہ شخص میرے قابل نہیں ہے بھابی! اور میں زندگی میں پھر سے کسی ناپسندیدہ شخص کے ساتھ عمر بتانے کا تلخ تجربہ نہیں کرسکتی۔"

"جانتی ہوں مگر تم روشنی ہو گوری! سرتا پیر اجالا ہو، مجھے کامل یقین ہے کہ تم اسے بدل دو گی، اس نے آج تک کسی لڑکی کے لیے شادی کی بات نہیں کی، وہ چاہتا تو تمہیں بھی نقصان پہنچا سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا، وہ تمہیں جائز طریقے سے حاصل کرنا چاہتا ہے، کیا پتا اسی میں تمہاری کوئی بہتری ہو، کیا خبر یہی میرے مالک کی رضا ہو، وہ تمہارے ذریعے اپنے کسی بندے کو ہدایت کی طرف لانا چاہتا ہو۔" انوشہ رحمٰن کی بات میں اس بار وزن تھا۔ گوری خاموش رہی۔

اگلے روز سرزمان اپنی بیگم سارا کے ساتھ عدنان ہمدانی کا پرپوزل لے کر وہاں چلے آئے۔ شاہ زر گھر پر نہیں تھا، انوشہ نے گوری کی رضامندی کے بعد اپنے طور پر یہ رشتہ منظور کرلیا۔ شاہ زر اس رشتے کے حق میں نہیں تھا کہ اس سے عدنان کی سرگرمیاں پوشیدہ نہیں تھیں اور گوری کو وہ بہن کہتا ہی نہیں، دل سے مانتا بھی تھا۔ تاہم انوشہ نے اسے رضامند کرلیا یہ کہہ کر کہ اس رشتے میں گوری کی پسند شامل ہے۔

شادی کی تاریخ طے ہوگئی تھی۔ گوری نے اکیڈمی سے چند روز کی چھٹیاں لے لیں۔ وہ جانتی تھی کہ یہ شادی ایک بڑے چیلنج کا نام ہے مگر پھر بھی اس نے اسے تسلیم کرلیا تھا، صرف اور صرف اپنے ربّ کی محبت میں ایک بھٹکے ہوئے راہی کو سیدھی راہ پر لانے کے لیے جب کہ دوسری طرف انوشہ رحمٰن سرزمان کی نگاہوں میں سرخرو ہوگئی تھی۔

❖......☆......❖

"مون! تم نے جہاں زیب کو کیوں نہیں بتایا کہ تم شادی شدہ ہو؟" تقریب سے واپسی کے بعد ارسلان اس سے الجھ رہا تھا، امامہ نے رخ پھیر لیا۔

"وہ مجھ سے شادی کا خواہش مند ہو رہا تھا اس لیے۔"

"تو کیا ہوا یار! فوری طے تو نہیں ہو رہی تھی شادی...... پتا نہیں تم کب دنیا کے ساتھ چلنا سیکھو گی؟"

"مجھے دنیا کے ساتھ نہیں چلنا ارسلان! تمہارے ساتھ چلنا ہے بس......"

"عقل سے پیدل لڑکی ہو تم اور کچھ نہیں...... بہرحال ابھی وہ ڈائریکٹر صاحب آرہے ہیں، ان کے ساتھ چلی جانا۔"

"ہرگز نہیں! مجھے اس ڈائریکٹر کے ارادے نیک نہیں لگ رہے تھے۔"

"او ہو یار! تم کوئی سیپ کا موتی نہیں ہو، چند گھنٹے گزار لو گی ان کے ساتھ تو کوئی قیامت نہیں آنے والی۔" ارسلان حیدر کے لہجے میں برہمی تھی، امامہ شاکڈ رہ گئی۔

"یہ تم کہہ رہے ہو ارسلان! جس کے لیے میں نے اپنے شوہر سے بے وفائی کی۔"

"کوئی احسان نہیں کیا مجھ پر...... میرے ساتھ رہنا ہے تو یہ سب کرنا ہوگا۔" رخ پھیرے، بہت آسانی سے اس نے کہہ دیا تھا، امامہ کو لگا جیسے اس کی ہستی فنا ہوگئی ہو۔ لیکن قدرے بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ روتی ہوئی باہر نکلی تھی۔

شام ڈھل چکی تھی اور اب رات کا اندھیرا تیزی سے پھیل رہا تھا۔ ارسلان بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے آیا تھا۔

"تم حماقت کررہی ہو مون! یاد رکھنا اگر اب کسی مشکل میں گرفتار ہوئیں تو میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔" اس شخص کے اندر سے احساس مر چکا تھا اور جس شخص کے اندر سے احساس ختم ہوجائے وہ پھر انسان نہیں رہتا۔ امامہ کے آنسوؤں میں مزید شدت آگئی۔ عین اسی لمحے ان دونوں کے قریب پولیس کی گاڑی آکر رکی تھی۔

"اوئے...... کون ہو دونوں؟ اس وقت یہاں سڑک پر کیا کررہے ہو......؟" خالص پیشہ ورانہ انداز میں "تفتیش" کرتے وہ دونوں پولیس والے گاڑی سے اتر آئے تھے۔ ارسلان نے منہ ہی منہ میں انہیں کئی گالیاں ایک ساتھ دے ڈالیں۔

"میری بیوی ہے یہ...... روٹھ کر گھر سے جارہی تھی، منانے آیا ہوں۔"

"بلے بھئی بلے! پولیس والوں کے ساتھ ہیرا پھیری؟ ابھی پتا لگ جاتا ہے، بچو! ذرا تھانے تو چلو۔" ان میں سے ایک حوالدار نے ارسلان کا بازو پکڑ لیا تھا تبھی امامہ چلا اٹھی۔

"چھوڑو اسے...... تم جانتے نہیں ہو میں کس کی بیوی ہوں۔"

"چپ کر اوئے! زیادہ ٹر ٹر کی تو زبان نکال کر ہاتھ میں پکڑا دوں گا، سمجھی!"

نچلے عہدوں کے ان ایمان فروش پولیس والوں کو اچانک "وردی چڑھ" گئی تھی۔ امامہ نے قطعی بے بسی کے عالم میں خود کو قانون کے ان رکھوالوں کے سپرد کردیا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

عارفہ سعید

تمہاری آنکھ سے دل تک کا سفر کرنا ہے مجھ کو
یہ کتنی خوبصورت منزلوں کا سفر ہوگا
اگر تم روٹھ جاؤ تو ہماری جاں نکل جائے
مگر یہ خود ہی سوچو تم میں اتنا حوصلہ ہوگا

''السلام علیکم پی اے ایف سینٹر۔'' فون اٹھاتے ہی سرعت سے بتایا گیا۔

''وعلیکم السلام! کرنل ریٹائرڈ قاضی حسن رضا فرام پنجاب۔'' نہایت مدبر لہجے میں آغا جی نے اپنا تعارف کروایا۔

''جی سر فرمایئے! ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟''

''اپنے کمانڈنگ آفیسر سے بات کروایئے۔'' نہایت شائستہ لہجے میں مدعا بیان کیا گیا اور وہ مسلسل آغا جی کے قدموں میں بیٹھی، دونوں ہاتھوں سے ان کے گھٹنوں کو تھامے آنکھوں میں ڈھیروں موتی لیے جو کہ گالوں پر بہہ جانے کے لیے بے تاب تھے۔ ان کے پرشفقت چہرے پر یوں نظریں جمائے ہوئی تھی جیسے سزائے موت سنائے جانے والے کے کان زندگی کی خوش خبری سننے کے منتظر ہوں۔

''سر! آپ تھوڑی دیر ہولڈ کیجیے، میں ابھی آپ کو انفارم کرتا ہوں۔''

''جی بہتر کہتے ہوئے آغا جی اس کے پژمردہ چہرے کی طرف دیکھنے لگے جہاں برسوں کی تھکاوٹ ڈیرے ڈالے ہوئے تھی اور اس کی روشن آنکھوں میں زندگی کی طرح چمکتے خواب تعبیر کا اعزاز پانے کو بے تاب تھے۔ اس کے ہونٹ مسلسل درود پاک کا ورد کر رہے تھے اور آنکھیں یوں برس رہی تھیں۔ گویا آج سارے دکھ آنسوؤں کی صورت بہہ جائیں گے۔ آغا جی نے انگلی کی پوروں سے اس کے آنسو صاف کیے اور کافی دیر سے روکی گئی سسکی آخر لبوں کی قید سے آزاد ہوگئی اور اس کا وجود ہچکولے کھانے لگا۔ انہوں نے ایک ہاتھ سے ریسیور پکڑے دوسرے ہاتھ سے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اسے خاموش ہونے کی تلقین کی۔

''السلام علیکم! اسکواڈرن لیڈر اطہر ہارون۔'' چار منٹ کے جانگسل انتظار کے بعد دوبارہ رابطہ قائم ہوا۔

''وعلیکم السلام!'' آغا جی کے بولتے ہی اس نے فوراً ہتھیلیوں سے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔ اس وقت اس کے وجود کا روم روم قوتِ سماعت بنا ہوا تھا۔

❖......☆☆......❖

''گڈ مارننگ اماں۔'' سنودیہ عرف سنی نے کچن

کے دروازے میں کھڑے ہو کر ماں کو پکارا۔

''ہائے نہ سلام نہ دعا اور دو انگریزی حروف کے ساتھ صبح صبح لعنت بھیج دی۔ سر پر بڑا سا دوپٹا درست کرتے ہوئے اماں نے گڈ مارننگ کا جواب دیا۔

''اوہو اماں! گڈ مارننگ کا مطلب ہے۔ صبح بخیر انگریزی میں دعا ہے یہ'' پاس ہی پڑے موڑھے پر بیٹھتے ہوئے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ سنی نے وضاحت کی۔

''ارے تو یوں کہہ نا خوامخواہ سوچ میں ڈال دیا۔'' چولہے پر چائے کا پانی رکھتے ہوئے وہ بڑبڑائیں۔ سامنے دیوار گیر گھڑی پر نظر پڑتے ہی وہ چونک گئی۔

''ارے گیارہ بج گئے! ابھی تو آنکھ لگی تھی اور یہ دن اتنی جلدی سے چڑھ آیا۔''

''صبح پانچ بجے یہ کم بخت آنکھ لگے تو دن گیارہ بجے ہی کھلے گی نا! نہ نماز نہ روزہ اور بس ایک ہی بے دینوں والی روش۔''

چھوٹی سی پونی ٹیل' کندھے پر بے نیازی سے لٹکتا دوپٹا' لمبی قمیص اور چوڑی دار پاجاما پہنے وہ کسی بھی طرح سے تو نادیہ اور مہرین کی بہن نہ لگتی تھی۔ جن کے سروں سے دوپٹا سرکنے نہ پاتا۔ ایک یہی تھی۔ جس کے سر پر دوپٹے کو ٹھہرنے کا شرف صرف ابا جی اور بڑے بھیا کے سامنے ہی حاصل ہوتا۔ آغا جی تو خیر اپنے جگری دوست تھے اور ربیع کو وہ کسی خاطر میں نہ لاتی حالانکہ تینوں بہنوں کی تربیت ایک ہی چھت کے نیچے ہوئی تھی مگر سنی کے لیے ہر میدان کھلا تھا۔ تو صرف آغا جی کی بدولت لہٰذا اماں کو جب بھی میدان صاف نظر آتا وہ سنی کا برین واش شروع کر دیتیں۔

خلافِ توقع آج گھر پر آغا جی موجود نہ تھے۔ ورنہ اب بھی اماں اتنے کھلے دل سے اس کی مرمت کہاں کر پاتیں۔ ان کے رویے اور آواز کی بلندی سے وہ اچھی طرح سمجھ گئی کہ کچن سے ملحقہ آغا جی کا کمرا خالی ہے لہٰذا امداد کی کوئی توقع نہیں۔ سو وہ آرام سے وہاں سے کھسک گئی۔

❖......☆☆......❖

قاضی جہانگیر رضا اور قاضی حسن رضا دونوں بھائی تھے۔ جہانگیر بڑے جب کہ حسن رضا چھوٹے تھے۔ والدہ تو بہت پہلے ساتھ چھوڑ چکی تھیں۔ جب والد کا انتقال ہوا تو جہانگیر رضا محض بیس سال کے تھے اور حسن رضا چودہ سال کے۔ اس مشکل وقت میں رشتے کی ایک خالہ نے دونوں بھائیوں کو سنبھالا۔ جہانگیر رضا چھوٹے بھائی سے بے حد پیار کرتے تھے اور انہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھتے' کچھ عرصے بعد خالہ کا بھی انتقال ہو گیا اور ان کی اکلوتی بیٹی بانو سے جہانگیر رضا نے شادی کر لی۔ کچھ عرصہ بعد ان کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی جس کا نام اس کے چچا نے قاضی حامد رضا رکھا۔ حامد رضا محض آٹھ برس کے تھے جب جہانگیر رضا اور ان کی اہلیہ ایک کار ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے۔ حسن رضا جو کہ اپنے بھائی کی محبتوں اور احسانوں کے بوجھ تلے خود کو مقروض سمجھتے تھے نے اپنی پوری زندگی بھائی کی چھوڑی ہوئی نشانی ''حامد رضا'' کے لیے وقف کر دی۔ اس لیے انہوں نے شادی بھی نہ کی۔ اب ان کی خوشیوں کا محور صرف حامد رضا تھے۔ قاضی حسن رضا نے خود آرمی میں شمولیت بڑے بھائی کی خواہش کے مطابق اختیار کی تھی اور بھائی کی وفات کے وقت وہ میجر کے عہدے پر فائز تھے۔ چونکہ خود انہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ آرمی کے سنگ گزارا لہٰذا ان کی خواہش تھی کہ حامد رضا بھی فوج میں شمولیت اختیار کریں۔

بڑا سی کیڈٹ کالج سے ایف سی ایس کے ساتھ ساتھ حامد رضا قرآن پاک بھی حفظ کر چکے تھے۔ مگر قدرت نے ان کے دل کو اپنی طرف بلانے والی روشن راہ دکھا دی۔ انہوں نے چچا کے سامنے ضد پیش کر دی کہ وہ مدرسے میں دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حسن رضا اس وقت کرنل کے عہدے سے ریٹائرڈ ہو چکے تھے۔ انہیں اپنا خواب ادھورا دکھائی دینے لگا۔ بہت سی کوششوں کے باوجود بھی حامد رضا دینی تعلیم حاصل کرنے پر بضد رہے۔ چنانچہ ان کی خواہش کے احترام میں انہیں ایک دینی مدرسے میں داخل کروا دیا گیا۔ قاضی حامد رضا باقاعدہ طور پر دین کا مطالعہ کرنے لگے۔ بالآخر دنیا سے ہٹتے ہٹتے وہ مکمل طور پر دین کی راہ پر آ گئے تو حسن رضا اسے ربّ کی رضا جان کر خاموش ہو رہے۔

❖......☆☆......❖

دین کی باریک بینیوں کو سمجھنے کے بعد قاضی حامد رضا کا شمار جید علمائے دین میں ہونے لگا۔ انہوں نے باقاعدہ طور پر ایک مسجد میں امامت کا آغاز کر دیا' ساتھ ہی دینی مدرسے کی بنیاد رکھ دی۔ مولانا قاضی حامد رضا کا شمار معتبر اور قابل عزت شخصیات میں ہونے لگا تھا۔ کچھ عرصے بعد حسن رضا بھتیجے کی شادی کے فرض سے بھی سبکدوش ہو گئے۔ قاضی حامد رضا کو اللہ تعالیٰ نے چھ اولادوں سے نوازا۔ سب سے بڑی صبا تھیں جن کی ابتدائی تعلیم کے بعد جلد ہی شادی کر دی گئی اور وہ اب اپنے میاں کے ساتھ سعودیہ میں رہائش پزیر تھیں۔ دوسرے نمبر پر نادیہ تھیں جو کہ فہم و فراست میں اپنی مثال آپ تھیں۔ والد کی شخصیت کے اثر کو انہوں نے مکمل طور پر چرا لیا تھا۔ تیسرے نمبر پر مہرین تھیں جو کہ مکمل طور پر نادیہ کا عکس تھیں۔ نادیہ اور مہرین دونوں دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گھر کے قریب والد کے قائم کردہ مدرسہ میں فروغِ علم کے مشن پر گامزن تھیں۔ چوتھے نمبر پر قاضی رفیع الشان تھے۔ جو کہ بی ایس سی کے بعد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتے تھے۔ پانچویں نمبر پر قاضی ربیع الشان تھے جو کہ ایم ایس سی فائنل ایئر کے اسٹوڈنٹ تھے۔ جب کہ سنودیہ قاضی جسے سب پیار سے سنی کہہ کر بلاتے سب سے چھوٹی لاڈلی اور آغا جان کی سب سے چہیتی تھی۔ حامد رضا نے اپنے چچا کو بے حد عزت اور پیار دیا۔ اپنی اولاد کے تمام تر فیصلوں کے تمام اختیارات انہی کو سونپ دیے اور بچوں نے بھی یہ جان کر کہ آغا جی نے صرف ان کے والد کی خاطر شادی نہیں کی۔ ان کا مقام ان کے دلوں میں مزید بلند ہو گیا۔ حامد رضا اس حوالے سے خوش نصیب تھے کہ ان کی اولاد کی شاندار تربیت میں ان کی اہلیہ کا بڑا اہم کردار تھا۔ جنہوں نے گھٹی کے ساتھ ہی بچوں کے جسم میں دینی شعور انڈیل دیا تھا۔ اس قدر دینی ماحول کے باوجود بچے اپنی مرضی سے کسی بھی راستے کا انتخاب کرنے میں مکمل طور پر آزاد تھے۔ حامد رضا خود بھی دنیاوی تعلیم کے خلاف نہ تھے بس یہ چاہتے تھے کہ ان کی اولاد دین کے متعلق بھی خوب سمجھ بوجھ رکھتی ہوں۔

❖......☆☆......❖

قاضی حامد رضا کا یہ خواب کہ وہ دین کی سربلندی کے لیے کوئی اہم کام کریں۔ اس کی تکمیل کے لیے وہ دن رات کوشاں تھے۔ ان کے مدارس کی تعداد دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھی۔ کبھی کبھار تو وہ مہینوں گھر کا چکر نہ لگا پاتے۔ چنانچہ اماں کے ساتھ ساتھ آغا جی ہی بچوں کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے۔

نادیہ اور مہرین نے تو اماں کی نگرانی میں زیادہ وقت گزارنے کی وجہ سے خوب ان کی تربیت کا رنگ لیا تھا۔ صبا بھی عادات و اطوار میں ان دونوں جیسی ہی

تھی مگر سنی نے زیادہ وقت آغاجی کے زیرسایہ گزارا۔ بچپن سے ہی اماں کے بجائے آغاجی کے کمرے میں اسے زیادہ مزا آتا اکثر وہیں کھیلتے کھیلتے سوجاتی۔ ان کے ساتھ بازار جاتی اور ڈھیروں چیزوں کے ساتھ واپسی ہوتی اوران چیزوں کی حفاظت کے لیے آغاجی کے کمرے ہی کا انتخاب کیا جاتا۔ ڈھیروں ٹافیاں اور چاکلیٹیں کسی کے ساتھ شیئر کرنا اسے گوارا نہ ہوتا۔ اسکول میں کسی کے ساتھ لڑائی ہوجاتی تو آغاجی کی آمد کا ڈراوا دلاتی اور اگر گھر میں کوئی کچھ کہہ دیتا تب بھی آغاجی زندہ باد!

❖......☆☆......❖

شعور کی منزل پر قدم رکھتے ہی اسے آغاجی کی بے پناہ محبت کا ادراک ہوچلا تھا۔ سرخ وسپید ڈیشنگ پرسنالٹی والے آغاجی کی زندگی کا ہر پہلو فوجی رنگ لیے ہوئے تھا۔ وہ تو ہنستے‘ بولتے‘ اٹھتے‘ بیٹھتے‘ سوتے‘ جاگتے بھی کچھ تو آرمی اسٹائل میں خاص نظم وضبط کے ساتھ کرتے۔ ان کے کمرے کے در ودیوار ان کی زندگی کے خوب صورت شب وروز کے کچھ حسین لمحات کو محفوظ کیے ہوئے تھے۔ کیڈٹ شپ سے لے کر کرنل تک کے عہدوں کی اور مختلف مواقع پر لی گئی خوب صورت تصویریں آغاجی کی زندگی کا کل سرمایہ تھیں۔ ان ہی تصویروں سے مزین دیواروں کو دیکھتے دیکھتے آغاجی کی گود میں کھیلتے کھیلتے نجانے کب یہ انہونا سا خواب اس کی پلکوں پر ٹھہر گیا کہ ”مجھے آرمی آفیسر بننا ہے۔“

❖......☆☆......❖

ایف سی ایس کے نتائج کا اعلان ہوچکا تھا۔ رزلٹ سننے ربیع ہی گیا۔ دکاندار کو پچاس روپے دے کر سنی سے دوسو روپے کا مطالبہ کیا اور پھر مناقع کے ساتھ یہ عظیم اعلان کردیا کہ سنی ”اے“ گریڈ حاصل کرکے ایف سی ایس کا میدان فتح کرچکی ہے۔ سنی تو گویا ہواؤں میں اڑتی پھر رہی تھی اور اب تو اسے ڈیڑھ سو کے نقصان کا بھی دکھ نہ رہا تھا اور مزید فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے یہ اعلامیہ بھی جاری کردیا۔

”آج شام کو سب گھر والوں کو میں اپنی پاکٹ منی سے آئس کریم کھلاؤں گی۔“ اس اعلامیہ سے ربیع پر تو گویا خوشیوں کی برسات ہوگئی تھی اور اس نے صحن کے بیچوں بیچ خوب بھنگڑا ڈالا تھا۔ بقول ربیع کے۔

”آغاجان کی ساری پنشن سنی کے پرس میں جاتی ہے آخر اس پر ہمارا بھی تو کچھ حق ہے۔“

قاضی حامد رضا تو آغاجی کی خواہش پوری نہ کرسکے مگر آغاجی یہ چاہتے تھے کہ بچوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور اس فیلڈ کا انتخاب کرے۔ ربیع الشان نے نیوی کے لیے ٹیسٹ دیا مگر وہ ISSB کا میدان نہ پاس کرسکے۔ جب کہ ربیع الشان کو شروع سے ہی اپنے والد کی طرح اس فیلڈ کا کوئی شوق نہ تھا اور اب جب کہ آغاجی نے یہ شوق وجنون سنی میں پایا تو اسے خوب سپورٹ کیا حالانکہ اماں سمیت گھر کا کوئی فرد بھی اس حق میں نہ تھا مگر سنی کے لیے آغاجی کی سپورٹ ہی کافی تھی۔

❖......☆☆......❖

وہ دن اس کی زندگی کا سب سے خوب صورت دن تھا۔ جب آغاجی نے اسے بتایا کہ پاکستان ایئر فورس میں GDP (General Duty Pilot) کے لیے آسامیاں آئی ہیں سنی کے پاس صرف پندرہ دن کا وقت تھا۔ جس میں اس نے اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی دونوں لحاظ سے مکمل طور پر پاکستان ایئر فورس کے قابل بنانا تھا۔ تمام ڈاکومنٹس مکمل

تھے۔ لہٰذا رجسٹریشن کروانے سے پہلے ہی اس نے PAF رسالپور کے لیے خود کو تیار کرنا شروع کردیا تھا۔ البتہ یہ راز ابھی تک صرف سنی اور آغاجی کے درمیان ہی تھا۔

❖......☆☆......❖

اماں اس کے بدلے بدلے اطوار کا خوب جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کی بہت سی ایسی عادتیں جو پہلے اماں کے دل پر سانپ بن کر لوٹتیں اب چھوٹ چکی تھیں۔ اس کے بدلے ہوئے تیور اماں کو حیران کر رہے تھے۔ پہلے جو کہیں گھر سے باہر نکلنے کو تیار نہ ہوتی اب آئے روز مارکیٹ کے چکر لگ رہے تھے۔

یہ خاص رعایت بھی صرف اسی کے لیے تھی ورنہ نادیہ‘ مہرین اور صبا کو تو شاید مارکیٹ کا رستا بھی معلوم نہ تھا۔ اور ہر بار تین‘ چار نئی کتابوں کے ساتھ واپسی ہوتی۔ ماسوائے پیپرز کے رات کو جاگنا تو گویا اسے سولی چڑھنا لگتا تھا اور اب بغیر پیپرز کے رات گئے تک پڑھنا یہی وجہ تھی کہ مہرین اور نادیہ آپی نے اسے اپنے مشترکہ کمرے سے ”بدر“ کردیا تھا اور ان دنوں وہ آغاجی کے کمرے میں رہائش پذیر تھی۔ جہاں ان کے چھت پھاڑ خراٹے اسے سونے نہ دیتے۔ اس کے دو فوائد تھے ایک تو اس طرح وہ ساری رات پڑھتی اور نیند اس کے قریب نہ پھٹکتی اور دوسرا یہ احساس کہ وہ اکیلی نہیں لہٰذا ڈر کی کوئی بات نہیں۔

ربیع الشان کی زندگی الگ عذاب سے دوچار کی ہوئی تھی۔ عمر میں سنی سے تین سال بڑا ہونے کے باوجود عمروں کا یہ تضاد کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ کہاں تو ہروقت کی نوک جھونک اور چھوٹی چھوٹی بات پر دست وگریباں اور ان دنوں بڑے ادب سے اس کا نام لینا کبھی کبھار پیار سے بھائی بھی کہہ دینا اور اس کے عوض اس غریب کے بڑی مارکیٹ کے بے شمار چکر

غزل

وہ بھی کب چین سے سویا ہوگا
یاد کرکے مجھے رویا ہوگا
نام اشکوں سے مرا لکھ لکھ کے
اس نے تکیے کو بھگویا ہوگا
جب بھی برسات کی ہوگی رم جھم
جانے کس کرب سے تڑپا ہوگا
جب ہوئی ہوگی ہوا کی دستک
اس نے دروازے کو کھولا ہوگا
میری چاہت کی حسین یادوں کو
وہ کسی لمحہ نہ بھولا ہوگا
دل میں حسرت کے الاؤ ہوں گے
آنکھ میں یاس کا دریا ہوگا
لوٹنا ہوگا عدم سے اعجاز
وہ بھرے شہر میں تنہا ہوگا

بشیر اعجاز......راولپنڈی

لگوانا قریبی مارکیٹ تک تو اس کی رسائی ممکن تھی مگر جو کتابیں یہاں سے نہ ملتیں وہ ربیع کو ہی لانا پڑتیں۔

”اتنی جنرل نالج اور ISSB کتابوں کا تم بھلا کیا کروگی؟ اچار ڈالنا ہے کیا؟“ آخر اس کا پیمانہ صبر لبریز ہونے لگا تو وہ چیخ پڑا۔

”ٹھیک ہے ربیع! اگر تم نہیں جاتے تو میں آغاجی سے کہہ دیتی ہوں کہ وہ مجھے لادیں۔“ معصوم سی صورت بناتے ہوئے گویا اس نے ربیع کو سلگا ہی تو دیا تھا۔

”بس بس زیادہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے لادیتا ہوں اب آغاجی کتابیں ڈھونڈتے پھریں گے۔“ متوقع شامت سے بچنے کے لیے اس نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے چٹ پکڑی اور مارکیٹ کی راہ لی۔

آغا جی ہی تو وہ کمزوری تھے جن کی وجہ سے سفارتی تعلقات بہتر نہ ہونے کے باوجود اسے سنی کا ہر کام کرنا پڑتا۔

یہی نہیں پہلے کہاں تو نادیہ آپی چیختی رہتی۔

''خدا کے لیے سنی اس وقت تو کتابوں کا پیچھا چھوڑ دو۔ یہ دو چار برتن پڑے ہیں انہیں کو دھو دو۔ ہر وقت کتابی کیڑا بنی رہتی ہو (بقول ربیع کتابی کیڑا نہیں کتابی ہاتھی) اور وہ ٹس سے مس نہ ہوتی اور آج کل خوب دوڑ دوڑ کر ہر کام ہو رہا ہوتا۔ گوری چٹی قدرے فربہی مائل سنی کا اپنی فٹنس کے لیے طرح طرح کے جتن کرنا سبھی کو حیران و پریشان کیے دے رہا تھا۔ نادیہ اور مہرین کی جان تو ان دنوں پوچے سے بالکل ہی چھوٹ چکی تھی۔ کبھی صحن میں آم کے بڑے سے پیڑ کے ساتھ لٹکا جا رہا ہے اور کبھی ساتھ والوں کی دیوار پر چڑھنے کی کوشش کی جا رہی ہے مگر یہ سب کارروائیاں اسی وقت انجام دی جاتیں جب ابا جی اور بڑے بھیا گھر پر نہ ہوتے۔ آغا جی تو خیر عموماً گھر پر ہی ہوتے اور ان کی موجودگی میں سنی کو آنکھیں دکھانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ آغا جی کا زیادہ تر وقت گو کہ اپنے کمرے میں گزرتا مگر اپنی چہیتی سنی کے لیے ان کی امداد ہر وقت موجود رہتی۔ مگر اماں جو کہ کبھی کبھی آغا جی کی موجودگی سے بے نیاز ہو کر اسے نوازتیں اس کی حرکات کو خاص اوقات تک محدود کیے ہوئے تھیں البتہ آغا جی کی اس وجہ سے اماں سے زیادہ نہ بنتی۔ اماں اکثر کہتیں۔

''یہ لڑکی صرف آغا جی کی وجہ سے میرے ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔''

اور آغا جی بڑے شاندار انداز میں اپنا دفاع کرتے ہوئے فرماتے۔

''بہو! تمہارے پاس وہ بصیرت ہی نہیں جو اس بچی میں چھپی صلاحیتوں کو دیکھ سکے۔'' اور اماں اس بے نیازی پر تلملا کر رہ جاتیں۔

❖......☆☆......❖

اکثر تو اماں واقعی میں گھبرا جاتیں۔

''خدا جانے اس لڑکی کو کسی کسی وقت کیا ہو جاتا ہے۔ کہیں پڑھ پڑھ کر دماغ پر تو اثر نہیں لے لیا۔'' سنی کو آم کے پیڑ پر چڑھتے دیکھ کر وہ ہولا جاتیں اور سینے کو تھامتے ہوئے مختلف سورتیں پڑھ پڑھ کر اس پہ پھونکتیں۔ بڑے سے ڈال سے لٹکتے ہوئے وہ کھلکھلانے لگتی اور ہنستے ہنستے بمشکل کہتی۔

''ارے میری پیاری اماں! آپ کی سنی نے تو دل پر اثر لے لیا ہے۔''

''بس تو پھر اماں طے ہے کہ میں آج ہی شاہ جی دودھ والے سے بات کرتا ہوں جس ٹرسٹ کے حوالے اس نے اپنا نیم پاگل بھانجا کیا ہے اپنی سنی کو بھی وہیں جمع کروا دیتے ہیں۔ اس کی دماغی حالت کو چیک کرنے کے لیے اب اور کس ثبوت کی ضرورت ہے آپ کو۔'' ایسے موقع پر ربیع کی انٹری تو لازماً ہوتی ایسے ہی موقع پر تو اسے پچھلے حساب چکانے کا موقع ملتا تھا۔

''بس! زیادہ بکواس نہ کیا کر۔'' ماں غراتیں جب کہ وہ بے نیازی سے اپنے شغل میں مصروف تھی اس کے بوجھ سے پورا درخت سجدہ ریز ہونے لگا۔ ایسے میں رفیع بھائی کی آمد سے اس غریب کی جان چھوٹی۔ دھپ سے چھلانگ لگائی اور قلانچیں بھرتی ہوئی اپنے نادیہ اور مہرین آپی کے کمرے میں گم ہو گئی اور بے چارا آم کا پیڑ ادھر اُدھر ڈولتے ہوئے اپنے بے قرار وجود کو سنبھالنے لگا۔

❖......☆☆......❖

دھیرے دھیرے تاریکی کے پردے سرک رہے تھے۔ رات الوداع کہہ رہی تھی۔ ملگجے سے اندھیرے میں ہی آج اس کی آنکھ کھل گئی' دیوار گیر گھڑی پانچ بجا رہی تھی۔ کاندھے پر دوپٹا ڈالے وہ باہر نکل آئی۔ برآمدے میں ہی اماں نماز میں مشغول تھیں۔ آم کے پیڑ پر ننھی چڑیوں کی چہکار نے ایک عجب سا ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ جلدی جلدی وضو کر کے وہ بھی نماز پڑھنے لگی۔ ابا کا تو ویسے بھی زیادہ تر وقت مدرسے ہی میں گزرتا اور اکثر تو وہ رات بھی وہیں گزارتے۔ نماز سے فراغت پا کر اماں کچن کی طرف جا چکی تھیں۔ سنی جائے نماز کو تہہ کرتے ہوئے آغا جی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ یقیناً نماز پڑھ چکے تھے اور اب باہر چہل قدمی کے لیے جانے کی تیاری کر رہے تھے۔

''السلام علیکم' آغا جی!'' وہ ان کے سامنے جھک گئی۔

''وعلیکم السلام! ارے بھئی آج تو سورج کو خبر ہی نہیں ہوئی کہ چاند چپکے سے میرے کمرے میں آ گیا ہے۔'' اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے وہ پرجوش انداز میں بولے۔

''آغا جی! میں نے آج ID کارڈ لینے جانا ہے امید ہے آج مل جائے گا۔ کل میرے ساتھ PAF سینٹر چلیں گے نا آپ۔ مجھے پتا ہے ربیع تو کبھی میری بات نہیں مانے گا اور رفیع بھائی کو پتا چل گیا تو وہ میری جان ہی نکال دیں گے۔'' منہ بسورتے ہوئے اس نے بانہیں آغا جی کے گلے میں ڈال دیں۔

''ارے مجال ہے کسی کی جو میری بچی کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھے اور ویسے بھی کسی کو معلوم نہیں تو رہنے دو مت بتانا کسی کو میں خود اپنے بیٹے کے ساتھ رجسٹریشن کے لیے چلوں گا۔'' انہوں نے اس کے بال سہلاتے ہوئے تسلی دی۔

بڑی تینوں بہنوں نے تو کالج تک تعلیم حاصل کی

نہ تھی سنی کے لیے یہ عنایت صرف آغا جی کی بدولت تھی لہٰذا بڑے بھیا بھی کچھ کہہ نہ سکے البتہ خود پڑھے لکھے تھے مگر سنی کی اس حد تک آزادی کے سب سے زیادہ مخالف بھی وہی تھے۔ کالج تک تو ٹھیک تھا وہ چاہتے تھے BSC تک تعلیم حاصل کرلے مگر آرمی میں شمولیت کے ارادے کی اگر انہیں بھنک بھی پڑ جاتی تو یقیناً ہنگامہ برپا ہوجانا تھا۔ لہٰذا ساری کارروائی نہایت رازدارانہ انداز میں ہورہی تھی۔ آغا جی کے حوصلے نے اس کا سیروں خون بڑھا دیا تھا۔

❖......☆☆......❖

''آغا جی! میں تو تھک گئی ہوں تین چار چکر لگا چکی ہوں نادرہ آفس کے ہر بار دو دن کا کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ ID نمبر کے بغیر تو میں ٹیسٹ میں Appear نہیں ہوسکتی اور رجسٹریشن کے لیے آخری تاریخ میں صرف تین دن باقی ہیں۔'' وہ رو دینے کو تھی آغا جی کے قریب ہی صوفے پر ڈھے سی گئی۔ نادرہ آفس قریب ہونے کی وجہ سے باآسانی وہ طاہرہ کے ساتھ وہاں تک چلی جاتی۔

''تو بیٹا ان کے مین سینٹر اسلام آباد کال کرو نا!'' آغا جی اس کا سر سہلانے لگے۔

''وہاں تو اتنی دفعہ کال کرچکی ہوں آغا جی پر وہ بھی ایک ہی جواب دیتے ہیں حالانکہ میں نے ارجنٹ کارڈ کے لیے اپلائی کیا تھا۔'' نا چاہتے ہوئے بھی اس کی آواز رندھ گئی۔ سنی کو تو اس بات کا بھی دکھ تھا کہ اس گھر میں سوائے آغا جی کے نہ کوئی اس کا مددگار تھا اور نہ کوئی حامی۔

''کوئی بات نہیں بیٹا! میں پی اے ایف سینٹر بات کرکے اپنی سی کوشش کرتا ہوں تاکہ تم ٹیسٹ میں شامل ہوسکو۔'' وہ اسے تسلی دینے لگے ابھی تو منزل پانے کے لیے نجانے کتنا لمبا اور کٹھن سفر طے کرنا تھا مگر اس ابتدائی مسئلے نے ہی اسے پریشان کردیا تھا۔

''اگر وہ نہ مانے تو......!'' اب باقاعدہ آنسو اس کے گالوں پر بہنے لگے تھے۔

''تو بیٹا اگلی مرتبہ اپلائی کرلینا ویسے بھی ہر چھ ماہ بعد آسامیاں آتی ہیں۔'' وہ اسے تسلی دینے لگے۔

''نہیں آغا جی! میں نے اسی دفعہ اپلائی کرنا ہے۔ ابا جی صرف تین ماہ کے لیے ہی تو سعودیہ گئے ہیں اگر وہ واپس آگئے تو......!'' وہ اٹھ کر آغا جی کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

''تو میں تمہارے ابا سے بات کروں گا۔ مجال ہے اس کی جو تمہیں کچھ کہے کیونکہ میں تو اس کا بھی ابا ہوں۔'' مسکراتے ہوئے انہوں نے اس کی پیشانی چومی اور نا چاہتے ہوئے بھی وہ مسکرا دی۔

❖......☆☆......❖

شاید قدرت کو منظور نہ تھا صرف ایک ID نمبر کی وجہ سے وہ ٹیسٹ میں شامل نہ ہوسکی اور شاید ہفتوں وہ اس دکھ میں ڈوبی رہتی اگر آغا جی کی طبیعت اچانک خراب نہ ہوجاتی۔ اچھے بھلے آغا جی معمولی سے موسمی بخار کی وجہ سے بالکل چارپائی تک محدود ہوکر رہ گئے۔ سنی نے تو جب سے ہوش سنبھالا تھا، آغا جی کو ہمیشہ سے چاق و چوبند پایا۔ مگر اب اس معمولی سی بیماری نے انہیں بالکل نڈھال کردیا تھا۔ سنی کو تو گویا کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ سب کچھ بھلا کر وہ صرف آغا جی کی تیمارداری میں جت گئی تھی۔ مگر تقدیر کی کتاب کا بھیانک باب کھل گیا جو کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ وہ ہوگیا اور پیارے ڈیشنگ پرسنالٹی والے آغا جی سب کو روتا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ سنی کا وجود تو گویا ایک کھلے صحرا میں بے سائباں ہوگیا تھا۔ اس کا دل و دماغ اس حقیقت کو تسلیم ہی نہ کر پا رہا تھا۔

زندگی تجھے کیا کہوں، میرے ساتھ تُو نے کیا کیا
جہاں آس کا کوئی دیا نہیں مجھے اس نگر پہنچا دیا
نہ میں بڑھ سکوں نہ ہی رک سکوں
نہ ہی دل کی بات سمجھ سکوں
نہ کسی کو بھی کچھ کہہ سکوں
تجھے کیا کہوں تُو نے کیا کیا
مجھے منزلوں کی خبر تو دی پر راستوں کو الجھا دیا
اے زندگی تجھے کیا پتا!
یہاں کس نے کس کو گنوا دیا

جہاں اس گھر کا ہر مکین غم زدہ تھا، وہیں سپنوں کی دنیا میں رہنے والی سنو دیہ قاضی کے خواب بھی یتیم ہوچکے تھے۔ ہنستی کھلکھلاتی سنی کہیں کھو گئی تھی۔ وہ تو اب ایک سنجیدہ سنی تھی جو دن بہ دن نادیہ اور مہرین کے روپ میں ڈھلنے لگی۔ ربیع کے چھیڑنے پر بھی کوئی جوابی کارروائی نہ کرتی کیونکہ آغا جی کا کمرا جو خالی تھا۔

❖......☆☆......❖

مدرسے کا کشادہ صحن بچوں کی آوازوں سے گونج رہا تھا، مہرین آپی سبق پڑھا رہی تھیں، سر پر اچھی طرح بڑا سا دوپٹا لیے وہ بھی حفظ کرنے والی بچیوں میں بیٹھی تھی۔

''سنی آپی آپ کو گھر پر بلا رہے ہیں۔'' ایک بچے نے آکر اطلاع دی تو وہ قرآن پاک کو چوم کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''سنی پی اے ایف میں اسامیاں آئی ہوئی ہیں۔'' ربیع نے ہاتھ میں اخبار پکڑا تھا اور وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔ حیرت اور دکھ کے جذبات نے بہ یک وقت اس کا گھیراؤ کیا تھا۔ بغیر کچھ کہے وہ واپس دروازے کی طرف مڑ گئی۔ کیونکہ زندگی کے دوراہے پر اس نے اک نئی راہ گزر کا انتخاب کرلیا تھا۔ ربیع حیرت سے اسے جاتا دیکھتا رہ گیا۔

مدرسے کے دروازے پر بیٹھا درویش باآواز بلند بڑی پرسوز آواز میں گنگنائے جا رہا تھا۔

میرے نقش گر، میرے کوزہ گر
مجھے توڑ دے، مجھے توڑ دے
میں خزاں رسیدہ شجر ہوں اک
مجھے پھر سے اذنِ بہار دے
میری زندگی کو نکھار دے
مجھے بخش پھر سے حیاتِ نو
مجھے گوندھ طیبہ کی خاک میں
میرا گھر مدینے میں ہو کہیں
میرے دل میں گنبد سبز ہو
میرے سر میں طیبہ کی دھول ہو
میرے نقش گر، میرے کوزہ گر
میرے نقش پھر سے بنا نئے
میرے خال و خد کو سنوار دے
جو میرے نصیب میں یہ نہیں
مجھے چاک پر سے اتار دے

بے شک انسان کے لیے رُتبے اور مقامات ربّ کی ذات منتخب کیا کرتی ہے۔ اس نے اپنے مقصد کی راہ میں آنے والی رکاوٹ اور آغا جی جیسی ڈھال کے اٹھ جانے سے ربّ کا اشارہ جان کر اس کی منشاء کے مطابق اپنے لیے راہ منتخب کرلی تھی اور اپنے اس فیصلے پر مطمئن بھی تھی۔

سباس گل

حال دل اس کو سنانا حوصلے کی بات تھی
حوصلے کی یہ کراماتیں بڑی اچھی لگیں
ہم بساط عشق پر کب ہارتے اس سے مگر
جان کر کھائی ہوئی ماتیں بڑی اچھی لگیں

''کہاں رہ گئی یہ جھاڑو پھری؟ کہا بھی تھا کہ جلدی گھر آ جانا' مزار پہ پھر کبھی چلی جانا مگر نہیں نجانے کیا بھوت سوار ہوا ہے اس پر مزار پر جانے اور نمازیں پڑھنے کا۔ پتا بھی تھا کہ آج سیٹھ جبار کے ہاں جانا ہے پھر بھی' اتنی دیر کردی وہ منحوس سیٹھ ایڈوانس بھی واپس لے لے گا اور دوبارہ بلائے گا بھی نہیں۔ اسے کوئی کمی تھوڑی ہے لڑکیوں کی۔ ایک ڈھونڈو ہزار ملتی ہیں' بھلا سیٹھ کو کیا فرق پڑے گا۔ فرق تو ہمیں پڑے گا لگی لگائی آمدنی جاتی رہے گی۔ ان سیٹھ لوگوں کو تو ویسے بھی نت نئے ذائقے چکھنے کی عادت ہوتی ہے۔'' زیب النساء ساڑھی کا پلّو انگلی پر مروڑتے ہوئے بے چینی کے عالم میں ڈرائنگ روم میں ٹہلتے ہوئے با آواز بڑبڑا رہی تھی۔ اسی وقت رابعہ عرف ''جھاڑو پھری'' نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا۔ زیب النساء کی آخری بات وہ سن چکی تھی۔ ان کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''ہاں تو چکھنے دو نا اسے نت نئے ذائقے' میں نے کوئی ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا اس کے دستر خوان کی زینت بننے کا۔ وہ تو ویسے بھی صدیوں کا بھوکا پیاسا ہے' اسے نت نئے ذائقے چکھنے سے ہی سکون ملے گا۔ آج سے میرا کھاتہ تو تم بند ہی سمجھو دادی!''

''اری کیا بک رہی ہے جھاڑو پھری؟''

''ٹھیک بک رہی ہوں' مجھ سے نہیں ہوگا اب یہ کام!'' یہ کہہ کر وہ اپنے بیڈ روم میں چلی آئی۔ زیب النساء یعنی دادی تیزی سے اس کے پیچھے لپکیں۔

''ہائے ہائے! کس کی نظر کھا گئی تجھے؟''

''ان ہوس پرست سیٹھوں' رئیسوں کی جن کے سامنے تم مجھے تر نوالہ بنا کے پیش کرتی رہی ہو۔ یہ سنبھالو زیور پیسہ جو میرے پاس تھا یہ بھی تم رکھو۔''

رابعہ نے یہ سب چیزیں دادی زیب النساء کے ہاتھوں پر دھریں تو وہ ہکا بکا سی اس کا منہ تکتی رہ گئی۔

''یہ دوزخ کی آگ ہے آج کے بعد اس آگ میں میرا کوئی حصہ نہیں ہوگا' بہت جل چکی میں اب اور نہیں۔ تم اپنے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے کوئی اور مرغی حلال کرو' مجھ پر اب یہ سب حرام ہے۔''

''واہ جھاڑو پھری واہ! نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی۔'' زیب النساء نے طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا تو وہ بولی۔

"ہاں دادی! سمجھ لو کہ نو سو چوہے کھا کے تو بلی بھی تائب ہو جاتی ہے، میں تو ایک لڑکی ہوں، میری بھی کوئی عزت ہے۔ اماں ابا کیا مرے تم نے گھر کے اخراجات پورے کرنے کے لیے پہلے گھر کی قیمتی اشیاء بیچیں پھر جب سب کچھ بک گیا تو میرا جسم، میرا حُسن اور جوانی بیچ بیچ کے اپنا پیٹ بھرنے لگیں، تم نے اپنی پوتی کی عزت، حُسن، خوب صورتی کیش کروانا شروع کردی لیکن اب نہیں، اب مزید نہیں کروں گی، کہہ دیا میں نے۔ اب دوبارہ کسی سے میری قیمت وصول مت کرنا۔ بہت گناہ کما لیے اب اور نہیں دادی! اب اور نہیں!" رابعہ نے سنجیدہ اور فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اپنا بستر اور کپڑے جھاڑنے لگی۔

"تو تیرے یوں بستر، کپڑے جھاڑنے سے گناہ تو نہ جھڑیں گے رابعہ بی بی!" دادی نے طنز کیا۔

"جھڑ جائیں گے دادی! ضرور جھڑ جائیں گے۔ اس لیے کہ سچے دل سے کی گئی توبہ، ندامت کے آنسو اور معافی وہ جھاڑن ہے جو سب کچھ صاف کردیتی ہے۔ توبہ کے آنسو تو گناہ گار کا ہتھیار ہیں۔" رابعہ نے اطمینان سے کہا تو زیب النساء (دادی) کو تشویش ہونے لگی کہ یہ تو گئی ہاتھ سے......

"تو تو سچ مچ مسلمان ہوگئی ہے ری جھاڑو پھری! اب اس بڑھاپے میں کیا مجھے فاقے کروائے گی، بھوکا مارے گی، کانٹوں پر سلائے گی، مجھے تو آرام و آسائش کی، اچھا پہننے کھانے کی عادت پڑ گئی ہے۔ میرا کیا بنے گا کچھ سوچا تو نے؟" زیب النساء نے فکر مندی سے پُر لہجے میں کہا۔

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔" رابعہ نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"کیسے تیرا مسئلہ نہیں ہے؟" وہ تیزی سے بولیں۔ "دادی ہوں میں تیری، کم از کم میری آنکھیں بند ہونے تک تو میرا بوجھ اٹھالے۔ بعد میں پڑھتی رہنا کلمہ درود......"

"نہیں دادی! میں نے فیصلہ کرلیا ہے آج سے میں یہ کام ختم کررہی ہوں اور میرا یہ فیصلہ اٹل ہے۔" رابعہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

"اری جھاڑو پھری! کچھ تو خیال کر، میں نے گودوں میں کھلایا ہے تجھے۔" زیب النساء نے اسے جذباتی طور پر کمزور کرنا چاہا تو وہ فوراً بولی۔

"تو اس کی قیمت بھی تو سود سمیت وصول کرلی ہے تم نے۔ تم بھی تو میری عزت اور جوانی سے کھیلتی رہی ہو۔ آپ کوئی اچھا کام بھی تو کرواسکتی تھیں ناں مجھ سے، مگر نہیں آپ کو تو یہی دھندا سب سے آسان اور فائدہ مند لگا اور آپ نے میری کم عقلی، کم عمری اور کم فہمی کا خوب فائدہ اٹھایا۔ مجھے غلط راستے پر چلایا، بہت بُرا کیا دادی تم نے میرے ساتھ۔ مگر اب مجھے سمجھ آگئی ہے کہ اچھا کیا ہے اور بُرا کیا ہے۔ گناہ کیا ہے اور ثواب کیا ہے، میری سمجھ میں آگیا ہے۔ اب مجھے صاف اور سیدھا راستہ دکھائی دے گیا ہے اور مجھے اس راستے پر چلنے کے لیے آپ سے پوچھنے یا اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"دیکھ جھاڑو پھری! تُو غلط کررہی ہے، یہ کام تیری پہچان بن چکا ہے اور......"

"اور اس میں سارا آپ کا قصور ہے دادی! سراسر آپ کا قصور ہے، آپ تندرست تھیں اور ماشاء اللہ اب بھی تندرست ہیں۔ آپ رزق حلال بھی تو کما سکتی تھیں ناں۔ جانتی ہیں چند روز پہلے ایک ستّر سالہ بیمار، کمزور بڑھیا کو میں نے سڑک پر ہار، پھول اور گجرے بیچتے ہوئے دیکھا تھا، جب میں رئیس اعجاز کے ساتھ اس کی گاڑی میں تھی، وہ بڑھیا کانپتی ہانپتی ہماری طرف آئی تھی اور مجھ سے گجرے خریدنے کی درخواست کرنے لگی۔ میں نے اس سے گجرے خرید لیے تھے۔" وہ انہیں بتانے لگی۔

"اماں! تمہاری صحت بہت خراب ہے پھر تم یہ ہار، پھول کیوں بیچتی ہو؟" میں نے اس بیمار کمزور بڑھیا سے پوچھا۔

"پُتر! مارے بھوک کے پیٹ کمر سے لگ گیا تھا۔ حلق میں کانٹے چبھنے لگے تھے۔ سوچا پھول بیچ کے ہی اپنے جسم کی ٹہنی کو ہرا رکھنے کی کوشش کرلوں۔ بڑھاپے میں بھوک برداشت نہیں ہوتی پُتر! جب تک سانس ہے تب تک روزی، روٹی کے لیے ہاتھ پیر تو مارنے پڑیں گے نا!" بڑھیا نے تھکے تھکے لہجے میں جواب دیا۔

"اماں! تمہارے بچے نہیں ہیں کیا؟"

"ہیں پُتر! اللہ رکھے پورے ست (سات) پُتر ہیں میرے۔ ماشاء اللہ سارے روزگار پر لگے ہیں۔"

"تو پھر تم کیوں پھول بیچتی ہو، بیٹے نہیں کھلا سکتے تمہیں؟" رابعہ نے حیرت اور دکھ سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں دھیئے، ست (سات) پُتروں کے پاس ایک ماں کو کھلانے کو ایک نوالہ بھی نہیں ہے۔ مجھ کلی (اکیلی) نے ست (سات) پُتروں کو پالا، پوسا، بیاہا اور ان ست کے پاس ایک ماں کے واسطے روٹی، کپڑا اور ایک بستر تک نہیں ہے۔ خیر وہ سب اپنے بیوی بچوں کے ساتھ خوش رہیں، سکھی رہیں۔ میرا کیا ہے دن ہی پورے کرنے ہیں۔ چار دن اور مزدوری کرلوں گی۔ بھیک تو نہیں مانگتی نا رزقِ حلال کما کے دو وقت کی روٹی کھا لیتی ہوں۔ کبھی مزار پر تو کبھی کسی باغ کے کونے میں جا کے سو جاتی ہوں۔ شکر ہے ربّ کا اس نے کسی کا محتاج نہیں بنایا مجھے۔" بڑھیا نے کانپتی، کمزور اور درد بھری آواز میں اپنی کہانی سنائی تو

رابعہ کا دل بجھ سا گیا۔ تب سے اسے اپنے آپ سے اپنے کام سے گھن آنے لگی تھی۔

''جب یہ بوڑھی اور کمزور عورت اس مفلسی میں رزقِ حلال کما کے کھا سکتی ہے' محنت کر سکتی ہے تو میں کیوں حرام کی کمائی کھا رہی ہوں' میں کیوں اپنی عزت بیچ رہی ہوں؟''

''اچھا تو یہ قصہ ہے۔'' زیب النساء (دادی) نے اس کی ساری بات سننے کے بعد کہا۔

''ہاں دادی! اس ستر سالہ بڑھیا نے مجھے آئینہ دکھایا ہے' نیا راستہ دکھایا ہے' روشنی کا راستہ' اچھائی کا راستہ' وہ اس عمر میں پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے روح کا جسم سے تعلق برقرار رکھنے کے لیے پھول بیچ رہی ہے۔ وہ بھیک بھی تو مانگ سکتی تھی اور اس کی جیسی حالت ہے اسے اتنی کمائی تو بھیک مانگنے پر ہو سکتی ہے لیکن...... وہ خوددار عورت ہے' اس نے لوگوں سے مانگنے کی بجائے محنت سے کمانے کو ترجیح دی۔ رزقِ حلال کو اہمیت دی' پھول بیچ کر گزارہ کر رہی ہے وہ اور دادی تم نے اپنی پھول سی پوتی کو بھیڑیوں کے حوالے کر دیا' حرام کام پر لگا دیا۔ گناہ کے راستے پر چلا دیا۔ محض اپنے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے آخرت کے لیے بھی دوزخ خرید لی۔ اب بھی وقت ہے دادی! سدھر جاؤ' سنبھل جاؤ ورنہ جہنم میں جاؤ گی اور وہ تو تم جاؤ گی ہی......'' رابعہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ کہنے لگیں۔

''تیرا جسم بھی تو اب جہنم کا ایندھن ہے کیسے جنت کا پھول بنائے گی اسے' یاد رکھ اس دنیا میں تن اور من کا دھندا ہی سب سے زیادہ منافع بخش ہے۔ یہ جو تجھے مسلمانی کا' توبہ کا' حلال کمانے کھانے کا جوش چڑھا ہے نا یہ چار دن میں ہوا ہو جائے گا ہاں اور آخر کو تو اسی دھندے پر آ لگے گی کیونکہ اوّل تو تجھے کوئی باعزت روزگار ملے گا نہیں' مل بھی گیا تو چند دنوں میں تیری پرانی شناخت سامنے آ جائے گی' سب کو پتا چل جائے گا کہ رابعہ افتخار کس چیز کا بیوپار کرتی رہی ہے' کس دھندے کی ملکہ رہ چکی ہے۔'' زیب النساء نے اسے کمزور' بے حوصلہ اور اپنے فیصلے سے ہٹانے کی غرض سے سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ کہنے لگی۔

''مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کون کیا کہتا ہے یہ گھر میں نے بیچ دیا ہے' ابا کے گھر کو بیچ کر خرید اتھا نا یہ نیا گھر ہم نے اب میں یہاں سے جا رہی ہوں اور آپ کو جو گلبرگ میں کوٹھی خرید کر دی تھی' آپ رہیں وہیں...... میری مانیں تو آپ بھی رزقِ حلال کمانے کی فکر کریں' معافی مانگ لیں اللہ سے ابھی وقت ہے۔''

''اچھا بس! مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے تُو نے نیکی کا سبق پڑھ لیا۔ کافی ہے دیکھتی ہوں کتنے دن یہ پارسائی کا بھوت تیرے سر پر سوار رہتا ہے' ارے سمجھتی ہی نہیں ہے جھاڑو پھری! تُو لڑکی ذات ہے' اکیلی ہے' جہاں جائے گی اسی طرح تیری بُو سونگھتے پھریں گے بھوکے کتے۔ عزت تو ویسے بھی نہیں رہنے کی۔ جب یہی کچھ ہونا ہے تو دام کیوں نہ کھرے کریں ہم۔'' دادی زیب النساء نے اسے ڈپٹ کر کہا تو وہ زچ آ کر بولی۔

''دادی! بس مجھے نیند آ رہی ہے تم بھی سو جاؤ۔''

''کیا خاک سو جاؤں؟ میری تو نیند ہی اڑ گئی ہے۔ ٹھیک ہی تو نام رکھا ہے تیرا ''جھاڑو پھری'' ہمیشہ کیے کرائے کام پر پانی پھیر دیتی ہے۔ بنی بنائی بات بگاڑ دیتی ہے۔ سجی سجائی سیج پر جھاڑو پھیر دیتی ہے۔ ابھی بھی سوچ لے جھاڑو پھری! کیوں لگے لگائے کام کو چھوڑ رہی ہے' چار پیسے کما لے یہی دن ہیں کمانے کے' جوانی ڈھل جائے گی تو کوئی جھوٹے منہ پانی کو بھی نہیں پوچھے گا۔ مت جھاڑو پھیر اپنی قسمت اور کمائی پر۔'' زیب النساء بول رہی تھیں اور رابعہ نے سنی اَن سنی کرتے ہوئے بستر میں گھس کر سر تک کمبل تان لیا۔

''کم بخت...... جھاڑو پھری......!'' زیب النساء نے اپنی بات کا اس پر مطلق اثر نہ دیکھا تو بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں۔ ابھی سیٹھ جبار کو بھی تو کسی بہانے سے ٹالنا تھا نا۔ زیب النساء کا خیال تھا کہ رابعہ چند روز بعد واپس اسی دھندے پر آ جائے گی اور ان کی بات مان لے گی لیکن دو ماہ گزر جانے پر بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

اب وہ پانچ وقت کی نمازی ہو گئی تھی۔ قرآن پاک ترجمے کے ساتھ پڑھنے لگی تھی۔ حجاب میں نظر آنے لگی تھی۔ رابعہ کی اس سوچ اور عمل سے سارے کام پر پانی پڑ گیا تھا۔ دھندے پر مندا وقت آ گیا تھا۔ آمدنی اور لاکھوں کی کمائی پر جھاڑو پھر گئی تھی۔ رابعہ تو اپنے پُرانے محلے میں واپس چلی گئی تھی' پرانا مکان پھر سے خرید لیا تھا اور بچوں کو قرآن پاک پڑھانے لگی۔ وہ سر سے پاؤں تک بدل گئی تھی۔ رو رو کر اللہ سے معافی مانگتی تھی۔ نتیجتاً اس کے اندر باہر جتنی گندگی اور غلاظت بھری تھی' سب پر جھاڑو پھر گئی اور دل کا آنگن چم چم کرنے لگا تھا۔ روح کا آئینہ لشکارے مار رہا تھا۔ اسے اپنا آپ صاف دکھائی دینے لگا تھا۔ دل کا آئینہ صاف ہوا تو اپنا ربّ بھی اس میں خود بخود نظر آنے لگتا ہے۔ اب تو اسے کسی آئے گئے کی پروا تھی نہ فکر' وہ اپنی دنیا میں مست تھی۔ اپنے اس نئے جنم کی خوشی میں مگن تھی۔ جو نور لوگوں کو برسوں کی تپسیا' ریاضت و عبادت سے نہیں ملتا وہ دادی کی ''جھاڑو پھری'' کو چند دنوں کی عبادت و ریاضت سے مل گیا تھا۔ اس کی تو دنیا ہی بدل گئی تھی۔ دادی زیب النساء کی ''جھاڑو پھری'' صاف ستھری ہو گئی تھی۔ سچی کھری اور نکھری نکھری' اُجلی اُجلی ہو گئی تھی۔ دادی زیب النساء نے اب کسی اور لڑکی کی تلاش شروع کر دی تھی کہ ان کی جھاڑو پھری اب ان کے کسی کام کی نہیں رہی تھی۔ اب وہ امیروں' رئیسوں اور نوابوں کی تجوریاں اور جیبیں صاف کرنے جوگی نہیں رہی تھی۔ اب تو اسے مسجد' محلے کی دھلائی' صفائی کا کام مل گیا تھا اور سب سے اچھی بات تو یہ تھی کہ اس کا من اسی کام میں لگ بھی گیا تھا اور جس کام میں من لگ جائے وہ کام پھر چھوڑا نہیں جا سکتا اور کام بھی سچے سوہنے ربّ والا' اس کی عبادت والا ہو۔ دل میں ربّ بسا ہو تو کوئی اور نہیں بستا پھر کسی نواب' سیٹھ' رئیس' امیر کی جیب صاف کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ سمجھ آ جاتی ہے کہ کس نے دینا ہے اور کس سے مانگنا چاہیے' جو چاہیے اللہ سے مانگو' جی بھر کے مانگو' بار بار مانگو' گھڑی گھڑی مانگو' وہ دے گا اور ضرور دے گا' سب کچھ دے گا' جو بنا مانگے دیتا ہے تو وہ مانگنے پر بھلا کیوں نہ نوازے گا؟ کیسے نہ بھرے گا ہماری جھولی۔ بس یہ بات دادی کی ''جھاڑو پھری'' کی سمجھ میں آ گئی تھی اور وہ سچی توبہ سے تائب ہو گئی تھی۔ ایک طرف وہ روح کے سکون کا سامان اکٹھا کر رہی تھی تو دوسری طرف دادی جسم کی غذا ابقاء کے لیے اور رابعہ ڈھونڈ رہی تھیں۔ اپنی اپنی سوچ کے انداز تھے' عمر شرط نہیں ہے' ہدایت کبھی بھی مل سکتی ہے۔ کسی کو بھی مل سکتی ہے۔ اپنا اپنا اندازِ فکر تھا۔ دادی دنیا کا سامان اکٹھا کر رہی تھیں اور رابعہ آخرت کے لیے زادِراہ......!

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

ش۔ن......نامعلوم

جواب:۔ مسئلہ 1:۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا یہ مانگیں کہ جہاں حق میں بہتر ہو وہیں رشتہ ہو۔ عشاء کی نماز کے بعد 1 تسبیح استغفار 1 تسبیح درود شریف (درود ابراہیمی) دعا بھی کریں۔

مسئلہ 2:۔ بیٹے کے سرہانے کھڑے ہو کر جب وہ سو جائے سورۃ العصر پڑھیں 41 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف اتنی آواز میں کہ اگر جاگ رہا ہو تو سن سکے۔

تمثیلہ شہزادی......حافظ آباد

جواب:۔ مہینہ نہانے کے بعد لگاتار 3 دن ملنے سے پہلے سورۃ والضحیٰ 21 بار پڑھ کر دعا کیا کریں۔

نسرین اختر......ہری پور ہزارہ

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھ کر اپنے بچوں کے لیے دعا کریں۔ مالی حالات کے لیے سورۃ القریش 1 تسبیح روزانہ۔

سعدیہ......جمبڑ

جواب:۔ "رجوع الی اللہ" سب کچھ بھول کر اللہ سے تعلق جوڑو۔

بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 بار پڑھیں۔ اول و آخر 11'11 بار درود شریف۔ بہتر رشتے کی دعا بھی کریں۔ دونوں بہنیں و بھتیجیاں۔ عمل 4 ماہ۔

آمنہ اعوان......حیدر آباد

جواب:۔ "یا حکیم یا اللہ" تعداد 1000 مرتبہ روزانہ رات کے وقت اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف (درود ابراہیمی)۔ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس کے تمام مسائل حل فرمائے۔ پڑھتے وقت مسائل حل ہونے کا تصور ذہن میں رکھ کر پڑھیں۔

انوری بیگم......قریشیاں والا

جواب:۔ 1:۔ رشتوں کے لیے:۔ سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ بعد نماز فجر (اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف)۔

2:۔ فجر کی نماز کے بعد 3 مرتبہ سورۃ یٰسین پڑھیں اپنے تمام مسائل کا تصور رکھ کر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

3:۔ گھٹنے کے درد کے لیے:۔ زیتون کے تیل پر اللہ کے تمام نام 1 مرتبہ پڑھ کر دم کر لیں اسے روزانہ لگائیں۔

نورین شفیع......ملتان

جواب:۔ 1:۔ بھائی کو درود شریف کا پانی پلایا کریں روزانہ جتنی مرتبہ ہو سکے پڑھ کر۔

2:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر دم کر دیں (اول و آخر 3'3 مرتبہ درود شریف) چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

3:۔ معاشی مسائل کے لیے ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ سورۃ قریش گھر کے تمام افراد پڑھیں۔

4:۔ بسم اللہ پڑھ کر چیزیں رکھا کریں۔

صبا......لاہور

جواب:۔ سورۃ یٰسین کی آیت نمبر 65 روزانہ 1 تسبیح پڑھ لیں۔ پہلے اس کا ترجمہ پڑھ لیں۔ اس کے بعد شروع کیجیے گا۔ ہر نماز کے بعد۔

شازیہ بی بی......نامعلوم

جواب:۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ اتنا کچھ پڑھتی ہو بہر حال اپنے قریبی اچھے عامل سے رجوع کریں۔ علاج ضروری ہے۔

سعدیہ مسعود......جہلم

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ ہوائی مخلوق تنگ کر رہی ہے۔ "سورۃ جن" روزانہ 7 مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پورے گھر میں چھڑکیں باتھ روم کے علاوہ روزانہ۔

مسئلہ نمبر 2:۔ یہی پانی اسے بھی پلائیں۔

خالدہ پروین......فیصل آباد

جواب:۔ وظیفہ جاری رکھیں چھوڑیں نہیں مسئلہ ضرور حل ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ صدقہ بھی دیں۔ بھائی کے لیے بھی دعا کریں کہ اگر حق میں بہتر ہے تو ہو جائے ورنہ کہیں اور۔

شمائلہ ایاز، فوزیہ سلطانہ......بھکر

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ "یا وہاب" 1 تسبیح روزانہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ جب تک منزل مقصود تک نہ پہنچ جائیں۔

مسئلہ نمبر 2:۔ سورۃ ال عمران آیت نمبر 38 ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ اولاد کے لیے۔ علاج بھی ساتھ ہی شروع کرائیں۔

عائشہ......سرگودھا

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھیں۔ دعا کریں کہ جہاں حق میں بہتر ہو وہیں ہو۔

صباء حسن......سیالکوٹ

جواب:۔ رشتے کے لیے:۔ بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ (اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف) اگر آپ مجبوری کے تحت جاب کرنا چاہتی ہیں تو کر لیں۔

جاناں......چکوال

جواب:۔ سورۃ الفلق' سورۃ الناس 21'21 مرتبہ۔ بعد نماز عشا بیماری کے ٹھیک ہونے کا تصور رکھ کر پڑھیں۔ ہر نماز کے بعد سورۃ ال عمران آیت نمبر 38 سات مرتبہ پڑھیں اولاد کے لیے دعا کریں۔

ش۔م......منڈی بہاؤالدین

جواب:۔ رشتوں کے لیے:۔ بعد نماز فجر' سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ سعودیہ جانا ٹھیک ہے۔

سحر شاہین......ملتان

جواب:۔ سب سے پہلے آپ اپنے آپ کو بدلیں۔ بچے آپ سے سنبھلتے نہیں گھر میں بنتی نہیں۔ میں نے یٰسین شریف آیت نمبر 65 بتائی تھی پوری یٰسین شریف نہیں۔ بچوں کی تربیت کریں ناصح بننے کی کوشش نہ کریں۔

ت'س......کوہاٹ

جواب:۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ الفاتحہ 41 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ مرض والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔ صدقہ بھی دیں۔ ان شاء اللہ بہت جلد آپ کا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ عمل ہمیشہ جاری رکھیں گی تو کوئی بیماری مستقل نہیں ہوگی۔

نورین غلام سرور......قصور

جواب:۔ 1:۔ امتحان میں کامیابی کے لیے۔ "یا فتاح" 1 تسبیح روزانہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک سب کر سکتے ہیں۔

2:۔ ورزش کریں۔

آب علی......چکوال

جواب:۔ نوکری کے لیے:۔ سورۃ القریش ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ یا رات کو 3 تسبیح بھائی خود کریں تو بہتر ہے۔ ورنہ والدہ کر لیں۔

مقدمہ میں کامیابی کے لیے:۔ "یا عدل" روزانہ 1000 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف رات کے وقت۔ پڑھتے وقت کامیابی کا تصور ذہن میں رکھیں۔

امتحان میں کامیابی کے لیے:۔ سورۃ القریش پڑھیں ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ۔

آپ جو وظائف کرتی ہیں وہ کریں یا نہ کریں آپ کی مرضی۔ جن مسائل کے لیے رجوع کیا ہے ان کے لیے کوئی اور وظیفہ نہ پڑھیں علاوہ اس کے جو بتایا گیا ہے۔

رشتے کے لیے:۔ سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ بعد نماز فجر اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف

اس شخص سے پیچھا چھڑانے کے لیے رات کے وقت 1 مرتبہ سورۃ نوح پڑھا کریں۔ پڑھتے وقت پیچھا چھڑانے کا تصور بھی رکھیں۔ یہ تمام وظائف پاکی کی حالت میں کرنے ہیں۔

پروین افضل......بہاول نگر

جواب:۔ 1:۔ میڈیکل چیک اپ کروائیے۔ اپنا اور شوہر کا۔ اس کا رزلٹ بتائیے پھر دیکھیں گے۔

2:۔ سورۃ یٰسین کی آیت نمبر 65 ہر نماز کے بعد 21 بار پڑھیں دیور کے لیے۔

فرزانہ بی بی......راولپنڈی

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ ”یا فتاح“ امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک تینوں پڑھیں۔

ب۔ش۔زر......کراچی

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74‘ 70 مرتبہ روزانہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ یقین کے ساتھ پڑھیں۔

طیبہ افتخار......ضلع جہلم

جواب:۔ سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74‘70 مرتبہ اول و آکر 11'11 درود شریف ہر نماز کے بعد سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 9'9 مرتبہ۔

سیدہ فوزیہ گیلانی......لاہور

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھیں۔ تصور رکھیں دونوں کاموں کے ہونے کا۔

ثوبیہ بی بی......کالوپنڈ

جواب:۔ رشتے کے لیے:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74‘70 مرتبہ روزانہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

پورے گھر میں روزانہ پانی چھڑکیں اور پئیں بھی دم کرکے باتھ روم کے علاوہ سورۃ الفلق‘ سورۃ الناس 41'41 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

بہنیں ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھیں اور دعا کریں۔ اپنے لیے بھی اور ابو کے لیے بھی۔

عائشہ ناز......ملتان

جواب:۔ ”یا علیم علمنی“ پڑھنے سے پہلے 21 بار پڑھ کر سبق یاد کریں۔ ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔

ع‘ش......ڈنگہ

جواب:۔ 1:۔ جب گھر چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر دم کردیں۔ چینی سب کے استعمال میں آئے۔ (اول و آخر 3'3 بار درود شریف)۔

2:۔ قرض کی ادائیگی کے لیے عشاء کی نماز کے بعد 7 مرتبہ سورۃ العادیان پڑھیں اور دعا کریں۔

3:۔ پلاٹ بیچنے کے لیے ہر نماز کے بعد سورۃ القریش 11 مرتبہ دعا کریں ان شاء اللہ جلد اچھا سودا ہوجائے گا۔

شمازیہ اختر......فیصل آباد

جواب:۔ عمل جاری رکھیں۔ مسئلہ ضرور حل ہوگا۔ صدقہ بھی دیں۔

ثمرہ......جہلم

جواب:۔ جب شوہر سو جائیں ان کے سرہانے کھڑے ہوکر 1 تسبیح سورۃ الاخلاص پڑھیں اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

عائشہ اکرم......ساہیوال

جواب:۔ رشتے کے لیے بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74‘70 مرتبہ (اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف) دعا بھی کریں۔

2:۔ اچھی نوکری اور معاشی مسائل کے لیے ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ سورۃ القریش۔

3:۔ گھریلو مسائل کے لیے جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ یسین (اول و آخر 3'3 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کردیں۔ چینی سب کے استعمال میں آئے۔

4:۔ خود اعتمادی کے لیے فیصلے لینا سیکھیں۔

نامعلوم......نامعلوم

جواب:۔ سونے سے پہلے اول:۔ 25 بار درود ابراہیمی دوئم:۔ 125 بار سورۃ النصر سوئم:۔ 25 بار درود ابراہیمی بعد پڑھنے کے دعا مانگیں روزانہ۔

سعدیہ......گوجرانوالہ

جواب:۔ رشتوں کے لیے: سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74‘70 مرتبہ بعد نماز فجر۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

قرض کی ادائیگی کے لیے سورۃ العادیات روزانہ رات کو 11 مرتبہ (اول و آخر 11'11 درود شریف) بھائی کے لیے والدہ دعا کریں۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

جواب:۔ رات سوتے وقت سورۃ ھود کی آیت نمبر 44 چٹکی بھر سفید تلوں پر 21 بار پڑھ کر روزانہ کھایا کریں اس کے بعد پانی استعمال نہ کریں۔ 21 روز تک۔

ن۔س۔نور......چکوال

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ والقینا بینھم ...... یوم القیامۃ۔ تک۔ سورۃ المائدۃ آیت نمبر 64 اول و آخر 11'11 مرتبہ درود ابراہیمی۔ روزانہ رات کے وقت 1000 مرتبہ تصور یہ ہو کہ دونوں کے بیچ میں نفرت پیدا ہورہی ہے۔ آیت کے معنی ذہن میں رکھ کر پڑھیں۔

مسئلہ نمبر 2:۔ سورۃ ال عمران آیت نمبر 38 ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ پڑھیں اور دعا کریں علاج بھی ساتھ شروع کروائیں۔

قیصر محمود......امریکہ

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ والضحیٰ 41 مرتبہ (اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف) تصور رکھیں کہ دل اور دماغ میں گھر کی محبت اور ذمے داری پیدا ہورہی ہے اور گھر کی طرف لوٹ کر آرہے ہیں۔

ش۔خ......جہلم

جواب:۔ رشتے کے لیے:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74‘70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں کہ اگر یہ بہتر ہے تو لوٹ آئے ورنہ کوئی اور۔

مسئلہ نمبر 2:۔ سورۃ النصر عشاء کی نماز کے بعد 125 مرتبہ (25‘25 مرتبہ درود ابراہیمی) اچھی قیمت میں فروخت ہونے کے لیے۔ نیت بھی رکھیں پڑھتے وقت۔

ن۔گ......ہری پور

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74‘70 مرتبہ۔ (اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف)

سمیرا منیر......حافظ آباد

جواب:۔ جب گڑھے میں کودنے کا فیصلہ آپ نے کرلیا ہے تو افسوس کیوں؟ شادی ہوگی یا نہیں یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھ کر دعا کریں کہ جہاں آپ کے حق میں بہتر ہو وہیں شادی ہوجائے۔

شمائلہ......گجرات

جواب:۔ والد کے لیے والدہ خود پڑھیں۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ الاخلاص تصور رکھیں کہ شوہر کا دل اور دماغ آپ کی طرف راغب ہورہا ہے۔ دعا بھی کریں۔

ویزوں کے لیے:۔ ”یا والی یا اللہ“ روزانہ 1000 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ امتحان میں کامیابی کے لیے ”یا فتاح“ روزانہ ایک تسبیح۔

آپ خود نماز کی پابندی کریں عشاء کی نماز کے بعد ایک تسبیح استغفار ایک تسبیح درود ابراہیمی پڑھیں۔ دعا کریں۔

نادیہ......میرپور

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ جو وظیفہ بتایا وہ جاری رکھیں۔ کبھی کبھی دیر ہوتی ہے پر کام ہوجاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 2:۔ بھائی جب رات کو سوجائے اس کے سرہانے کھڑے ہوکر 41 مرتبہ سورۃ العصر پڑھیں اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ تصور رکھیں کہ بھائی فرمانبردار بن رہا ہے۔ ابھی باہر نہ بھیجیں زیادہ بگڑنے کا خطرہ ہے کچھ وقت گزر جانے کے بعد جب فرمانبردار بن جائے۔

مسئلہ نمبر 3:۔ سورۃ انعام ثابت نمک پر 1 مرتبہ پڑھ کر دم کرلیں۔ جب بیمار ہونے کا وقت قریب آئے تو کھانے میں چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ملا کردیں ایک ماہ تک

مدیحہ بی بی......جہلم

جواب:۔ عشاء کی نماز کے بعد ”یا فتاح“ 1 تسبیح اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک۔

نادیہ بی بی......ہری پور

جواب:۔ ”یا علیم“ 11 بادام رات کو بھگودیں صبح چھلکا اتار کر ہر بادام پر 11 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ نہار منہ استعمال کریں۔

مسئلہ نمبر 2:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74‘70 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

تنزیلہ رحمٰن......ملتان

جواب:۔ 1:۔ **سورۃ رحمن** جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ پڑھ کر دم کردیں اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ لڑائی جھگڑے ختم ہوجائیں۔

2:۔ کاروبار کے لیے **سورۃ القریش** رات کو 313 مرتبہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ روزانہ

3:۔ **سورۃ الفلق اور سورۃ الناس** 41'41 مرتبہ پڑھیں پانی پردم کرکے پورے گھر میں چھڑکیں۔ باتھ روم کے علاوہ روزانہ 3 ماہ تک۔

4:۔ بھائی کے لیے دعا کریں۔

ک۔س......عارف والا

جواب:۔ مصباح ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ **سورۃ الاخلاص** پڑھے۔ نیت یہ رکھے کہ جو نظر لگی ہے تعلیم حاصل کرنے پر وہ ختم ہوجائے۔ رات کو ایک تسبیح استغفار اور ایک تسبیح درود ابراہیمی کی پڑھے۔ دعا بھی کریں۔

آپ خود رات کے وقت ایک تسبیح **سورۃ العصر** کی پڑھیں۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ نیت دونوں بیٹوں کے مسئلے کو ذہن میں رکھ کر پڑھنے کے بعد دونوں پردم بھی کریں اور دعا بھی۔

راشدہ......گجرات

جواب:۔ **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74'70 مرتبہ بعد نماز فجر پڑھیں۔ رشتا کی دعا کریں۔ اور بچی کے ماننے کی بھی۔ کم از کم 3 ماہ۔

طاہرہ......سانگھڑ

جواب:۔ **سورۃ القریش** ہر نماز کے بعد 41 بار پڑھ کر دعا کریں۔ کامیابی ہوگی۔

شائستہ غلام محمد......کرمپور

جواب:۔ ہر نماز کے بعد **سورۃ الناس** 7 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔

امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک۔ **"یا فتاح"** ایک تسبیح روزانہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

نوکری کے لیے:۔ **سورۃ القریش** ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ۔

شہلا گل......حسن آباد

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ رشتہ کے لیے۔

بعد نماز عشا **سورۃ عبس** 3 مرتبہ تصور رکھیں کہ جو رکاوٹ ہے وہ ختم ہوجائے۔

راحیل......فیصل آباد

جواب:۔ **"یا ھادی یا اللہ"** روزانہ 1000 مرتبہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

راحیل کے لیے دعا کریں راہ ہدایت کے لیے نیت رکھیں پڑھتے وقت کہ اس کے دل میں اس کی نفرت پیدا ہورہی ہے۔ **"سورۃ العصر"** ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ اولاد کی فرمانبرداری کے لیے۔

رابعہ......ہری پور ہزارہ

جواب:۔ **سورۃ یسین** شریف کی آیت نمبر 65 روزانہ 3 تسبیح پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر بیٹی بیٹے کو پلائیں۔

عائشہ ظفر......شیخوپورہ

جواب:۔ ماں مقدم ہے، چچا وغیرہ سب بعد میں۔ ہوسکتا ہے والد آپ کے جائیداد چھوڑ گئے ہوں۔ چچا اور پھوپو کو ناراض کیا جاسکتا ہے۔ والدہ کو نہیں۔ **"اللھم انا نجعلك فی نحور ھم و نعوذبك من شرور ھم۔"** پھوپو کے بیٹے کا تصور کرکے پڑھیں ہر نماز کے بعد 11 بار۔

حنا......پشاور صدر

جواب:۔ بعد نماز فجر:۔ **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ روزانہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ بیٹی ہر نماز کے بعد **سورۃ الفلق، سورۃ الناس** 9'9 مرتبہ پڑھے۔

اسماء......سرگودھا

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

انیلہ......بحریہ ٹاؤن

جواب:۔ 1:۔ بچے کی ماں بنیں بچے کا باپ نہ بنیں تربیت کرنا سیکھیں۔

2:۔ اپنا دودھ چمچ میں ڈال کر پلائیں۔ نکالتے اور پلاتے وقت **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھتی رہیں اور یہی کلمہ 121 بار ہر فرض نماز کے بعد پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر میاں اور بچوں کو پلائیں۔

م۔ن......گجرات

جواب:۔ **سورۃ یسین** 3 مرتبہ پڑھ کر چینی پردم کرلیں جب بھی گھر میں آئے۔ اول وآخر 3'3 مرتبہ درود شریف۔

فاطمہ شبیں......نامعلوم

جواب:۔ **"یا بدیع العجائب با الخیر یا بدیع"** رزق کے لیے 1000 بار روزانہ پڑھیں۔

پڑھائی کے لیے:۔ ہر نماز کے بعد 21 بار رات سوتے وقت ایک تسبیح **"یا علیم علمنی"**

مریم......سخی حسن

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ **"یا مقیت"** رات بستر پر 41 مرتبہ **سورۃ الفاتحہ** اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ ہاتھوں پردم کرکے پورے جسم پر پھیرلیں۔ سر پر تیل بھی لگائیں۔

دونوں وظائف زیادہ مشکل نہیں مستقل طور پر ہمیشہ کرتی رہیں۔ یہ مسئلہ حل ہوجائے گا اور آگے بھی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

رضیہ بیگم......لاہور

جواب:۔ جادو ہے۔ بعد نماز فجر **سورۃ یسین اور سورۃ مزمل** 1-1 مرتبہ۔

ہر نماز کے بعد **سورۃ القریش** 7 مرتبہ

سورۃ عبس 3 مرتبہ روزانہ عشا کی نماز کے بعد پڑھیں۔ 1 بوتل پر دم کرلیں وہ پانی پورا گھر استعمال کرے۔ دوسری رات دوبارہ یہ عمل کریں اور پورا دن پانی استعمال میں آئے۔ یہ عمل کم از کم 3 ماہ کرنا ہے۔ باقی دو وظائف مستقل کرتی رہیں۔ یہ معلوم کریں کہ عاصم علی کی دلچسپی کون سے کاروبار میں ہے وہ کروائیں استخارہ کرکے۔

ص۔ر۔مرزا......گجرات

جواب:۔ داخلہ کے لیے ابھی سے شروع کردیجیے۔

جن کے بارے میں شک ہے **"اللھم انا نجعلك فی نحور ھم ونعوذ بك من شرور ھم"** پڑھیں (اے اللہ مجھے/ہمیں نجات دے ان کی نحوست اور ہر فرض نماز کے بعد دعا سے پہلے ہاتھ اٹھائے بغیر 11 بار ہر فرد بھی پڑھ سکتا ہے۔

کرن......ملتان

جواب:۔ **سورۃ عبس** بعد نماز عشا 3 مرتبہ روزانہ اپنے ہاتھوں پر دم کریں سر سمیت پورے جسم پر پھیر لیں۔ تیل پر بھی اور اسی طرح دم کریں۔ روزانہ سر پر لگائیں یہ آپ کے تمام جسمانی امراض کے لیے ہے۔ تعلیم کے لیے جس میں دلچسپی ہے اسی میں وقت لگائیں ہر نماز کے بعد **"یا فتاح"** 11 مرتبہ پڑھیں۔ کامیابی کے لیے ہمیشہ۔ استخارہ آپ خود کریں۔ فیضان کے لیے والدہ **سورۃ العصر** پڑھیں۔ 1 تسبیح روزانہ اور دعا کریں۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

انیلا......راولپنڈی

جواب:۔ جواب دیا جاچکا ہے۔

زبیدہ خانم......لاہور

جواب:۔ **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74'70 بار بعد فجر اول وآخر 3'3 بار درود شریف پڑھیں۔ رشتے کے لیے دعا کریں۔ عرصہ 3 ماہ۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

آپ کی شخصیت

اے ایس صدیقی

محض معلومات ایسی ہوتی ہیں جو براہِ راست شخصیت سازی میں معاون نہیں ہوتیں لیکن علم میں اضافے کا موجب ضرور بنتی ہیں اور اس طرح بلواسطہ طور پر شخصیت کی ترقی میں کردار ادا کرتی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حال ہی میں فزیکل نیچر پر تحقیقی کام کرنے والوں نے دریافت کیا ہے کہ نفرت جیسے جذبے کا ماخذ دماغ کا وہی اعصابی سرکٹ ہیں۔ جہاں سے محبت کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ ہے تو یہ دلچسپ بات کہ دو متضاد باتوں کا منبع ایک ہی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ محبت کا درجہ نفرت کے درجے کے برعکس ہوتا ہے بالکل الٹ۔

یہ تحقیق دراصل برین اسکینز کی مدد سے کی گئی ہے۔ اس میں یہ سمجھنے کی سعی کی گئی ہے کہ آخر دماغ کا ایک ہی حصہ ان دو بالکل اُلٹ جذبوں کا ذمے دار کیوں ہے۔

اس تحقیق کی قیادت کرنے والے پروفیسر جن کا نام پروفیسر سمیرز کی ہے جو یونیورسٹی آف لندن میں استاد ہے کہتے ہیں کہ تحقیق سے امید کی جاسکتی ہے کہ شاید یہ بھید کھل جائے کہ دو انسانی متضاد جذبے آخر اپنے منبع کے معاملے میں قدر مشترک کے حامل کیوں ہیں۔

پروفیسر صاحب کا کہنا ہے کہ نفرت بہر حال ایک شیطانی جذبہ ہے۔ یہ ایک ایسا تخریبی جذبہ ہے جسے اپنی حدوں میں رہنا چاہیے۔ ایک بہتر دنیا کے لیے نفرت پر قدغن ضروری ہے بلکہ ان کا کہنا تو یہ ہے کہ اسے سرے سے ختم ہی ہو جانا چاہیے لیکن ایک بیالوجسٹ کی نگاہ میں پروفیسر صاحب کا یہ ”نیک خیال“ چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔ آپ کا کہنا کچھ اور ہے۔ ایک سائیکولوجسٹ کے لیے نفرت بھی ایک انسانی جذبہ ہے۔ جو اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ محبت کا جذبہ بیالوجسٹ سمجھتا ہے کہ محبت کی طرح نفرت میں بھی ایسی صفت ہوتی ہے کہ وہ خیر یا شر کے کاموں میں ذریعہ بن سکے۔

یہاں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ آخر دو متضاد جذبے کس طرح ایک ہی قسم کے رویے کا سبب بن سکتے ہیں؟

اس تحقیق میں بہت سے رضا کاروں سے بھی مدد لی گئی۔ اشتہار دیا گیا اور پھر ان میں سے سترہ عدد افراد کا انتخاب کیا گیا۔ جو کسی ایک فرد کے لیے اپنے اندر نفرت کا جذبہ رکھتے تھے۔ ان میں سے متعدد ایسے تھے جن کے لیے ان کی سابق محبوبہ ایک نفرت انگیز شخصیت تھی یا آفس کا کوئی افسر یا ساتھی ان میں ایک ایسی عورت بھی تھی جو ایک سیاسی شخصیت کے لیے اپنے دل میں نفرت رکھتی تھی۔

پروفیسر سمیرز کی نے اپنے کالم کا آغاز ویلکم لیبارٹریز آف نیورولوجی کے جان رومیا کے ساتھ مل کر کیا۔ انہوں نے منتخب رضا کاروں کے دماغ کا نیورل سرکٹ کا اس وقت تجزیہ کیا جب یہ اپنی ناپسندیدہ شخصیات کی تصاویر دیکھ رہے تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ دماغ میں Putamen اور Insula نفرت کے جذبات پیدا کرتے ہیں۔ Putamen کے بارے میں یہ بات پہلے ہی منظر عام پر آچکی ہے کہ یہ توہین آمیز جذبات کو ختم دیتا ہے۔ ایک بات نے انہیں حیرت میں ڈالا جب انہیں نظر آیا کہ Putamen اور Insula دونوں ہی رومانی جذبات میں متحرک ہوتے ہیں۔ پہلے کی کچھ تحقیقات سے پتا چلا تھا کہ ”انسولا“ Tension کی وجہ بنتا ہے۔ یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ محبت اور نفرت کے جذبات کی صورت میں پیدا ہونے والے تناؤ کا سبب یہی ہوگا۔

محبت اور نفرت کے جذبات کے حوالے سے دماغی تبدیلیوں میں ایک فرق سیریبرل کورٹکس (Ceribral Cortex) کا ہے۔ یہ دماغ کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ دماغ کا یہ حصہ وجوہ کے تجزیے اور فیصلے کی صلاحیت سے تعلق رکھتا ہے۔

محبت کا ’جذبات کا‘ وقت کا‘ دماغ کا مذکورہ حصہ کام چھوڑ دیتا ہے لیکن جب نفرت کے جذبات جنم لے رہے ہوتے ہیں تو سیریبرل کورٹکس کا کچھ حصہ کام کر رہا ہوتا ہے۔ پروفیسر سمیرز کی کہتے ہیں۔ ”یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کیونکہ نفرت بھی اعصاب کو معطل کر دیتی ہے۔ مگر اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ رومانی جذبات کے دوران انسان محبت کرنے والے کے بارے میں تنقید کے خیالات سے عاری رہتا ہے۔ جب کہ نفرت کی صورت میں اسے تجزیے اور فیصلے کی قوت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ناپسندیدہ فرد کو نقصان پہنچا سکے۔

اس تحقیق کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعے کسی فرد کے لیے کسی کی نفرت کی جانچ پڑتال ہوسکتی ہے۔ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آخر کوئی کسی سے کیوں متنفر ہے۔

اگر یہ جانچ واقعی مکمل ہوجاتی ہے تو اس سے ہم سب انسانوں کو ایک بڑا فائدہ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ پھر ہم اس Crimnal Cases میں بروئے کار لا سکیں گے۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

نازیہ جاوید لکھتی ہیں کہ بی پی کی مریضہ رہ چکی ہوں۔ مگراب صحتیاب ہوں سر میں درد رہتا ہے اور سر کے بال بالکل ختم ہوگئے ہیں۔ سر درمیان اور سائڈوں سے بالکل گنجا ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ دوسرا مسئلہ پیٹ اور کولہے بڑھے ہوئے ہیں۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور CALCIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار لیں گنجا پن دور کرنے کے لیے مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو HAIR GROWER ارسال کردیا جائے گا۔ براہ راست خطوط کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔

آرزو ملک لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے۔ جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں۔ دوسرے میری بہن کا رنگ سانولا ہے اس کا بھی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔ تین ماہ مکمل کریں۔ رنگ صاف کرنے کے لیے JODUM-IM کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن میں لیں 6 ماہ مکمل کرلیں۔

زاہدہ وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میرے جوڑوں میں درد ہے۔ بہت پریشان ہوں اور بہن کو لیکوریا ہے اور چہرے پر بال ہیں ان مسئلوں کے لیے دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ COLEHICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور بہن کو BORAX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔ منی آرڈر ہمیشہ کلینک کے نام پتے پر کیا کریں۔ ڈاک کے پتے پر مت کریں ورنہ ایک ماہ انتظار کرنا پڑے گا۔

ثاقب فاروق حافظ آباد سے لکھتے ہیں کہ میرے چہرے پر گڑھے داغ دھبے بہت ہیں کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن پیا کریں۔

اقرا کشف پیر محل آپ 1300 روپے منی آرڈر کردیں۔ آپ کو دونوں دوائیں ارسال کردی جائیں گی۔

مسز سیف الرحمٰن لودھراں سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت زیادہ گرتے ہیں یہ مسئلہ میرے بچوں کے ساتھ بھی ہے۔ کیا HAIR GROWER بچوں کو استعمال کراسکتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ چہرہ اور جسم پر فالتو بال ہیں کیا APHRODITE استعمال کرسکتے ہیں یہ بھی بتائیں کہ تھریڈنگ کے علاوہ کریم وغیرہ سے بال صاف کرسکتے ہیں۔

محترمہ آپ ہیئر گروور کے لیے فی بوتل 600 روپے اور افروڈائٹ کے لیے 700 روپے منی آرڈر کردیں منی آرڈر فارم کے آخری حصہ پر مطلوبہ ادویات کا نام ضرور لکھیں ہیئر گروور بچوں کو بھی استعمال کرایا جاسکتا ہے اور بال کریم سے بھی صاف کیے جاسکتے ہیں۔

یاسر خان ساہیوال سے لکھتے ہیں کہ مجھے کافی سالوں سے سرعت انزال کی شکایت ہے۔

محترم آپ SELENIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سمیرا لاہور سے لکھتی ہیں کہ میں بی اے کررہی ہوں مگر پڑھا ہوا یاد نہیں رہتا بھول جاتی ہوں۔

محترمہ آپ KAKLPHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں آپ کا منی آرڈر ملا ہوگا تو پیکٹ آپ کو پہنچ گیا ہوگا۔ کالی فاس کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے خرید لیں۔

مقدس بی بی لکھتی ہیں کہ نزلہ زکام کی وجہ سے میرے سر کے بال سفید ہورہے ہیں اور اس کی وجہ سے نظر بھی کمزور

ہورہی ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ JABORANDI-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور CINERAIA DROP آنکھوں میں ڈالا کریں۔ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بال سفید ہونا رک جائیں گے اور لمبے گھنے مضبوط اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

عمیرہ کوثر ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CHINA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بے فکر ہوکر شادی کرلیں۔

مسز عرفان قصور سے لکھتی ہیں کہ بیٹے کی پیدائش کے بعد میرا پیٹ بڑھ گیا ہے۔ میرا سینہ اور کندھے بہت بھاری ہوگئے ہیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں دوا سیل بند جرمنی کی خریدیں نارمل حالت ہونے تک جاری رکھیں۔

کرن بلال علی پور سے لکھتی ہیں کہ میری آنکھوں کے گرد حلقے بن گئے ہیں۔ بہت علاج کیا مگر فائدہ نہیں ہوا۔ اب آپ کو امید کی آخری کرن سمجھ کر تحریر کررہی ہوں

محترمہ آپ CHINA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

شازیہ کنول بوریوالہ سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر میری اور میری بہن کی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACC BERR-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں اور بہن کو ALFALFA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

صبیحہ کنول راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے کئی علاج کیے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک مرتبہ لیں۔

صبیحہ کنول راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ سینہ بھاری ہوگیا ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CHIMA PHILA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ثمینہ لالہ موسیٰ سے لکھتی ہیں کہ میرے اور بہنوں کے بال بہت گرتے ہیں اور پتلے ہیں چہرے پر دانے نکلتے ہیں اور داغ بن جاتے ہیں۔

محترمہ دانوں داغ وغیرہ کے لیے GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور بال گرنے سے روکنے کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے آپ کے بال گرنا بند ہوں گے اور گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا ہوں گے بال سلکی مضبوط اور گھنے ہوجائیں گے۔

عظمیٰ احمد میانہ گوندل سے لکھتی ہیں کہ چہرے پر داغ دھبے ہیں میری امی کی کمر میں درد ہے۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور امی کو RHUSTOX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

روبینہ ملک چکوال سے لکھتی ہیں کہ میں بہت پریشان ہوں۔ میرے لیے دوا تجویز فرمادیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اور AESCULUS 3X کے پانچ قطرے دوپہر رات کو لیں ان شاءاللہ شفا حاصل ہوگی۔

بلقیس سلطانہ جھنگ سے لکھتی ہیں کہ میں بہت عرصہ سے آپ کی صحت پڑھتی ہوں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں۔ میرے چار بچے ہیں۔ ان کو دودھ پلانے سے جو مسئلہ پیدا ہوتا ہے وہی میرا مسئلہ ہے۔

محترمہ آپ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں اور منی آرڈر فارم کے آخری حصہ پر مطلوبہ دوا کا نام BREST BEAUTY ضرور لکھ دیں یہ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی اسے استعمال کرنے سے آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

جمال قریشی بدین سے لکھتی ہیں کہ مجھے نسوانی حسن کی کمی ہے عنقریب شادی ہے بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ SABALSERULATTA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں آپ کو BREST BEAUTY گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بریسٹ کے تمام مسائل حل ہوجاتے ہیں۔

سدرہ غنی سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر داڑھی مونچھوں کی طرح بال ہیں تھریڈنگ کرانے سے زیادہ موٹے ہوگئے ہیں۔

محترمہ آپ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو APHRODITE بھیج دیا جائے گا اس کے استعمال سے فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

کلثوم فاطمہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرا بچہ عمر 6 ماہ دن میں سکون سے رہتا ہے اور رات کو بہت روتا ہے چیختا چلاتا رہتا ہے۔ ساری رات گود میں لیے بیٹھی رہتی ہوں۔ بظاہر کوئی تکلیف بھی نہیں ہے۔

محترمہ آپ بچے کو JALAPA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

قمرالدین بٹالوی جہلم سے لکھتے ہیں کہ پیشاب کرنے کے بعد بھی مثانہ خالی نہیں ہوتا لگتا ہے اور آرہا ہے اور آتا رہتا ہے کافی دیر میں فارغ ہوتا ہوں۔

محترم آپ CONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ دوا کسی بھی ہومیو اسٹور سے مل جائے گی۔

محمد تقی ملتان سے لکھتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی شکایت ہے اور جب قبض ہوتا ہے تو خون بہت جاتا ہے۔

محترم آپ COLLEN SONIA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں کبھی جب زیادہ سیلان خون ہو تو HAMMAMALES 3X کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں۔

جمیلہ وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ بچے کے ٹانسلز ہیں ہمیشہ گلا خراب رہتا ہے ڈاکٹر آپریشن کا کہتے ہیں۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن دیں۔

نسیم بیگم گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام بہت خراب ہے۔ بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

حبیبہ قاسم گجرات سے لکھتی ہیں کہ مجھے لیکوریا کی بہت شکایت ہے جو ہر ماہ نہانے کے بعد ہوتا ہے۔

محترمہ آپ EUPION 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ تکالیف ختم ہونے پر دوا کا استعمال بند کردیں۔

لبنیٰ زیدی لاہور سے لکھتی ہیں کہ میری کمر کے مہروں میں خرابی ہے بہت درد ہوتا ہے رپورٹ بھیج رہی ہوں کوئی مناسب علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ THERIDION 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

گلزار احمد میاں چنوں سے لکھتے ہیں کہ میرے معمولی سی چوٹ لگ جائے تو نیل پڑ جاتا ہے۔

محترم آپ LEDUMPAL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مستقیم فاطمہ لاہور سے لکھتی ہیں کہ میں ہومیو پیتھک کالج کی طالبہ ہوں۔ ہمارے کالج کے طلبا و طالبات میں

آپ کی صحت بہت مقبول ہے آپ جیسے مخلص انسان کی رہنمائی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ایک کیس ہسٹری لکھ رہی ہوں۔ تجویز دوا کے لیے رہنمائی فرمائیں۔

محترمہ آپ اس مریضہ کو CAUSTIEUM 30 کی تین خوراک روزانہ استعمال کرائیں ان شاء اللہ مکمل شفا حاصل ہوگی۔

جلیل الدین تونسہ شریف سے لکھتے ہیں کہ میں یہاں سرکاری ہومیو پیتھک اسپتال سے علاج کرا رہا ہوں۔ وہ خود کو آپ کا شاگرد بتاتے ہیں۔ مجھے ان کے علاج سے کافی فائدہ ہے مگر میں آپ کو بیگم کے مرض سے متعلق تحریر کررہا ہوں۔ مناسب دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ بیگم کو KREOSOT 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

عاطف مرزا کراچی سے لکھتے ہیں کہ ہماری بہن عجیب وغریب بیماری کا شکار ہے۔ اسے اکثر اچانک شدید بے چینی ہوجاتی ہے اور شدید پیاس لگتی ہے گھڑی گھڑی گھونٹ گھونٹ پانی پیتی ہے۔

محترم جب بھی بہن کو یہ شکایت ہو ARSENICALB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر دو دو گھنٹہ بعد دیں حالت نارمل ہونے پر کچھ دن تین وقت روزانہ پلا دیں ان شاء اللہ دوبارہ یہ حالت نہیں ہوگی۔

نیاز احمد کھاریاں سے لکھتے ہیں کہ شدید قبض کی شکایت ہے کئی کئی دن اجابت نہیں ہوتی بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ OPIUM -30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

کلثوم فاطمہ جہلم سے لکھتی ہیں کہ ہاضمہ کی حالت بہت خراب رہتی ہے کبھی قبض کبھی دست مستقل رہتے ہیں۔

محترمہ آپ NUXVOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

جمیل الدین نواب شاہ سے لکھتے ہیں کہ بائیں گردہ میں پتھری ہے بہت پریشان ہوں لیزر کا خرچہ برداشت نہیں کرسکتا کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ BERBARIS VULG-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

خان محمد خان خانیوال سے لکھتے ہیں کہ شدید کھانسی ہے جورات کو زیادہ رہتی ہے۔

محترم آپ ARSENICALB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

قربان علی پشاور سے لکھتے ہیں کہ مکمل حالات لکھ رہا ہوں جوابی لفافہ بھی حاضر ہے براہ مہربانی جواب ضرور دیں۔

محترم آپ ARNICA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

مرزا رحیم بیگ آزاد کشمیر سے لکھتے ہیں کہ مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ LYCOPODIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ذوالفقار علی ہری پور ہزارہ آپ اپنی میڈیکل رپورٹس ارسال کریں۔ تب ہی صحیح مشورہ دیا جاسکتا ہے۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے۔ شام 6 تا 9 بجے۔

فون:۔ 021-36997059
ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 KDA- فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی۔ 75850

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

میکرونی قیمہ

اشیاء:

میکرونی — 1/2 پیالی
ہری پیاز — 4 عدد
ادرک — 1 ٹکڑا

قیمہ — 1 پیالی (ابلا ہوا)
ٹماٹر (ابلے ہوئے) — ایک پیالی (کچل لیں)
نمک — حسب ضرورت
مکھن — 1 کھانے کا چمچہ
پنیر — حسب ضرورت
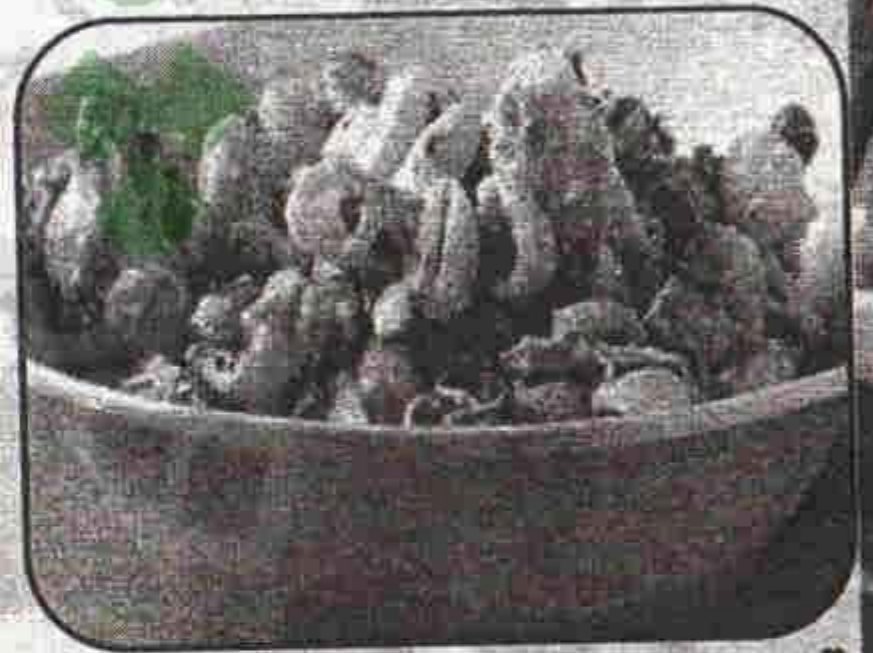
ترکیب:

میکرونی کو ابال لیں۔ ابل جائے تو چھلنی میں چھان لیں۔ مکھن گرم کریں اور اس میں ہری پیاز، ادرک، ٹماٹر، نمک، کالی مرچ اور قیمہ ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر بھونیں۔ قیمہ بھن جائے تو اس میں میکرونی ڈال دیں اور پھر ڈش میں نکالیں۔ پنیر کے باریک ٹکڑے کر کے اس پر ڈالیں۔ ڈش تیار ہے۔

صنم ناز ...... گوجرانوالہ

چکن ان ہاٹ گارلک ساس

اشیاء:

ہری پیاز — 1/2 پیالی (کٹی ہوئی)
چکن (بغیر ہڈی کے) — 1/2 کلو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں
کارن فلور — 2 کھانے کے چمچ
ہری مرچ — 4 عدد
سویا ساس — 1/2 چمچ
گارلک ساس — 2 چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی — 1/2 چمچہ
چائنیز نمک — آدھا چمچ
چاول (ابلے ہوئے) — 1/2 پیالی
کوکنگ آئل — 1/2 کپ

ترکیب:

چکن اچھی طرح دھو کر اس پر کارن فلور چھڑکیں اور پھر آئل میں فرائی کر کے گولڈن براؤن کر کے نکال لیں پھر اسی آئل میں ہری پیاز

اور ہری مرچ ڈال کر ہلکا فرائی کریں پھر اس میں چائنیز نمک، کالی مرچ، کارن فلور، سویا ساس، گارلک ساس اور دو کپ پانی ملا دیں۔ جب پکنے لگے تو اس میں فرائی چکن بھی ڈال دیں اور گاڑھا ہونے تک پکا لیں۔ جب گاڑھا ہو جائے تو اتار لیں۔ ابلے ہوئے چاولوں کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔

فرخندہ فیض ...... کنگ چمن

کوکونٹ چاکلیٹ

اشیاء:

پسا ہوا ناریل — 2 پیالی
کنڈینسڈ ملک — 2 کھانے کے چمچ
چینی — 2 چائے کے چمچ
انڈے کی سفیدی — 1 عدد
دودھ — 1 کھانے کا چمچ
کوکنگ چاکلیٹ — 2 پیالی
مکھن — 2 کھانے کا چمچ

ترکیب:

ایک پیالی میں ناریل، کنڈینسڈ ملک، چینی اور دودھ کو ڈال کر اچھی طرح ملائیں پھر اس میں انڈے کی سفیدی شامل کر لیں اور ہاتھ سے ملاتے ہوئے گندھے ہوئے آٹے کی شکل میں لے آئیں۔ چھوٹے چھوٹے گولے بنائیں اور پندرہ سے بیس منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ کوکنگ چاکلیٹ کو پیالے میں ڈال کر اس میں مکھن ڈالیں اور گرم پانی پر رکھ کر پگھلا لیں، ناریل کے گولوں کو فریج سے نکال کر چاکلیٹ میں اچھی طرح لپیٹ لیں۔ کچھ دیر فریج میں رکھ کر ٹھنڈا کر لیں اور مہمانوں کو پیش کریں۔

طیبہ نذیر ...... شادیوال گجرات

مٹی کی ہانڈی میں بنا گوشت

اشیاء:

بکرے کا گوشت — 1/2 کلو
ادرک، لہسن کا پیسٹ — 1 کھانے کا چمچ
کالا زیرہ — 1 کھانے کا چمچ (بھون کر کوٹ لیں)
تیل — 1/2 کپ
ہلدی — 1 چٹکی
دھنیا — 1 کھانے کا چمچ
نمک، سرخ مرچ — حسب ضرورت
پیاز — ایک عدد (باریک کٹی ہوئی)
آٹا — چوتھائی پیالی

ترکیب:

مٹی کی ہانڈی میں تیل ڈالیں، ادرک لہسن کا پیسٹ، سرخ مرچ، نمک، ہلدی، دھنیا اور پیاز ڈال کر اتنا بھونیں کے تیل اوپر آ جائے۔ تھوڑے سے پانی کے ساتھ آٹے کا پیسٹ بنا لیں اور اس کو بھی شامل کر دیں، چمچہ تیز چلائیں تاکہ آٹے کی گٹھلیاں نہ بنیں۔ کالا زیرہ ڈال کر پانی ڈال دیں اور ساتھ ہی گوشت بھی ڈال دیں۔ درمیانی آنچ پر پکنے دیں۔ جب گوشت تیار ہو جائے تو گرم گرم روٹیوں یا نان کے ساتھ سرو کریں۔

حفصہ بتول ...... بہاولپور

کھٹی دال

اجزاء:

مسور کی دال — 1 پیالی
سرخ پسی مرچ — ایک کھانے کا چمچ

ہلدی	ایک چائے کا چمچ
ادرک، لہسن (پیسٹ)	ایک کھانے کا چمچ
کڑھی پتا	6عدد
ہری مرچ	4عدد
پیاز (درمیانی سائز کی)	1عدد
املی کا رس	1 پیالی

بگھار کے لیے:

ثابت سرخ مرچ	6عدد
سفید زیرہ	1 چائے کا چمچ
کڑھی پتا	4عدد
لہسن	3 جوئے چھلے ہوئے
کوکنگ آئل	1/2 پیالی

ترکیب:

دال کو گرم پانی سے دھو کر ایک دیگچی میں پیاز اور ڈیڑھ پیالی کے ساتھ چڑھا دیں۔ جب دال گل جائے تو گرینڈر میں پیس لیں اور لکڑی کے چمچ کے ساتھ اچھی طرح گھونٹ لیں پھر سارے مسالے ڈال کر املی کا رس دو پیالی پانی میں ملا کر ڈال دیں۔ ہلکی آنچ میں پکنے دیں، جب ہری مرچ گل جائے تو دال تیار ہے۔ آنچ آہستہ کر دیں، ایک فرائنگ پین میں آئل گرم کریں، بگھار والے مسالے ڈال کر سرخ کریں پھر دال میں ڈال کر ڈھانک دیں تاکہ بگھار کی خوش بُو دال میں ہی رہے۔ یہ ڈش آٹھ افراد کے لیے کافی ہے۔

صدیقہ خان...... باغ آزاد کشمیر

اسٹیم چکن

اشیاء:

مرغی	1 کلو
کٹی ہوئی سرخ مرچ	1 کھانے کا چمچ
کالی مرچ (پسی ہوئی)	1 چائے کا چمچ
ہلدی	1 چائے کا چمچہ
دار چینی	2 ٹکڑے
چھوٹی الائچی	4عدد
تیل	ایک پیالی
کلونجی	1 چٹکی
بڑی الائچی	5عدد
لونگ	5عدد
کالا زیرہ	1/2 کھانے کا چمچ
ادرک، لہسن کا پیسٹ	1 کھانے کا چمچ
دہی	1/2 کلو
زردے کا رنگ	1 کھانے کا چمچ
نمک	حسبِ ذائقہ

ترکیب:

دہی میں سارے مسالے اچھی طرح ملا لیں پھر ایک دیگچی میں تیل، مرغی اور دہی ملے مسالے ملا کر تیز آنچ پر ڈھک دیں۔ بیس منٹ کے بعد اسٹیم چکن تیار ہے کیونکہ دہی کے چھوڑے ہوئے پانی میں مرغی گل جائے گی اور تیز آنچل پر بھاپ

میں خشک ہو کر سارا مسالا اپنے اندر جذب کر لے گی، زردے کا رنگ چکن کو اسپیشل رنگ دے گا۔ آزمائیں اور سب سے تعریف وصول کریں۔

ساجدہ زید...... وریووالہ چیمہ

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

بالوں کی حفاظت

اپنے بالوں کے لیے بہترین شیمپو استعمال کریں۔ اس کے بعد اچھے اور معیاری تیل کی مدد سے مساج کریں۔ جس سے آپ کے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوں گی اور بال چمک دار ہو جائیں

گے۔ اگر آپ کے بال روکھے، کمزور اور خشک ہیں تو آپ کو اچھے کنڈیشنر کی ضرورت ہے۔ چکنے بالوں کو صاف کرنے اور دھونے کے لیے آپ کو بہتر اور معیاری شیمپو کی ضرورت ہے جو بالوں سے گرد اور چکنائی کو صاف کر دے۔ شیمپو میں کنڈیشننگ کے ساتھ ساتھ مناسب اجزا اور سن اسکرین شامل ہونا چاہیے جو آپ کے بالوں کو سورج کی مضر رساں تمازت سے محفوظ رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ بازار میں آپ کو بہترین اجزا پر مشتمل کئی اقسام کے شیمپو مل جائیں گے۔ آپ کو بھی ایسے شیمپو کا انتخاب کرنا ہے جن میں بالوں کی حفاظت کے لیے بہترین اور معیاری اجزا شامل ہوں۔

شیمپو کیسے کریں

اپنے بالوں کو نیم گرم پانی سے گیلا کریں، اپنے ہاتھوں کی مدد سے شیمپو کو اچھی طرح سے بالوں میں لگائیں، تیزی سے ہاتھ کو حرکت دیں، اب بہتے ہوئے پانی میں اچھی طرح مساج کرنے کے انداز میں بالوں کو دھوئیں، پانی کو دھار کی صورت بالوں پر گرنے دیں اس طرح سارا شیمپو بالوں سے دھل جائے گا۔ اپنے بالوں کو ہر دوسرے روز شیمپو سے دھوئیں، اگر آپ کے بال گھنگریالے ہیں تب آپ کو ہفتے میں دو مرتبہ شیمپو کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ روکھے اور خشک نہ ہو جائیں۔

کنڈیشنر کی اہمیت

آپ جب بھی بال دھوئیں تو آپ کے بالوں کو نرم، ملائم اور چمک دار رکھنے کے لیے کنڈیشنر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کے بالوں کو نت نئے انداز دینے اور سلجھانے میں مدد ملتی ہے۔ شیمپو کی وجہ سے آپ کے بالوں میں موجود چکنائی ختم ہو جاتی ہے لہٰذا ایسی صورت میں انہیں بہترین حالت میں رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ کنڈیشنر استعمال کیا جائے تاکہ ان کی ملائمت برقرار رہے۔

استعمال کا نسخہ

- شیمپو کے بعد گیلے بالوں میں لگائیں۔
- کنڈیشنر استعمال کریں۔
- دو سے تین منٹ لگا رہنے دیں۔
- آپ کے بال چمکدار اور مضبوط ہو جائیں گے۔
- اپنے گیلے بالوں کو کھینچنے سے گریز کریں، ان میں ہلکے ہلکے لہروں کے انداز میں کنگھی کریں۔ پہلے نچلے حصے کو سلجھائیں اور اس کے بعد اوپر سے

نیچے تک کنگھی کے ذریعے سلجھائیں۔ گیلے بالوں میں برش کبھی نہ پھیریں بلکہ اس کے لیے لمبے اور کھلے دندانوں والے کنگھے استعمال کریں تاکہ آپ کے بال آسانی سے سلجھ جائیں۔

❖ کیمیائی بالوں کے لیے ضروری ہے کہ آپ بعد میں تحفظاتی پروگرام پر عمل کریں اس کے لیے آپ کو چاہیے کہ مخصوص مصنوعات استعمال کریں۔

بالوں کی افزائش کے اہم نکات

❖ اگر آپ کے بال خشک' ان کے کنارے بدرنگ ہیں تو ہر چار سے چھ ہفتے بعد ان کے کناروں کو تراش دیں اور کنڈیشنر پابندی سے استعمال کریں۔

❖ اگر آپ کے بال روکھے ہیں تو آپ کو انہیں چمک دار بنانے کی کوشش کرنا ہوگی اس کے لیے آپ کو سلیکون شامل کریم یا جیل استعمال کرنی چاہیے تاکہ انہیں اپنی مرضی سے سنوار سکیں۔

❖ اگر آپ کے بال بہت ہلکے ہیں اور ہوَا میں لہراتے رہتے ہیں' آپ انہیں اپنی پسند کا اسٹائل نہیں دے سکتیں تو آپ کو کنڈیشنر استعمال کرنے کی ضرورت ہے' جس کی وجہ سے ان میں بھاری پن پیدا ہو جائے گا اور آپ اپنی مرضی سے سنوار سکیں گی۔

❖ اگر آپ کے بالوں میں خشکی ہے تو آپ کو اینٹی ڈینڈرف شیمپو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ شیمپو آپ کی کھوپڑی پر موجود خشکی کو نکال دے گا اس کے بعد کنڈیشنر لازمی استعمال کریں جو خشکی پیدا نہیں ہونے دیتا۔

❖ جب آپ شیمپو سے بالوں کو دھوئیں اور تولیے کی مدد سے خشک کریں تو مساج ہرگز نہ کریں کیونکہ اس طرح بال آپس میں الجھ جائیں گے اور اس طرح بال ٹوٹنے کا خطرہ رہتا ہے۔

❖ اپنے بالوں کو سکھانے کے لیے فوری طور پر ڈرائر استعمال نہ کریں۔ اسے اس وقت استعمال کریں جب یہ آدھے سے زائد خشک ہو جائیں اور معمولی سی نمی رہ جائے۔

❖ اپنے بالوں کے لیے ہمیشہ قابل اعتماد مصنوعات استعمال کریں یہ مہنگی تو ہوتی ہیں لیکن ان کی وجہ سے یہ اطمینان رہتا ہے کہ یہ آپ کے بالوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گی۔

❖ گرد و غبار آپ کے بالوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ رنگے ہوئے اور بھورے بال اس گرد و غبار کی وجہ سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے اپنے بالوں پر سیرم لگائیں جو آپ کے بالوں کو گرد و غبار سے محفوظ رکھتا ہے۔

❖ ذہنی انتشار بھی آپ کے بالوں پر اثر انداز ہوتا ہے لہٰذا اس کے لیے آرام کی ضرورت ہے۔

غزل

مجھے بھول کر بھی بھلائے وہ' کبھی اس طرح تو نہیں ہوا
مری سالگرہ پہ نہ آئے وہ' کبھی اس طرح تو نہیں ہوا
مرے حالِ دل کو بیاں کرے' مری حسرتوں کو عیاں کرے
مرے خط کسی کو دکھائے وہ' کبھی اس طرح تو نہیں ہوا
مرے خواب' میری نشانیاں اسے جاں سے بڑھ کر عزیز ہیں
مری کوئی چیز گنوائے وہ' کبھی اس طرح تو نہیں ہوا
یونہی روٹھ کر کسی بات پر غمِ زندگی کے فشار میں
مجھے چھوڑ کر کہیں جائے وہ' کبھی اس طرح تو نہیں ہوا
یہ بجا کہ مجھ سے خفا ہے وہ' اسے لاکھ مجھ سے گلے سہی
میں بلاؤں بھی تو نہ آئے وہ' کبھی اس طرح تو نہیں ہوا
جو چراغ اس نے جلائے ہیں بڑے پیار سے مرے نام کے
انہیں ایک پل بھی بجھائے وہ' کبھی اس طرح تو نہیں ہوا

باسط اسماعیل باسط...... رحیم یار خان

غزل

جب شاخ سے پھولوں نے بکھر جانا تھا آخر
انجام سے لوگوں نے تو ڈر جانا تھا آخر
ہم خود ہی اتر آئے تیرے دستِ طلب پر
ہم جیسے پرندوں نے کدھر جانا تھا آخر؟
کیا خوبیاں تم ڈھونڈتے رہتے ہو بدن میں
کچھ رنگ ندامت بھی تو بھر جانا تھا آخر
ہم زخم کو گنتا تھا سرِ شامِ غریباں
یہ کام مکمل بھی تو کر جانا تھا آخر
کیا جلدی تھی ہجرت کی ہما بستی سے اتنی
سیلاب کے پانی نے اتر جانا تھا آخر

ہما شاہ...... ہارون آباد' پنجاب

تب یاد ہمیں تم کر لینا

جب دل بے چین سا ہو جائے
اور گہری سوچ میں کھو جائے
ہر سمت اندھیرا دکھتا ہو
ہر نفس یہاں پر بکتا ہو
جب آنکھ میں نہ کوئی سپنا ہو
جب پاس نہ کوئی اپنا ہو
جب پاؤں میں چھالے پڑ جائیں
جب دوست بھی کچھ نہ کر پائیں
جب آس کا دامن چھوٹا ہو
جب آنکھ سے سپنا ٹوٹا ہو
تب یاد ہمیں تم کر لینا
تب یاد ہمیں تم کر لینا

سیدہ آرائین جیا...... تلہ گنگ

غزل

ترا انتظار نہ جستجو
کہ ہے اپنے آپ سے گفتگو
وہ جو بات تھی بڑے راز کی
وہ اڑائی کس نے ہے کو بہ کو
میں ہی بن گئی ترا آئینہ
کہ ہے ہر طرف مرے تُو ہی تُو
دلِ بے قرار کی خواہشیں
رہے دم بدم ترے رُو برو
شبِ غم کٹی نہ کبھی مری
رہی آنسوؤں سے میں باوضو
مجھے ہر گھڑی تری فکر ہے
کسی اور کی نہیں آرزو
کبھی خانم دل و جاں فگار ہیں
وہ خدا کرے تجھے سرخ رو

فریدہ خانم...... لاہور

شامِ غم مجھ کو ایسی اُداسی نہ دے

شامِ غم مجھ کو ایسی اُداسی نہ دے
کہ میرے صبر کی دھجیوں کا تماشہ سرِ بزم لوگوں
میں بنتا پھرے
کہ میری آنکھ کے کانچ سے آنسوؤں کا جولا وا بہے
شہر کے لوگ اس پہ کئی سچے جھوٹے فسانوں کی
بنیاد رکھتے پھریں
شامِ غم مجھ کو ایسی اُداسی نہ دے
کہ میرے حوصلے کی فصیلوں کے اندر کسی یاد کا
کوئی پنچھی گرے
اور دل کی جو سنسان، ویران سی، ایک بستی ہے
اس میں
دفن ہونے والے ہر اک درد کی آنکھ پھر سے کھلے
شامِ غم مجھ کو ایسی اُداسی نہ دے
کہ میرے ہونٹوں پر کھلنے والی جو پھیکی سی
مسکان ہے
دیکھ کر اس کو محفل میں حاسد میرے
اپنی مرضی کا عنوان دیتے پھریں
لاکھ قصے بنیں، داستانیں جنیں
شامِ غم مجھ کو ایسی اُداسی نہ دے
کہ بھرے شہر میں دیکھ کر میرا چہرہ کبھی یہ کہیں
تم خزاں رُت کی دل کش سی تصویر ہو
کون "رانجھا" ہے وہ؟ جس کی تم "ہیر" ہو
تم یقیناً کسی بہت منجھے ہوئے نامور سے
مصنف کی تحریر ہو
شامِ غم مجھ کو ایسی اُداسی نہ دے
کہ مجھے دیکھ کر سالوں صدیوں تلک
ان ہواؤں کے آنچل بھی نم ہی رہیں
بعد مدت کے جب بھی کسی عشق کی داستاں رقم ہو
درد کا اس میں پہلا حوالہ، میری جان، ہم ہی رہیں
شامِ غم مجھ کو ایسی اُداسی نہ دے

شاعرہ: نازیہ کنول نازی

غزل

کس طرح کی یہ خاموشی ہے اور ہر سُو گھور اندھیرا ہے
ایسے میں نظر کچھ آتا نہیں کیا تیرا ہے کیا میرا ہے
کیا جذبے تھے میرے دل میں خوشبو بھی تمہارے وعدوں کی
اب دل کی اُجڑی نگری ہے اور اس میں درد کا ڈیرہ ہے
ہے یہ تو پتا اس دُنیا میں اب اہلِ وفا ملتا ہی نہیں
کوئی ڈھونڈ ہی لیں اپنے جیسا بس اس خواہش نے گھیرا ہے
کوئی پیاس بجھائے اس من کی کوئی ساون بن کے برسے تو
چلو سپنے میں کوئی یہ تو کہے جو میرا ہے وہ تیرا ہے
کیا کھویا ہے کیا پایا ہے یہ سوچ کے جی میلا نہ کر
ہر کالی رات کے آخر میں اے دلبر ایک سویرا ہے

شاعر۔ میاں شبیر احمد دلبر، سرگودھا

غزل

تنہائی کا دکھ اے لوگو
اکیلے ہی سہنا پڑا ہے
فصیلِ شہر کے پھر باہر
اسے تنہا ہی لڑنا پڑا ہے
جنگل تو سارا کاٹ دیا
اک درخت مگر کھڑا ہے
ہجرت کا سفر تھا مشکل
پھر بھی ہر شخص نکل پڑا ہے
گلیاں سنسان اور گھر ویران
یہ میرے شہر کو کیا ہوا ہے

وسیم اختر......راولپنڈی

غزل

یہاں کچھ لوگ آنکھوں کے اشارے چھین لیتے ہیں
گھروں کو لوٹ لیتے ہیں سہارے چھین لیتے ہیں
یہ سنگ دل ہیں انہیں اپنوں نہ غیروں سے کوئی مطلب
یہی تو لوگ قسمت کے ستارے چھین لیتے ہیں
اگر تم بیچنے آؤ تو پھر آواز مت دینا
امیرِ شہر کے بچے غبارے چھین لیتے ہیں
خدا جس کو عطا کردے یہاں اشکوں کی سوغاتیں
وہی کچھ لوگ آنکھوں کے یہ دھارے چھین لیتے ہیں
غزل گوئی کا فن میں نے تری صحبت سے پایا ہے
یہاں اہلِ سخن بھی استعارے چھین لیتے ہیں
مری آنکھوں کی جھیلوں میں کسی کا عکس بہتا تھا
ستم گر لوگ ہیں ایسے نظارے چھین لیتے ہیں
بھلا کیسے مقدر کی یہ دیوی مہرباں ہوتی
ہمیں جو کچھ بھی ملتا ہے ہمارے چھین لیتے ہیں
پہاڑوں پر کہیں نیلی شعاعیں رقص کرتی ہیں
تو پھر کچھ لوگ پانی کی شرارے چھین لیتے ہیں
ہمیں اب بھی یزیدی لشکروں سے جنگ لڑنی ہے
جو دریا کے غریبوں سے کنارے چھین لیتے ہیں
فلک پر کس کے ہاتھوں کے نشاں موجود ہیں راشد
خدا کے شہر سے روشن ستارے چھین لیتے ہیں

راشد ترین......مظفر گڑھ

غزل

ذکر تیرا ہی یار ہو جائے
تو خوشی سے ہمکنار ہو جائے
زندگی میں تیری نہ آئے خزاں
صرف جشنِ بہار ہو جائے
میرا چین و قرار لوٹ ہے
تو نہ یوں بے قرار ہو جائے
ہم تو روئے ہیں، اور تڑپے ہیں
آنکھ تری نہ اشکبار ہو جائے
محبت ہم نے تو کی ہے جاناں!
کاش! تجھ کو بھی پیار ہو جائے

فریدہ فری......لاہور

خواہش کی حسیں تتلی

مجھے اس کو بھلانے میں
زمانے بھول جائیں گے
میں اپنی نیند کھو دوں گا
نئے رشتے، نئے ناتے
اسے سب جیت جائیں گے
اسے نہ یاد آئے گی نہ تنہائی رُلائے گی
کبھی جو غور سے دیکھو
مری آنکھوں کی سرخی کو
لگائے ہیں جو اس دل پہ
نشانے بھول جائیں گے
وہ خواہش کی حسیں تتلی
ترے ہاتھوں کی مٹھی میں
سسکتی تو ڑ دے گی دم
ستم گر کو بھی ملنے کے
بہانے بھول جائیں گے
وہ میرا تھا نہ میرا ہے
کبھی میرا نہیں ہوگا
سو دل کو بھی ستانے کے
بہانے بھول جائیں گے

غزالہ جلیل راؤ......اوکاڑہ

اک کرب کا میلہ ہے
اک بے پردہ سی خاموشی
اک کرب کا میلہ ہے
بن دیکھے اجالے ہیں
ہم کس کے حوالے ہیں
دکھ درد بھی انجانا
اک خواب جو دیوانا
دل آج بھی روتا ہے
کوئی دور جو ہوتا ہے
پل بھر کی کہانی ہے
یہ زندگی انجانی ہے
لو آج ہم ہارے ہیں
یہ کیسے اشارے ہیں
اک بے پردہ سی خاموشی
اک کرب کا میلہ ہے

سحرش رانا...... پنڈی بھٹیاں

غزل

تجھے مانگنا ہی چھوڑ دیا ہم نے دعاؤں میں
نہیں ہے ذکر اب تیرا ہماری التجاؤں میں
میں بھی بے خبر کہ تجھے مانگتی رہی ربّ سے مگر
نہیں لکھا تھا تیرا نام میرے ہاتھ کی ریکھاؤں میں
محبت تو اک بے کیف سا جذبہ ہے زمانے کی نظر میں
نہیں لیکن کوئی عطا اس جیسی خدا کی عطاؤں میں
جو سادہ لوح ہوتے ہیں وہ تو ٹھکرائے جاتے ہیں
ہمیں تو سادگی بھائی تھی ان کی سب اداؤں میں
میری متاع زیست تو محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
جنہیں مال وزر کی رہی ہوس وہی معتبر ہیں نگاہوں میں
وہ نہ مل سکا مجھے عمر بھر جو مانگنے کے بعد بھی
تو شاید کوئی کمی رہی ہو میری دعاؤں میں

ثوبیہ رؤف...... سرگودھا

نم آنکھیں

یاد ہے!
اک بار تم نے کہا تھا
ہر پل تیری آنکھیں
نم کیوں رہتی ہیں؟
ہم تمہیں کیا بتاتے
تم میری ہستی کے ساماں ہو
اک تمہارے کھو جانے کے
ڈر سے ہی تو
ہر پل رہتی ہیں
میری نم آنکھیں......!

کرن آسمان تپش انصاری...... شرقپور شریف

غزل

رنج دے کر ملال کرتے ہو
تم بھی ساجن کمال کرتے ہو
دیکھ کر پوچھ لیا حال میرا
چلو کچھ تو خیال کرتے ہو
شہر دل میں یہ اداسیاں کیسی؟
یہ بھی مجھ سے سوال کرتے ہو
مرنا چاہیں تو مر نہیں سکتے
تم بھی جینا محال کرتے ہو
اب میں کس کی مثال دوں تم کو
ہر ستم بے مثال کرتے ہو

نوشین شاہ...... سرگودھا

بیاض دل

میمونہ تاج

biazdill@aanchal.com.pk

نادیہ فاطمہ رضوی...... کراچی

کام آئیں شوخیاں نہ ادا کارگر ہوئی
جو بات تھی تمہاری وہی بے اثر ہوئی
خلوت میں جا کے ہنس دیئے کیا اس سے فائدہ
صحرا میں پھول کھل گیا کس کو خبر ہوئی

کرن وفا...... کراچی

فاصلہ عشق کی منزل کا ہے دو چار قدم
سالہا سال مگر اس کی تھکن رہتی ہے
وقت ہر گھاؤ، ہر زخم کو بھر دیتا ہے
عمر بھر دل میں مگر اس کی چبھن رہتی ہے

ارسہ عرفان...... عارف والا

وہ عجب طرح کی تھیں دوریاں
وہ عجب طرح کی تھیں راحتیں
میرے پاس تھیں تیری مشکلیں
تیرے پاس تھیں میری راحتیں

فرح وفا...... ملتان

بھولا بھی نہیں جاتا بھلایا بھی نہیں جاتا
دنیا کے دیئے دکھ کو بھلایا بھی نہیں جاتا
مانا کہ قسمت میں ازل سے لکھا تھا دکھ
دل مان نہیں جاتا، بھلایا بھی نہیں جاتا

سعدیہ اجمل...... گوجرانوالہ

اس کی جدائی کھا گئی مجھے گھن کی طرح
ہم سخت جان پہلے تو یوں کھوکھلے نہ تھے
جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے بجا نہ تھا
اتنے بُرے بھی کب تھے اگر ہم بھلے نہ تھے

اقراء، مہرین، وشال، نبیلہ کنول بلی...... عبدالحکیم

بلا کی افراتفری ہے ہماری ذات میں لیکن
ہمیں اس بے دھیانی میں بھی تیرے دھیان میں رہتے ہیں

نائلہ اشفاق...... کوٹ غلام

نہ جانے کیا ہوا ہے سال بھر میں
دیا روشن کہ مدھم ہوگیا ہے
ہمیں معلوم ہے اتنا کہ اک سال
ہماری عمر سے کم ہوگیا ہے

شگفتہ خان...... بھلوال

تمہاری یاد کے پیوند لگ گئے ورنہ
میرے وجود کی ہوجاتیں دھجیاں کتنی

صنم ناز...... گوجرانوالہ

سنو ہر قدم پہ تمہارا احساس چاہیے
مجھے اتنا ہی تمہارا ساتھ چاہیے
زمانہ بھی رو پڑے ہماری جدائی پر
یہ رشتہ مجھے اتنا خاص چاہیے

صباحت مرزا...... گجرات

میں کرب کے تپتے ہوئے صحرا میں کھڑا ہوں
آقا تیری رحمت کو کھڑا دیکھ رہا ہوں
گو مجھ کو عقیدت کا سلیقہ تو نہیں ہے
اتنا ہی کافی ہے تیرے در پر کھڑا ہوں

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

محبت اور مقدر کا ازل سے ضد کا رشتہ ہے
محبت جب بھی ہوتی ہے مقدر روٹھ جاتا ہے

مہناز نجم شہزاد...... سندھ

تیرے وجود سے مہک آتی ہے محبت کی
تجھ سے سیکھا ہے ہم نے پیار نبھانا جاناں!
وقت کی اس دوڑ میں محبت کا ہاتھ نہ چھوٹے
دیپ جلتے رہیں چاہتوں کے سدا اے جاناں!

دعا ہاشمی...... فیصل آباد

کٹی پھٹی سی یہ جھولی فراخ اتنی تھی
کہ ہار مان گیا درد بانٹنے والا
ارم گل مہرو...... باغ A.K

کس قدر انوکھا ہے رابطہ محبت کا
کب نہ جانے ہوجائے معجزہ محبت کا
زندگی میں جینے کا آسرا نہیں رہتا
جب کسی سے چھن جائے حوصلہ محبت کا
مدیحہ نورین مدوح...... برنالی

وہی محسوس کرتے ہیں خلش درد محبت کی
جو اپنی ذات سے بڑھ کر کسی سے پیار کرتے ہیں
عمر فاروق...... پنڈی گھیپ

اے ماں! تیری یاد مجھ کو آتی رہے گی
تیری یاد مجھ کو یونہی رلاتی رہے گی
ہر روز یاد کر کے یونہی سو لیا کریں گے
مگر نیند میں بھی تو جھلک دکھاتی رہے گی
صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

میری بات مان محسن تُو چھوڑ دے تجارت
یہ جو عشق کر رہے ہو برباد ہو رہے ہو......!
تانی چوہدری...... آکسفورڈ یو کے

جلتا رہا صحرا کی طرح دل آنکھوں میں برسات رہی
جیون کی ان راہوں میں بس تنہائی ساتھ رہی
سباس گل...... رحیم یار خان

یہ محبت بھی خطا' اظہارِ محبت بھی خطا
ہم تو اس عہدِ محبت میں یونہی مارے گئے
شمائلہ رباب...... چوآ خالصہ

یہ تمہارا وہم ہے کہ ہم تمہیں بھول جائیں گے
وہ تمہارا نگر ہوگا جہاں بے وفا لوگ بستے ہیں
افراء تاج...... دینہ

مدتوں بعد تو آیا ہوں پرانے گھر میں
تیری مشکل نہ بڑھاؤں گا چلا جاؤں گا
تیری گلیوں سے تو کچھ بھی نہیں لینا مجھ کو
اشک آنکھوں میں چھپاؤں گا' چلا جاؤں گا
نگینہ مسکان...... مقام نامعلوم

کیسا دلکش و شاندار ہوتا ہے یہ معصوم بچپن مسکان
چلا جاتا ہے چپکے سے اپنی معصوم یادیں چھوڑ کے
ابینہ مسکان...... مقام نامعلوم

کثرتِ مشکلات سے گھبرا کر مایوس نہ ہو مسکان
ہر تاریک شب کے بعد صبح روشن ضرور ہوتی ہے
رخسانہ قاسم...... لیاقت آباد کراچی

راستے خود ہی تباہی کے نکالے ہم نے
کر دیا دل کسی پتھر کے حوالے ہم نے
ہم کو معلوم ہے کیا شے ہے محبت لوگو!
اپنا گھر پھونک کر دیکھے ہیں اجالے ہم نے
پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اپنے ہاتھوں کو بھی انداز مسیحائی دے
اس طرح چھو کہ مجھے درد سے رہائی دے
وہ میرے پاس نہ آئے تو کوئی بات نہیں
کسی کے ساتھ سہی وہ مجھے دکھائی دے
فیاض اسحاق...... سرگودھا

میرے بس میں اگر ہوتا ہٹا کر چاند تاروں کو
میں نیلے آسماں پہ بس تیری آنکھیں بنا دیتا
شجر ہوتا اگر لکھ کر تمہارا نام پتوں پہ
تمہارے شہر کی جانب ہواؤں میں اڑا دیتا
کامران خان...... کوہاٹ

ذرا روٹھ جانے پہ اتنی خوشامد
وصی تم بگاڑو گے عادت کسی کی
نورین شفیع...... ملتان

ہم کتنے بے وفا ہیں ان کے دل سے نکل گئے
وہ کتنے باوفا ہیں ہمارے دل سے ہی نہ جا سکے

یادگار لمحے

جویریہ طاہر
yaadgar@aanchal.com.pk

حمد باری تعالیٰ

میں نے تری آنکھوں میں پڑھا اللہ ہی اللہ
باقی سب کچھ بھول گیا یاد رہا اللہ ہی اللہ
پھولوں میں بسی چاندنی راتوں کی نمازیں
خوشبو ہی ستاروں کی دعا اللہ ہی اللہ
پیڑوں کی صفیں پاک فرشتوں کی قطاریں
خاموش پہاڑوں کی ندا اللہ ہی اللہ
بادل کی عبادت ہے برستا ہوا پانی
آنسو کی غزل حمد و ثنا اللہ ہی اللہ

☆☆☆

تُو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
یا نبیؐ خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا
شبِ معراج یہ کہتے تھے فرشتے باہم
سخنِ طالب و مطلوب ہوا' خوب ہوا
اے شہنشاہ رُسل' فخرِ رُسل' ختم رُسل
خوب سے خوب' خوش اسلوب ہوا خوب ہوا
فخرِ آدم کو نہ ہوتا جو فرشتہ ہوا
بنی آدم سے جو منسوب ہوا خوب ہوتا
داغ ہے روزِ قیامت مری شرم اس کے ساتھ
میں گناہوں سے جو مجوب ہوا خوب ہوا
طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

قرآن پاک کے تراجم

✦ قرآن پاک کا پہلا فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ نے کیا۔
✦ قرآن پاک کا پہلا انگریزی ترجمہ مولانا محمد علی نے کیا۔
✦ قرآن پاک کا پہلا ہندی ترجمہ راجا نروک نے کیا۔
✦ قرآن پاک کا پہلا روسی ترجمہ جمال الدین افغانی نے کیا۔
✦ قرآن پاک کا پہلا ترجمہ پنجابی میں حافظ محمد لکھنوی نے کیا۔
✦ قرآن پاک کا پہلا اردو ترجمہ شاہ رفیع الدین نے کیا۔
✦ قرآن پاک کا پہلا سندھی ترجمہ آخوند عزیز اللہ نے کیا۔

ارم گل مہرو...... باغ AK

کلام ربانی

عرب کا ایک مشہور شاعر ایک غار میں رہتا تھا۔ اس کے بہت سے شاگرد اپنا کلام بغرض اصلاح اس غار میں ڈال آتے۔ ایک روز ایک شاگرد نے قرآن پاک کی سورۃ الکوثر کو اپنا کلام ظاہر کر کے اس کا چوتھا مصرع بنانے کی درخواست کی۔
"دوسرے دن وہ اپنا پرچا واپس لایا تو چوتھے مصرع کی جگہ درج تھا۔
ترجمہ: "یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔"
نجمہ انور بھٹی...... اوکاڑہ

انمول موتی

❖ مومن کے لیے ہر وہ دن عید ہے جس میں اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔
❖ فکر سے محروم قومیں بالآخر تباہ برباد ہو جاتی ہیں۔
❖ موت سے ڈرو کیونکہ موت ہی اصل زندگی ہے۔
❖ تین چیزیں انسان کو کھا جاتی ہیں۔ حسد' غرور'

حرص۔

❖ عقل مند وہ ہے جو ہر حال میں سچ بولے۔

❖ خواہشوں کی پیروی حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔

❖ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے کل حساب کا دن ہوگا عمل نہ ہو سکے گا۔

❖ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سنا تو اس کو گرہ میں باندھ لیا ہدایت کی خاطر بلانے پر دوڑ کر آیا۔

❖ زندگی وہ امتحان ہے جس کی کوئی تاریخ نہیں، جس کا کوئی پتا نہیں کہ کس وقت کون سا پرچا آجائے۔

کرن وفا...... کراچی

چند خوب صورت جملے

❖ شکر ہے آنسوؤں کا کوئی رنگ نہیں ہوتا ورنہ صبح کے اجالوں میں رنگین تکیے سب کے راز کھول دیتے۔

❖ ضروری نہیں کہ سورج سوا نیزے پر آئے تو قیامت ہوتی ہے، اپنوں کا بدل جانا بھی قیامت سے کم نہیں ہوتا۔

❖ شکر ہے کہ دل صرف سنتا ہے اگر بولتا بھی تو قیامت کرتا۔

❖ زندگی برباد کرنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں پھر بھی پتا نہیں کیوں دل کو "محبت" ہی کیوں پسند آتی ہے اجڑنے کو۔

شگفتہ خان...... بھلوال

تحفہ

پھولوں کی خوش بو جیسی
شبنم کی پاکیزگی جیسی
کلیوں بیلا کی مہک جیسی
چاند کی ٹھنڈی چاندنی جیسی
برستی بارش کی بوندوں جیسی
ہے وہ اک ہی ہستی
قدرت کا خاص انعام
ماں پیاری ماں!
ماں تجھے سلام

شاعرہ: بشریٰ نوید باجوہ
انتخاب: نجمہ انور...... اوکاڑہ

غزل

ذکر بھی اس سے کیا بھلا میرا
اس سے رشتہ ہی کیا رہا میرا
آج مجھ کو بہت برا کہہ کر
آپ نے نام تو لیا میرا
آخری بات تم سے کہنا ہے
اب تو کچھ بھی نہیں ہوں میں ویسے
کبھی وہ بھی تھا مبتلا میرا
وہ بھی منزل تک پہنچ جاتا
اس نے ڈھونڈا نہیں پتا میرا
تجھ سے مجھ کو نجات مل جائے
تو دعا کر کہ یہ بھلا میرا
کیا بتاؤں بچھڑ گیا یاراں
ایک بلقیس سے بسا میرا

شاعر: جون ایلیا
انتخاب: نادیہ فاطمہ رضوی...... کراچی

نمکین غزل

دل کا چین چراتے ہیں عبدالحکیم والے
نفرت سے خار کھاتے ہیں عبدالحکیم والے
دنیا میں محبت پھیلاتے ہیں عبدالحکیم والے
اگر ہو محبت کسی سے تو......
مرتے دم تک ساتھ نبھاتے ہیں عبدالحکیم والے

ہو کوئی دکھی تو آجائے عبدالحکیم
روتے ہوؤں کو ہنساتے ہیں عبدالحکیم والے

نبیلہ خان مون...... عبدالحکیم

محبت

پھول سے کانٹے نے کہا۔ "تو بہت خوب صورت ہے اسی لیے دنیا کے سارے لوگ تجھ سے محبت کرتے ہیں اور مجھ سے نفرت۔"

پھول نے جواب دیا۔ "دنیا کے نفرت کرنے سے کیا ہوتا ہے میں تو تجھ سے محبت کرتا ہوں۔"

جویریہ چوہدری...... سہنی آزاد کشمیر

ہری مرچیں

☆ آج کل سیاست میں جتنے اتحاد بن رہے ہیں ان سب کا ایک ہی مقصد ہے "آؤ ہم سب مل کر کھائیں۔"

☆ لگتا ہے آئندہ چند سالوں میں بیوٹی پارلر کی تعداد پرائیوٹ اسکولوں سے بڑھ جائے گی۔

☆ عورت مرد کو بے وقوف بنا کر بڑی خوش ہوتی ہے حالانکہ مرد جان بوجھ کر بے وقوف بنتا ہے۔

☆ مرد عورت سے کیے وعدوں کو ایسے ہی پورے کرتا ہے جتنا بھارت، پاکستان سے کیے گئے معاہدے۔

☆ شادی کے بعد اسے پتا چلا کہ حقیقت میں حسرت بھری زندگی کسے کہتے ہیں مگر تب بہت تاخیر ہو چکی تھی۔

☆ ہماری سیاست کا بھی عجیب حال ہے جو آج اقتدار میں ہے، وہ کل جیل میں ہوگا اور جو آج جیل میں ہے وہ کل کرسی پر ہوگا۔

ساجدہ زید...... ویرووالہ

حسرت

کاش بنانے والے نے
دل شیشے کا بنایا ہوتا
توڑنے والے کے
ہاتھ تو زخمی ہوتے

آسیہ اشرف...... فیصل آباد

خوب صورت بات

"اگر ہارنا چاہتے ہو تو اس کے آگے ہارو جو تمہاری خطاؤں کی میل کو اپنی محبت و رحمت سے دھو دیتا ہے۔"

زیب النساء پاکیزہ سحر...... سکھر

اقتباس

محبت ایک تاریک جنگل کی طرح ہوتی ہے، ایک بار اس کے اندر چلے جاؤ، یہ پھر باہر آنے نہیں دیتی۔ باہر آ بھی جاؤ تو آنکھیں تاریکی کی اتنی عادی ہو چکی ہوتی ہیں کہ روشنی میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتیں، وہ بھی نہیں جو بالکل صاف، واضح اور روشن ہوتا ہے۔

کامران خان...... کوہاٹ

وغیرہ...... وغیرہ

❖ اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کی محبوبہ شادی کے بعد آپ سے کس طرح پیش آئے گی تو یہ دیکھیے کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی سے کس طرح سلوک کرتی ہے۔

❖ ایگزیکٹیو افسر اسے کہتے ہیں جو لنچ کے لیے خواہ دو گھنٹے کے لیے باہر چلا جائے مگر دفتر میں کوئی بھی اس کی کمی محسوس نہ کرے۔

❖ آئیڈیل بیوی وہ ہے جو یہ بات اچھی طرح سمجھتی ہے کہ شوہر کی مرضی کے خلاف کچھ کہا جائے۔

❖ جب آپ کو یہ راز معلوم ہو جائے کہ اپنا خیال کیسے رکھا جاتا ہے تو آپ تہیہ بھی کر لیں کہ میں کل سے خود پر توجہ دوں گی تو آپ سمجھ لیں کہ آپ اوسط عمری کے درجہ میں قدم رکھ چکی ہیں۔

❖ مرد، عورت کو کبھی نہیں سمجھ سکتے مگر وہ ان احمقانہ کوششوں اور دعوؤں سے باز نہیں آتے۔

❖ شوہر اسی ہستی کا نام جو ہر آزمائش کی گھڑی میں آپ کے شانہ بہ شانہ کھڑا ہوتا ہے اور یہ آزمائش بھی اسی کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔

طیبہ سعدیہ سعدی......سیالکوٹ

اچھی عادت

ایک دفعہ ایک بزرگ نہر کے کنارے وضو کررہے تھے اچانک ان کی نظر ایک کیڑے پر پڑی جو ڈوبنے ہی والا تھا۔ بزرگ نے اس کیڑے کو باہر نکالا تو اس نے آپ کو ڈنک مارا۔ وہ پھر نہر میں ڈوبنے لگا۔ بزرگ نے پھر اسے باہر نکالا اس نے پھر ڈنک مارا۔ ایک آدمی جو مسلسل یہ واقعہ دیکھ رہا تھا اس نے بزرگ سے کہا۔

”آپ اس کیڑے کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ آپ اس کی مدد کرتے ہیں اور یہ آپ کو ڈنک مارتا ہے؟“

بزرگ نے جواب دیا۔ ”یہ اپنی بُری عادت نہیں چھوڑتا تو میں اپنی اچھی عادت کیوں چھوڑوں؟“

فضہ یونس......فیصل آباد

وفا

ہر چیز ہی بکتی ہے بازار میں
اک محبت کے سوا
مل جائے اگر محبت تو وفا نہیں ملتی
مل جائے اگر وفا تو کر جاتی ہے جفا زندگی
کھو جائیں اگر جفا کرنے والے
تو وفا کرتی ہے زندگی
ہم نے بھی کیا قسمت پائی ہے دوستو!
اک چیز مل جائے تو دوسری نہیں ملتی

مدیحہ نورین مدوح......برنالی

خوشبو جیسی بات

اہمیت دکھ کی نہیں دکھ دینے والے کی ہوتی ہے۔

دور بھاگیے ایسے دوستوں سے جو کھیل ہی کھیل میں زندگی سے کھیل جاتے ہیں۔

اقراء مہرین وشال......عبدالحکیم

نظم
تیری یاد

تیری یاد کا نیزہ
جب دل میں اترتا ہے
قدموں کی لرزش سے
سراپا ڈول جاتا ہے
دل کے کچھ سرخ موتی
میری آنکھوں سے رواں ہوتے ہیں
اس کی میٹھی کسک میں
کچھ عجیب درد ہوتا ہے
شاید
یہ تیری یاد کا اثر ہوتا ہے

عروج فتح......کراچی

ماں

کتابِ انسانی کا سب سے شیریں، سب سے عظیم اور سب سے حسین لفظ ماں ہے۔ ماں کا لفظ امید اور محبت کا مرکب ہے۔ دل کی گہرائیوں سے پھوٹنے والا شیریں و مشفق لفظ ”ماں“ سبھی کچھ ہے، افلاس کی شب میں آس کی شمع، محبت، رحمت و شفقت کا منبع ہے۔ جو ماں سے محروم ہے ہر مسرت سے محروم ہے۔ یہ ایک مقدس روح ہے جو ہم پر ہمیشہ محبت و شفقت کے پھول برساتی رہتی ہے۔

کنزہ مریم......سرگودھا

قیمتی موتی

پھول چاہے چہروں پر سجے یا مزاروں پر ہمیشہ خوشبو ہی دیتے ہیں۔

کبھی خود کو بکھرنے نہ دینا کیوں کہ بکھرے ہوئے مکان کی اینٹیں بھی لوگ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

ان پھولوں کی طرح رہو جو ان ہاتھوں کو بھی خوشبو دیتے ہیں جو اُن کو مسل دیتے ہیں۔

منزل تلاش کرنے میں اگر تمہیں مشکلات پیش نہ آئیں تو دیکھ لو کہیں تمہارا راستہ تو غلط نہیں۔

دل کے دروازے کھلے رکھو کیوں کہ کچھ خوشیاں دستک کی عادی نہیں ہوتیں۔

اگر کوئی تم کو دکھ دے تو ناراض مت ہونا کیوں کہ جس درخت کا پھل زیادہ میٹھا ہو لوگ اس کو پتھر مارتے ہیں۔

عفت نورین......لک موڑ

ہیومین ایڈکشن

ایک بار نفسیات کے پروفیسر نے ”ہیومن ایڈکشن“ کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”ہم جب زندگی میں کسی دوسرے شخص کے ساتھ کے عادی ہوجاتے ہیں تو یہ نشے کی طرح ہماری طلب بن جاتا ہے پھر وہ شخص ہماری زندگی سے نکل جاتا ہے ہمیں چھوڑ دیتا ہے اور ہم سے بہت دور چلا جاتا ہے تو ہم اذیت و درد کے ناقابل بیان تجربے سے گزرتے ہیں اور پھر یہ درد آہستہ آہستہ ہماری روح کا ناسور بن جاتا ہے۔“

نرجس جگنو......کوٹ چوغطہ

اچھی نوکری

ایک شخص نے اپنے دوست سے کہا۔ ”سنا ہے سلیم کو اچھی نوکری مل گئی ہے؟“

”ہاں بھئی! وہ بہت اچھے عہدے پر فائز ہوگیا ہے۔ جسے چاہے اوپر پہنچادے جسے چاہے نیچے!“ دوست نے کہا۔

”اچھا! ایسی کون سی نوکری ہے؟“ اس شخص نے حیرت سے پوچھا۔

”لفٹ آپریٹر کی!“ دوست نے جواب دیا۔

طیبہ سعدیہ......سیالکوٹ

اقتباس

یاد ایک لفظ ہے مگر اپنے اندر پوری دنیا بسائے ہوئے ہے۔ یادیں، تلخ، شیریں، حقیقت، خواب بھی ہوتی ہیں۔ یہ سرمایہ محبت بھی ہوتی ہیں، خوشی و مسرت اور غم کے گزرے ہوئے لمحات بھی یادیں بن کر ہمیشہ ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں۔ کسی کے ساتھ گزرا وقت یادیں بن کر ہمیشہ دل میں رہتا ہے۔ یادوں میں انتظار ہوتا ہے اور ملنے کی تمنا بھی......!

ارم گل مہرو......باغ AK

خوش رنگ لمحہ

خوشی کیا ہے؟ خوشی نہ پھولوں کے جھرمٹ میں ہے نہ جگمگاتے ہوئے قہقہوں میں، میں نے باغ میں لہلہاتے سبزہ زاروں میں بھی لوگوں کو اشک بار دیکھا ہے۔ اطمینانِ قلب ہو تو کانٹوں کے بستر پر بھی خوشی و مسرت کے خواب دیکھے جاسکتے ہیں۔ ورنہ تو خیالوں کی بے قراری تو پھولوں کی سیج کو بھی کانٹوں کا بستر بنادیتی ہے۔ میں نے مٹھی کو بہت سختی سے بھینچ رکھا تھا مگر پھر بھی ناجانے کس طرح وہ خوش رنگ لمحہ میرے ہاتھ سے پھسل ہی گیا!

عائشہ جہاں......بورے والہ

aayna@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

شمیم ناز صدیقی ...... کراچی۔ آداب' خوش رہیں شاد آباد رہیں۔ میرے سامنے خوب صورت اور جاذب نظر آنچل کا سرورق جگمگا رہا ہے۔ فہرست پر ایک نظر ڈالتے "سرگوشیاں" کی طرف آئے جہاں آپا قیصر میٹھی میٹھی سرگوشیوں میں مصروف تھیں۔ حکیم خان حکیم کی "حمد اور نعت رسول" دل میں اتر گئی۔ "در جواب آں" کی محفل میں آپا قیصر لب و لہجے کی مٹھاس لیے ہمیشہ کی طرح محفل سجائے بیٹھی تھیں۔ نگہت غفار آپا ہماری بہت اچھی دوست بہت اچھی آپا ہیں۔ ان کے شوہر کے انتقال کی خبر سے دکھ ہوا' اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' ان کی مغفرت فرمائے۔ نزہت جبین ضیاء آپ کے بہنوئی کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ نگہت آپا سے تو فون پر بات ہوگئی تھی مگر آپ سے نہیں ہوسکی تھی۔ "ہمارا آنچل" میں چار نام جگمگا رہے تھے مگر ہمیں طیبہ نذیر اور غزل ناز کے تعارف نے متاثر کیا۔ تعارف کے ساتھ ایک تصویر ضرور ہونا چاہیے جو لگوانا چاہیں۔ افسانوں کی طرف آئے تو قدم پہلے ہی افسانے پر رک گئے۔ فرحت آپی مرحومہ کے شاہکار افسانے پر رک گئے۔ فرحت آپی مرحومہ کا شاہکار افسانہ ونڈر فل رہا۔ "شکستِ دل" سویرا فلک کا مختصر افسانہ پراثر ثابت ہوا۔ "ہڑتال" آج کے دور کی تلخ حقیقت ہے ایک بہترین افسانہ اور جو بہت ہی مختصر ہونے کے باوجود پراثر تحریر ثابت ہوئی۔ "تتلیوں کے پر" کوئی خاص متاثر نہ کرسکا۔ ہماری دوست عالیہ حرا نے "آگہی کے جگنو" افسانہ تحریر کیا۔ مگر عالیہ سے اتنے ہلکے پھلکے افسانے کی امید نہیں تھی۔ ویسے عالیہ حرا میرے پاس سے آپ کا فون نمبر مس ہوچکا ہے اس لیے کافی عرصے سے آپ سے کوئی رابطہ نہیں ہو رہا ہے اگر میرا نمبر آپ کے پاس محفوظ ہے تو ضرور مس کال دیں۔ بینا عالیہ کے افسانے میں عمیر صاحب اور نور کا ملن اچھا لگا۔ موضوع تو پرانا تھا مگر اچھی پالش سے خوب چمک گیا تھا۔ قسط وار ناول کوئی نہیں پڑھ سکی اس لیے تبصرہ بھی نہیں ہوگا۔ "کام کی باتیں" حنا احمد کے مفید ٹوٹکے پسند آئے۔ "تندرستی صحت" پہ کام بہت پسند آیا۔ "دوست کا پیغام آئے" کے تمام پیغام پڑھتی ہوں' چاہے وہ کسی کے لیے بھی ہوں۔ "روحانی مشورے" کا کالم بھی پسند ہے۔ "غزلیں نظمیں" میں فاخرہ گل۔ "یادوں کی دھنک" غزل' نازیہ کنول نازی۔ "ایک ذرا سی تبدیلی" اُم ثمامہ زبردست تھیں۔ آنچل کو پڑھتے پڑھتے بھوک کی طلب ہوئی "ڈش مقابلہ" کی طرف چلے آئے اور گرین فش اور مٹن پسندے نوش فرمائے' مزا آ گیا۔ آئینہ کے تمام تبصروں میں فرح طاہر قریشی کا تبصرہ زبردست تھا' بہت ساری دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

"اچھی بہن! بلاشبہ آپ آنچل کی قابل قدر لکھاریوں میں شامل ہیں' محفل میں یونہی شرکت کرتی رہیے گا۔

صائمہ قریشی ...... آکسفورڈ۔ السلام علیکم! امید و یقین ہے کہ سب بخیر و عافیت ہوں گے۔ بہت عرصہ بعد فروری کا آنچل 30 جنوری کو ہی مل گیا۔ تو سوچا کہ کیوں نا آئینہ میں اپنا چہرہ بھی دیکھا جائے لیکن...... لیکن مصروفیت نے ظالم سماج کا بھرپور کردار ادا کیا اور آنچل اس طرح نہ پڑھ سکی کہ دلچسپ و تفصیلی تبصرہ کرسکوں پھر بھی "آئینہ" میں شرکت کی کوشش کر رہی ہوں' بس اب دیکھنا یہ ہے کہ اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوتی ہوں۔ ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے "سرگوشیاں" سنی۔ ہاں ملک و قوم کے حالات میں جو عجیب سی بے چینی' اتھل پتھل مچی ہوئی ہے اس سے ملک سے دور ہونے کے باوجود ہم سب کو بھی عجب سا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ ٹی وی اسکرین پر جب بھی "بریکنگ نیوز" آتی ہے دھڑکنیں رکنے لگتی ہیں کہ نہ جانے اب کیا ہوا ہوگا' بس دعا ہے کہ اللہ رحم کرے۔ "قائم گنج کا پٹھان" فرحت بجو کا واقعی شاہکار افسانہ ہے۔ بہت ہی زبردست! پڑھتے ہوئے فرحت بجو کی یاد تو اتر سے آتی رہی۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ آئی ایم سوری ابھی تک بھی پڑھ سکی۔ "اور کچھ خواب" پچھلے کچھ ماہ سے صحیح سے نہیں پڑھ پا رہی لیکن یہ ہٹ جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ جلدی ہی پڑھ کر تفصیلی تبصرہ کروں گی۔ نازیہ کنول نازی سوری آپ کا "پتھروں کی پلکوں پر" میں نہیں پڑھ سکی۔ کچھ مصروفیت کی بنا پر آنچل سے قطع تعلق ہوگئی تھی تو بہت کچھ چھوٹ گیا۔ ان شاء اللہ کتابی شکل ہی آئے گا تو پڑھوں گی اور پھر تفصیلی تبصرے کے ساتھ آپ کے سامنے ہوں گی۔ آپ امی کے لیے فکر مند نہ ہوں' ان شاء اللہ جلدی صحت یاب ہوجائیں گی' اتنی ڈھیر ساری دعائیں رائیگاں نہیں جاتیں۔ "در جواب آں" میرا فیورٹ سلسلہ ہے۔ بہت شوق سے پڑھتی ہوں اس کو ہر دفعہ ہی زبردست ہوتا ہے۔ "آنچل کے ہمراہ" بہت دلچسپ سلسلہ ہے پڑھتے ہوئے بہت مزہ آتا ہے۔ کرن وفا نے لکھا کہ میری کہانی کی ہیروئن ان سے بہت زیادہ ملتی تھی تو میں بھی ہنس دی۔ کتنے مزے کی بات ہے ناں کرن! میں آپ کو جانتی نہیں لیکن میری ہیروئن آپ کے جیسی تھی' اس کا مطلب ہے آپ ہیروئن بنا سکتی ہو (ہاہاہا)۔ آسر اگل چوہدری تربیلا ڈیم! بہت شکریہ چندا! آپ نے ویلکم کیا اور "پری وش گوندل" آپ کا بھی شکریہ۔ ان شاء اللہ اب آنچل میں حاضر ہوتی رہوں گی۔ "آئینہ" میں جوابات دینے کی تبدیلی سے بہت خوشی محسوس ہوئی۔ یہ بہت اچھا آئیڈیا ہے خطوں کے جوابات دینے سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور قیصر بجو! آپ کا انداز تحریر بہت سویٹ لگا۔ ایک نظم ارسال کر رہی ہوں امید ہے جگہ مل جائے گی۔ دیر سویر تو ہوجاتی ہے لیکن اب غیر حاضر نہیں ہوں گی' اس عہد کے ساتھ اب اجازت چاہوں گی۔ پاکستان اور آنچل کی دن دگنی رات چوگنی ترقی کے ساتھ اللہ نگہبان۔

☆ اچھی بہن! تبصرے کا شکریہ۔ تم اتنی دور بیٹھ کر ہمیں یاد رکھتی ہو تو ہم تمہیں کیسے بھول سکتے ہیں۔ آنچل تمہارا اپنا پرچا ہے سو بار آؤ۔

عظمیٰ خان ...... مقام نہیں لکھا۔ السلام علیکم! جی سب سے پہلے تو بہت' بہت شکریہ۔ بڑی مہربانی آپ نے جواب دیا۔ سیروں خون بڑھا دیا آپ نے میرا۔ آپ کہیں اور ہم تعارف نہ لکھیں یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ سب کہانیاں' بہت اچھی ہیں۔ فرحت جی کا انمول تحفہ تو واقعی بہت انمول ہے' بہت پسند آیا۔ ارے سمیرا جی! فوزان اور زبیر کا اتنے بڑے خاندان کو کہاں چھپا کر رکھا تھا۔ ارے اقرا جی! اگر وہ انسان نہیں ہے تو جن کہاں سے آ گئے آپ کی کہانی میں۔ "اور کچھ خواب" میں معارج کو کیا ہوگیا عشنا جی! پلیز جلدی سے راز کھولیں۔ نازیہ جی یو آر گریٹ۔ بہت اچھی جا رہی ہے کہانی' امید ہے آپ آئندہ اپنی کہانی طویل نہیں دیں گی۔ او کے جی اللہ حافظ۔

☆ اچھی بہن! آپ کی رائے مصنفات تک پہنچائی جا رہی ہے مگر خط میں تفصیلی تبصرہ اور شہر کا نام ضرور لکھا کرو۔

لبنیٰ شاہین ...... ہری پور۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور تمام اسٹاف آنچل کو میری طرف سے بہت سلام اور ڈھیروں دعائیں۔ آنچل میں 8th جماعت سے مسلسل پڑھتی آ رہی ہوں' یہی وجہ ہے کہ آج میں انٹر کر رہی ہوں تو آنچل میرے ساتھ ہے' میرا پیارا ساتھی لیکن خط لکھنے کی پہلی دفعہ جسارت کر رہی ہوں' کسی بھی ماہ نامے میں میرا پہلا خط ہے اور اس امید کے ساتھ لکھا ہے کہ ردی کی نذر نہیں ہوگا۔ تمام قسط وار کہانیاں اپنی مثال آپ ہے لیکن "زرد موسم کے دکھ" کی تو بات ہی کچھ اور ہے سمیرا آپی! اچھا لکھ رہی ہیں لیکن آپی! لائبہ کے ساتھ اب کچھ اور دکھ نہ ہوں' وہ بے چاری پہلے ہی بہت دکھی ہے۔ فوزان کا کردار ویل ڈن بہت ہی زیادہ اچھا لگا۔ باقی رائٹرز بھی بہت اچھا لکھتی ہیں۔ مجھے اس دن کا بہت بے چینی سے انتظار ہوتا ہے' جب آنچل آتا ہے اور ایک دن میں پڑھ کر دم لیتی ہوں۔ مجھے آنچل میں ضرور جگہ دینی ہے' میرا یہ خط اگر شامل ہوا تو آئندہ بھی آتی رہوں' دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ نگہبان۔

☆ پہلی بار آمد پر ہم آپ کو محفل میں خوش آمدید کہتے ہیں' لیجیے خط شامل اشاعت ہے' اب خوش۔

رضوانہ ملک ...... جلال پور' پیروالا۔ ڈیئر شہلا آپی! آنچل اسٹاف اور قارئین السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی۔ سب سے پہلے آنچل کو ایڈوانس سالگرہ مبارک ہو۔ دعا ہے کہ آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہے آمین۔ ویسے میں آنچل اسٹاف سے ناراض تھی کہ میں نے جنوری میں لیٹر بھیجا تھا اور انہوں نے سوائے آئینہ کے اور کوئی چیز شائع نہ کی تھی لیکن فروری کے شمارے میں میری ساری چیزیں شائع ہوگئی تھیں اور آنچل میں اپنا نام دیکھ کر دل سے سارے گلے شکوے جاتے رہے اور دل بھی خوش ہوگیا۔ "ہمارا آنچل" میں سمیرا کنول' طیبہ نذیر' غزل ناز اور کوثر اعوان آپ چاروں سے مل کر بہت اچھا لگا۔ کوثر جی! آپ کو ایڈوانس سالگرہ مبارک ہو۔ "ڈش مقابلہ" میں رانی اسلام دعا' نجم انجم' نوشین اقبال' سمیرا اشتاق ملک ان سب کی ہی ڈشز مزیدار تھیں اور جی میری سسٹر طاہرہ ملک اس کی بھی ڈش زبردست تھی۔ "بیاض دل" میں بشریٰ ملک' مائرہ ملک' مقدس رباب' تحریم احمد' نمیرہ شیخ اور انا شاہ زاد کے اشعار بھی اچھے لگے۔ "یادگار لمحے" میں فیاض اسحاق کی دعا بہت پیاری تھی' جسے میں نے فوراً اپنی ڈائری میں نوٹ کرلیا تھا۔ "آئینہ" میں فرح طاہر قریشی' صدف سلیمان اور رابعہ اکرم کے تبصرے اچھے تھے۔ "آپ کی شخصیت" کا سلسلہ بھی بہت اچھا ہے۔ اقراء صغیر احمد کے ناول "بھیگی پلکوں پر" میں مجھے پری اور طغرل دونوں بہت اچھے لگتے ہیں۔ پری سمجھتی ہے کہ اس کے ممی پاپا اس سے پیار نہیں کرتے اور وہ اس بات پر اداس اور پریشان رہتی ہے' اس کے ممی پاپا کو چاہیے کہ جب وہ اس سے بے پناہ پیار کرتے ہیں تو اس کا اظہار بھی کرلیا کریں' وہ بے چاری خوش ہوجائے گی۔ پلیز صباحت اور اس کی بیٹیوں کا پری کے خلاف بنایا گیا کوئی بھی پلان کامیاب نہ ہونے دیجیے گا۔ پری اور طغرل کی جوڑی ہی زبردست رہے گی۔ طغرل کا پری کی حفاظت کرنا اور اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا مجھے بہت اچھے لگا ہے۔ "اور کچھ خواب" میں معارج تغلق کا مجھے کوئی پرزہ ڈھیلا لگتا ہے' وہ انا یا ملک کو کس بات کی سزا دے رہا ہے۔ کبھی اسے گھر سے نکال دیتا ہے اور پھر اپنی ممی کے کہنے پر اسے واپس لانے کی بات کرتا ہے' اس بے چاری کا کیا قصور ہے اور دامیان سوری نے اپنی محبت کا اظہار تو کیا نہیں ہے' ہر وقت تو انابیتا کو ستاتا رہتا ہے' اب انابیتا کو کیا پتا کہ وہ اس سے پیار کرتا ہے یا نہیں اور پھر انابیتا سے کہتا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے میل نہیں رکھتے۔ تبصرہ کچھ زیادہ لمبا ہوتا جا رہا ہے' آپ سب اپنا خیال رکھیے گا' او کے بائے۔

☆ اچھی بہن! تفصیلی تبصرے کا شکریہ' آنچل پڑھتی رہو' ساری گتھیاں سلجھ جائیں گی۔

فوزیہ سلطانہ جوجی ...... تونسہ شریف۔ باادب' باملاحظہ' ہوشیار' ہو جاؤ تیار' فوزیہ سلطانہ ہونے والی ہیں آپ سب کے سروں پر سوار۔ ہاں تو جی کیسے حال چال ہیں؟ اس بار آنچل کا سرورق بالکل پسند نہیں آیا' سوری۔ سب سے پہلے ہمارا آنچل کی طرف دوڑ لگائی۔ طیبہ نذیر' غزل ناز اور کوثر اعوان کا تعارف بے حد پسند آیا۔ اس کے بعد ہم نے کہانیوں کی طرف دوڑ لگائی۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء جی! اس سائے کا راز ذرا جلدی کھول لیے ناں (کھل گیا راز؟)۔ عشنا کوثر آپ کی کہانی بھی اچھی چل رہی ہے۔ ہاں مگر انابیتا اور دامیان کو ضرور ملانا' اس کے بعد "پتھروں کی پلکوں پر" اُف نازی آپی! آپ نے تو میرے دل پر ڈیرا جمار کھا ہے۔ دل کرتا ہے اڑ کر ہارون آباد آؤں اور آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ نازی آپی! صائقہ اور عباد کو الگ مت کیجیے گا اور ہاں! یہ گوری کے لیے اب نئی کون سی مصیبت تیار ہے' پلیز اس کے ساتھ کچھ برا مت کرنا۔ اس کے بعد "زرد موسم کے دکھ" پڑھا۔ اس پر تفصیلی تبصرہ اس کے مکمل ہونے پر کروں گی۔ اس کے بعد "قائم گنج کا پٹھان" بہت ہی زبردست افسانہ تھا۔ "میرے بے خبر" بھی اچھا تھا۔ "ہڑتال" اُم ثمامہ نے پہلی بار بہت ہی زبردست افسانہ لکھا۔ ویل ڈن اُم ثمامہ! "غبار راہ" سچ میں شمیم ناز صدیقی نے دل موہ لیا۔ عالیہ حرا' سویرا ملک اور رشک حبیبہ کے افسانے بھی بے حد اچھے لگے۔ غزلوں میں نازیہ کنول نازی کی غزل اور شہر بانو رضا کی غزل اچھی لگی۔ "بیاض دل" میں روبینہ جعفر خان' زیدا ین' پاکیزہ سحر' طیبہ نذیر' شہر بانو اور نمیرہ شیخ کے اشعار زبردست تھے۔ "یادگار لمحے" میں رافعہ حسین اور سیدہ فرحت کاظمی کے انتخابات پسند آئے۔ "آئینہ" میں مہر گل' فریحہ شبیر' رابعہ اکرم' سدرہ رحمن اور فرح طاہر قریشی کا تبصرہ پسند آیا۔ "دوست کا پیغام آئے" میں سحر' دعا ہاشمی اور شیزا ملک کا پیغام پسند آیا۔ "ہم سے پوچھیے" میں عروسہ شہوار' صنم ناز' فاخرہ ایمان' دعا ہاشمی' مدیحہ نورین مدوح اور ناہید خان کے سوالات پسند آئے۔ او کے بائے۔

☆ پیاری فوزیہ! یہ خط شامل اشاعت ہے۔ دیگر سوالوں کے لیے آفس کے نمبرز پر رابطہ کرلو۔

سمیرا اصغر ...... کھریڑیانوالہ۔ السلام علیکم! ڈیئر قارئین و آنچل اسٹاف السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے' سب سے پہلے فرحت آپی کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف۔ تو سب سے پہلے بات ہوجائے سمیرا شریف کے ناول "زرد موسم کے دکھ" کی۔ سمیرا آپی تو بہت اچھی جا رہی ہیں۔ اس میں فوزان صدیقی اور لائبہ کی شادی ضرور ہونی چاہیے۔ مجھے اس میں فوزان صدیقی کا کردار بہت پسند ہے۔ ایسے ہی کردار کے لوگ اچھے ہوتے ہیں۔ سمیرا آپی! مجھے آپ کا "یہ چاہتیں یہ شدتیں" ناول بہت پسند ہے۔ میں نے آپ سے پوچھنا تھا کہ کیا یہ کتابی شکل میں آ گیا ہے کہ نہیں۔ عشنا جی "اور کچھ خواب" میں معارج کو انابیتا سے الگ مت کیجیے گا۔ اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار ہے کہ فون کس کا تھا۔ نازی آپی کا ناول بہت اچھا ہے۔ امامہ بہت غلط کر رہی ہے' پلیز امامہ اور شجاع کی دوستی کروا دیں اور ان کو ملا دیں اور آپی! قسط زیادہ لکھا کریں اور انوشہ اور شاہ زر کا معاملہ بھی اب

سلجھا دیں۔ شاہ زر کو اور کتنی سزا دیں گی۔ عبا اور صاعقہ کو بھی ملا دیں۔ باقی سب سلسلے بھی اچھے جا رہے ہیں۔ ''آگہی کے جگنو'' بہت پسند آیا عالیہ حرا کا۔ بڑا اچھا لکھا تھا ہنسی مذاق والی کہانی بڑی اچھی لگتی ہے۔ پلیز ایسی ہی کہانیاں لکھا کریں۔ پڑھ کر انسان پریشانی کو بھول جاتا ہے اور آپی پلیز آنچل کے صفحات زیادہ کر دیں۔ باقی سب کچھ بہت اچھا جا رہا ہے۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ آنچل ہمیشہ ترقی کرے اس کے بعد سب کو میرا اسلام قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ کی نیک تمنا پوری کرے آمین اللہ حافظ۔

☆اچھی بہن! تبصرے کا شکریہ آپ کی رائے مصنفات تک پہنچائی جا رہی ہے۔ دعاؤں کے لیے اللہ تعالیٰ آپ کو جزا عطا فرمائے۔ آمین

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش۔ اسلام علیکم شہلا آپی اور آنچل کے تمام قارئین اور اسٹاف۔ کیسے ہو سب لوگ؟ آنچل ہاتھ آتے ہی سب سے پہلے نظر ٹائٹل پر گئی ماڈل کی آنکھیں بہت ہی پیاری تھیں۔ ''حمد و نعت'' کے بعد ''شیطان کی حقیقت'' واقعی میں ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔ اس کے بعد ''زرد موسم کے دکھ'' پڑھا۔ ریکی سمیرا بہت اچھا۔ ویسے تو ہر ناول تمہارا بیسٹ ہوتا ہے مگر یہ تو سب سے یونیک ہے۔ لوگ کسی حال میں خوش نہیں ہوتے دوسروں سے اچھا ہو تب بھی اس کے لیے کوئی نہ کوئی غلط بات کر دیتے ہیں مگر اپنے بارے میں نہیں سوچتے کہ خود کیسے ہیں۔ کاش! تمہارے ناول سے وہ لوگ سبق سیکھ جائیں جو خود کو بہت اچھا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو خود سے کم تر۔ خدا تمہارے قلم کو اور ترقی دے اور تمہارے علم میں اضافہ کرے۔ خدا آنچل کو اور زیادہ ترقی دے آمین۔ او کے آئندہ ماہ کے لیے اجازت خدا حافظ۔

☆اچھی بہن! تبصرہ بروقت بھیجا کرو تا کہ تازہ شمارے میں شامل ہو سکو خوش رہو۔

مدیحہ نورین مدوح...... برنالی۔ اسلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ بہت دنوں بعد شہلا آپی کی محفل میں آنے کی جرأت کی ہے۔ نازیہ آپی اور سباس گل کے لیے بہت سی دعائیں اور آنچل کی تمام رائٹرز کو سلام اور سلوٹ۔ واہ کیا کردار تخلیق کرتی ہیں ایسے لگتا ہے جیسے یہ ایک فلم چل رہی ہو آنکھوں کے سامنے اور 26 تاریخ کو آنچل ملا تو شروع سے آخر تک الٹ پلٹ کر دی اور اپنا نام نہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ پر کیا ہے جی! اپنی قسمت ہی ایسی ہے نازیہ آپی کی تحریر قابل دید ہے ہمارے لیے مگر پلیز پلیز نئی لکھاری بہنوں کو موقع دیا جائے تا کہ وہ بھی طبع آزمائی کر سکیں۔ شمائلہ اکرم اور نوشین اقبال نوشی زینب احسن کو بہت بہت سلام اور ان کو بھی جو بس آنچل کے خاموش قارئین ہیں اور ایک دعا خدا آنچل کو ہمارے پیارے وطن کو ڈھیر ساری ترقی عطا فرمائے دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ کی اپنی دوست۔

☆اچھی بہن! ہماری خود کوشش ہوتی ہے کہ نئی بہنیں اگر معیاری کہانیاں لکھ سکیں تو ضرور سامنے آئیں۔

رخسانہ قاسم...... کراچی۔ شہلا آپی اور تمام قارئین آنچل کو السلام علیکم! آنچل حسب معمول وقت پر مل گیا۔ ٹائٹل دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ ''حمد و نعت'' کے بعد دانش کدہ میں ''شیطان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں'' سے فیض یاب ہوئے۔ سلسلہ وار ناول ''بھیگی پلکوں پر'' بہت خوب صورت انداز سے آگے بڑھ رہا ہے یہ اقراء صغیر کی بہترین کاوش ہے۔ ''شکستِ دل'' اور ''تتلیوں کے پر'' دلچسپ افسانے تھے۔ مستقل سلسلوں میں ''ڈش مقابلہ'' ''بیوٹی گائیڈ'' اور ''کام کی باتیں'' سے بہت معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ''غزل نظم'' میں نازیہ کنول کی غزل دل کو بھا گئی۔ ''بیاض دل'' میں قارئین اشعار کا بہترین انتخاب کرتے ہیں۔ ''یادگار لمحے'' اور ''ہم سے پوچھیے'' آنچل کے بہترین سلسلے میں ''آئینہ'' پر نظر ڈالیں تو پتا چلتا ہے کہ قارئین آنچل کو کتنے شوق سے پڑھتے ہیں' اتنا خوب صورت رسالہ نکالنے پر ہماری طرف سے تمام اسٹاف کو بہت بہت مبارک باد پیش ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمارا آنچل اور پاکستان سلامت رہے آمین۔

☆پیاری بہن! آنچل کو سجانے سنوارنے میں تم لوگی بہنوں کی دعاؤں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

سمیرا منور...... میقوالی۔ تمام پڑھنے والوں اور آنچل اسٹاف کو السلام علیکم! آنچل کی تمام رائٹرز کو میرا بہت بہت سلام۔ میرا کسی بھی ڈائجسٹ میں یہ پہلا خط ہے اور میں چھ سال سے آنچل کی مستقل قاری ہوں۔ بہت دفعہ دل کیا کہ آنچل میں خط کے ذریعے اپنی رائے دوں لیکن پھر رک جاتی کہ پتا نہیں آنچل میں جگہ ملتی بھی ہے کہ نہیں لیکن آج میں نے فیصلہ کر لیا کہ جگہ ملے نہ ملے پسند کا اظہار ضرور کروں گی۔ بہت ڈائجسٹ پڑھے لیکن کسی میں بھی آنچل والی بات نہیں ہے۔ آنچل پڑھ کے سکون سا آ جاتا ہے' میری آنچل اسٹاف سے گزارش ہے کہ پلیز پلیز سلسلہ وار ناولز کی تعداد بڑھائیں۔ نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' سعدیہ اٹل کاشف' عائشہ خان' میری پسندیدہ رائٹرز ہیں۔ سعدیہ جی پلیز پلیز آپ ہمارے لیے سلسلہ وار ناول لے کر جلد آنچل میں انٹری دیں۔ باقی تمام سلسلے آنچل کے بہت زبردست ہیں۔ پہلی دفعہ قلم اٹھایا ہے کوئی غلطی ہوئی تو معاف کر دیجیے گا۔ شہلا آپی! امید ہے کہ آنچل اسٹاف مجھے مایوس نہیں کرے گا اور میرا خط ضرور شائع ہو گا اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

☆اچھی بہن! آپ کا خط شامل اشاعت ہے امید ہے تفصیلی تبصرے کے ساتھ دوبارہ حاضری دیں گی۔

جاناں...... چکوال۔ اسلام علیکم! ڈیئر قارئین اور آنچل کے معزز ممبران کو جاناں کا محبت بھرا سلام۔ پہلے تو شکریہ شہلا آپی کا جنہوں نے ناچیز جاناں کو بھی آنچل میں جگہ دی۔ میری دعا ہے اپنے آنچل کے لیے کہ یہ ہمیشہ یونہی ترقی کرتا رہے آمین۔ تمام آنچل ہمیشہ کی طرح بیسٹ رہا سب سے پہلے اپنی بیسٹ فرینڈز خوشبو یعنی کوثر اعوان مس مہک ملک کو پڑھا زبردست خوشبو اچھا گئی ہو مبارکاں جی! پھر پہنچے سلسلہ وار ناول کی طرف۔ بیسٹ دی بیسٹ نازی کا ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' بہت اچھا لگا ہمیشہ کی طرح۔ فرحت آپی کا افسانہ اور ''میرے بے خبر'' بینا عالیہ کا افسانہ دونوں بہت اچھے لگے۔ نازی جی کی غزل بہت پسند آئی اور راشدہ شریف چوہدری کا ''کیوں پیار کسی سے ہوتا ہے'' بہت بہت پسند آیا۔ شہر بانو کی غزل اور حسنین خان کا شعر بہت پسند آیا۔ فرح طاہر جی خیر مبارکاں۔ آپ کا تبصرہ اے ون رہا۔ زیدی ملک 28 فروری کو تمہاری سالگرہ ہے' بہت مبارک ہو۔ 10 مارچ کو میرے بھتیجے طلحہ عباس کی پہلی سالگرہ ہے' بہت مبارک اس کی آل فیملی کو۔ میرے بھیا بھابی اور عظمیٰ سسٹر کو بھی اس کے علاوہ میری تمام فرینڈز بشریٰ' نوید' خوشبو' فیری' ثوبی' اریبہ' ثنا ملک' ایمی' ثنا اعوان' سلمیٰ' گوری خان' زوبی' رانا بشریٰ' ملک ندا' شمیلہ' فروہ' ہادیہ کو بہت بہت سلام۔ 11 مارچ کو ثنا ملک کی بھی سالگرہ ہے' مبارک۔ اب اجازت چاہتی ہوں۔

☆اچھی بہن! تمام پیغامات پہنچ گئے اب خوش۔

کرن وفا...... کراچی۔ اسلام علیکم شہلا آپی اینڈ قارئین! ایک طویل عرصہ بعد ''آئینہ'' میں شرکت کر رہی ہوں۔ آنچل بلکہ آئینہ میں تبدیلی اک خوش نما احساس ہے۔ جس کے لیے تمام ٹیم قابل ستائش ہے۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف۔ اس دفعہ آنچل لیٹ ملا۔ سرورق بس ٹھیک تھا پلیز سرورق پہ بھی دھیان فرمائیں۔ ''حمد و نعت'' سے دل کو روشن کیا۔ آنی کی ''سرگوشیاں'' سنیں۔ ''در جواب آں'' سے ہوتے ہوئے ''ہمارا آنچل'' میں انٹری دی۔ سمیرا کنول' طیبہ' غزل ناز اور کوثر سے مل کر بہت اچھا لگا۔ کوثر آپ سے مل کر اچھا لگا ہمارا آنچل میں۔ ''آنچل کے ہمراہ'' میں امبر گل کے جواب کافی اچھے تھے۔ شکر ہے امبر جی آپ بھی نظر آئیں اس کے علاوہ سحر' صنم' شمع' سمیرا' فرح اور عروسہ کے جوابات اچھے لگے۔ افسانوں میں فرحت آنی ''قائم گنج کا پٹھان'' پڑھا۔ بہت خوب صورت انداز میں لکھا ہوا تھا۔ اتنا نایاب تحفہ دینے کا شکریہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرحت آنی کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین۔ اس کے علاوہ بینا عالیہ' سویرا فلک' عالیہ حرا کے افسانے اچھے لگے۔ شمیم ناز صدیقی کا ''غبار راہ'' بہت خوب صورت لگا۔ آنچل میں خوش آمدید ''ہڑتال'' ام ثمامہ کی پہلی کاوش عمدہ اور اصلاحی تحریر تھی۔ امید ہے آپ بہتر سے بہترین موضوعات پر بھی لکھیں گی۔ رشک حبیبہ کی ''تتلیوں کے پر'' مختصر مگر خوب صورت تھی۔ ویلڈن۔ تینوں سلسلے وار ناولز اپنے انداز میں چل رہے ہیں۔ سمیرا شریف کا مکمل ناول ''زرد موسم کے دکھ'' نام کی طرح خوب صورت اور گہرائی میں لکھا ہوا ہے۔ سمیرا جی اس کا اینڈ اچھا ہونا چاہیے۔ ''یادگار لمحے'' میں تمام مراسلات بہترین تھے۔ ''بیاض دل'' میں امبر گل' نبیلہ زانی اور آرائین جیا کے اشعار پسند آئے۔ ''دوست کا پیغام آئے'' تمام بہنوں کے پیغامات اچھے لگے۔ ''آئینہ'' میں اک سے بڑھ کر اک تبصرے تھے۔ فرح طاہر آپ کا تبصرہ تفصیلی اور بہترین لگا۔ لگتا ہے آپ آنچل کا مطالعہ غور سے کرتی ہیں' بہت اچھا لگا۔ اس کے علاوہ امبر گل' رابعہ' صباحت اور سدرہ رحمٰن نے بھی اچھا تبصرہ کیا۔ اللہ آنچل کو مزید ترقی و کامیابی سے ہمکنار کرے اور تمام اراکین کو محنت و لگن سے کام کرنے کی توفیق فرمائے آمین۔ زندگی نے وفا کی تو پھر دستک دوں گی فی امان اللہ۔

☆اچھی بہن! آنچل کی پسندیدگی کے لیے ہم تہہ دل سے مشکور ہیں۔

نرجس دانی...... سرگودھا! شہلا آپی آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو خلوص بھرا اسلام۔ امید ہے بخیریت ہوں گے۔ اللہ پاک آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آنچل راج دلارا 24 کی چمکیلی اور سنہری صبح ہاتھ میں آیا تو لے کر بیٹھ گئی' سرورق کا سرسری سا جائزہ لیا۔ اندر کیا ہے یہ جاننے کی بے تابی ہوتی ہے میں نے تو ''دوست کا پیغام آئے'' پر جا کر دم لیا' سب فرینڈز کے اپنے پیاروں کے نام میسجز پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ام ثمامہ کو دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ آئینہ کی بزم میں گئی بہت ڈھونڈا لیکن چاند ہمیشہ کی طرح بادلوں کی اوٹ میں چھپے ہوئے تھے۔ گل جانی' بشریٰ' پنکی' نوشی' چندا' عاشی' گڑیا' عطروبہ' چندا میں آپ سے مخاطب ہوں پلیز جلدی سے انٹری دو۔ مہر گل' فریحہ شبیر' رابعہ اکرم' فرح طاہر اور سدرہ رحمان کے تبصرے بہت زبردست تھے اور دلچسپ بھی۔ ''بیاض دل'' کی محفل کو روبینہ جعفر' نوشی' پاکیزہ سحر' طاہرہ' سیدہ آرائین جیا' اور مہوش ملک کے اشعار نے بہت پُر رونق بنا دیا اور سب اشعار دل پر لکھے گئے۔ ''یادگار لمحے'' میں پاکیزہ سحر کی ''تم مجھ سے کہاں ملو گے'' نظم بہت اچھی لگی اور تسنیم چوہدری کا انتخاب زبردست تھا۔ ''غزلیں' نظمیں'' میں نازیہ کنول نازی کی غزل نے اداس کر دیا اس کے علاوہ جاوید شیخ جیدی' صنم ناز اور شہر بانو کی غزلیں' نظمیں پسند آئیں۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں مسز ندیم' مدیحہ نورین' سمیرا اور ناہید خان کے سوال دلچسپ تھے اور شمائل آپی نے جواب بھی بہت خوب صورت دیے۔ ''ہمارا آنچل'' میں کوثر اعوان سے مل کر بہت اچھا لگا۔ ''آنچل کے ہمراہ'' میں سب کے جوابات اچھے تھے۔ عاشو جانی! تم بھی انٹری دو جلدی سے اور پلیز اداس نہ ہوا کرو۔ ارے بھئی رک جاؤ سب (سانس تو لینے دو) آ گئی پانی پی کر! اب باری آتی ہے کہانیوں کی تو سب سے پہلے بات ہو جائے میرے فیورٹ ناول کی ''زرد موسم کے دکھ'' سمیرا ڈیئر! تم بہت شان دار لکھ رہی ہو ہمیشہ کی طرح یہ ناول بھی باقی تمام ناولوں کی طرح ہمیشہ یاد رہے گا اور یہ کہ زور قلم اور بھی زیادہ ہو۔ تم لکھتی رہنا ہمیشہ۔ میں تو یہی کہوں گی۔ تبصرہ تب کروں گی جب ناول مکمل ہو جائے گا۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' تو ہے ہی زبردست۔ پلیز سانول شاہ کے ساتھ کچھ بُرا مت کرنا۔ نازی! انزلا کا کپل شاہ کے ساتھ ہی بننا چاہیے اب تو سانول راہ راست پر بھی آ گیا ہے پلیز (ٹھیک کہا نہ گویو)۔ انوشہ کو چاہیے کہ شاہ زر کو معاف کر دے وہ اپنے کیے کی سزا بھگت چکا ہے۔ صاعقہ کے ساتھ بہت بُرا ہوا اچھا لگا تھا کہ صاعقہ خوش قسمت ہے کہ اسے عبا جیسا مرد ملا جو اتنا چاہتا ہے اس کو لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محبت درمیان میں آ گیا پھر وہی ظالم امیری اور غریبی کا فرق۔ پلیز نازی سب اچھا کرنا یار! باقی کرنا تو تم نے ہی ہے ناں! ''بھیگی پلکوں پر'' اقراء صغیر کا ناول بھی بہت اچھا ہے'' اور ''کچھ خواب'' ناول عشنا کوثر سردار کو پڑھتے ہوئے یوں لگتا ہے جیسے خواب کی کیفیت طاری ہو۔ انسان کسی اور ہی دنیا کی سیر کرتا ہے' مجھے دامیان اور انابیہ بیگ کا کپل بہت اچھا لگتا ہے۔ افسانوں میں ''ہڑتال'' ام ثمامہ نے بہت زبردست لکھا وِل ڈن اینڈ کیپ اٹ اپ! واقعی تکلیف کا احساس ہی تب ہوتا ہے' کچھ لوگوں کو جب ان کے اپنے اوپر بیتے کاش انسان دوسروں کے درد کو بھی محسوس کرے۔ ''قائم گنج کا پٹھان'' فرحت آپا کا افسانہ پڑھ کے آنکھوں میں آنسو آ گئے' بہت اچھا تھا افسانہ۔ اللہ پاک آپ کو جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ سب بہنوں سے گزارش ہے کہ آپا کی مغفرت کے لیے ایک ایک سورۃ الفاتحہ پڑھ دیں' تبصرہ ہو گیا مکمل (سکھیوں' سہیلیوں) گھورو مت! اب تو جانے لگی ہوں' چلو سب مسکراتے ہوئے الوداع کرو دوبارہ آنے کے لیے اگر اس دفعہ جگہ ملتی تو...... خوش رہو سدا ہے وسدا ہے رہو تے روحیال نوں وی خوش رکھو فی امان اللہ۔

☆اچھی بہن! دلچسپ تبصرہ شامل اشاعت ہے آپ کی رائے مصنفات تک پہنچ گئی آتی جاتی رہنا خوش رہو۔

سدرہ...... جہلم۔ پیاری شہلا آپی اسلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ ہمیشہ کی طرح آنچل اس دفعہ بھی شان دار ہے۔ سب سے پہلے سرورق پر ماڈل نے دل موہ لیا۔ جو چیز سب سے زیادہ متاثر کن تھی وہ اس کا آنچل اوڑھنا۔ ایسے ہی سرورق آئندہ بھی ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد ناول ''بھیگی پلکوں پر'' کی بات کرتے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح یہ بھی اچھا جا رہا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ اقراء کے ناول ''بہاروں کے سنگ سنگ'' کی طرح زبردست ہو گا۔ آپ کا یہ ناول تو مجھے اتنا اچھا لگتا ہے نا کہ پوچھیں مت۔ اس کے بعد ''اور کچھ خواب'' کی جانب چلتے ہیں۔ یہ بھی اچھی جا رہی ہے۔ عشنا جی کا انداز بیان بہت اچھا ہے۔ بس جلدی سے پچھلی اسٹوری آگے بڑھایئے اور انائیہ اور معارج کو الگ مت کیجیے گا۔ دامیان اور انابیہ کا کپل بھی اچھا ہے' ان کو بھی جدا مت کیجیے۔ ہم تو بس

اچھی اسٹوری پڑھ کر خوش ہونے والے لوگ ہیں جدائی کا پڑھ کر دکھ ہوتا ہے۔ بس جلدی سے اسٹوری آگے بڑھائیے۔ باقی تمام افسانے بھی زبردست تھے۔ ”زرد موسم کے دکھ“ بھی اچھا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ اس کا اینڈ بھی اچھا ہوگا۔ میری دعا ہے کہ آنچل خوب ترقی کرے نیک تمناؤں کے ساتھ خدا حافظ۔

☆ اچھی بہن! تفصیلی تبصرے کا انتظار رہے گا آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

نورین شفیع...... ملتان۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ آنی جی میرا آئینہ میں پہلا خط ہے پلیز ضرور شامل کیجیے گا۔ اب آتے ہیں اس ماہ کے آنچل کی طرف اس ماہ کا 25 کی شام کو مل گیا۔ ٹائٹل گرل کے سوٹ کا کلر پیارا لگا۔ میری آنچل میں فیورٹ کہانی ہے ”پتھروں کی پلکوں پر“ اس میں میرے فیورٹ کردار صاعقہ اور عباد ہیں۔ پلیز نازی جی ان دونوں کو جدا مت کیجیے گا اور آپ کی امی کی طبیعت کیسی ہے؟ اللہ انہیں بہت زیادہ صحت دے۔ باقی سلسلے بھی اچھے تھے ”بھیگی پلکوں پر“ میں دیکھو وہ چادر والی لڑکی کون ہے اور عشنا جی پلیز کہانی کو تیزی سے آگے بڑھائیں۔ باقی سب بھی اچھا تھا۔ ”غبار راہ“ میں مسز جمال پر بہت رونا آیا اور ”بیاض دل“ میں روبینہ جعفر کا شعر بہت اچھا لگا اور نازی جی کی غزل زندہ باد! میرے دل کی آواز لگی۔ اب اجازت دیجیے اگر خط شائع ہوا تو پھر حاضر ہوں گی تمام پڑھنے والوں کو سلام اللہ حافظ۔

☆ اچھی بہن! خوش آمدید۔ خوش رہو۔

شمع مسکان...... جام پور۔ پیاری اپیا شہلا اور پیارے پیارے ریڈرز رائٹرز السلام علیکم اُف! تھینک گاڈ جگہ تو ملی ارے بھئی مجھے تو سردی میں بھی پسینہ آ گیا کیا کریں یہاں تو کمرے کمر چھل رہی ہے با مشکل جگہ بنا پائی ہوں۔ بڑا ہی ٹوٹ کر پیار آتا ہے شہلا آپی پر کہ وہ کتنی خوش مزاجی و فراخدلی سے ممبران محفل کو خوش آمدید کہتی ہیں۔ اس ماہ کا گلدستہ (آنچل) اپنی تمام تر دلکشی و رعنائیوں سمیت خوشبو لٹاتا 26 تاریخ کو میرے ہاتھوں میں آ سمایا۔ ابھی گلدستے کے پھولوں پر نظر ڈال ہی رہتے تھے کہ نگاہ فرحت آراء کے نام سے پلٹنا بھول گئیں۔ کیا واقعی ہماری فرحت آنٹی ہیں یا پھر......؟ تصدیق کے لیے جلد از جلد ”سرگوشیاں“ جا پہنچی جہاں میرے شک کو یقین کا درجہ مل گیا۔ پھر سب سے پہلے صفحہ نمبر دیکھ کر جا پہنچے ”قائم گنج کا پٹھان“ پر فنٹاسٹک! فرحت آنی نے کیا خوب صورت افسانہ لکھا تھا۔ یہ تحریر خاموش زبان میں بہت کچھ سمجھا گئی۔ یہ افسانہ ویسے بہت پُر اسرار تھا مگر ہم بعض جملوں سے بہت محظوظ ہوئے۔ جہاں اس افسانہ کو دیکھ کر ہم خوش ہوئے وہیں دل میں درد کی اک لہر بھی اٹھی، کیوں؟ اور کس کے لیے؟ تو یہ یقیناً سب ہی جانتے ہیں۔ ”حمد و نعت“ سے فیض یاب ہونے کے بعد مضطرب دل کو قرار نصیب ہوا۔ مشتاق انکل نے قرآن کی روشنی میں شیطان کی پوری حقیقت، ساری چال بازیاں ہم پر آشکار کر دیں، ہر وار سے بچاؤ کی تدابیر بھی ساتھ ساتھ ہم تک پہنچائیں۔ سب ہم خود دیکھتے ہیں کہ کہاں تک بچنا ہے۔ پھر جا پہنچے ”اور کچھ خواب“ پر یہ قسط تو زبردست تھی مگر عشنا آپی نا جانے کیا سوچے ہوئے ہیں وہ خود بہتر جانیں۔ نازیہ آپی نے بھی بہت خوب صورت قسط لکھی مگر آپی آپ کو نہیں لگتا کہ آپ اسی انزلہ شاہ کو اسی روپ میں کسی اور ڈائجسٹ میں بھی متعارف کروا چکی ہیں مگر پلیز اب انزلہ کو ساتول سے دور مت کرنا۔ کرداروں پر نہیں تو ہم قارئین پر ہی تھوڑا ترس کھا لیا کریں اور یہ امامہ کو کیا ہو رہا ہے۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود ابھی بھی ارسلان پر بھروسا کیے ہوئے ہے جب کہ وہ ہر قدم پر خود غرض و لالچی ثابت ہوا ہے۔ ”بھیگی پلکوں پر“ بھی زبردست رہا لیکن بینا جی کا طویل افسانہ حقیقت سے کچھ دور ہی محسوس ہوا پورا ڈرامائی انداز تھا۔ خود سے اٹھارہ سال بڑے شخص سے دوستی پھر صرف دو بار کے قدرتی ٹکراؤ کے بعد لانگ ڈرائیو پر جانا۔ والدین کا ایک شادی شدہ شخص کے لیے اکلوتی پڑھی لکھی بیٹی کا رشتہ دینا کسی پہلو سے بھی حقیقت کی جھلک نظر نہیں آئی۔ میں ”زرد موسم کے دکھ“ پر نوحہ کناں تھی کہ اچانک نظر اپنے نام پر پڑی۔ واؤ! ایک دم جھٹکا لگا۔ ہم تو امید ہو چلے تھے ہمارا شعر ردی کی ٹوکری نگل گئی یہی یقین تھا۔ بار بار خود پڑھا نغمہ باجی اور بھائی کو بھی پڑھوایا۔ ناول پر تبصرہ مکمل ہونے پر کروں گی۔ باقی افسانے سارے ہی اچھے تھے۔ سمیرا کنول، طیبہ نذیر، غزل ناز، کوثر اعوان آپ پلیز بُرا نا منانا۔ پلیز فرحت آنٹی کے نام نے ہمیں واپس پیچھے آنے ہی نہ دیا اور آپ سے ملاقات میں تاخیر سے پہنچے لیکن ملاقات رہی زبردست، بہت مزا آیا سب سے مل کر۔ ”بیوٹی گائیڈ“ میں روبین جی کے مشورے پڑھے ضرور مگر عمل ابھی نہیں، بھئی جلدی میں ہوں۔ ”غزلیں نظمیں“ میں نازیہ کنول نازی کی غزل بہت پسند آئی۔ ”یادگار لمحے“ میں رافعہ حسین کی نظم ”تم ہی تو ہو“ بہت بھائی۔ ”دوست کا پیغام آئے“ میں پیاری پیاری دوستوں کے پیغام پڑھتے ہوئے میں پہنچی شمائل آپی کے ”ہم سے پوچھیے“ میں اپنا نام نہ دیکھ کر بغیر کچھ پوچھے جلدی سے اشعار کی لسٹ کھنگالی۔ سب سے بیسٹ انتخاب ناز سلوش ذشے کا لگا۔ اچھا آپی بہت برداشت کیا اجازت چاہتی ہوں۔

☆ اچھی بہن! تمہارا خوب صورت تبصرہ مزا دے گیا۔ آتی جاتی رہنا۔ اچھی بہن! آدمی کا عمر میں زیادہ ہونا نہ تو حقیقت سے دور کوئی امر ہے اور نہ ہی اس میں شرعی قباحت ہے۔ ایک سنجیدہ، سمجھدار لڑکی اچھے بُرے انسان کی پہچان رکھتی ہے، تبھی کسی مثبت کردار پر بھروسا کرتی ہے۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم! آنچل کے تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو دل کی گہرائیوں سے آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ جی جناب اب تو آنچل ماشاء اللہ خوب سے خوب تر ہوتا جا رہا ہے۔ فرحت آپی کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی لیکن آنچل کو سجانے اور سنوارنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی ضروری ہے تاکہ ہمارا آنچل تمام ستاروں کے درمیان چاند بن کر چمکتا رہے۔ سلسلہ وار ناول بہت اچھے جا رہے ہیں۔ خاص طور پر ”پتھروں کی پلکوں پر“ فرحت آپی کا افسانہ آنچل میں بہت اچھا لگا اور سمیرا شریف میڈم جی اس بار تو آپ کے ناول نے رلا دیا۔ بینا عالیہ کا ناول کچھ عجیب سا لگا کچھ سمجھ نہیں آئی۔ عالیہ حرا ”آگہی کے جگنو“ بہت پسند آیا۔ ”شکستِ دل“ سویرا آپ کا ناول عین ہمارے آج کل کے حالات کا عکاس تھا یعنی سبق آموز تھا۔ یہ ناول ہر کالج و اسکول جانے والی لڑکیوں کو پڑھنا چاہیے۔ ”بیاض دل“ میں نبیلہ خان، امبر گل، مقدس رباب، تحریم احمد، حسنین خان، سلمیٰ خان، پاکیزہ سحر، فیاض اسحاق، نمیرہ شیخ، شہر بانو، نوشین اقبال نوشی کا انتخاب پسند آیا۔ ”یادگار لمحے“ کو سیدہ فرحت کاظمی، نمیرہ شیخ، فضہ یونس، صدف سلیمان، طاہرہ ملک نے یادگار بنا دیا اور مجھے یہ کہنا تھا میری ایک نظم ”بھرم رکھو محبت کا“ یہ نظم میں نے خود سے تخلیق نہیں کی یہ غلطی سے لگ گئی ہے۔ مریم عرفان اور زاہدہ ملک کو سالگرہ بہت مبارک ہو۔ مریم آپ بہت اچھی ہیں آپ ہمیشہ خوش رہیں اور زاہدہ آپ نے مجھے یاد رکھا، شکریہ۔ آپ تو میری فوزیہ کے بہت قریب رہتی ہیں آپ کو سالگرہ مبارک ہو ہمیشہ مسکراتی رہو آمین اوکے جی اگر سانسوں نے کی وفا زندگی نے دیا

ساتھ تو اگلے ماہ تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی اب اجازت چاہتی ہوں چندا امثال اور بشریٰ ملک کو سالگرہ مبارک ہو۔

☆ اچھی بہن! خوش رہو۔ تمہاری آمد نے محفل میں چار چاند لگا دیے ہیں دعاؤں میں یاد رکھنا۔

عدیلہ طارق...... ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ سلام آنی! کیسی ہیں؟ امید ہے کہ ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ رہا آنچل تو یہ تو آنچل ہی ہے۔ جو اپنے لفظوں کی چادر سے مکمل ڈھانپ لیتا ہے۔ آنچل کی تمام کہانیاں زبردست ہیں۔ خاص کر عشنا جی کا ناول۔ لفظوں کا چناؤ اور اظہار کا اسلوب جس طرح آپ ان کو لفظوں کی لڑیوں میں باندھتی ہیں بہت ہی منفرد ہیں وہ۔ نازیہ کنول نازی اور اقراء جی کے ناول بھی اچھے جا رہے ہیں۔ باقی سلسلوں میں آپ کے شاعری کے اوراق تو نہایت عمدہ ہوتے ہیں۔ ”ہم سے پوچھیے“ میں تو دل کرتا ہے ہم بھی کچھ پوچھ لیں مگر...... کیا پوچھیں؟ ”دوست کا پیغام آئے“ بھی اچھا سلسلہ ہے بہت سے الفاظ جو کہنے مشکل ہوتے ہیں ان کو لفظوں میں ڈھال دینا زیادہ آسان لگتا ہے۔ ”در جواب آں“ میں آپ کے جواب اور وہ جو آغاز بھی ہے انجام بھی ”دانش کدہ“ اس کے بارے میں کوئی رائے نہیں سوائے اس کے کہ حقیقت اپنا آپ خود منوا لیتی ہے اور کسی بھی رسالہ میں میرا یہ پہلا خط ہے مجھے نہیں معلوم کیسے لکھتے ہیں خط۔ غلطی کوتاہی معاف۔ میری فرینڈ راشدہ کا 8 فروری کو برتھ ڈے ہے اس کو بھی آپ کے رسالے کے ذریعے اس کے جنم دن پر مبارک باد۔ زیادہ لمبا ہو گیا ہے خط اس سے پہلے آپ ڈانٹیں آنی جی اللہ نگہبان۔

☆ اچھی بہن! خوش آمدید! آپ کی آمد نے ہمیں خوشی دی ہے۔ ڈانٹنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

ارم...... لاہور کینٹ! السلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام اسٹاف اور امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہنستا مسکراتا رکھے آمین۔ اب آتے ہیں خط کی طرف تو آپی جانی میں آنچل کی کسی محفل میں پہلی بار شامل ہو رہی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ میرے اس خط کو آنچل میں ضرور شائع کر کے شامل محفل بنائیں گی۔ میں آنچل کی ایک پرانی قاری ہوں لیکن کبھی آنچل کو خط وغیرہ لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آنچل میرا فیورٹ ڈائجسٹ ہے اور اس کے سلسلے وار ناولز کے تو کیا کہنے ہیں۔ آنچل ہاتھ میں آتے ہی ”حمد و نعت“ کے بعد میں سلسلے وار ناولز کی طرف بڑھتی ہوں۔ سمیرا جی کا ”زرد موسم کے دکھ“ بہت زبردست جا رہا ہے۔ سمیرا جی اس کا اختتام بہت اچھا کیجیے گا۔ صوفی کے ساتھ اچھا نہیں ہوا پلیز اس کے آگے کچھ اچھا کیجیے گا۔ ”اور کچھ خواب“ میں معارج اور دامیان کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہے یہ دونوں خود کو کیا سمجھتے ہیں اور پلیز پارسا کو عدن کے ساتھ ہی کیجیے گا۔ ”بھیگی پلکوں پر“ بھی اچھا جا رہا ہے اب دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے یا تو مغزل اور پری کی دوستی ہوگی یا معمے سے پردہ اٹھے گا۔ ”پتھروں کی پلکوں پر“ بھی بہت زبردست جا رہا ہے اس پر تبصرہ میں اگلی بار کروں گی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ اچھی بہن! خوش آمدید پہلی بار آپ کی آمد اچھی لگی خوش رہو۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن۔ السلام علیکم! شہلا آپی کافی عرصہ بعد آپ کی محفل میں شرکت کر رہی ہوں کیا آپ نے کبھی یاد کیا ہے؟ فروری کا شمارہ ملا سرورق کچھ خاص نہیں تھا۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف انکل مشتاق احمد قریشی کی حقیقت پر مبنی ایک اور تالیف مکمل ہوئی ان کی پُر نور باتوں نے ہمارے دلوں کو منور کیا اس سب کا صلہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دنیا اور اگلی دنیا میں بھی دے گا آمین۔ چاروں بہنوں کا تعارف اچھا تھا لیکن طیبہ نذیر کے خیالات زیادہ اچھے لگے۔ بینا عالیہ کی ”میرے بے خبر“ اچھی تحریر تھی، بے شک آدمی کا دشمن آدمی ہی ہوتا ہے۔ ”قائم گنج کا پٹھان“ میں آپی فرحت آرا نے مجھے دو عورتوں کی یاد دلا دی جو ہمارے محلے میں رہتی تھیں۔ تھیں تو دونوں سوتنیں لیکن شیر و شکر ہو کے رہتی تھیں، میں تو کافی عرصہ انہیں ماں بیٹی سمجھتی رہی۔ ”آگہی کے جگنو“ ایک سادہ سی تحریر تھی اچھی رہی۔ ”شکستِ دل“ تو موجودہ دور کی مکمل تصویر تھی۔ ”غبار راہ“ بھی ایک اچھوتی تحریر تھی واقعی دنیا میں مسز جمال جیسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو کسی سے شکوہ نہیں کرتے اور اپنی اک الگ دنیا بسا لیتے ہیں۔ ”ہڑتال“ ایک دکھیا تحریر تھی، واقعی ہم جیسا بیج بوتے ہیں ویسی فصل کاٹ لیتے ہیں۔ ”تتلیوں کے پَر“ آسان پیرائے میں لپٹی ہوئی ایک پیاری تحریر تھی۔ ”آپ کی شخصیت“ اچھا سلسلہ ہے بندے کو اپنا آپ جانچنے کا موقع ملتا ہے۔ ہمارے مذہب اسلام نے عورتوں کو جو عزت اور تحفظ دیا ہے کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے۔ میرے تو بھئی پانچوں جواب نا میں ہی تھے۔ ام ثمامہ، وسیم اختر، تیز رضوی اور نازیہ کنول نازی کی شاعری اچھی لگی لیکن نازیہ جی مجھے آپ کے آخری شعر پر اعتراض ہے کیوں اپنے چاہنے والوں کا دل دکھاتی ہیں۔ ”بیاض دل“ میں روبینہ جعفر، حسنین خان حبہ، مسز پروین اختر، سیدہ آرائین جیا کے اشعار پسند آئے۔ ”یادگار لمحے“ تو سارا ہی لاجواب ہوتا ہے لیکن راشدہ شریف، صدف سلیمان اور فیاض اسحاق کی تحریریں بہت اچھی تھیں۔ عشنا جی، اقراء جی، نازیہ جی، سمیرا جی کے ناولز کا ذکر نہ کیا تو تبصرہ ادھورا رہ جائے گا۔ عشنا جی! شکر ہے آپ نے بھی کہانی کو ذرا آگے سرکایا اب انائیا اور معارج کو الگ نہ کریں۔ ناول کا سارا چارم ختم ہو جائے گا۔ سمیرا جی آپ کا ناول درد بھرا ہے واقعی ہمارے معاشرے میں اچھے لوگوں پر ہی بہتان لگائے جاتے ہیں آپ کی تحریر بالکل کھری ہے۔ اقراء جی آپ کا ناول اچھے طریقے سے چل رہا ہے۔ اکثر بہنیں نازی جی سے گلہ کرتی ہیں کہ آپ نے کرداروں کی بھرمار کر رکھی ہے مجھے آپ کے نئے کردار مزا دیتے ہیں۔ اب عدی کے کردار کو ہی دیکھ لیں ہمارے معاشرے کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ گوری کا انجام اچھا دکھائیے گا ویسے تو اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ”وہ اپنی راہ میں چلنے والوں کو ذلیل و رسوا نہیں کرتا۔“ قاری بہنوں آنچل اور آنچل اسٹاف کے لیے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

☆ اچھی بہن! خوش رہو اسی طرح محفل میں حاضری لگاتی رہنا۔ غائب نہ ہوا کرو۔

صائمہ علی...... کراچی۔ السلام علیکم آنچل اسٹاف اور سویٹ قارئین! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ آنچل کھولا تو سب سے پہلے ”حمد و نعت“ پڑھی۔ حکیم خان حکیم واہ سبحان اللہ کیا بات ہے آپ کی۔ آپ کتنی خوب صورتی سے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں تھوڑا اور آگے بڑھی تو مشتاق احمد قریشی صاحب کا ”شیطان کی حقیقت“ پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کی شر سے محفوظ رکھے آمین اور آگے چلے تو ”ہمارا آنچل“ اور ”آنچل کے ہمراہ“ پڑھا بہت لاجواب سلسلے ہیں۔ فرحت آپی کی تحریر دیکھ کر خوشی اور غم دونوں کی ملی جلی کیفیت سے ہمکنار ہوئی فرحت آرا آپی! آج ہمارے درمیان نہیں ہیں بھلے ہی پر آنچل نے فرحت آرا آپی کی تحریر شامل اشاعت کر کے انہیں پھر سے ہمارے بیچ لا کھڑا کیا ہے۔ ”قائم گنج کا پٹھان“ ایک بہت ہی بہترین تحریر ہے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے آمین۔ عشنا کوثر کا ”اور کچھ خواب“ بہت ہی خوب ہے اس میں دامیان اور انابتا کا کردار مجھے بہت پسند ہے۔ اقراء صغیر کا

"بھیگی پلکوں پر" اور نازیہ کنول نازی کی تو کیا بات ہے۔ "پتھروں کی پلکوں پر" ان کی بہترین تحریر ہے۔ اس مرتبہ "غزلیں نظمیں" میں نازیہ کنول نازی کی غزل واہ کیا خوب بالکل دل کی ترجمانی تھی۔ "بیاض دل" میں تمام اشعار ہی زبردست تھے۔ "یادگار لمحے" میں میاں بشیر احمد دلبر کی "حمد و نعت" رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بہت پسند آئی اور پروین شاکر کی نظم "پیار" بہت زبردست تھی۔ "آئینہ" میں فریحہ بشیر کا خط پسند آیا۔ "دوست کا پیغام آئے" میں فاطمہ عاشی کا "کچھ بہت خاص، بہت اپنوں کے نام" پیغام بہت، بہت پسند آیا۔ "ہم سے پوچھیے" میں شمائلہ کاشف کے دو بدو جوابات بہت ہی متاثر کن ہے۔ "کام کی باتیں" حنا احمد نے تمام کی تمام کام کی باتیں شیئر کیں پڑھ کر اچھا لگا۔ آخر میں "تندرستی نعمت" کا حصہ بھی بہت قابل تعریف تھا۔ مختصراً پورا کا پورا آنچل ہی بیسٹ تھا جی کچھ کچھ لگی اب جانا ہو گا اتنا کچھ لکھ ڈالا پر ابھی بھی لگتا ہے بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے اور ہمارے ملک پاکستان کو اپنے رحم اور کرم کے سائے میں رکھے آمین۔

☆اچھی بہن! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ امید ہے آئندہ تفصیلی تبصرے کے ساتھ حاضری دو گی۔

یاسمین عندلیب..... شور کوٹ کینٹ۔ پیارے آنچل اسٹاف اور قارئین السلام علیکم! امید ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ خیر سلسلے وار ناول بھی بہت اچھے جارہے ہیں مکمل ناول "زرد موسم کے دکھ" سمیرا جی ویل ڈن یار! بس اتنا کہوں گی "دل جیت لیتی ہو" اب آتے ہیں افسانوں کی طرف سب سے پہلے اپنی فرحت آپی کا "قائم گنج کا پٹھان" پڑھا بہت لطف آیا اور آپ سے Thanks کہ آپ نے فرحت آپی کی تحریر ان کے لفظ جو گمنام تھے انہیں ہم تک پہنچایا۔ ان کے ہر لفظ سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ہمارے پاس آکر ہمیں خود کہانی سنا رہی ہیں۔ ام ثمامہ کا افسانہ "ہڑتال" اچھا تھا خوش آمدید ام ثمامہ! "آگہی کے جگنو" پڑھ کر مزا آیا۔ باقی سارے افسانے بھی اچھے تھے۔ نازیہ آپی کی نظم بہت اچھی تھی باقی سبھی سلسلے بھی اچھے جارہے ہیں اور "بہنوں کی عدالت" سلسلہ بھی اچھا شروع کیا جارہا ہے۔ مجھے آنچل سے ایک شکایت ہے کہ میری بھیجی گئی تحریریں نظر انداز کررہا ہے کیوں جی......؟ آئینہ میں ضرور جگہ دیجیے گا پلیز پلیز...... پہلے تو کسی نہ کسی سلسلے میں شامل کر لیتے تھے مگر اب تو مسلسل دو تین ماہ سے ہمیں بھول ہی گئے ہیں، کوئی بات نہیں جناب! اوہ کیا کہتے ہیں جی...... "اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں"

☆اچھی بہن! تم ہمیں دل سے عزیز ہو۔ سو سارے شکوے گلے مٹا دو۔

طاہرہ غزل...... جتوئی۔ السلام علیکم شہلا آپی! تمام آنچل و قارئین کو محبت بھرا اسلام۔ سب سے پہلے میں نازیہ کنول نازی کا شکریہ ادا کروں گی جس نے انوشہ کو شاہ زر سے ملادیا۔ تھینکس نازیہ جی! اب صاعقہ کے ساتھ بھی بُرا مت ہونے دیجیے گا۔ سمیرا شریف طور کا "زرد موسم کے دکھ" بھی بہت خوب صورتی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ سمیرا جی نے تو ہر دفعہ ہمارا دل جیتا ہے۔ سمیرا جی بیسٹ آف لک۔ خدا اسی طرح آپ کو کامیابی سے ہمکنار کرے آمین پھر ہم جلدی سے اقراء صغیر احمد کی پاس پہنچے تو نہیں ہم تے "بھیگی پلکوں پر" میں پایا۔ اقراء جی آپ کی تو بات نرالی ہے آپ کی تعریف کے لیے ہمارے پاس الفاظ ہی نہیں ہے مجھے اس میں پری کا اور دادی اماں کا کردار بہت پسند ہے۔ اقراء جی کیپ اٹ اپ! اس سے پہلے کہ ہم کسی اور طرف بھاگتے عشنا جی نے ہمیں "اور کچھ خواب" دکھائے جو ابھی تک ادھورے ہیں۔ عشنا جی! معارج کا دماغ ٹھیک کردیں اور انائیا کے ساتھ کوئی ظلم نہ کریں۔ پارسا چوہدری کا پیج پوری طرح سامنے نہیں آیا، داسیان سوری انا جیا بیگ کے ساتھ کوئی کھیل کھیل رہا ہے یا اس سے محبت کرنے لگا یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ "قائم گنج کا پٹھان" فرحت آنی کا بہت ہی خوب صورت افسانہ تھا۔ "آئی آئی مس یو!" اللہ آپ کو جنت میں جگہ دے آمین۔ میں ابھی "ہڑتال" میں ام ثمامہ کا ساتھ دینے جارہی تھی کہ مجھے آواز سنائی دی میں نے غور کیا تو پیارے ایس صدیقی صاحب تھے وہ سب کو ان کی شخصیت کے متعلق بتارہے تھے تو ہم نے بھی وہیں ڈیرا جمالیا جس میں مجھے اپنی شخصیت کو نکھارنے کے متعلق بہت اچھی باتیں ملیں تھینکس اے ایس صدیقی صاحب آپ بہت اچھے طریقے سے شخصیت کے متعلق رہنمائی کرتے ہیں ابھی یہ باتیں سن ہی رہے تھے کہ "ڈش کا مقابلہ" شروع ہوگیا جس میں رضوانہ ملک کی گرین فش چٹنی۔ طاہرہ ملک کے مٹن پسندے جو مجھے پسند آئے۔ چاکلیٹ ڈیلائٹ رانی اسلام نے بہت ہی ٹیسٹی بنایا ہوا تھا۔ باقی ساری ڈشوں کی خوشبو نے ہمیں اپنی طرف بلایا تو ڈاکٹر ہاشم مرزا نے کہا یہ سب "آپ کی صحت" کے لیے ٹھیک نہیں ہے تو ہم واپس چلے آئے "ہم سے پوچھیے" شمائلہ کاشف کے پاس گئے جو جواب دینے میں مصروف تھیں۔ حنا احمد سے "کام کی باتیں" کررہے تھے کہ جویریہ طاہر نے "یادگار لمحے" میں پہنچادیا۔ یادگار لمحے واقعی یادگار ہی تھے وہاں سے بھی اپنی یادوں کو تازہ ہی کررہے تھے کہ روبین احمد کے "بیوٹی گائیڈ" سے ہمیں اپنی بیوٹی کا خیال آیا تو وہاں سے کچھ ٹوٹکے پھر تو شہلا عامر نے ہمیں "آئینہ" دکھایا جہاں ہمیں اپنے علاوہ سب نظر آئے آخر میں "سائرہ مشتاق کو سلام کیوں گی کہاں ہو تم سائرہ؟ کبھی تو حاضر ہو جایا کرو میں تمہیں یاد کرتی ہوں"۔

☆اچھی بہن! آپ کے دلچسپ خط نے محفل کو چار چاند لگا دیے۔ بہت خوب! خوش رہو۔

بقیہ خطوط کی رسید:

عمرانہ رمضان، سرگودھا۔ ایمن وفا، بھٹو۔ سمیرا ایمان، جہلم۔ صبا رحمٰن، مقام نامعلوم۔ عارفہ سعید، ہری پور۔ (مدیحہ نورین مدوح برنالی) حرم نور، کراچی۔ فاطمہ عاشی، جھنگ۔ ثانی چوہدری آکسفورڈ یو کے۔ فاخرہ مرزا، چنیوٹ۔ کامران خان، کوہاٹ۔ راشدہ شریف چوہدری، اوکاڑہ۔ ام حبیبہ نذیر، نوسال مصور۔ ظل ہما، جکھڑ فیصل آباد۔ پروین افضل شاہین، بہاولنگر۔ شگفتہ خان، بھلوال۔

ای میلز:

پریشے، چکوال۔ گوری خان، لاہور۔ سبینہ رشید، لاہور۔ سلمیٰ نعیم گل، لاہور۔ ثمن، مظفر گڑھ۔ سعدیہ مصور، لاہور۔ نبیلہ منور، لندن۔ راحیلہ عزیز، بھکر۔

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل اسٹاف اور رائٹرز بہنوں کے نام

سب سے پہلے آنچل کے اسٹاف آپ تمام کے لیے بہت دعائیں اور جزاک اللہ کہ آپ نے میرے بہنوئی اور نگہت باجی کے شوہر کے انتقال پر تعزیت کی اور ان کی مغفرت کے لیے دعا کی اپیل کی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو جزائے خیر دے اور دین اور دنیا میں آپ کی بھلائی ہو آمین ثم آمین اور میں ان تمام بہنوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے ہم سے تعزیت کی اور ہمارے غم میں ہمارا ساتھ دیا خاص طور پر فصیحہ آصف، شمیم ناز، سباس گل، مصباح نوشین، فرحانہ ناز، سعدیہ رئیس، نگہت اکرم، غزالہ جلیل، فریدہ جاوید، شگفتہ شفیق، اللہ تعالیٰ آپ تمام بہنوں کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔ اگر کسی بہن کا نام رہ گیا تو معذرت۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

آنچل اسٹاف اور فرینڈز کے نام

بلاشبہ آنچل ایک مکمل اور جامع رسالہ ہے میری ایک درخواست ہے بلکہ تمام قارئین کے دل کی آواز ہے وہ یہ کہ آنچل کی صحت میں اضافہ کردیں پلیز (کیا سمجھے؟) ارے میرا مطلب ہے آنچل کے اوراق کی تعداد بڑھا دیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اور عاشو! کیسی ہو؟ سویٹ ہارٹ اور تمہارا بے بی کیسا ہے؟ کیا نام رکھا ہے اس کا؟ جلد مجھ سے رابطہ کرو پلیز اور سونیا جی! یاد بھی ہے کہ مارچ میں میری سالگرہ ہے اور عادی تم میرے بہت اچھے دوست ہو اور ہاں اقراء تم سب سے بہت پیار کرتی ہے اپنا خیال رکھیے اور دعاؤں میں یاد رکھیے اللہ حافظ۔

اقراء افضل...... جلال پور

پیاری زندگی کے نام

ڈیئر سویٹ بھتیجا علی تجرات! آپ کو میری طرف سے بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ اللہ تمہیں زندگی میں بہت بہت خوشیاں نصیب کرے آمین اور میری بہن مریم جبین کو بہت بہت مبارک ہو M.A پاس کرنے کی خوشی میں کیونکہ ہمارے خاندان میں یہ پہلی لڑکی ہے جس نے ایم اے پاس کیا ہے فرسٹ ڈویژن میں اور واصل، التمش، لیہا، اسامہ، سالار، دلاور، عیشہ، شاہ زیب، جمشید کو زندگی کی تمام خوشیاں نصیب ہوں آمین۔

سویٹ لاریب...... ٹکال

اقراء مہرین وشال کے نام

ہیپی برتھ ڈے ڈیئر اقراء وشال! 18 مارچ کو تمہاری برتھ ڈے ہے، میں نے سوچا چلو اس بار تمہیں آنچل کے ذریعے وش کروں، کیسا لگا میرا سرپرائز؟ ضرور بتانا۔ میری دعا ہے کہ تم دنیا کے آنگن میں ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو اور آنچل کے ذریعے میں تمہیں اسی طرح تاحیات وش کرتی رہوں۔

مدیحہ آصف، اقصیٰ شفیق، عائشہ شفیق عاشی......

عبدالحکیم، مجاہد آباد

عزیز از جان دوست سالگرہ مبارک

سدا خوشیوں، محبتوں، چاہتوں کی دعا کے ساتھ (9 مارچ) سالگرہ مبارک۔ آپ کا ساتھ کسی نعمت سے کم نہیں۔ سچ ہی سنا تھا کہ اچھے دوست زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ ہوتے ہیں اور اگر یہ اثاثہ ہی مختصر ہو تو مزید قیمتی ہو جاتا ہے۔ میرے پاس دوستوں کی کوئی طویل فہرست نہیں ہے۔ میں اپنا ہر دکھ سکھ، ہر سوچ، ہر احساس بلا جھجک آپ سے شیئر کرتی ہوں۔ قدم قدم پر میرا ساتھ دینے کا بے حد شکریہ، یونہی ہمارا ساتھ قائم رہے۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے Happy Birthday to You خدا کرے آنے والا ساتھ آپ کے دامن میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کے ساتھ ساتھ اقبال و عروج بھی لکھا ہو۔ سدا مسکراتے، ہنستے، خوش رہتے، خوشیاں بانٹتے آپ کا سال بیتے۔ اگر اللہ نے چاہا تو 9 مارچ کو مل کر آپ کی سالگرہ منائیں گے ان شاء اللہ۔ اپنا بہت خیال رکھنا اپنے

اردگرد رہنے والوں کا خیال رکھنا' دعا گو۔

سیدہ آرائیں جیا...... تلہ گنگ

سویٹ دوستوں کے نام

السلام علیکم! بہاروں اور پھولوں کی ملکہ فصیحہ جی! جھرنوں جیسی کھلکھلاتی سپاس گل! سویٹ سویٹ غزالہ جلیل راؤ! بے حد پیاری سی نزہت جبیں پرُخلوص اور شفیق ہستی نگہت غفار جی۔ دل کی دھڑکن' دھڑکن بلوچ! ستاروں جیسی بشریٰ باجوہ کو بے حد دعا' سلام اور پیار۔ روٹھی روٹھی سی فریدہ خان' آپ کی آپی اور دوست۔

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور

فرینڈز اور رائٹرز کے نام

طویل عرصے کے بعد فراغت ملی تو سوچا طویل خط لکھوں لیکن سمجھ نہیں آرہا کہاں سے لکھوں اور کیا کیا لکھوں۔ تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں اور سب فرینڈز کے تبصرے ہی آنچل میں رنگ بھرتے ہیں۔ کچھ فرینڈز نے آنچل میں مجھے دوستی کا پیغام بھیجا تھا لیکن ازلی سستی آڑے آگئی۔ جس کی وجہ سے ان کو جواب نہ دے پائی۔ اب حاضر ہوں یار! نیا سال آپ سب کو مبارک ہو۔

طوبیٰ بلال...... مقام نہیں لکھا

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! مارچ میں بہت سی کلیوں کی برتھ ڈے ہے' جن میں حجاب' چندا' سومی' ارم اور زنیرہ نوید آپ سب کو بہت بہت مبارک ہو سالگرہ۔ خدا تعالیٰ آپ کو خوشیوں سے نوازے' آمین۔ فرح جانی کامیابیوں کے آسمان میں سدا چمکتی رہو' خدا تمہیں خوش رکھے' آمین۔ عطروبہ مبارک ہو امتحان میں کامیابی۔ اب آنچل میں واپس آجاؤ۔ میری نائس سویٹ کیوٹ فرینڈز کیسی ہو آپ سب؟ کیا ہو رہا ہے آج کل؟ جلدی سے آنچل میں حاضری دو۔ سدا خوش رہو آپ سب۔ تانی ڈیئر! اپنا خیال رکھا کرو۔ تمام نئی فرینڈز کو سلام اور دعائیں' اپنا خیال رکھنا اور دعاؤں میں یاد رکھنا' والسلام!

کرن وفا...... کراچی

فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گی' آپ سب سے بہت معذرت کے ساتھ کہ میں آپ سے مزید دوستی نہیں رکھ سکتی۔ آپ سب ماشاء اللہ بہت اچھی ہیں مگر میری اپنی ایک الگ سی طبیعت اور سوچ ہے' آپ سب کے بیچ میں آکے مجھے لگا کہ میرا معیار میری طبیعت بالکل آپ سب سے مختلف ہے' بقول کسی کے ''میں نہ آتی آپ سب کے بیچ میں' کیوں آئی آپ سب کے بیچ'' تو واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی جو میں آپ لوگوں کے بیچ آگئی' اگر آپ سب کو میری طرف سے کوئی دکھ' کوئی تکلیف ہوئی ہو تو میں معافی چاہتی ہوں اس کے لیے۔ آپ سب مجھے معاف کردینا پلیز' اس شعر کے ساتھ اجازت۔

تیرے خلوص پہ شک تو نہیں مجھے مگر
میں کیا کروں کہ میرا اعتبار ٹوٹ گیا ہے

تانی چوہدری...... آکسفورڈ یوکے

سعدیہ کے نام

پیاری دوست سعدیہ! تمہاری برتھ ڈے ہے نا 12 مارچ کو تو بہت بہت مبارک باد۔

سالگرہ کے لمحوں میں
آج جنم دن پر تیرے
کچھ لفظ میں لکھنے بیٹھی ہوں
سرمئی شام کے سایوں میں
تیری سالگرہ کے لمحوں میں
تیرے جنم دن پر یہ تحفہ
میری دل وجان سے یہ دعا ہے
سچ میں ملے وہ سب کچھ تمہیں
جو رہتا ہے تیرے سپنوں میں
تیری سالگرہ کے لمحوں میں

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

عائشہ بلوچ اور صنم ناز کے نام

السلام علیکم! عاشی کیسی ہو جانی؟ یار اتم بہت نائس ہو

رئیلی کبھی کبھی میں سوچتی ہوں' جانے تم میری کس نیکی کا صلہ ہو۔ تمہارا پیار میری زندگی ہے عاشی! سو میری زندگی بھی مجھ سے مت چھیننا ورنہ اچھا نہ ہوگا' اوکے؟ خوش رہو اور اب میری پیاری سی صنم کیسی ہو میری جان؟ اے چڑیل! تم بہت سویٹ ہو مجھ سے بھی زیادہ۔ صنم! مجھے تم پر بہت اعتبار ہے پلیز کبھی میرا اعتبار مت توڑنا ورنہ تمہاری اریبہ شاہ ٹوٹ جائے گی' جسے تم نے بڑی مشکل سے جوڑا ہے' ایک بات کہوں؟ آئی لو یو سچی مچی اوکے اور میری باقی سویٹ سی فرینڈز ایمان بٹ' جگر بس تم ایسی ہی رہنا' مہرین رانا' ایمن شاہ' زاہدہ ملک' امید جانو' ام مریم' مائی آئیڈیل ماہ رخ بھائی' بشریٰ آپی' چندا' سلمیٰ ملک' نائس گرل مہوش ملک آئی مس یو۔ لوٹ آؤ مشی! غزل ملک' انزا ایمان میری بھولی فرینڈ انابیہ علی' ظل ہما' شا علی کیا چیز ہو تم یار! نازی آپی آئی مس یو...... عافیہ چوہدری گندی بچی! انعم آپی' دعا احمد' دعا نور' ارم نور' ثنا اعوان' ثانیہ تھمبیل' سمیعہ تسنیم شگفتہ خان' ثوبیہ مرزا' سمیرا طور' طاہرہ ملک' مریم عرفان' ندا چوہدری' نادیہ جہانگیر' عفت قریشی' کرن شاہ جان موٹی ہوجاؤ نا! فروا ملک' غزل ناز' کیسی ہو ڈیئر! اور امیمہ شاہ' مقدس رباب' سائرہ مشتاق' سمیرا مشتاق' رومان ملک' شائلہ اکرم' نجم انجم' آپ سب کو اریبہ شاہ کا پیار بھرا سلام۔ دعاؤں اور دلوں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

اریبہ شاہ...... بہاولپور

اٹلی میں مقیم اپنی خالہ کے نام

السلام علیکم! سویٹ سی خالہ جان! مجھے آپ سے شکایت ہے کہ آپ ہم سے اتنی دور پیا دیس جاکر بس گئیں۔ اٹلی کا موسم خوب انجوائے کرتے ہوں گے آپ پلیز اپنا اور میرے کزنز شکیل' عقیل' ردا اور عروہ اور میرے نائس سے چاچو کا بہت خیال رکھنا اور جلدی پاکستان آپ سب لوگ واپس آجائیں پلیز۔ آئی مس یو شکیل تمہیں سالگرہ بہت مبارک ہو' جو گفٹ کہو گے بھیجوں گی چچی۔ میرے چندا! ناراض کیوں ہوتے ہو اور خالہ آپ کے بھیجے ہوئے گفٹس ہمیں بہت پسند آئے ہیں۔ تھینکس

اور عافیہ بھابی نیا مہمان مبارک ہو اور ان سب فرینڈز کو سلام اور تھینکس جنہوں نے مجھے جنوری میں برتھ ڈے وش کیا میری پریوں سویٹ سب کو میرا سلام۔ آپ سب ہمیشہ خوش رہیں جیسے آنچل میں ابھی اپنا نام پڑھ کے ہو رہی ہوں۔ ہارونہ' رائقہ' صبا' ثوبیہ' جویریہ' ثمینہ سب کو بہت دعائیں۔ اوہو شمیم! تم کیوں پریشان ہو رہی ہو' تمہیں بھی منگنی مبارک' خوش رہو' دعاؤں میں یاد رکھنا' آپ سب کی دوست' اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مدوح...... برنالی

اک دوست کے ''آر'' کے نام

کوئی ڈھونڈ ایسا ہم سفر جسے تو اپنا بنا سکے
تو کہے کہ رات ہو اور وہ چاندنی لٹا سکے
تیرے آنسوؤں کو سمیٹ لے کہ کوئی نہ تجھ کو رلا سکے
تیری راہ میں ہوں مشکلیں اپنی پلکوں سے وہ ہٹا سکے
تجھے رکھ لے اپنے حصار میں کہ تجھ کو نہ کوئی چرا سکے
وہ ہو تیرے اتنے قریب کہ کسی کی یاد بھی نہ تجھے آسکے

ایس عطاریہ...... بارہ قطر

تتلیوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز کیسی ہو آپ سب؟ امید ہے رب کریم سے زندگی کو خوب خوب اور خوب انجوائے کرتی ہوں گی سب اللہ کرے ہمیشہ ایسے ہی خوش باش رہیں تو لیں جی جناب! رابعہ اکرم حاضر خدمت ہے۔ سب سے پہلے میری سویٹ سی رانی سی کرن تھینکس ڈیئر! ارے یار یاد رکھنے کا۔ اب لڑائی مت کرنا' دیکھو میں نے کب کہا تم بھول گئیں مجھے' خوش رہو۔ ارے یار آگے جانے دو باقی فرینڈز بھی انتظار کررہی ہیں میرا اور ایک بہن نے شاید نومبر کے آنچل میں نام ہے ان کا' مہوش ہے نے ہاتھ...... آہو یار! شرم آرہی ہے۔ تھینکس آپ کی اتنی محبت کا' ویسے میری ایک کلاس فیلو مہوش ہوتی تھی میں اس سے بڑا پیار کرتی تھی۔ ہائے آپ وہ ہی مہوش تو نہیں؟ اور حفصہ بتول شکریہ کہ میں جو بھی تھوڑا بہت لکھتی ہوں آپ کو پسند آیا اور میری سوہنی سی عائشہ رانی کیسی ہو تم؟ شکریہ

بہت بہت کہ تم نے یادرکھا او ہو یار! مطلب ہماری فرمائش پرلکھا آنچل میں پیغام۔ چندا! شادی بہت بہت مبارک ہو۔ ہمیشہ خوش رہو آمین اور ظل ہما کیسی ہوتم؟ پڑھائی کیسی جارہی ہے؟ سومی! تم سناؤ کیا حال احوال ہے؟ اور میری لولی زرتاشہ اور سائرہ! تم سناؤ؟ جلدی آجاؤ، فیصل آباد زرتاشہ اردوادب میں ماسٹرز کرواور میرانام روشن کروہاہااور غزل ملک آپ سناؤ کیسی ہو؟ کیا چل رہا ہے آج کل؟ سحر! تم سناؤاب کیا گھر میں فارغ رہتی ہو یا کچھ کام وام بھی کرتی ہو؟ آنجوتم پھرآنچل پڑھنا شروع کردونا یار! نوشی تم سناؤ وہ بک کا کیا بنا تمہاری! مجھے انتظار ہے۔ عطروبہ! کہاں غائب ہو یار آجاؤ واپس...... زوبی! تم سناؤ کہاں غائب ہو؟ نادیہ جہانگیر آپ کیسی ہو پیاری بہنا! اور بہت سی فرینڈز کے نام رہ گئے ان شاءاللہ پھر سہی۔ اب کے لیے معذرت، خداحافظ۔

رابعہ اکرم...... فیصل آباد

فرحت آنی جان (مرحومہ) کے نام

اک روگ ہے کہ روح میں اتر گیا ہے
اک درد ہے کہ کھا گیا ہے دل کو

آنی جان! جب سے آپ گئی ہیں تب سے آنچل دیکھتے اور پڑھتے وقت دل کی حالت عجیب سے عجیب تر ہوجاتی ہے۔ ہر شے مجھ سے بالا دکھائی دیتی ہے۔ آپ کی ذمہ داریاں تو بانٹ دی گئی ہیں جو کہ مدیرہ آنٹی اور آنچل ممبران بخوبی سرانجام دے رہے ہیں مگر آپ کا لہجہ، حوصلہ دینے کا انداز بہت زیادہ یاد آتا ہے۔ دل سے ہمیشہ آپ کی مغفرت کی دعائیں کرتی ہوں، آپ کا خیال ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے۔ آپ کے چلے جانے سے آنچل بھی روٹھا روٹھا رہتا ہے، ہما جی! تو میری جگہ ہمیشہ ہی دوسروں کو دے دیتی ہیں۔ ہما جی! کیا آپ مجھ سے ناراض وخفا ہیں؟ کیوں؟

عطروبہ سکندر...... اوکاڑہ

آمدِ بہار کے نام

السلام علیکم فرینڈز! سب کیسی ہیں؟ اللہ سب کو ہنستا مسکراتا اور خوش آباد رکھے، آمین۔ سب سے پہلے تو مجھے غزل ملک کے کان کھینچنا ہیں کہ نمبر کیوں آف کیا ہوا ہے؟ اپنی خیریت کی اطلاع کے ہمراہ رابطہ کرو یار۔ چندا جی! بہت بہت مبارک ہو۔ آپ تو لفٹ ہی نہیں کرا رہیں۔ حجاب عباس نقوی! چھوٹی تمہاری 27 مارچ کو سالگرہ ہے میری طرف سے بے تحاشا دعائیں اور پیار۔ جلدی آجاؤ یار! بہت یاد آتی ہو۔ ارم نور ارما، آپی آپ کی سالگرہ 25 کو ہے۔ اپنی چھوٹی بہن کی جانب سے ڈھیروں دعاؤں کا تحفہ وصول کیجیے۔ اللہ آپ کو جاوید بھائی کے ساتھ ہمیشہ خوش اور آباد رکھے۔ عفان کو ڈھیر سارا پیار کیجیے گا۔ اب باری آتی ہے یاسر جیلانی کی جس کی 31 مارچ کو سالگرہ ہے تو نالائق اور شرارتی بچے! تمہیں سالگرہ مبارک۔ خدا کرے کہ تم اس سال شرارتوں سے زیادہ پڑھائی پر توجہ دو۔ سائرہ مریم 8 فروری، پروین 8 فروری، زوبی 9 فروری، مریم 16 فروری، واصف 9 فروری، ناصر 20 فروری تم سب کو تمہاری گزری ہوئی سالگرہ مبارک ہو۔ جگنو کے لیے تو میری بہت اسپیشل سی دعائیں ہیں (اب یہ مت کہنا کہ سب کے بعد میری یاد آئی)۔ شانی! کو ڈھیر سارا پیار کرنا اور زور سے گال پہ چٹکی بھی کاٹنا کہ مانو آپی کے پیار کا یہ ہی اسٹائل ہے۔ امی اور پاپا کو سلام عرض کرنا۔ ثناء اعوان! تم کیسی ہو؟ تم ذرا لڑائی کم کیا کرو (میرے ساتھ نہیں یاسر کے ساتھ)۔ ہمیشہ خوش اور مسکراتی رہو۔ یاروکی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ عابی! یار کوئٹہ کے ٹکٹ بھیج کے مجھے بھی بلوالے میرے بغیر ٹھنڈا انجوائے کرنے میں مزا نہیں آئے گا۔ رقیہ! کہاں ہو یار! اتنی دور چلی گئی ہو بہرحال پھر بھی مجھے خوشی ہے کہ تم صاحبِ روزگار ہوگئی ہو۔ یہ مت بھولو کہ میری ٹریٹ ابھی دینی ہے تم نے...... اب سب سے اسپیشل لوگوں کی باری ہے جنہوں نے اس مرتبہ M.A کا پل صراط بخیروعافیت پار کرلیا ہے۔ سمیعہ مریم جو میری سویٹ سی مامی ہے، ام کلثوم جو ہماری جوتا برادر ہے اور مجھے بہت زیادہ پیاری بھی، دونوں کو M.A اسلامیات کی ڈگری مبارک ہو اور اگر بات کی جائے نکموں کے ٹولے یعنی ہمارے گروپ کی تو اللہ کے فضل وکرم سے ہم چار ممبرز میں سے آصف اور میں 1st ڈویژن میں جب کہ جس کا یقین ہمیں ابھی تک نہیں آتا۔ (کیا کریں پڑھا بھی تو کا کھ نہیں تھا) بہرحال ہمارا ایم ایڈ بھی ہوگیا ہے سو ہمارے پورے گروپ کو مبارک باد اور سب مل کے دعا کرو کہ اب مجھے غزالہ اور آصف بھائی کو جلد از جلد جاب بھی مل جائے، آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ آپ سب کی لاڈلی۔

ظل ہما...... فیصل آباد

کزن اقراء شفقت ہاشمی اور دوستوں کے نام

مائی جینئس کزن اقراء شفقت ہاشمی! کیسی ہو آپ؟ پہچان لیا کیا؟ وش یو بیسٹ آف لک اور تمہارے مستقبل کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ خوش رہیں ہمیشہ...... حورارم شاہ آپ کو آپ کی منگنی کی بے حد مبارک باد۔ ڈاکٹر ام ایبہا شاہ! آپ اپنا اسپیشلائزیشن کرکے امریکا سے جلد از جلد لوٹ آئیں آئی مس یو ویری مچ...... فرح طاہر! کیسی ہیں آپ؟ دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیے گا اور نغمہ عارف تھینکس آلاٹ...... "تھینکس فار الیوری تھنگ"......

عکس ہاشمی...... حجرہ شاہ مقیم

پُرخلوص دوستوں فرح طاہر اور کرن وفا کے نام

سلام چاہت! کیسی ہو آپ دونوں؟ اللہ پاک آپ دونوں کو ہمیشہ خوش اور آباد رکھے۔ اپنی رحمت کا سایہ ہمیشہ آپ دونوں پر رکھے اور ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔ آپ دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اتنی کہ میرے پاس الفاظ نہیں، اپنی خوشی کا اظہار کرسکوں۔ دوستو! میری دعا ہے کہ آپ دونوں ہمیشہ اک ساتھ رہو، آپ دونوں کی دوستی تا قیامت قائم رہے۔ اللہ پاک آپ لوگوں کے نصیب اچھے کرے اور آپ لوگوں کی ہر جائز حاجت پوری ہو، آمین ثم آمین اور ہاں یاد آیا آپ لوگوں کو ایک اطلاع دینی تھی کہ آپ دونوں اب شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً سے پہلے مجھے ٹریٹ دو ورنہ...... پھر آہو! اب آپ لوگ کہیں گی کہ مبارک باد تو دی نہیں اور ٹریٹ مانگ رہی ہے تو جناب عزت مآب دوستوں جب پیٹ میں کچھ جائے گا نہ تو منہ سے مبارک ہو مبارک ہو کی صدا نکلے گی نا (ہاہاہا)۔ آپ لوگ اپنا خیال رکھنا اور ہمیشہ مجھ سے دوستی رکھنا اور رابطے میں رہنا، اللہ نگہبان، دعاؤں کی طلب گار۔

امرینہ خان امبر...... ملتان

عائشہ نامی تمام بہنوں کے نام

السلام علیکم! میری وہ تمام بہنیں جن کا نام عائشہ ہے۔ آپ سے میں آنچل کے ذریعے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جو عائشہ کے اصل نام سے ہٹ کر نک نیم استعمال کرتی ہیں یعنی اپنے نام کے ساتھ عائشہ ایش کا استعمال کرتی ہیں۔ کیا آپ ایک مقدس نام مبارک کی توہین نہیں کررہیں۔ آپ کا نام اس مبارک ہستی کے نام پر جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی کم از کم اٹھارہ آیات نازل کیں۔ آپ اس نام کو مختصر کرکے ایش یعنی (راکھ) کرلیتی ہیں، بڑے افسوس کی بات ہے۔ عائشہ نام سے تو آپ کو ایک نسبت ملتی ہے۔ انتہائی پاکیزہ ہے مقدس نام کو آپ انڈیا کی ہندو اداکارہ کے نام سے نسبت دے رہی ہوتی ہیں۔ آخر کیا ہے اس ہندو عورت میں کہ آپ نے اس مقدس نام کو (راکھ) میں بدل دیا۔ مجھے اتنا غصہ آتا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ آنچل کی مدیرہ صاحبہ سے بھی گزارش ہے کہ اہل بیت یا صحابہ کرام کے نام مبارک کا نک نیم مت شائع کریں۔

زمانے کی ٹھوکریں کھانے لڑکھڑانے اور ڈوبنے کے بعد
ہمیشہ اہل بیت کے مقدس نام نے ہے بچایا

شمائلہ رفیق...... سمندری

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

مریم جبیں......ٹکال

س: زندگی ایک سفر ہے یا پھر امتحان گاہ؟

ج: ایک ایسا سفر جس میں نشیب و فراز بھی آتے ہیں۔

س: اپنے بے رخی کب برتتے ہیں؟

ج: جب ہمارے خیال میں وہ "بدل" جاتے ہیں۔

س: جب پاکستان کو آزادی جیسی نعمت ملی تو آپ کی عمر کتنے برس تھی؟

ج: ہم پالنے میں تھے۔ سمجھیں!

سائرہ پرواکرن......راجن پور

س: کوشش کے باوجود ہمیں وہ چہرے خواب میں نظر کیوں نہیں آتے۔ جنہیں ہم دیکھنا چاہتے ہیں؟

ج: کیونکہ بند آنکھوں کے خواب ہماری دسترس میں نہیں ہوتے۔

س: ماڈرن دَور کی محبت اور پرانے دَور کی محبت میں کیا فرق ہے؟

ج: محبت ہر دَور میں محبت ہی کہلاتی ہے۔

س: محبت کے کھیل میں ریفری کون ہوتا ہے؟

ج: متوقع ساسیں۔

رخسانہ قاسم......کراچی

س: محبت کب خواب بنتی ہے؟

ج: جب دسترس سے دور ہو جاتی ہے۔

س: کسی کے انتظار کی گھڑیاں لمبی کیوں ہوتی ہیں؟

ج: انتظار کے لمحات جانگسل جو ہوتے ہیں۔

س: پیار کے اظہار کرنے کا کوئی آسان نسخہ بتائیں؟

ج: اس کو چاہا بھی تو اظہار نہ کرنا آیا
کٹ گئی عمر ہمیں پیار نہ کرنا آیا
تم نے مانگا بھی اگر کچھ تو جدائی مانگی
اور ہم کہ ہمیں انکار نہ کرنا آیا

سونی علی......ریشم گلی مورو

س: آپ کے در پر کتنی بار آتے ہیں مگر ہر بار......!

ج: تاخیر سے آتی ہونا اب تو خوش۔

س: لگتا ہے ہم آپ کو اچھے نہیں لگتے یا پھر ہمارے سوالات اتنے مزے کے ہوتے ہیں کہ آپ لاجواب ہو جاتی ہیں۔

ج: چلو مان لیا کہ تم لاجواب ہو۔

عروسہ شہوار......کالا گوجراں جہلم

س: میرے غم کی آگ دیکھ کر اس ظالم کی آہ سرد ہے کس لیے؟

ج: تاکہ تمہارے غم کی آگ بجھ جائے۔

س: نہیں ملتی اب وفا دنیا میں' بدل جانے کی رسم اتنی عام کیوں ہو گئی ہے؟

ج: تم نے سنا نہیں' تغیر سے عبارت ہے زمانے کا نظام۔

س: جرم کرنے کے بعد ہی اعتراف کیوں کیا جاتا ہے؟

ج: اعتراف ہمیشہ چھتر پڑنے کے بعد کیا جاتا ہے۔

س: میں تو بچھڑی تھی اسے اپنی یاد دلانے کے لیے مگر اس نے تو میرے بنا ہی جینا سیکھ لیا کیا کروں؟

ج: اب تم بھی اس کے بنا جینا سیکھ لو۔

عطروبہ سکندر......اوکاڑہ

س: کیا میں یاد ہوں؟

ج: بالکل یاد ہو' کیسی ہو؟

س: آنچل میں اجنبی اور بدلا بدلا سا کیوں لگنے لگا ہے؟

ج: آنچل تمہارا اپنا ہے' تم اپنا چشمہ بدلو۔

س: آپ کی محفل کے عروج کا راز کیا ہے؟

ج: تم جیسی بہنوں کے چٹ پٹے سوالات۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

س: اگر کوئی پریشانی میں بیٹھا ہو تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ لانے کے لیے کیا کیا جائے؟

ج: جوکر بن جاؤ۔

س: آپی جی اچھی زندگی گزارنے کا کوئی طریقہ بتائیں؟

ج: خوش رہو اور دوسروں کو خوش رکھو۔

س۔م۔ک......فیصل آباد

س: انسان محبت کا اظہار تحفہ دے کر کرتا ہے نفرت کا کیسے کرے؟

ج: ڈنڈے برسا کر۔

س: کوئی اچھا سا شعر سنائیں' جو دعا بھی ہو میرے لیے؟

ج: تم جیو ہزاروں سال
سال کے دن ہو پچاس ہزار

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س: دن میں تارے کب نظر آتے ہیں؟

ج: جب سر پر ڈنڈا پڑتا ہے۔

س: میں اپنا موٹاپا کس طرح ختم کروں؟

ج: روز دوڑ لگایا کرو۔

س: میری سالگرہ کا سن کر مرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کیا سوچنے لگتے ہیں؟

ج: بجٹ کا تخمینہ لگانے بیٹھ جاتے ہوں گے۔

طیبہ شیریں......کوری خدا بخش

س: آپ مجھے بھول کیوں گئیں؟

ج: یہ تم سے کس نے کہا؟ تم ہمیں خوب یاد ہو۔

س: شاعر اور شوہر میں کیا فرق ہے؟

ج: شاعر شوہر ہو سکتا ہے مگر ہر شوہر شاعر نہیں ہو سکتا۔

آسیہ اشرف......فیصل آباد

س: ہم انسان عارضی زندگی سے اتنی محبت کیوں کرتے ہیں؟

ج: آخرت کی زندگی کو بھلا جو دیتے ہیں۔

س: سنا ہے آپی کہ یک طرفہ محبت میں اذیت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ج: اذیت تو دو طرفہ محبت میں بھی ہے۔

سمیرا اشتاق ملک......اسلام آباد

س: آنی! اتنے عرصے غیر حاضری کے بعد حاضر ہوں آپ نے میری غیر حاضری کو محسوس کیا؟

ج: بالکل محسوس کیا۔ کہاں گم تھیں؟

س: میری شدید خواہش ہے کہ......؟

ج: "ہم سے پوچھیے" میں آپ کا نام جگمگائے۔

س: اچھا آنی اب اجازت اگر آپ نے یاد رکھا تو دوبارہ حاضر ہوں گی۔ ایک اچھی سی دعا دیں؟

ج: تم سب ہمارے دل میں رہتی ہو' اس لیے ہمیشہ یاد رہتی ہو۔

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

س: آپی اس ماہ میری سالگرہ ہے تو کیا گفٹ دے رہی ہیں مجھے؟

ج: ہمیشہ خوش رہنے کی ڈھیروں ڈھیر دعائیں۔

س: آپی کسی کو یاد کر کے رونا محبت ہے یا روتے ہوئے کسی کو یاد کر کے خاموش ہونا محبت ہے؟

ج: خاموش رہنے میں ہی عافیت ہے۔

ربیعہ...... چوٹالہ

س: السلام علیکم آپی! کیا میں آپ کی محفل میں شریک ہوسکتی ہوں؟

ج: وعلیکم السلام آجائیے، محفل لگی ہوئی ہے۔

س: آپی یہ بتائیں کہ بھول اور قبول میں کیا فرق ہے؟

ج: انکار اور اقرار کا۔

س: موٹی اور چھوٹی بیوی میں کیا فرق ہے؟

ج: کوئی فرق نہیں، دونوں "بیوی" ہیں۔

س: روٹھے ہو تم، تم کو کیسے مناؤں...... بتائیں؟

ج: کوئی ضرورت نہیں، خود ٹھیک ہوجائیں گے۔

س: وہ آئے ہمارے گھر میں خدا کی قدرت...... بھلا کون؟

ج: آنچل۔

س: اچھا آپی اجازت کیا میں آئندہ ماہ شرکت کرسکتی ہوں؟

ج: اللہ حافظ، آئندہ ماہ کے آگے ایک ماہ میں۔

اقصیٰ صابر بٹ...... اوکاڑہ

س: السلام علیکم! بابدولت ایک طویل عرصے بعد تشریف فرما ہیں۔ ویلکم تو نہیں گی نا......؟

س: تھینکس! اچھا یہ تو بتائیں پلیز کہ ہمیں کسی پہ اعتبار کرنا ہو تو کیسے کریں......؟

س: اُف یہ گرمی...... اوپر سے سوالوں کی بوچھاڑ، آپ گھبراتی نہیں کیا......؟

س: اچھا جی ہم چلتے ہیں واپس...... پھر ملیں گے...... چلتے چلتے...... پر کبھی الوداع مت کہیے گا...... نہیں ہم یہ بھی نہیں دیکھیں گے کہ ہم آپ کے ہیں کون؟ اور...... اور کچھ نہیں، ہم کیا کہہ سکتے ہیں جی...... آل از ویل...... آل از ویل، بائے۔ اللہ حافظ۔

ج: ایک لائن جواب کے لیے چھوڑ کر سوال نامہ لکھا کیجئے۔

سدرہ آرزو...... چونیاں

س: السلام علیکم کیسی ہیں شمائل باجی کیا آپ کی محفل میں مجھ ناچیز کو جگہ مل سکتی ہے؟

ج: وعلیکم السلام، مل سکتی ہے۔

س: آپی جب بہت زیادہ دل اداس ہو بغیر کسی وجہ کے رونا آئے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: رو لینا چاہیے۔ آنکھیں صاف ہوجاتی ہیں۔

س: آپی میری کوئی بہن نہیں ہے اور مجھے یہ کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔ کیا آپ یہ کمی پوری کریں گی؟

ج: لیجیے کمی پوری کردی۔

س: مجھے کوئی اچھی سی دعا دے کر اپنی محفل سے رخصت کریں اور آپی اپنا بہت سا خیال رکھیئے گا۔ اللہ حافظ۔

ج: اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے خیر کی دعا کرتے ہیں۔

صدف عبدالغنی...... کراچی

س: شمی آپا! کیسی ہیں آپ؟

ج: اللہ کا بڑا کرم ہے، ٹھیک ہیں۔

س: ہمیں آپ بہت اچھی لگتی ہیں ہم کیا کریں؟

ج: آپ تو صدف ہیں، ہمیں بہت اچھی لگتی ہیں۔

س: شمی آپا آپ کو چاکلیٹ کیسی لگتی ہے؟

ج: کچھ زیادہ پسند نہیں۔

س: شمی آپا ہم پھر آپ کی بزم میں قدم رکھ سکتے ہیں؟

ج: اب تک کیا کررہی تھیں؟

کام کی باتیں

حنا احمد

طبی چٹکلے

❖ گردوغبار میں کام کرتے گڑ کھا کر دمہ کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔

❖ ذیابیطس کے لیے جامن اور کریلا بہت مفید ہے۔

❖ روغن خشخاش سر پر ملنے سے بہت نیند آتی ہے۔

❖ آم کی شاخ سے مسواک کرنے سے منہ کی بدبو دور ہوجاتی ہے۔

❖ دو قطرے روغن سرسوں میں کافور ملا کر کان میں ڈالیں، درد ختم ہوجائے گا۔

❖ بہرہ پن میں نیم کے تخم کا خالص تیل 40 روز کان میں ڈالیں۔

سمیرا اشتاق ملک...... اسلام آباد

ٹوٹکے

❖ آنکھ میں کنکر وغیرہ گر جائے تو ایک پیالے میں لبالب پانی بھریں اور اس میں آنکھ ڈال کر بار بار جھپکیں۔

❖ پچکے ہوئے گالوں، رخساروں سے شخصیت متاثر ہوتی ہے۔ گالوں کو بھرا ہوا کرنے کے لیے ایک چھٹانک خالص چنبیلی کے تیل میں ایک تولہ لیموں کا رس ملائیں اور اس سے روزانہ چہرے کی مالش کیا کریں۔ اس نسخے کے استعمال سے آپ کے پچکے ہوئے رخسار ابھر آئیں گے۔

❖ اگر خواتین اپنی کہنیوں کو گورا کرنا چاہتی ہیں تو ایک لیموں لے کر اسے دو حصوں میں کاٹ لیا جائے اور ان پر ایک تولہ نوشادر چھڑک کر ہاتھ سے کہنیوں پر رگڑیں، جب نوشادر اچھی طرح سے جذب ہوجائے تو پھر کہنیوں کو آدھا گھنٹے تک لیموں کے ٹکڑوں پر رکھا جائے۔ اس عمل کو ہفتے میں چار بار ضرور کیا جائے۔

قرۃ العین پارس...... کراچی

مفید ٹوٹکے

✦ اگر باورچی خانے میں کسی قسم کی بُو پیدا ہوجائے تو چولہے میں تھوڑی سی پسی لونگ یا دار چینی جلائیے بُو دور ہوجائے گی۔

✦ اگر مچھلی فریج میں محفوظ کرنا ہو اور دوسری چیزوں کو اس کی بُو سے بچانا ہو تو مچھلی پر تھوڑی سی کافی چھڑک کر کسی برتن میں ڈھک دیں۔

✦ مچھلی کی بُو دور کرنے کے لیے پسے ہوئے لہسن سے مَل کر دس منٹ کے لیے رکھ دیں پھر نمک مَل کر دھولیں بُو بالکل نہیں آئے گی۔

✦ کریم یا ملائی کو کھٹا ہونے سے بچانے کے لیے اس میں تھوڑی سی چینی ملا کر ٹھنڈی جگہ رکھیں۔

✦ کچا پیاز کھانے سے منہ سے بُو آتی ہے اسے دور کرنے کے لیے تھوڑا سا لیموں چوسیں، منہ سے بُو آنا بند ہوجائے گی۔

✦ گوشت کو جلدی گلانا ہو تو اس میں کچا پپیتا، کچی انجیر یا خربوزے کا پسا ہوا چھلکا معمولی سی مقدار میں ڈالیں۔

مچھر کو دور بھگائیے

عرق گلاب میں کونین کی گولی مکس کرکے پورے جسم پر مَل دیں۔ مچھر بالکل بھی پاس نہیں آئے گا (یہ میرے پاپا کا آزمودہ ٹوٹکہ ہے)۔

پھیپھڑوں کا کینسر

سبز چائے سے پھیپھڑوں کا کینسر نہیں ہوتا ہے۔

بالوں کو قدرتی سرخ رنگ دینے کے لیے پیاز

کے چھلکے آدھے کپ پانی میں ابالیں اور اس میں ایک ٹی اسپون گلیسرین ملا دیں۔ اب اس محلول کو بالوں پر لگائیں۔ آدھے گھنٹے بعد دھولیں۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

علاج بذریعہ کدو

کدو کھانا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ کدو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت مرغوب غذا تھی۔ کدو کے ذریعے مندرجہ ذیل علاج کیے جاسکتے ہیں۔

سر درد: کدو کا تازہ گودا حسب منشا لے کر کھرل میں باریک کرکے پیشانی پر پھیریں، تھوڑی دیر میں سر درد کو آرام آجائے گا۔

درد دانت: پانچ تولہ کدو کا گودا اور ایک تولہ لہسن لے کر دونوں کو کچل کر ایک سیر پانی میں ڈال کر خوب پکائیں۔ جب آدھا پانی رہ جائے تو نیم گرم پانی سے کلیاں کریں، دانت کے درد کو آرام آجائے گا۔

امراض چشم: کدو کا چھلکا حسب ضرورت لے کر سایہ میں خشک کرلیں پھر جلالیں۔ کھرل میں پیس کر باریک سرمہ کی طرح کرلیں۔ تین تین سلائی یہ سرمہ آنکھوں میں لگانے سے تھوڑے ہی عرصے میں آنکھ کی تمام شکایتیں دور ہوجائیں گی۔

شدت پیاس: کدو کا گودا باریک پیس کر ایک چھٹانک پانی نچوڑ لیں۔ اس میں دو تولہ مصری اور ایک پاؤ سادہ پانی ملائیں۔ دو تولہ کی خوراک وقفہ وقفہ سے پلانے سے پیاس کی شدت ختم ہوجائے گی۔

یرقان: ایک عدد کدو لے کر آگ میں دبا کر نرم کرلیں پھر اس کا بھرتہ بنا کر اس کا پانی نچوڑ لیں۔ اس پانی میں مصری ملا کر پلانے سے جگر کی گرمی اور یرقان کو آرام آجاتا ہے۔

درد گردہ: کدو کا باریک گودا کرکے قدرے گرم کرکے جائے درد پر لیپ کردیں، اسی وقت درد سے آرام آجائے گا۔

☆ کدو کو مسور کی دال کے ساتھ پکا کر کھانا دل کو نرم کرتا ہے اور غمگین دل کو سرور بخشتا ہے۔ کدو دماغ کو قوت فراہم کرتا ہے۔

☆ کدو کھانے سے حافظہ تیز ہوتا ہے۔

فریدہ جیلانی......سندھ

ٹوٹکے

چقندر کے پتوں کو ابال کر اس کے پانی سے سر دھونے سے سر کی خشکی ختم ہوجاتی ہے۔

ایک چمچہ لیموں کا رس، ایک چمچہ کھیرے کا رس اور ایک چمچہ گاجر کا رس لیں۔ تینوں کو ملا کر چہرے پر لگائیں۔ پندرہ منٹ بعد ٹھنڈے پانی سے دھولیں، چہرا دلکش ہوگا اور کھل اٹھے گا۔

مسوڑوں پر صبح و شام لیموں کا رس لگانے سے Pyveria میں کمی اور خون، پیپ سے نجات مل جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مولی پر کالی مرچ لگا کر کھانے سے بھی دانت مضبوط اور مختلف بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

چھائیاں ختم کرنے کا نسخہ: زعفران چٹکی بھر، کارن فلور دو چمچ، پسی ہوئی سیپ دو چمچ، انگوری سرکہ پیسٹ بنانے کے لیے۔

زعفران، پسی ہوئی سیپ اور کارن فلور کو ملا کر شیشی میں رکھ لیں۔ ہفتہ میں دوبار انگوری سرکہ میں پیسٹ بنا کر 30 منٹ کے لیے چہرے پر لگائیں اور نیم گرم پانی سے منہ دھولیں پھر کسی تولیے سے رگڑ کر چہرے کو صاف کردیں۔

صباحت مرزا......گجرات

تندرستی صحت

لبابہ احمد

الوداع مختصر کریں

جب آپ بچے کو ڈے کیئر میں چھوڑ رہی ہوں تو آپ اس سے مختصر الوداعی الفاظ کہیں مگر نہایت محبت سے الوداع کہنے کے لیے زیادہ دیر نہ ٹھہریں کیونکہ جب بچہ آپ کو جاتے ہوئے دیکھے گا تو وہ رونے لگے گا۔ اگر آپ اس کے رونے کا وقفہ کم کردیں گے تو پھر ڈے کیئر کے لوگ اسے چپ کرائیں گے اور بچہ ان کی طرف متوجہ ہوجائے گا لیکن اگر آپ نروس ہو رہی ہوں گی اور بہت جلدی میں ہوں گی تو اس الوداع کہنے سے آپ کا بچہ پریشان ہوجائے گا۔ اس کا خیال ہوگا کہ آپ اسے واپس لینے نہیں آئیں گی۔ یہ کہنے سے کہ میں تمہیں لینے چند گھنٹے بعد آؤں گی اور اس اثنا میں تمہیں یاد کروں گی تو بچہ مطمئن رہے گا۔

واپسی پر ملاقات

جب آپ بچے کو لینے آتی ہیں تو یقیناً یہ توقع کرتی ہوں گی کہ آپ کا بچہ مسکرائے گا اور آپ سے چمٹ جائے گا مگر اس کے بجائے وہ آپ کو نظر انداز کرتا ہے یا آپ کو دیکھ کر رونے لگتا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ نہایت مایوس ہوتا ہے کیونکہ وہ تمام دن آپ کو یاد کرتا ہے۔ اس وجہ سے ایسے ردعمل کو غیر متوقع نہیں سمجھنا چاہیے یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آپ تمام دن مختلف تجربات سے گزرتی رہی ہیں۔

اس لیے اس میں برا محسوس کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جب آپ اسے ڈے کیئر لینے جائیں تو یہ مناسب ہے کہ آپ بھی کچھ دیر وہاں اس کے ساتھ رہیں اور اس کے ساتھ کھیلیں کچھ کھائیں پیئیں۔ دن بھر کے واقعات کے بارے میں ڈے کیئر ٹیچر سے بات کریں اس کے بعد گھر کے لیے روانہ ہوں۔ اس طرح بچہ ڈے کیئر سے مانوس ہوجائے گا۔

مائیں ہاں مت گھبرائیں بچوں کو فوری طبی امداد مہیا کریں

گھر میں کھیل کود کے دوران اگر بچے خدانخواستہ حادثات کا شکار ہوجائیں تو ماں کو چاہیے کہ ہوش وحواس سے کام لیتے ہوئے فوراً بچوں کو طبی امداد مہیا کرے تاکہ کسی نقصان کا احتمال نہ رہے۔ ذیل میں ہم آپ کو فوری طبی امداد مہیا کرنے کے چند طریقے بتارہے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ اسے بطور چارٹ اپنے کمرے یا مکان کی دیوار پر آویزاں کرلیں تاکہ بہ وقت ضرورت یہ آپ کے کام آسکے۔

بچوں کو کھیلتے ہوئے جسم کے کسی حصے پر اندرونی چوٹ لگ جائے تو ایک گلاس دودھ میں چٹکی بھر ہلدی ملا کر پلانے سے آرام ملے گا۔ اس کے علاوہ پرانا کھوپرا کوٹ کر اس میں ہم وزن ہلدی ملا کر اس آمیزے کی پوٹلی بنالیں اور توے پر گرم کرکے چوٹ پر باندھ دیں۔

موچ آجائے تو گرم پانی سے ٹکور کردیں۔ اس کے بعد دیسی انڈے کی زردی میں تھوڑا سا پسا ہوا گیرہ ملا کر گرم کریں اور موچ کے مقام پر لیپ لیں۔

زہریلا کیڑا وغیرہ کاٹ لے تو اس جگہ کو فوراً دبائیں۔ پانی نکل جانے پر ڈنک نظر آئے گا اسے نکال لیں اور متاثرہ مقام پر لیپ کریں۔

سوئی چبھ جائے تو مقناطیس متاثرہ مقام پر آہستہ آہستہ پھیریں اس کی کشش سے سوئی باہر آجائے گی۔

کانٹا چبھ جائے تو پان میں لگانے والا چونا لیپ کردیں کانٹا ایک دن بعد نظر آجائے گا اور آپ بہ آسانی اسے نکال سکیں گے۔ اس کے بعد آئیوڈین یا ٹنکچر لگادیں۔

مچھلی کا کانٹا گلے میں پھنس جائے تو کیلا کھلا دیں۔

حلق میں سکہ پھنس جائے تو سر جھکا کر بچے کی گردن اور پیٹھ پر تھپکی دیں سکہ باہر آ جائے گا۔ جسم کے کسی حصے پر زخم ہو جائے تو پسی ہوئی ہلدی چھڑک کر پٹی باندھ دیں۔

کرنٹ لگ جائے تو لکڑی کی مدد سے بچے کو تار سے علیحدہ کرلیں۔

آنکھ میں کچھ چلا جائے تو بچے کو ملنے نہ دیں کسی چوڑے منہ کے برتن میں پانی لے کر آنکھیں کھولیں اور بند کرائیں بعد میں عرق گلاب ڈال دیں۔

ناک میں اکثر اوقات بچے موتی بیج وغیرہ پھنسا لیتے ہیں۔ کوشش کریں کہ بچے کو چھینک آ جائے بصورت دیگر دوسرے نتھنے میں پھونک ماریں موتی' بیج وغیرہ نکل جائے گا۔

ماں اور بچے کی صحت

پاکستان ان پسماندہ ملکوں میں شامل ہے جہاں دوسرے مسائل کے ساتھ اسپتالوں کی کمی کا مسئلہ بھی بہت افسوس ناک ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے حکومت تو کوشاں رہتی ہے لیکن کچھ بدعنوان عناصر رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مسئلہ حل ہونے کے بجائے بیچ میں اٹک جاتا ہے۔ کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس کی قوم کے نوجوان صحت مند' چاق و چوبند ہوں اور اس کے لیے بچپن ہی سے ان کی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ صحت مند معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ ماں اور بچے دونوں کی صحت کا خاص خیال رکھا جائے۔

پاکستان کے دیہی علاقوں میں اسپتالوں میں سہولیات کی کمی کی وجہ سے ہزاروں مائیں زچہ بچہ کے دوران جان بحق ہو جاتی ہیں۔ ماں اور بچے کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ حکومت ٹھوس اقدامات کرے۔ حکومت کے ساتھ ساتھ خاندان کے افراد اور خود ماؤں کو بھی اپنی صحت پر توجہ دینا چاہیے اور ان دنوں میں اپنی خوراک کا خاص خیال رکھے چیک اپ کرائے اور بچے کی پیدائش سے پہلے اپنے آرام کا خاص خیال رکھے۔ کوئی بھی ایسا کام مثلاً بھاری ساز و سامان اٹھانا یا ایسی ادویات استعمال کرنا بھی بچے پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دوران حمل احتیاط کرے۔ اپنی خوراک کا خاص خیال رکھے کیونکہ اس سے بچے کی صحت مناسب رہے گی۔ خاص طور پر دودھ' پھل وغیرہ مناسب غذائیں ہیں۔ بچے کی پیدائش کے بعد اپنی صحت کے ساتھ ساتھ بچے کی صحت کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ بچے کا ہر ماہ وزن چیک کیا جائے اس کا معائنہ کرایا جائے کہ کسی چیز کی کمی کی وجہ سے بچے کو نقصان تو نہیں ہوگا کیونکہ اکثر و بیشتر دیکھا گیا ہے کہ بچوں کو کیلشیم اور پروٹین اور وٹامن اور آئرن کی کمی کی وجہ بچوں کی صحت کے ساتھ ساتھ ہڈیوں کو بھی نقصان ہوتا ہے اور بچے کو جس طرح بڑھنا چاہیے اس طرح وہ بڑھ نہیں سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ وقت پر بچے کا معائنہ کرایا جائے۔ اسے گندگی اور آلودہ چیز کو کھانے سے دور رکھنا چاہیے اور ایسی غذائیں دینی چاہئیں جو نہ صرف اسے بلکہ اس کے دماغ کو بھی تیز بنائے مثلاً گوشت' چاول' مچھلی' پنیر' مکھن' دودھ پھل اور پتے والی سبزیاں وغیرہ جن میں کافی مقدار میں کیلشیم' وٹامن اور پروٹین کے ساتھ ساتھ آئرن بھی موجود ہے۔ ایک بہترین مستقبل کے لیے ضروری ہے کہ ماں اور بچے کی صحت کا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔ اگر ماں صحت مند ہے تو اس کا بچہ بھی صحت مند ہوگا اور آج کا بچہ کل پاکستان کا مستقبل ہے جو اسے آگے چل کر اپنی منزل تک پہنچائے گا جو ہمارا ہی نہیں بلکہ ہمارے بزرگوں کا بھی خواب تھا اور اسے اس خواب کو حقیقت کا رنگ دے کر سر خرور کرنا ہے۔